دستک آہ و فغاں

نگاہِ نبوت میں محبت کا مقام

آدابِ عشقِ رسول

علم اور علمائے کرام کی عظمت

قربِ الٰہی کی منزلیں

روحِ سلوک

زوالِ سلطنت

محبتِ الٰہیہ کی عظمت

بے پردگی کی تباہ کاریاں

آدابِ محبت

مواعظ دردِ محبت

جلد ہشتم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال نمبر ۲، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲، کراچی۔

فون : ۳۴۹۹۲۱۷۶

مواعظِ دردِ محبّت

جلد ہشتم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کُتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷، پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ	:	**مواعظِ دردِ محبت (جلد ہشتم)**
واعظ	:	شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
جامع مرتب	:	حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی
بااہتمام	:	حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مُرشدنا مولانا
محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ اللہ کے فضل و کرم سے میرے دادا عارف باللہ حضرت اقدس مرشدنا و مولانا شاہ حکیم **محمد اختر** صاحب دامت برکاتہم کے اصلاحی بیانات "مواعظ درد محبت" آٹھ جلدوں کی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور "مواعظ درد محبت" جلد نمبر نو انشاء اللہ بہت جلد شائع ہونیوالی ہے۔ مواعظ درد محبت کی ہر جلد میں دس وعظ شامل ہیں۔ اس طرح آٹھ جلدوں میں سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر 1 سے سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر 80 تک شامل ہیں الحمد للہ دادا کی تمام تصانیف اور ہمارے تمام اکابرین کی تصانیف کتب خانہ مظہری سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتی ہیں۔ اللہ پاک اخلاص کے ساتھ اپنے دین کا کام کرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔ رب کائنات جل شانہ اپنی بارگاہ میں اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ اور محبوب کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی و شفاعت کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

اللہ پاک نے میرے دادا کے ارشادات عالیہ میں عجیب تاثیر عطا فرمائی ہے۔ جس سے ملک و بیرون ملک ہزاروں بندگان خدا کی زندگیوں میں انقلاب آگیا۔ اللہ تعالیٰ اس عالم کے گوشہ گوشہ میں میرے دادا کے دردِ دل کی آواز نشر فرمادیں۔ اور شرف قبولیت عطا فرمائیں اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین۔

اللہ رب العزت میرے دادا کے فیوض و برکات کو ہمیشہ جاری رکھیں۔ (آمین)

حافظ محمد ابراہیم عفی اللہ تعالیٰ عنہ
ناظم کتب خانہ مظہری

حسن ترتیب

عنوان وعظ	سلسلہ نمبر	صفحہ نمبر
دستک آہ وفغاں	۷۱	۵
نگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں محبت کا مقام	۷۲	۳۷
آدابِ عشقِ رسول ﷺ	۷۳	۷۷
علم اور علماء کرام کی عظمت	۷۴	۱۲۵
قربِ الٰہی کی منزلیں	۷۵	۲۲۷
روحِ سلوک	۷۶	۲۹۱
لازوال سلطنت	۷۷	۳۳۱
محبتِ الٰہیہ کی عظمت	۷۸	۳۷۷
بے پردگی کی تباہ کاریاں	۷۹	۴۱۷
آدابِ محبت	۸۰	۴۵۳

مواعظ حسنہ نمبر ۷۱

دستکِ آہ و فغاں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

بہ فیضِ صحبتِ ابرار، یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: دستکِ آہ وفغاں

نامِ واعظ: عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
دام ظلالهم علينا الى مأة و عشرين سنة

تاریخِ وعظ: ۲۳/ ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۸/ جولائی ۱۹۸۸ء بروز جمعہ

وقت: دوپہر بارہ بجے

مقام: مسجدِ اشرف واقع خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال۔۲ کراچی

موضوع: قبولیتِ دعا کی صورتیں

مرتب: یکے از خدام حضرت والا مد ظلہم العالی (سید عشرت جمیل میرؔ صاحب)

کمپوزنگ: سید عظیم الحق ا۔ جے ۳/ ۶۷، مسلم لیگ ہاؤس، ناظم آباد نمبر۔۱

اشاعت اوّل: رجب ۱۴۲۹ھ

ناشر: کُتبُ خانَہ مَظہَرِیْ
گلشن اقبال۔۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

فہرست

نمبر شمار	عُنوان	صفحہ نمبر
۱	قبولیتِ دعا کی صورتیں	۹
۲	طلبِ خدا میں نامرادی نہیں	۱۲
۳	دعا کسی صورت میں رد نہیں ہوتی	۱۳
۴	روحانی ناسور کا علاج	۱۵
۵	خدا سے بڑھ کر کوئی باوفا نہیں	۱۶
۶	دعا کی کرامت	۱۷
۷	اللہ والے کون لوگ ہیں؟	۲۰
۸	کافروں کی ایک علامت	۲۱
۹	زندگی والے سانس کون سے ہیں؟	۲۳
۱۰	گناہوں سے دوری ذریعۂ حضوری ہے	۲۵
۱۱	پانچ قسم کی دعائیں رد نہیں ہوتیں	۲۶
۱۲	ظلم کرنے سے بچنا فرض ہے	۲۶
۱۳	عورتوں کا جہاد کیا ہے؟	۲۸
۱۴	فرض حج نہ کرنے پر وعید	۳۰
۱۵	کون سی دعا جلد قبول ہوتی ہے؟	۳۱
۱۶	جمعہ کی سات سنتیں	۳۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دستکِ آہ وفغاں

وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَّدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَیْسَ فِیْهَا اِثْمٌ وَّلَا قَطِیْعَةُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاهُ اللهُ بِهَا اِحْدٰی ثَلٰثٍ اِمَّا اَنْ یُّعَجِّلَ لَهٗ دَعْوَتَهٗ وَ اِمَّا اَنْ یَّدَّخِرَهَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ وَاِمَّا اَنْ یَّصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا قَالُوْا: اِذًا نُكْثِرُ قَالَ: اَللهُ اَكْثَرُ

(مشکوٰۃ المصابیح، کتابُ الدعوات، ص:۱۹۶)

قبولیت دعا کی صورتیں

بعض لوگ شروع میں تو خوب خشوع وخضوع سے دعا کرتے ہیں لیکن کچھ دن کے بعد ان کے دل میں دعا کی قبولیت کے سلسلہ میں وسوسے آنے لگتے ہیں کہ معلوم نہیں ہماری دعا قبول ہوئی یا نہیں، اس لیے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ دعا کی قبولیت کی بہت سی صورتیں ہیں، اگر ان کا علم نہیں ہوگا تو شیطان کے داؤ پیچ تم پر کارگر ہوجائیں گے اور شیطان تمہیں مایوس کردے گا، پہلی صورت تو یہ ہے کہ بندہ جو دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کو وہی دے دیں یعنی جو چیز اس نے مانگی وہی چیز اللہ تعالیٰ نے اس کو دے دی، ایک صورت تو یہ ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز ہم مانگتے ہیں وہ ہمارے لیے مفید نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے آخرت میں ذخیرہ بنادیتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ہماری جو دعائیں دنیا میں قبول نہیں ہوئیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان پر اتنا زیادہ اجر عطا کریں گے، ان کا اتنا زیادہ بدلہ دیں گے کہ مومن یہ کہے گا کہ کاش دنیا میں میری کوئی دعا قبول ہی نہ ہوتی، لہٰذا دوسری صورت دعا کی قبولیت کی یہ ہے کہ

اس کا اجر آخرت میں ملے گا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں کوئی بلا ٹال دیتے ہیں، اس کے علاوہ دوسری روایات میں اور بھی صورتیں ہیں مثلاً بعض بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت اونچا درجہ لکھا ہوا ہے لیکن وہ اپنے عمل میں کمی کی وجہ سے اس درجہ کو حاصل نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ ان کی جان میں، مال میں یا اولاد میں کوئی آزمائش دیتے ہیں اور پھر اس پر صبر کی طاقت بھی دے دیتے ہیں یہاں تک کہ اس بلا اور مصیبت کی وجہ سے وہ بندہ اس بڑے درجہ کو پالیتا ہے، لہٰذا مومن کو چاہیے کہ کسی صورت میں مصیبت سے نہ گھبرائے، اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگے، مصیبت سے نجات تو مانگے لیکن اس کو اپنے لیے مفید سمجھے، اگر دعا بظاہر قبول نہ ہو تو بھی اللہ سے مانگتا رہے، دعا مانگنا خود بہت بڑا انعام ہے، اگر کسی کو مصیبت میں خدا سے تعلق زیادہ بڑھ جائے اور اللہ والوں کے پاس جانے کی توفیق ہو جائے، ان سے دعا کرا رہا ہو، اللہ سے دو رکعات صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر مانگ رہا ہو اور اُس مصیبت کی وجہ سے بہت سے گناہ چھوٹ گئے ہوں تو جو مصیبت اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑ دے، جو مصیبت غفلت کے پردوں کو چاک کر دے وہ مصیبت نہیں نعمت ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو کسی سے محبت تھی، وہ اس کی یاد میں دن رات رویا کرتا تھا، ایک دفعہ آدھی رات کو رو رہا تھا، علاقہ کا تھانیدار گھوڑے پر گشت کرنے نکلا کہ شہر میں چوری ڈاکے زیادہ ہو رہے ہیں ذرا گشت کرلوں تو اس نے دیکھا کہ ایک پاگل بال بکھرائے ہوئے رو رہا ہے، وہ سمجھا کہ شاید یہی چور ہے، جو آدھی رات کو یقیناً کہیں ڈاکہ مارنے کا پروگرام بنا رہا ہے لہٰذا اس نے بید سے اسے مارنا شروع کر دیا، اب عاشق صاحب نے شور مچایا کہ تھانیدار صاحب مجھے بتاؤ تو کہ میرا قصور کیا ہے؟ تھانیدار نے کہا کہ کوئی

قصور ہو یا نہ ہو، یہ آدھی رات کو ٹہلنا ہی قصور ہے، یہ وقت انسان کے آرام کا ہے نہ کہ سڑکوں پر ٹہلنے کا۔ یہ کہہ کر تھانیدار نے پھر پٹائی شروع کردی تو وہ پٹائی کے ڈر سے بھاگتے بھاگتے شہر کے باہر ایک باغ کی چاردیواری میں کود پڑا، جب وہ باغ میں کودا تو اس کو اپنا محبوب مل گیا جس کے لیے وہ روتا پھر رہا تھا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ وہ تھانیدار اور اس کے ڈنڈوں کو بار بار دعائیں دے رہا تھا کہ اگر تھانیدار کا ہاتھ مل جائے تو میں اس کے ہاتھ کو بوسہ دوں کہ تیرا ہاتھ اور تیرا ڈنڈا مبارک ہے جس نے مجھے میرے محبوب سے ملا دیا۔ مولانا کے قصے بڑے لذیذ ہوتے ہیں مگر وہ سبق بھی زبردست دیتے ہیں، قصہ کچھ ہوتا ہے اور سبق کچھ۔

اس قصہ سے مولانا یہ سبق دیتے ہیں کہ اگر کوئی مصیبت ہمیں اللہ تعالیٰ سے جوڑ دے اور اس کی وجہ سے ہم گناہ چھوڑ دیں تو وہ مصیبت نعمت ہے۔ مصیبت میں کسی کا گناہ کرنے کو دل نہیں چاہتا، ایک ہاسپٹل میں نظر بازی کے مریض کا آپریشن تجویز ہوا تھا، آپریشن روم میں سب ڈاکٹر نشتر لیے کھڑے تھے، بے ہوش کرنے سے پہلے کسی نے کہا کہ آپ کو تو حسینوں کو دیکھنے کا بہت شوق ہے، یہ نرس جو کھڑی ہے جاتے جاتے ایک نظر اس کو دیکھ لو، پھر پتہ نہیں کیا ہوگا، مرو گے یا جیو گے، اِس پر اُس نے اتنی زور سے ڈانٹا کہ لعنت ہو تجھ پر، تو اِس وقت مجھے گناہ کی طرف متوجہ کر رہا ہے جبکہ میں ایک مصیبت میں مبتلا ہوں، ارے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بلا سے نجات دے، میرا پیٹ پھاڑا جا رہا ہے، معلوم نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ تو بلا اور مصیبت میں بڑے بڑے گنہگاروں کا گناہ کا خناس ناک کے راستہ نکل جاتا ہے، یہ گناہ کی مستیاں آرام اور سکھ کی ہیں، خدا جو ہمیں آرام سے رکھے ہوئے ہے تو کیا اس آرام کا شکر یہ ہے کہ ہم گناہ کی طرف جائیں؟ جب بلاؤں اور مصیبتوں میں گھرتے ہیں تب رونا آتا ہے پھر بزرگوں کے پاس جاتے ہیں، اُن سے دعائیں کراتے ہیں اور خود بھی دو

دو رکعتیں پڑھ کر سجدے میں روتے ہیں اور جب چین، سکھ اور آرام مل جاتا ہے تو نفس پھر اپنی شرارتیں شروع کر دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مصیبت ہمیں خدا سے قریب کر دے تو وہ مصیبت نہیں بہت بڑی نعمت ہے اور جو نعمت ہمیں خدا سے دور کر دے وہ نعمت نہیں مصیبت ہے مثلاً ایک غریب آدمی جو ہر وقت صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر روتا تھا، اچانک اسے کہیں سے ایک کروڑ روپیہ مل گیا، اب اس نے بنگلہ بنایا اور وی سی آر، ٹیلی ویژن، ننگی فلموں اور بدمعاشیوں میں مست ہو گیا، تو اس دولت نے اس کو دولات ماردی اور یہ عاشق لات و منات ہو گیا، غیر اللہ میں پھنس گیا۔ تو یہ دولت اس کے لیے نعمت نہیں مصیبت ہے۔ اور جس مصیبت میں اللہ یاد آ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کی توفیق ہو جائے تو وہ مصیبت نعمت ہے۔ اس لیے دوستو! مصیبت میں گھبرانا نہیں چاہیے، دعا مانگ کر قبولیت کی امید رکھنی چاہیے، خود دعا کو مقصد عبادت اور مغز عبادت فرمایا گیا ہے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دعا مغز عبادت ہے لہٰذا دعا مانگے جائے اور قبولیت کی اُمید رکھے۔ اِن شاء اللہ مصیبت ٹل جائے گی۔

طلب خدا میں نامرادی نہیں

لیکن اگر کسی کو ایسا ناسور لگ گیا جو اچھا نہیں ہوتا تو کوئی خودکشی نہیں کر لیتا، اسی طرح روحانی بیماریوں میں بعض کو ایسا مرض لگ جاتا ہے کہ گناہ نہیں چھوٹتے، کوشش کرتا ہے، توبہ کرتا ہے، روتا ہے، بزرگوں سے دعا بھی کراتا ہے، جتنے نسخے ہیں سب استعمال کرتا ہے، پھر بھی اس کو کسی گناہ کی ایسی عادت پڑ گئی کہ اس سے وہ گناہ ہو جاتا ہے، تو وہ کیا کرے؟ خودکشی کر لے؟ نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں پڑا رہے، دعا مانگتا رہے، اپنی اصلاح کی فکر کرتا رہے، بزرگوں کے پاس اپنی اصلاح کے لیے آتا جاتا رہے، ان شاء اللہ مرنے سے پہلے پہلے

اللہ تعالیٰ اس کو پاک فرمادیں گے اور غیر اللہ کے تمام تعلقات پر اللہ تعالیٰ اپنی محبت کو غالب کردیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کے آہ و نالوں کو، کسی کی محنتوں کو رائیگاں نہیں فرماتے، دنیا میں نامرادیاں ہوسکتی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی طلب میں نامرادی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کسی کی دعا کو رد نہیں فرماتے۔

دعا کسی صورت میں رد نہیں ہوتی

لیکن قبولیت دعا کی صورتیں نہ جاننے سے بعض اوقات بڑا دھوکا ہوجاتا ہے، آدمی کو شکایت ہوجاتی ہے کہ ہماری دعا اتنے دن سے قبول نہیں ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کبھی تو وہی چیز مل جاتی ہے جو تم مانگتے ہو اور کبھی وہ تو نہیں ملتی لیکن آخرت میں تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دنیا میں اس چیز کا ملنا اللہ کے نزدیک تمہارے لیے نقصان دہ ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دعا کی برکت سے کوئی بڑی مصیبت یا بلا ٹال دی جاتی ہے۔ جب صحابہ نے یہ بات سنی کہ دعاؤں کے قبول ہونے کی اتنی قسمیں ہیں اور کسی صورت میں دعا رد نہیں ہوتی، یا تو دنیا میں مل جائے گی یا آخرت میں اس کا بدلہ مل جائے گا یا کوئی بلا دور ہوجائے گی یعنی دعا ہر صورت میں قبول ہوگی تو صحابہ نے کہا اِذًا نُکْثِرُ، اَکْثَرَ یُکْثِرُ کا جمع متکلم نُکْثِرُ ہے یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب تو ہم خوب دعا مانگیں گے، دعا میں خوب کثرت کریں گے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰہُ اَکْثَرُ اللہ سے تم جتنا زیادہ مانگو گے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ دینے والا ہے، تمہارے مانگنے کی تعداد سے خدا کے دینے کی تعداد زیادہ ہے، جیسے کوئی دنیا کے کریم شخص سے ایک بوتل شہد مانگنے گیا اس نے دو من کی مشک دے دی، اس شخص نے کہا کہ حضور میں نے تو ایک ہی ایک بوتل مانگی تھی، آپ نے مشک بھر کر دے دی، اس کریم نے کہا کہ تم نے اپنے ظرف کے مطابق مانگا تھا، میں نے اپنے ظرف کے مطابق دیا، میری سخاوت کا تقاضہ

یہ تھا کہ میں پوری مشک دے دوں۔ معلوم ہوا کہ بندے اپنی حیثیت کے مطابق مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کرم کے مطابق دیتے ہیں۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

دوستو! زمین و آسمان کے خزانے سب ہمارے لیے ہیں:

﴿وَ لِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾

تمام خزانوں کا مالک اللہ ہے مگر اپنے خزانوں سے بے نیاز ہے، وہ خزانے اپنے بندوں کے لیے بنائے ہیں۔ اس کے برعکس دنیا کے بادشاہ اپنے خزانوں کے محتاج ہیں، اس لیے وہ پوری سخاوت نہیں کر سکتے کہ اگر سارا مال لوگوں پر خرچ کر دیا تو ہمارا خاندان کہاں جائے گا اور ہمارے عیش کا کیا بنے گا، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے تمام خزانوں سے بے نیاز ہیں، لہٰذا سارے خزانے ہمارے لیے ہیں، مانگنے کی ہمارے اندر کوتاہی ہے۔

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے کوئی دعا دل سے مانگی ہو اور اللہ نے اسے قبول نہ کیا ہو اور جو قبول نہیں ہوئی تو اس میں ہماری طرف سے مانگنے میں کوتاہی ہوئی، مانگنے کا بھی تو ڈھنگ ہوتا ہے، درد بھرے دل اور اشک بار آنکھوں سے مانگنے سے کام بنتا ہے لہٰذا ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے، اگر کسی کو کوئی جسمانی بیماری ہے، ڈاکٹر مایوس ہو گئے کہ ہمارے پاس علاج نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ آج سے پچیس تیس سال پہلے ایک مریض نے مجھ سے کہا کہ میرا ایک مرض ناسور کی شکل اختیار کر گیا ہے، ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ اچھا نہیں ہوگا، آپریشن ہوا تو دوبارہ ناسور ہو جائے گا، میں نے کہا کہ مخلوق نے تو مایوس کر دیا مگر خالق نے تو مایوس نہیں کیا، زمین والوں نے تم کو مایوس کیا ہے، آسمان والے نے تو نا امید نہیں کیا، روزانہ تین دفعہ دو رکعات صلوٰۃ الحاجت

پڑھو اور اللہ سے گڑگڑا کر مانگو، اُس نے خوب مانگا، سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر کر دیا، دو تین مہینے کے بعد ہنستا ہوا آیا کہ بیماری بلا کسی دواء کے دور ہو گئی، دوا کرنا فرض نہیں ہے لہٰذا اگر ڈاکٹر مایوس کر دیں کہ ہمارے پاس اس بیماری کا علاج نہیں ہے تو اللہ سے روؤ۔

مرضِ لا دوا کا وہی ہے حکیم

روحانی ناسور کا علاج

اسی طرح روحانی بیماری ہے، دس بیس سال سے بزرگوں کے پاس آنا جانا ہے، مگر پھر بھی بعضوں کو گناہ کی ایسی عادت ہے کہ بار بار اُن کی توبہ ٹوٹ جاتی ہے، شیطان کہتا ہے کہ میاں بیس سال ہو گئے خانقاہوں میں آتے جاتے، اللہ والوں سے ملتے جلتے، توبہ کرتے ہوئے لیکن پھر بھی تمہارا حال خراب ہے تو ایسے روحانی ناسور کا علاج بھی وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے روؤ، بزرگوں کے مشورے پر عمل کرتے رہو، دو رکعات صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو، ان شاء اللہ تعالیٰ ایک دن ان کا کرم آئے گا اور جب ان کا کرم آئے گا تو پھر آپ کا حال کیا ہوگا، اس کو میں نے ایک شعر میں بیان کیا ہے، یہ اس ہفتہ کا تازہ شعر ہے، جیسے گرما گرم تازہ جلیبی مزیدار ہوتی ہے ایسے ہی تازہ شعر بھی گرم جلیبی کی طرح لذیذ ہوتا ہے، اس شعر میں اللہ تعالیٰ سے دل کے اندھیروں کے دور ہونے کی درخواست کی گئی ہے۔

ظلمتِ قلب میں وہ نور فروزاں کر دے
میرے افکارِ بیاباں کو گلستاں کر دے

یعنی یا اللہ! دل کے اندھیروں میں اپنی محبت، اپنے یقین اور خوف کا کوئی چراغ جلا دے، گناہوں کے افکار، گناہوں کے تخیلات، اللہ کے غضب اور نافرمانی کے ارادے یہ سب بیاباں ہیں، جنگل ہیں، کانٹے ہیں، یہ پیشاب پاخانے سے

بدتر ہیں، ہمارے چین اور سکون کو چھیننے والے ہیں اور اللہ کی محبت کے کارناموں کا کیا کہنا ؎

گلستان است گلستان است گلستاں

اللہ کے راستہ میں تو ہر طرف باغ ہی باغ ہیں، خواجہ صاحب نے جب چند دن تھانہ بھون میں حضرت تھانوی کی صحبتیں اٹھائیں تو فرمایا ؎

میں دن رات رہتا ہوں جنت میں گویا
میرے باغِ دل میں وہ گل کاریاں ہیں

یعنی اللہ کا نام لینے سے وہ انعام ملا گویا میں دن رات جنت میں رہتا ہوں، اللہ کی محبت اور اللہ کے تعلق سے قلب کو چین، سکون اور اطمینان ملتا ہے۔

خدا سے بڑھ کر کوئی باوفا نہیں

دیکھو ماں کی گود میں بچہ کتنے چین سے رہتا ہے، ماں کی گود سے اگر بچہ کو کوئی چھین کر لے جائے تو اس بچہ کا کیا حال ہوتا ہے، ماں باپ کی یاد اسے کس طرح پریشان کرتی ہے، لیکن ماں کی محبت بھی مخلوق ہے، سوائے اللہ کے ہمارے حال پر دائمی رحم کرنے والا کوئی نہیں ہے، ماں باپ کا رحم بھی ان کی ذاتی صفت نہیں اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اگر اللہ ان سے وہ صفت چھین لے تو ماں باپ بھی رحم کرنے والے نہیں ہیں، جب کلکتہ میں قحط سالی ہوئی اور لوگ بھوک سے مرنے لگے تو ماں باپ نے بچوں کو کاٹ کر کھالیا تھا، ہاوڑا میں جب ریل گذرتی تھی تو بچوں کے ڈھانچے راستہ میں پڑے نظر آتے تھے لہٰذا دنیا میں کسی کی محبت کا کوئی بھروسہ نہیں، ایسی اولاد بھی ہم نے دیکھی ہے جو ماں باپ کی موت کی تمنا کرتی ہے، ماں باپ کے قتل کی سازشیں کرتی ہے، ایسی بیویوں کی بھی باتیں سنی ہیں جنہوں نے شوہروں کو زہر دے کر دوسرے آدمی سے شادی کرلی۔ دنیا میں کسی کی محبت کا بھروسہ نہیں ہے مگر ایک اللہ ہے جو زمین کے اوپر بھی ہمارا ساتھ

دیتا ہے اور زمین کے نیچے بھی ساتھ دیتا ہے، ایسا باوفا، ایسا پیارا، ایسا محبوب، ہماری جان اور دل کو ایسا آرام سے رکھنے والا کائنات میں کوئی نہیں ہے، ذرا رومانٹک طبقہ کے لوگوں سے پوچھ لو جو یہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں کو دیکھنے میں اور عورتوں کے ناچ گانے میں بہت مزہ آتا ہے، ان کی کھوپڑیوں پر قرآن شریف رکھ کر پوچھو کہ تمہاری زندگی کیسی ہے؟ وہ قسم کھا کر کہیں گے کہ جب سے ہم نے روزہ نماز چھوڑا ہے، اللہ سے دور ہوئے ہیں، جہنم میں جل رہے ہیں ؎

اُف! کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

اللہ والوں کے دل میں جو چین و سکون ہے وہ بادشاہوں کو کہاں نصیب ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے
اور اہل وفا کے سینوں میں اِک نور کا دریا بہتا ہے

اللہ والوں کے سینوں میں نور کا، سکون کا دریا بہتا ہے۔

دعا کی کرامت

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جسمانی بیماری کے لیے صرف ڈاکٹروں پر اور پیسوں پر بھروسہ مت کرو پہلے اللہ تعالیٰ سے رجوع کرو پھر ڈاکٹر کے پاس جاؤ اور ڈاکٹر بھی اپنے فن پر ناز نہ کرے، وہ بھی دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر روئے کہ میں نے جتنے مریضوں کو انجکشن لگائے ہیں اور جتنے مریضوں کو کیپسول اور ٹیبلیٹس دی ہیں تو اے اللہ! تو ان کو اپنی رحمت سے شفا دے دے، شفا تیرے ہی قبضہ میں ہے، مریض بھی یہی دعا کر کے ڈاکٹر کے پاس جائیں اور دوا پیتے وقت یہ کہیں کہ اے اللہ اس دوا کو شفا کا حکم دے دے۔

ایک مرتبہ میری شوگر ڈھائی سو کے قریب ہوگئی تھی، میں نے کچھ دوائیں استعمال کیں لیکن دعا بھی مانگی، وہ دعا کیا تھی؟ یا اللہ! اختر آپ کا بندہ

اور غلام ہے، اس کا ہر جز آپ کا بندہ اور غلام ہے، لبلبہ بھی آپ کا غلام اور ماتحت اور آپ کی قدرت میں ہے لہٰذا اپنی قدرت سے ہمارے لبلبہ کو حکم دیجیے کہ شکر معتدل پیدا کرے تاکہ ہم آپ کی نعمتیں کھا سکیں، یا اللہ! آپ نے ہم کو حرام چھوڑنے کا حکم دیا لیکن ہم سے حلال نہ چھڑوائیے، اپنی رحمت سے حلال نعمتیں جاری فرمادیجیے اور ہمیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے کے قابل بنادیجیے، گو ہمارا عمل اس قابل نہیں لیکن آپ اپنے کرم کے صدقہ میں ہم نالائقوں پر، نااہلوں پر فضل فرمادیں، میرے لبلبہ کو صحیح کام کرنے کا حکم کردیجیے اور سارے اعضاء کو بھی سلامت رکھیے اور ایمان کو بھی سلامت رکھیے، بس کیا عرض کروں، الحمدللہ! آج کل خوب آم کھا رہا ہوں اور شکر معتدل ہے۔ میں نے آموں کے لیے اللہ سے خاص طور پر دعا مانگی تھی کیونکہ ہم ہر سال آم کھاتے تھے، اب ڈاکٹر آم چھڑوا رہے ہیں، میں حلال نعمت کے لیے اللہ سے رویا، بعض لوگ کہیں گے کہ یہ آم کے لیے اللہ سے کیوں روئے؟ کیوں صاحب جب حاجی کعبہ شریف آتا ہے تو جنت کے لیے دعا کرتا ہے اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہے لیکن جب واپسی پر گھر کے لیے سامان خرید کر لاتا ہے تو کہتا ہے کہ اللہ میاں کسٹم سے میرا مال بچا دینا۔ تو چھوٹی چیز ہو یا بڑی چیز بندہ اللہ ہی سے مانگتا ہے۔

ایک بزرگ جنگل میں بیٹھے رو رہے تھے، کسی نے کہا حضرت کیوں رو رہے ہیں، فرمایا کہ بھائی! بھوک لگی ہوئی ہے، اس نے کہا کہ آپ بڈھے ہو کر روتے ہو؟ بھوک سے تو چھوٹے بچے روتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ بھائی! بچے تو ابا اماں سے روتے ہیں اور بڈھے اپنے ربا سے روتے ہیں، میں اپنے اللہ کو اپنا رونا دکھا رہا ہوں کہ اللہ میاں بھوک لگی ہے، کہیں سے روٹی دے دیں۔ تو میں نے بھی بندوں سے نہیں کہا، میں بھی اپنے اللہ سے رویا کہ یا اللہ لبلبہ کو حکم دے دیجیے کہ معتدل شکر بنائے حالانکہ اسپشلسٹ ڈاکٹر نے مجھ سے کہا تھا کہ

ایک آم سے زیادہ نہ کھانا اور میں نے پیٹ بھر کر آم کھایا اور میری شکر بالکل معتدل ہے۔اس میں میری بزرگی کا دخل نہیں، بزرگی کا تصور کرنے کو میں حرام سمجھتا ہوں، خدا بچائے کہ کوئی انسان اپنے کو بڑا سمجھے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ ہمارے ناز نہیں اٹھائیں گے تو اور کون سنے گا، ان کے سوا کون ہے جو ہماری آہ وفریاد کو سُنے۔

میں نے یہ قصہ اس لیے سنایا کہ کوئی بھی بیماری لگ جائے، جسمانی ہو یا روحانی، اللہ سے رونا نہ چھوڑیں، چاہے رونے والوں کی نقل ہو، اگر دل میں حقیقت نہ ہو تب بھی رونا نہ چھوڑیں، رونے والوں کی شکل بنانا نہ چھوڑیں، دو رکعات صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر روئیں، بزرگوں کا دامن پکڑے رہیں، جیسے ریل گاڑی کا تیسرے درجہ کا ڈبہ جس کے اسکرو ڈھیلے ہوتے ہیں، چوں چاں کرتا رہتا ہے، سیٹیں پھٹی ہوئی ہوتی ہے لیکن فرسٹ کلاس ڈبہ سے جڑا ہوتا ہے جو انجن سے جڑا ہوتا ہے تو جب ریل گاڑی منزل پر پہنچے گی تو تیسرے درجہ کا چوں چاں کرتا ہوا وہ ڈبہ بھی وہیں پہنچے گا جہاں فرسٹ کلاس کا ڈبہ پہنچے گا، اسی لیے اللہ والوں کے دامن سے جڑے رہو بشرطیکہ وہ صحیح معنوں میں اللہ والا ہو، متبع سنت وشریعت ہو اور بزرگانِ دین سے تعلق رکھتا ہو، ان سے مشورہ بھی کیجیے اور دعائیں بھی کرائیے مگر اللہ تعالیٰ سے اپنا رونا نہ چھوڑیے، یہ آپ کو بہت تجربہ کی بات بتا رہا ہوں کہ بزرگوں سے بھی دعا کرائیے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے میری اصلاح اور گناہ چھوڑنے کی ہمت اور توفیق کے لیے دعا کر دیجیے، جن کی ڈاڑھی نہ ہو وہ ڈاڑھی رکھنے کی دعا کرالیں، لیکن کیا بتاؤں بعضوں کو تو اپنے مرض ہی سے عشق ہوتا ہے، خدا نہ کرے کوئی بیمار اپنی بیماری پر ہی عاشق ہوجائے اور کیپسول اور دوا پھینک دے، تو اپنی حاجت کے لیے بزرگوں سے دعا کرائیں، دو رکعات صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر روئیں، اپنی ہر حاجت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، اپنی اصلاح کے لیے بھی دل لگا کر روئیں، اگر رونا نہ آئے تو رونے

والوں کی شکل ہی بنالیں ؎

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

رونے والوں کا بھیس یعنی شکل بنا کر پھر اللہ تعالیٰ کے کرم کا تماشہ دیکھو اور اللہ والوں سے، صالحین سے دعا بھی کراؤ۔

اللہ والے کون لوگ ہیں؟

اللہ والے اور صالحین کون ہیں؟ کیا علامت ہے کہ وہ اللہ والے ہیں؟ اللہ والے خود سے نہیں کہیں گے کہ ہم اللہ والے ہیں، جو خود دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ والا ہوں وہ ہرگز اللہ والا نہیں اور اللہ والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ والا وہ ہے جو کسی اللہ والے کا صحبت یافتہ ہو، اس کے پاس بیٹھنے والوں کے دینی حالات اچھے ہو رہے ہوں، ان کے دلوں میں اللہ کی محبت بڑھ رہی ہو، لوگ گنہگار زندگی سے صالحین کی زندگی اختیار کر رہے ہوں، اگر اس کی صحبت میں رہنے والوں کی اکثریت وہاں سے روحانی شفا پا رہی ہے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ والا ہے لیکن اس سے اپنا روحانی بلڈ گروپ بھی ملالو، جیسے کسی مریض کو خون چڑھانے سے پہلے اس کا بلڈ گروپ ملایا جاتا کیونکہ بغیر گروپ ملائے ڈاکٹر محمد علی کلے باکسر کا خون بھی نہیں چڑھائے گا، اسی طرح اپنے دل کی مناسبت بھی دیکھ لو کہ اس اللہ والے سے دل ملتا ہے یا نہیں، پھر جس اللہ والے سے مناسبت ہو جائے اس کے پاس آنا جانا رکھو، دو رکعات صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے روؤ اور اپنے بزرگوں سے اپنی اصلاح کی دعائیں کراؤ، ان شاء اللہ تعالیٰ محرومی نہیں رہے گی، غیب سے انتظام ہوگا، جب اللہ تعالیٰ دنیاوی حلال نعمتوں کی دعائیں رد نہیں فرماتے تو جو خدا سے خدا کو مانگتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کیسے محروم رکھیں گے۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے

ہیں کہ خدا کی قسم! روئے زمین پر اللہ کا کوئی عاشق ایسا نہیں ہوا کہ جس کو خدا نہ ملا ہو، اس کے بعد یہ شعر پڑھا ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

دنیا میں اللہ کا ایسا کوئی عاشق نہیں گذرا جس پر اللہ نے نظرِ رحمت نہ فرمائی ہو، اے خواجہ! تمہیں خدا کی محبت کا درد نہیں ہے، تمہیں بیوی کا درد ہے، اولاد کا درد ہے، فیکٹری کا درد ہے، کارخانہ کا درد ہے، مالدار بننے کا درد ہے، ساری دنیا کی نعمتوں کا درد ہے، اگر نہیں ہے تو نعمتیں دینے والے اللہ کی محبت کا درد نہیں ہے، نعمت دینے والے کی محبت کا خیال اور فکر جیسی ہونی چاہیے ویسی نہیں ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے درد سے فرمایا ؎

اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن

صبر چوں داری ز رب ذو المنن

اے دنیا والو! تمہاری بیوی اگر کہیں چلی جاتی ہے، بچے کہیں چلے جاتے ہیں تو تم روتے ہو، تارے گنتے ہو، لوگوں سے دعائیں کراتے ہو کہ دعا کرو کہ ہماری بیوی جلد آجائے، ہمارے بچے جلد آجائیں تو تمہیں اولاد اور بیوی پر صبر نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی جدائی پر تمہیں کیسے صبر آجاتا ہے؟ شاندار چائے نہیں ملتی تو بے چین ہوجاتے ہو، کہتے ہو کہ چائے بڑھیا نہیں تھی، آج مزہ نہیں آیا، دنیا کی تو تمام نعمتیں اچھی ہوں، چائے بھی بڑھیا ہو، شکر بھی مناسب ہو، رنگ بھی شاندار ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور ان کا نام لینے کے لیے منہ سوکھ جاتا ہے کہ صاحب وقت نہیں ملتا۔

کافروں کی ایک علامت

جو شخص اللہ کے نام کے بغیر زندہ رہتا ہے میں اس کے لیے اتنا ہی کہتا

ہوں کہ خدا ہمارے اور اس کے حال پر رحمت نازل فرمائے، یہ بڑی خطرناک چیز ہے اور کافروں کی علامت ہے۔ کافروں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَ رَضُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ اطۡمَاَنُّوۡا بِہَا﴾

(سورۂ یونس، آیت:۷)

یہ کافر دنیا کی نعمتوں سے مطمئن ہوجاتے ہیں، لیکن مومن کی شان کیا ہونی چاہیے؟ اسے دنیا کی نعمتوں سے مطمئن نہیں ہونا چاہیے، مومن کو اطمینان کس چیز سے ملتا ہے؟

﴿اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ﴾

(سورۃ الرعد، آیت:۲۸)

ان کو اللہ کی یاد سے چین ملتا ہے اور جب کبھی ذکر کی توفیق کم ہوجائے، اللہ کی یاد کی توفیق نہ ہو تو دل بے چین ہوجاتا ہے۔

جیسے اگر کوئی پہلی مرتبہ تمبا کو کھاتا ہے تو اسے قے آجاتی ہے، چکر آجاتے ہیں لیکن جب وہ تمبا کو تھوڑا تھوڑا بڑھاتا جاتا ہے تو ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ وہ پان تمبا کو کا اتنا عادی ہوجاتا ہے کہ اگر ریل کے ڈبے میں اس کا پان اور تمبا کو ختم ہوجائے تو وہ سید صاحب یا زمیندار صاحب ڈبہ میں جھاڑو لگانے والے جمعدار اور بھنگی سے کہتے ہیں کہ معاف کیجیے گا میرا تمبا کو ختم ہوگیا ہے، مجھے تھوڑا سا تمبا کو اور پان دے دینا، اگلے اسٹیشن پر تم کو خرید کر دے دوں گا بلکہ لو چند روپے بھی لے لو مجھ سے۔ تو کیا وجہ ہے کہ پان تمبا کو کی تو عادت پڑ جائے لیکن اللہ کے ذکر کی عادت نہیں پڑے گی؟ جب بری چیز کی عادت پڑ سکتی ہے تو کیا اچھی چیز کی عادت نہیں پڑ سکتی؟

ایک صاحب حیدر آباد سندھ کے بڑے رئیس تھے لیکن ان کو اللہ کی یاد سے کوئی تعلق نہ تھا، میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے

بیعت ہوگئے، حضرت نے ایک ہزار دفعہ اللہ اللہ کا ذکر بتایا، چھ مہینے انہوں نے اللہ اللہ کیا، کہتے تھے کہ شروع شروع میں جی بہت گھبراتا تھا، مگر جمے رہے، چھ مہینے کے بعد مجھ سے کہا کہ اب ذکر میں ایسا جی لگ گیا ہے کہ اب اگر میں ایک ہزار مرتبہ اللہ کا نام نہیں لیتا اور وظیفہ نہیں پورا کرتا تو نیند نہیں آتی۔

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے
تڑپنے سے مجھ کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے

زندگی والے سانس کون سے ہیں؟

ذرا روح کو صحیح غذا دے کر تو دیکھو پھر اللہ کے ذکر کے بغیر چین نہیں ملے گا، اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگتا ہے اُس کی دعا قبول ہوتی ہے یہاں تک کہ شیطان اللہ تعالیٰ سے حالتِ غضب میں مانگ رہا ہے، اسے معلوم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہیں مگر پھر بھی مانگ رہا ہے کیونکہ اس کو پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مغلوب الغضب نہیں ہوتے، وہ تأثر سے پاک ہیں لہٰذا اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا اَنۡظِرۡنِیۡ مجھے قیامت تک مہلت دے دیجیے تاکہ میں آپ کے بندوں کو بہکاؤں۔ ملا علی قاری محدثِ عظیم مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی جلد نمبر ۸ میں لکھتے ہیں کہ ایک صاحبِ حال نے کہا کہ اگر ابلیس کی قسمت میں شقاوتِ ازلیہ لکھی ہوئی نہ ہوتی تو یہ ظالم اَنۡظِرۡنِیۡ نہ کہتا کہ مجھے اپنے بندوں کو بہکانے کی مہلت دیجیے بلکہ اُنۡظُرۡ اِلَیَّ کہتا کہ اے خدا! میرے اوپر نظرِ رحمت کردیجیے، مجھ کو معاف کردیجیے۔ اس لیے دوستو! اللہ تعالیٰ سے اللہ کو مانگنا، اللہ سے تعلق جوڑنا، یہ زندگی کی حیات ہے، زندگی کی جو سانس اللہ کی یاد میں گذر جائے بس وہی ہماری آپ کی زندگی ہے۔

وہ میرے لمحات جو گذرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

جو سانس اللہ کے ذکر میں گذر جائے، تلاوت میں گذر جائے، سمجھ لو کہ بس ہماری زندگی کے یہی سانس زندگی والے ہیں، باقی چائے وغیرہ اللہ کی نعمت ضرور ہے مگر افسوس یہی ہے کہ ہم نعمتوں میں زیادہ مشغول ہیں، نعمت دینے والے کی یاد کا تناسب بہت کم ہے، اگر آدھا گھنٹہ، چالیس منٹ بھی انسان مسجد میں بیٹھ جائے اور مسجد اس لیے کہتا ہوں کہ مسجد سے باہر نکل کر لوگ ذکر بھلا دیتے ہیں، کبھی بیوی بھلا دیتی ہے، کبھی بچے بھلا دیتے ہیں، کبھی دوست بھلا دیتے ہیں، اس لیے کہتا ہوں کہ مسجد میں چالیس منٹ بیٹھ جایئے، ۵۰۰ مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، ۵۰۰ دفعہ اللہ اللہ پڑھ لیجیے، یا جس کو جس کے شیخ نے جو بتایا ہواس کی عادت ڈالیے پھر اس کی برکت سے چائے زیادہ لذیذ ہو جائے گی کیونکہ جب نعمت دینے والے سے تعلق قوی ہوتا ہے تو نعمتوں کے مزے بڑھ جاتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ وابستہ ہوتا چلا جاتا ہے اس کی دنیا بھی لذیذ ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ سے جس کا دل چپکتا چلا جاتا ہے، اس کے دل میں اللہ کی نعمتوں کی لذت کے ذوق کا احساس بھی بڑھتا چلا جاتا ہے، اس حیثیت سے کہ میرے اللہ نے مجھے یہ چائے پلائی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب ہو گئے، چھا گئے اس لیے اس کو ہر چیز میں اللہ ہی نظر آتا ہے۔

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

جب اللہ کی محبت چھا جائے گی تو چائے کے ہر گھونٹ میں مزہ آئے گا، چائے کی پیالی میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات نظر آئیں گی، آنکھوں اور دل میں جب اللہ تعالیٰ ہوتا ہے تو اسے ہر جگہ اللہ نظر آتا ہے کہ یہ چائے میرے اللہ نے پلائی، یہ دودھ

میرے اللہ نے پلایا، گنے میں رس اللہ نے ڈالا غرض یہ کہ ہر نعمت پر وہ اللہ کے گیت گا رہا ہے، اللہ سے اس کا قرب بڑھ رہا ہے، دنیا کی یہ نعمتیں سب آخرت بن جاتی ہیں بشرطیکہ دل پر اللہ کی محبت غالب ہو لیکن اللہ کی محبت غالب کب ہوگی؟ باتیں بنانے سے غالب نہیں ہوگی، آج کل لوگ شیخ کی باتیں اور ملفوظات نقل کر کے سمجھتے ہیں کہ میں بہت بڑا سالک ہوگیا لیکن باتیں بنانے سے اللہ نہیں ملتا۔

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسن کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی
فکر کے اہتمام سے ہوگی

گناہوں سے دوری ذریعہ حضوری ہے

یہاں ایک شعر اور سنا دوں جس میں نفس کو قابو کرنے کا طریقہ ہے۔ بعض وقت طبیعت میں گناہ کا شدید تقاضا ہوتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں کا سیلاب چلا آرہا ہے، ایسے وقت میں خواجہ صاحب کے یہ اشعار بڑا کام دیتے ہیں۔

طبیعت کی رَو زور پر ہے تو رُک
نہیں تو یہ سر سے گذر جائے گی
ذرا دیر کو تو ہٹالے خیال
چڑھی ہے یہ ندی اُتر جائے گی

رَو کے معنیٰ سیلاب کے ہیں، اگر گناہوں کے خیالات ستا رہے ہیں تو جلدی سے ماں باپ کی خدمت میں لگ جاؤ، ان کے سر میں تیل کی مالش کرو، ان کے پیر دباؤ یا کسی اور کام میں لگ جاؤ، دوستوں میں جا کر بیٹھ جاؤ، بعضوں کے لیے

تنہائی مفید نہیں ہے، تنہائی تو اللہ والوں کے لیے مفید ہے جو خدا کی یاد میں مست رہتے ہیں اور جو تنہائی میں اپنی اسکیم نمبر ۴۲۰ بناتے ہوں یعنی گناہوں کے خیالات پکاتے ہوں تو ایسے لوگوں کی تنہائی سے بہتر ہے کہ وہ نیک دوستوں میں جاکے گپ شپ لڑالیں، تفریحی باتیں کرلیں اس طرح وہ گناہوں کے خیالات سے نجات پاجائیں گے، اس بات کا تجربہ کرکے دیکھ لیں، جیسے ہی کسی گناہ کا خیال ستائے فوراً اپنے دینی دوستوں میں پہنچ جاؤ، ہنسنا بولنا شروع کردو، آہستہ آہستہ وہ خیال ختم ہوجائے گا اور گناہوں کے قریب نہ رہو، اللہ کے نبی نے گناہوں سے مشرق و مغرب کی دوری مانگی ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ﴾

(صحیح البخاری، باب ما یقرأ بعد التکبیر، ج: ۱، ص: ۱۰۳)

اے اللہ! میرے اور گناہوں کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی مشرق اور مغرب میں ہے، لہٰذا اپنے گردوپیش گناہوں کے اسباب بھی مت رہنے دو، گناہ کے جتنے بھی اسباب ہیں ان سب سے دوری بہت ضروری ہے، گناہوں سے دوری ذریعۂ حضوری ہے۔

پانچ قسم کی دعائیں رد نہیں ہوتیں

آگے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث آرہی ہے، اس حدیث کے بعد مضمون ختم ہورہا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پانچ قسم کی دعائیں رد نہیں فرماتے نمبر (۱) مظلوم کی دعا، مظلوم کی دعا اللہ فوراً قبول کرلیتا ہے۔

ظلم کرنے سے بچنا فرض ہے

اب مظلوم کون ہے؟ اس کو بھی سمجھ لو، کبھی انسان ماں باپ سے لڑجاتا ہے تو ماں باپ مظلوم ہوگئے، ماں باپ سے بدتمیزی سے بات کرلی، ماں باپ کا

دل دُکھ گیا، بس ظلم ہوگیا، دل کا دُکھانا، دل کوستانا اسی کا نام ظلم ہے، اس سے ساری عبادت ناس ہوجاتی ہے۔ ایک بڑھیا رات بھر عبادت کرتی تھی اور دن بھر روزہ رکھتی تھی مگر زبان کی نہایت خراب تھی، سارا محلہ اس سے تنگ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہِیَ فِی النَّارِ یہ عورت جہنم میں جائے گی، اب وہ عورتیں بھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں جو اپنے شوہروں کوستاتی ہیں اور وہ مرد بھی اپنے گریبان میں منہ ڈالیں جو ذرا ذرا سی بات پر بیویوں کوستاتے ہیں اوراس کی آہ لیتے ہیں حالانکہ وہ بیچاری نمازی بھی ہے، تلاوت بھی کرتی ہے مگر پھر بھی ستائے جارہے ہیں، اب اگراس کے آنسو نکل آئے تو جس قدر باپ اپنی بیٹی کی مظلومیت سے غمگین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کواس سے زیادہ ناراضگی ہوتی ہے ان لوگوں سے جو اپنی بیویوں کوستاتے ہیں۔ اسی طرح بیوی بھی شوہر کو نہ ستائے۔

ایک عورت زبان کی بہت تیز تھی، اپنے شوہر کو بہت ستایا کرتی تھی، ہر وقت لڑتی رہتی تھی اور شوہر بھی تیز مزاج کا تھا، جہاں بیوی نے زبان کی تیزی دِکھائی اس نے پٹائی شروع کردی۔ اس عورت نے سوچا کہ شوہر تو میری پٹائی کرتا ہے لیکن اسے اپنی غلطی نظر نہیں آئی کہ میں بھی زبان کی تیز ہوں، وہ فوراً ایک بزرگ کے یہاں پہنچ گئی کہ میرا شوہر میری پٹائی کرتا ہے، مجھے پانی دم کرکے دے دیں، بزرگ نے بوتل میں پانی پر دم کرکے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر تمہاری پٹائی کے لیے ڈنڈا لے کر بڑھے تو تم یہ پانی منہ میں رکھ لینا مگر حلق سے نیچے نہ اُتارنا، یہ دم کیا ہوا پانی جب تک منہ میں رہتا ہے اثر کرتا ہے، اگر حلق سے نیچے اُتر گیا تو اس کا اثر ختم ہوجائے گا، اب جب اس کی بدتمیزی پر شوہر ڈنڈا اُٹھاتا تو یہ جلدی سے منہ میں پانی لے کر چپ بیٹھ جاتی، شوہر ڈانٹتا تو یہ جواب دینے کے لیے منہ نہیں کھول سکتی کیونکہ منہ میں پانی بھرا ہوا ہوتا، اب شوہر دیکھ رہا ہے کہ پہلے تو یہ روزانہ گستاخی کرتی تھی مگر اب دونوں گال پھلائے منہ میں کچھ

لیے بیٹھی رہتی ہے تو اُس کو بھی رحم آ گیا کہ جب یہ بدتمیزی نہیں کرتی تو میں اس کو کیوں ماروں؟ وہ عورت یہ سمجھی کہ دم کیے ہوئے پانی نے کرامت دکھائی اور اس کو مار پٹائی سے نجات مل گئی۔ ایک دن وہ ان بزرگ کے لیے گلگلے پکا کر لے گئی اور کہا کہ حضرت آپ کے دم کیے ہوئے پانی میں بہت اثر ہے، مجھے شوہر کی پٹائی سے نجات مل گئی، وہ بزرگ ہنسے کہ اس کو پتہ ہی نہیں چلا کہ میں نے اس کی زبان کی بدتمیزی کا کیسے علاج کیا۔ غرض بیویوں کو بھی چاہیے کہ اپنے شوہروں کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچائیں، سمجھ لو کہ یہ اپنی جنت کا انتظام ہے۔

عورتوں کا جہاد کیا ہے؟

بعض صحابیات نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مرد جمعہ پڑھتے ہیں ہم پر جمعہ فرض نہیں ہے، مرد جہاد کرتے ہیں ہمیں جہاد کا بھی موقع نہیں، مرد عید، بقرہ عید کی نماز پڑھتے ہیں، ہم پر واجب نہیں ہے، ہمارا کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم شوہروں کی خدمت کرو یہی تمہارا جہاد ہے، یہی تمہارا جمعہ اور عید، بقرعید ہے، شوہروں کی خدمت سے تمہاری سب کمی پوری ہو جائے گی لہٰذا گھر میں جھاڑو لگانا، ناشتہ، چائے، کھانا پکانا یہ عبادت سمجھ کر کرو۔

بعض عورتیں اپنے شوہروں سے بدتمیزی کرتی ہیں، انہیں چائے ناشتہ وقت پر نہیں دیتیں، وقت پر ان کی خدمت نہیں کرتیں جس سے شوہر کا دل دُکھتا ہے، شوہر بیچارا رات بھر غمگین لیٹا ہوا ہے اور یہ تہجد پڑھ رہی ہیں، بعض عورتوں کو دیکھا گیا کہ جب شوہر نے ان کو ڈانٹا اور کہا کہ اچھا ابھی میں تسبیح لیتا ہوں، اللہ سے فریاد کرتا ہوں تو عورت نے بھی کھٹا کھٹ تسبیح گھمانی شروع کر دی کہ دیکھیں کس کی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ لیکن یاد رکھو! حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا شوہر ناراض سو گیا تو عورت چاہے رات بھر تہجد پڑھے اس پر اللہ کی لعنت

برستی رہتی ہے، جس عورت کا شوہر ناراض سو جائے وہ چاہے تلاوت یا جو بھی عبادت کرے اللہ کی لعنت اس پر برستی رہتی ہے، حوریں اس کو لعنت کرتی ہیں کہ ظالم! یہ کچھ دن کے بعد میرے پاس آنے والا ہے، چند دن کے لیے تیرے پاس امانت ہے، تو کیوں اسے ستا رہی ہے۔ پس اگر کسی نے اپنے شوہر کا دل دُکھایا تو وہ شوہر بھی مظلوم ہے اور مظلوم کی بددعا سے بچنا چاہیے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مظلوم کی بددعا سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کسی پر ظلم نہ کرو۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ایک بدکار عورت نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس سے مر رہا تھا، قریب ہی ایک کنواں تھا مگر اس میں رسی یا ڈول نہیں تھا:

﴿فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَاَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِکَ﴾

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا وقع الذباب فی شراب)

اس عورت نے اپنا موزہ نکالا پھر اسے اپنے دوپٹے سے باندھ کر کنویں میں ڈالا اور اس میں پانی بھر کر کتے کو پلایا جس سے وہ زندہ ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِس عمل سے اُس بدکار عورت کی مغفرت ہو گئی، دیکھو! ایک کتے کو خوش کرنے پر، اللہ کی مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق پر اس کی مغفرت ہو گئی، آج ہمارا اپنے مسلمان بھائیوں سے کیا معاملہ ہے؟ کتے کو پانی پلانے سے تو وہ بدکار عورت جنتی ہو گئی اور ہم اپنی بیویوں کو ستا رہے ہیں، بیویاں شوہروں کو ستا رہی ہیں، مسلمان بھائی دوسرے بھائی سے لڑ رہا ہے، کیا حال ہے ہمارا؟ اس کا خاص خیال رکھو کہ کسی پر بھی ظلم نہ کرو، میں اپنے دوستوں سے بار بار کہتا ہوں کہ نہ شوہر عورت پر ظلم کرے، نہ عورت اپنے شوہر پر ظلم کرے حتیٰ کہ چیونٹیوں پر بھی ظلم نہ کرو، دیکھ کر چلو کہ کوئی چیونٹی میرے پیر کے نیچے تو نہیں آ رہی ہے، جان

بوجھ کرکسی چیونٹی پر پاؤں نہ رکھو۔ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی چیونٹی پر پیر رکھتا ہے تو اس کا وہی حال ہوتا ہے جو ہاتھی کے پیر رکھنے سے انسان کا ہوتا ہے۔ تو میں عرض کررہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پانچ قسم کی دعائیں رد نہیں فرماتے، ایک مظلوم کی دعا رد نہیں فرماتے، دوسرے حاجی کی دعا رد نہیں ہوتی جب تک کہ وہ گھر واپس نہیں آجاتا۔

فرض حج نہ کرنے پر وعید

یہاں یہ بات بتانا ضروری ہے کہ بعض لوگوں پر حج فرض ہوتا ہے لیکن وہ اسے ادا کرنے میں لاپرواہی کرتے ہیں بعض مال کی محبت سے اور بعض دوسری وجوہ سے۔ تو خوب سمجھ لیجیے کہ جس پر حج فرض ہے اور وہ بغیر کسی عذر اور مجبوری کے حج میں تاخیر کرتا ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بددعا فرماتے ہیں کہ یہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ کتنی سخت وعید ہے لہٰذا جس پر حج فرض ہو چکا ہے اسے جلدی کرنی چاہیے۔

تیسرے نمبر پر مجاہد کی دعا رد نہیں ہوتی، جب تک وہ جہاد سے واپس نہیں آجاتا اس کی دعا قبول ہوتی ہے، نمبر ۴۔ مریض کی دعا رد نہیں ہوتی، ڈاکٹروں کو مریضوں کی دعا لینے کا زیادہ موقع ملتا ہے لہٰذا جب وہ مریض دیکھنے جائیں تو مریض سے اپنے لیے دعا کرائیں اور اس سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو شفا دے اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

﴿اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ﴾

(سنن ابی داؤد، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ، ج: ۲، ص: ۸۶)

اس کا مطلب ہے کہ میں سوال کرتا ہوں اللہ عظیم سے، عرشِ عظیم کے رب سے کہ وہ تم کو شفا دے، حدیث میں آتا ہے کہ مریض کے پاس اس کو پڑھ لیا جائے تو اگر اس کی زندگی مقدر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت جلد شفا دے دیتے ہیں۔

میرے بیٹے مولانا مظہر میاں کو بخار تھا، مولانا ابرار الحق صاحب ڈھاکہ میں تھے اور اختر بھی وہیں تھا، حضرت سے میں نے عرض کیا کہ حضرت میرے بیٹے کو بخار ہو رہا ہے، حضرت نے فرمایا کہ ٹیلی فون ملاؤ، ڈھاکہ سے کراچی ٹیلی فون ملایا گیا اور حضرت نے ٹیلی فون پر یہ دعا سات مرتبہ پڑھی، جب میں واپس کراچی آیا تو مظہر میاں نے کہا کہ دعا پڑھتے ہی بخار بھاگنے لگا، ڈاکٹروں کو خاص طور سے یہ دعا نوٹ کر لینی چاہیے اور مریض سے کہنا چاہیے کہ تم بھی ہمارے لیے دعا کرو کیونکہ مریض کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ شفا نہ پائے، مریض کی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں لہٰذا مریض سے دعا کی درخواست کرنی چاہیے، اور نمبر پانچ یہ کہ اللہ تعالیٰ بھائی کی دعا بھائی کے لیے رد نہیں فرماتے جبکہ وہ اس کے لیے غائبانہ دعا کرے، اس لیے ہمارے بزرگوں کا دستور ہے کہ سب سے کہتے ہیں کہ بھائی ہمارے لیے دعا کرنا کیونکہ غائبانہ دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

کون سی دعا جلد قبول ہوتی ہے؟

اب دعا کی ان پانچوں قسموں میں کس دعا کی رفتار زیادہ تیز ہے، دعا کی پانچ ٹرینوں کا جو تذکرہ ہوا، ان میں کون سی ٹرین منزل پر جلد پہنچتی ہے؟ اس کا فیصلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

﴿اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ﴾

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ)

بھائی کی دعا جو بھائی کے لیے غائبانہ کی جائے وہ سب سے زیادہ جلد قبول ہوتی ہے یعنی اس کا مسلمان بھائی اس کے پاس موجود نہیں ہے پھر بھی اس کے لیے دعا کر رہا ہے تو ایسی دعا فوراً قبول ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کوئی اللہ والوں کے پاس کثرت سے آنا جانا رکھتا ہے تو اللہ والے اس کے لیے اپنی دعا کی رفتار

اور زیادہ تیز کر دیتے ہیں کیونکہ اسے بار بار دیکھنے سے اس کی یاد اور زیادہ آتی ہے، لہٰذا اللہ والوں سے بھی دعا کے لیے کہتا رہے اور دوسرے لوگوں سے بھی دعا کراتا رہے، بڑے بھی اپنے چھوٹوں سے دعا کے لیے کہتے ہوئے نہ شرمائیں، اُستاد شاگرد سے، شیخ مرید سے اور باپ بیٹے سے دعا کرائے، اپنے چھوٹوں سے دعا کرانا بھی سنت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کرنے جارہے تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں عمرہ کرآؤں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اَیْ اُخَیَّ اَشْرِکْنَا فِیْ دُعَائِکَ وَ لَا تَنْسَنَا﴾

(سنن الترمذی، ابواب الدعوات)

اے میرے بھائی! مجھے اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا، بھولنا نہیں، تو بتاؤ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا کے لیے فرما رہے ہیں لہٰذا اپنے چھوٹوں سے بھی دعا کراؤ، سب سے جلد دعا اس کی قبول ہوتی ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ کرے۔

جمعہ کی سات سنتیں

اب جمعہ کی سات سنتیں سن لیجیے، جو ان پر عمل کرے گا تو مسجد تک پہنچنے میں جتنے قدم اٹھائے گا، ہر قدم پر ایک سال کی نفل نمازوں کا اور ایک سال کے نفل روزوں کا ثواب ملے گا مثلاً اگر کسی کی مسجد پچاس قدم کے فاصلہ پر ہے تو پچاس سال کی نفل نمازوں کا اور پچاس سال کے نفل روزوں کا ثواب ملے گا اور ان سات باتوں پر عمل کرنا بہت آسان ہے۔ یہ حدیث صحاح کی چار کتابوں ابن ماجہ، ترمذی شریف، نسائی شریف اور ابوداؤد شریف میں منقول ہے۔ اب وہ سات اعمال سن لیجیے:

(۱) غسل کرنا

(۲) اچھے کپڑے پہننا

(۳) مسجد جلد جانے کی فکر کرنا

(۴) مسجد پیدل جانا

(۵) امام کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرنا

(۶) خطبہ کو غور سے سننا

(۷) کوئی فضول اور لغو حرکت نہ کرنا

بعض لوگ مسجد آتے ہیں تو باتیں شروع کردیتے ہیں، مسجد بات کرنے کی جگہ نہیں ہے، اپنی عبادت میں لگ جایئے۔ جمعہ کی یہ سات سنتیں ہیں، ان کے علاوہ جمعہ کے دن عطر اور سرمہ لگانا بھی سنت ہے اور محدثین نے عطر لگانے کا جو طریقہ بتایا وہ بھی سمجھ لیجیے، شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ جن کے والد نے ان کو نصیحت کی تھی کہ پسرم ملائے خشک و ناہموار نباشی اے میرے بیٹے! خشک اور ناہموار ملا نہ بننا، بے تربیت نہ رہنا، کسی اللہ والے مربی سے تعلق جوڑنا، تو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عطر دائیں، بائیں دونوں طرف لگاؤ، تاکہ داہنے اور بائیں دونوں طرف کے مسلمان محظوظ ہوں، مسلمان کو خوش کرنا بھی عبادت ہے، ثواب ہے اور پھر دونوں طرف کے فرشتے بھی خوش ہوں گے لہٰذا دونوں طرف عطر لگائیں۔ حدیث شریف میں جمعہ کے دن درود شریف کی کثرت کی بھی فضیلت آئی ہے، لہٰذا اس دن عام دنوں سے زیادہ درود شریف پڑھیں، اور ایک فضیلت غیر اختیاری ہے اور وہ جمعہ کے دن کی موت ہے، جس کو جمعہ کے دن موت آئے گی چاہے دن میں یا رات میں تو قیامت تک اس کو عذابِ قبر سے نجات مل جائے گی گو بعض محدثین نے لکھا ہے کہ صرف جمعہ ہی کے دن عذاب نہ ہوگا، لیکن ملا علی قاری محدثِ عظیم فرماتے

ہیں کہ حدیث مطلق ہے، اس میں صرف جمعہ کے دن عذاب نہ ہونے کی قید نہیں ہے، لہٰذا نَظْرًا اِلٰی فَضْلِ الْمَوْلٰی مولیٰ کے فضل پر نظر رکھتے ہوئے حدیث کو مطلق رکھنے کی تاویل اولیٰ ہے یعنی جس کو جمعہ کے دن موت آئے گی اسے قیامت تک کے لیے قبر کے عذاب سے نجات مل جائے گی، لیکن یہ غیر اختیاری نعمت کیسے حاصل ہوگی؟ کیا جمعہ کے دن پھندا لگانے سے؟ نہیں! خودکشی تو حرام ہے لہٰذا بس اللہ تعالیٰ سے مانگے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانگا تھا:

﴿اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ﴾

اے اللہ! اپنی راہ میں میری شہادت مقدر کردے اور میری موت اپنے نبی کے شہر میں مقدر فرما۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی بھر یہ دعا مانگتے رہے، ان کی یہ دونوں دعائیں قبول ہوگئیں، شہید بھی ہوئے اور اللہ کے نبی کے شہر میں آپ کے بالکل پاس روضہ مبارک میں دفن ہوئے۔

جمعہ کے دن بعض وقت قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے، دونوں خطبوں کے درمیان میں بھی دعا قبول ہوتی ہے مگر شرط یہ ہے زبان سے دعا نہ مانگیں دل میں مانگیں۔ فقہاء کرام کا قول ہے اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ فَلَا صَلٰوۃَ وَ لَا کَلَامَ جب امام خطبہ کے لیے منبر کی طرف چل پڑے تو پھر نہ بات کرنا جائز ہے نہ سنت یا نفل وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔ اگر سنت یا نفل پڑھتے میں خطبہ شروع ہوجائے تو راجح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ تو پوری کرلے اور نفل میں دو رکعت پر سلام پھیر دے۔ دوسری بات یہ کہ جب امام خطبہ کی حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامِ مبارک پڑھے تو اس وقت بھی کسی کے لیے بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز نہیں ہے، دل میں پڑھ سکتا ہے۔ بعض لوگ مسجد میں خطبہ کے وقت بلند آواز سے درود شریف پڑھنا شروع کردیتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے، ناجائز کام کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے، جن پر درود بھیج رہے ہو ان کی

نافرمانی کر کے ان کو ناراض کر رہے ہو البتہ خطبہ کے وقت دل میں درود شریف پڑھ سکتے ہیں مگر زبان نہ ہلے۔ بعض لوگ پہلے خطبہ کے دوران ہاتھ باندھ کر بیٹھتے ہیں اور دوسرے خطبہ میں رانوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں، اس کا بھی کہیں ثبوت نہیں ہے، علماء محققین فرماتے ہیں کہ التحیات کی طرح بیٹھنا مستحب ہے، لیکن مستحب ہے ضروری نہیں ہے، اگر کسی کے گھٹنوں میں درد ہے تو جس طرح چاہے بیٹھے، لیکن اگر بہت زیادہ اعلیٰ مقام حاصل کرنا ہے تو مستحب یہی ہے کہ التحیات کی طرح بیٹھے اور دونوں ہاتھ رانوں پر ہوں۔

اب دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا مقبول اور محبوب بنا دیں، اپنی محبت عطا فرما دیں، یا اللہ! ہماری زندگی اپنی دوستوں کی زندگی سے آشنا کر دیں، یا اللہ! ہمارے دلوں کی خباثتیں، گندگیاں دور فرما کر ہمارے سینوں میں اللہ والا دل داخل فرما دیں، ہمیں اپنا دردِ محبت عطا کر دیں، ہمارے گھروں میں جو پریشانیاں ہیں سب کو دور فرما دیں، جتنی نافرمانیاں ہیں سب دور فرما دیں، یا اللہ! ہماری ظاہری اور باطنی دونوں زندگیوں کو اللہ والی زندگی سے تبدیل فرما دیں، اس مجلس کو قبول فرما لیں، ہماری ماں، بہن، بیٹیاں جو آئی ہوئی ہیں اور یا اللہ! ہمارے دوست احباب جو جمع ہیں، کسی کو محروم نہ فرمایئے، ہم سب کو اپنے اولیاء صدیقین میں شامل فرما لیجیے، اپنے دستِ کرم سے ہمیں جذب کر کے اپنا بنا لیجیے ؎

دست بکشا جانب زنبیل ما
آفرین بر دست و بر بازوئے تو

اے اللہ! ہمیں جسمانی اور روحانی دونوں صحت عطا فرمایئے، ہماری دنیا بھی بنا دیجیے اور آخرت بھی بنا دیجیے، جنہیں جو دکھ اور غم ہیں یا اللہ ہمیں نہیں معلوم لیکن آپ سب کے دکھ درد کو، غم، پریشانیوں کو اور روحانی جسمانی تکلیفوں کو

جانتے ہیں آپ اپنی رحمت سے ہم سب کی جسمانی، روحانی، ظاہری اور باطنی تمام بیماریاں دور فرمادیجیے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ
وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ
یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ.

بابِ رحمت پر ترے اے شاہِ جہاں
دے رہا ہوں دستکِ آہ و فغاں

جانِ مہجوراں کو از راہِ نہاں
جذب کرلے اے مرے جذابِ جاں

(عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

مواعظ حسنہ نمبر۲۷

جزیرہ ری یونین کا ایک عظیم الشان وعظ

نگاہِ نبوّت صلی اللہ علیہ وسلم میں مُحبّت کا مقام

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون : ۳۴۹۹۲۱۷۶

به فیضِ صحبتِ ابرار، یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
به اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

﴿ ضروری تفصیل ﴾

نامِ وعظ:	نگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں محبت کا مقام
نامِ واعظ:	عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلالهم علینا الی مأة و عشرین سنة
تاریخِ وعظ:	۲۳؍اگست ۱۹۹۳ء، دوشنبہ
وقت:	بعد عشاء، ۹؍بجے شب
مقام:	خانقاہ ری یونین سینٹ پیئر، جزیرہ ری یونین
موضوع:	اللہ و رسول سے محبت کی اہمیت
مرتب:	یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی (سید عشرت جمیل میرؔ صاحب)
کمپوزنگ:	سید عظیم الحق ا۔ جے ۶۷/۳، مسلم لیگ ہاؤس، ناظم آباد نمبر۔۱
اشاعت اوّل:	رجب ۱۴۲۹ھ

ناشر: کُتب خانہ مَظہری
گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

فہرست

نمبر شمار	عُنوان	صفحہ نمبر
۱	صحبت اہل اللہ کی اہمیت	۴۱
۲	عورتوں کے لیے معیت صادقین کا طریقہ	۴۱
۳	گناہ چھوڑنے کا مجاہدہ اصل مجاہدہ ہے	۴۴
۴	پردہ مرد و عورت دونوں پر واجب ہے	۴۵
۵	اولیاء اللہ کی ولایت کا میٹیریل	۴۷
۶	اِصلاح صرف زندہ شیخ سے ہوتی ہے	۴۸
۷	شیخ اس کو بناؤ جس سے مناسبت ہو	۴۹
۸	گناہوں سے بچنے کی ہمت صحبتِ صالحین سے ملتی ہے	۵۰
۹	دعائے سفر کی عجیب وغریب تشریح	۵۱
۱۰	اچھی اور بری صحبت کے اثرات	۵۲
۱۱	کفار سے ترکِ موالات	۵۳
۱۲	ایک جھوٹے نبی کا واقعہ	۵۵
۱۳	حضرت وحشی کے اسلام کا واقعہ	۵۷
۱۴	بندوں سے اللہ کی محبت کے معنی	۶۱
۱۵	بندوں پر اللہ کی محبت کے آثار	۶۲
۱۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں محبت کا مقام	۶۳
۱۷	بزرگی کا معیار	۶۶
۱۸	عالم کا سونا عبادت کیوں ہے؟	۶۷
۱۹	شیخ سے استفادہ بیان پر موقوف نہیں	۷۰
۲۰	شیخ سے والہانہ تعلق کی مثال	۷۰
۲۱	مجالسِ اہل اللہ کی اہمیت	۷۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نگاہِ نبوت ﷺ میں محبت کا مقام

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡدُ
فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ
(سورۃ التوبۃ، آیت: ۱۱۹)

صحبت اہل اللہ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور دوستوں کو جو تعلق عطا فرماتے ہیں وہ تعلقِ خاص موقوف ہے صحبت پر۔ کوئی کتنا ہی علامہ اور قابل ہو لیکن اگر اس کو اہل اللہ کی صحبت نہ ملے تو اہل اللہ نہیں ہوسکتا۔ علم کے باوجود کہیں نہ کہیں نفس کی شرارت داخل ہو جائے گی، اس لیے دین کو اللہ تعالیٰ نے صحبت پر موقوف رکھا ہے۔ ایک لاکھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ایک لاکھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بھی پیدا ہو جائیں لیکن قیامت تک صحابی نہیں ہوسکتے، اس لیے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آفتاب اور بلب جتنے کروڑ ملین پاور کا تھا اب اس پاور کا کوئی بلب دنیا میں قیامت تک نہیں مل سکتا لہٰذا اب کوئی صحابی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہمارے اکابر کا یہ جو سلسلہ ہے کہ مختلف شہروں میں اور ملکوں میں جانا، کچھ دن وہاں قیام کرنا مجلسیں کرنا یہ حقیقت میں اسی صحبت پر عمل ہے۔

عورتوں کے لیے معیت صادقین کا طریقہ

اسی بہانہ سے مستورات کو پردوں سے آواز تو پہنچتی ہے یہ بھی ایک قسم

کی صحبت ان کو حاصل ہے۔ یعنی مرد کا مسئلہ تو یہ ہے کہ وہ نبی کو دیکھ لے تو صحابی ہوگیا، اگر اندھا ہے تو نبی اس کو دیکھ لے تو بھی صحابی ہوگیا حالانکہ اس نے خود نہیں دیکھا جیسے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نے کہاں دیکھا تھا نابینا تھے لیکن حالت ایمان میں اگر خود نہ بھی دیکھ سکے لیکن نبی اس کو دیکھ لے تو وہ بھی صحابی ہوجاتا ہے۔ عورتیں اگرچہ اپنے شیخ کو نہ دیکھیں کیونکہ ان کے لیے پردہ کا حکم ہے لیکن شیخ کی آواز سن لیں اور اس مجلس میں ان کا موجود رہنا یہی ان کا صحبت یافتہ ہوجانا ہے۔ اس لیے وہ بھی صحابیات ہیں جنہوں نے حالتِ ایمان میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی بغیر دیکھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ نبوت کی سماعت کی، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہدِ نبوت پایا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن لی۔ نہ نبی نے ان کو دیکھا نہ انہوں نے نبی کو دیکھا لیکن وہ صحابیات ہیں یا نہیں؟ تو یہ صحبت کا طریقہ جو ہمارے اکابر کا چلا آرہا ہے، یہ میرا سفری یونین اور مولانا داود کا یہ سب انتظام کرنا خانقاہ وغیرہ کا سب کا حاصل صحبت ہے کہ اپنے بزرگوں کی صحبت مل جائے، اکابر کی صحبت مل جائے، اگر اکابر نہ ہوں تو ان کے صحبت یافتہ کی صحبت بھی کافی ہے۔ اگر دہلی کے حکیم اجمل خان اب زندہ نہیں ہیں لیکن اگر آپ کو معلوم ہوجائے کہ فلاں صاحب دس سال حکیم اجمل خان کے ساتھ رہے ہیں تو آپ ان پر بھی اعتماد کرتے ہیں۔ بس یہی مسئلہ ہے، اب ظاہر بات ہے کہ اکابر تو چلے گئے لہٰذا ان کے صحبت یافتہ کی صحبت بھی مل جائے تو اس کو غنیمت سمجھو اور اس کی برکت ایسی ہوتی ہے کہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہما ان دونوں کے ہاتھوں پر دو خواتین بیعت ہوئیں جو پہلے بہت گنہگار زندگی گذارتی تھیں اور بیعت ہوئیں کپڑے سے، پردہ سے انہوں نے انہیں نہیں دیکھا۔ لیکن

ان کی باتیں سنتی رہیں، نصیحتیں سنتی رہیں یہاں تک کہ جب جہاد کا ان بزرگوں نے اعلان کردیا کہ بھئی اب چلنا ہے بالاکوٹ اور سکھوں سے جہاد کرنا ہے، تو جب حضرت سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہید چلے تو یہ دونوں رونے لگیں کہ ہم کو توبہ کرا کر آپ کہاں جارہے ہیں اب ہم کس سے دین سیکھیں گی؟ لہٰذا ہمیں بھی لے چلو تو سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید نے فرمایا کہ تم لوگ کیا کرو گی وہاں چل کر؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے شوہروں کے ساتھ جائیں گی اور میدانِ جہاد کے پہاڑوں کے دامن میں جہاں ہمارا خیمہ ہوگا رات بھر مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے چنا دلیں گی، چکی چلائیں گی جبکہ یہ پہلے بہت مالدار تھیں، پھولوں پر سونے والی، لہٰذا جب جہاد شروع ہوا تو بالاکوٹ کے پہاڑوں کے دامن میں ان کے خیمے لگے، رات بھر چکی چلانے سے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے، کیونکہ یہ کام کبھی کیا نہ تھا، دلّی کے ایک آدمی نے پوچھا کہ اے میری بہنو! میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں، آپ لوگ پہلے بہت مالدار تھیں پھولوں پر سونے والی تھیں نوکر چاکر تھے، اور تمہاری زندگی آزادی کی تھی، نہ روزہ نہ نماز گنہگار زندگی تھی، کیا تم کو اب اس میں مزہ آرہا ہے کہ پھولوں کے بجائے بالاکوٹ کی کنکریوں پر سو رہی ہو، اور ہاتھوں میں بجائے پلاؤ بریانیوں کے چھالے پڑ گئے ہیں تو ان دونوں نے جو کہا اور اس کو مجھے سنایا حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میں وہ الفاظ نقل کرتا ہوں، حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نقشبندیہ کے بہت بڑے شیخ ہیں مگر مشائخِ چشتیہ کے بھی شیخ ہیں، ہمارے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب نے بھی ان کو اپنا شیخ بنایا تھا۔ تو بطورِ نعمت کے عرض کرتا ہوں کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب سلسلۂ نقشبندیہ میں مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ

ہیں، اور بارہ سال تک اپنے شیخ کی صحبت میں رہے ہیں، سر سے پیر تک عشق الٰہی کی آگ بھری ہوئی تھی۔ ان کی صحبت میں میں تین سال رہا ہوں۔ جب میں سولہ سال کا تھا تو تین برس تک روزانہ مسلسل ان کی صحبت اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی۔ عصر تک تو میں کالج میں حکمت پڑھتا تھا، عصر کے بعد رات گیارہ بجے تک حضرت کی صحبت میں بیٹھتا تھا۔ تو میں نقشبندی بزرگوں کا بھی صحبت یافتہ ہوں اور صرف صحبت یافتہ ہی نہیں بلکہ مجازِ بیعت بھی۔ حضرت نے مجھ کو اور میرے شیخ کے داماد حکیم کلیم اللہ صاحب کو مجاز بیعت بنایا ہے۔ مولانا کے حالات بھی چھپ کے آئے ہیں۔ اس میں اس فقیر کا بھی مجازین میں تذکرہ ہے۔

تو حضرت نے جو مجھ کو سنایا وہ میں آپ کو سنا رہا ہوں کہ جب ان دو عورتوں سے مجاہدین میں سے کسی نے پوچھا کہ میری بہنو! تم کو یہاں کنکریوں پر سونے کو مل رہا ہے اور تم دلّی کے مالدار گھرانے کی ہو، اور رات بھر چکی چلانے سے تمہارے ہاتھوں میں چھالے پڑے ہوئے ہیں تو یہ زندگی تم کو مزیدار معلوم ہوتی ہے یا دلّی میں جو عیش کی تھی، غفلت کی تھی؟ ان دونوں نے جو جواب دیا وہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے مجھ کو سنایا، ان دونوں نے یہ کہا کہ سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید ان دو بزرگوں کے ہاتھوں پر جب سے ہم بیعت ہوئے اور پردہ کے ساتھ ان کی نصیحتیں سنی گویا ان کی صحبتیں ملی، اور ان کنکریوں پر سونے کی تکلیف اٹھانے سے اور مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے رات بھر چکی چلانے سے ان دونوں بزرگوں کی دعاؤں کے صدقے میں ہم کو ایسا ایمان اور یقین عطا ہوا ہے کہ اگر ہمارا ایمان ہمارے قلب سے نکال کر بالاکوٹ کے ان پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو یہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور برداشت نہیں کر سکیں گے۔

گناہ چھوڑنے کا مجاہدہ اصل مجاہدہ ہے

آہ! اللہ ایسے نہیں ملتا۔ مجاہدے سے ملتا ہے، تکلیف اٹھانے سے ملتا

ہے۔ جو ظالم ذکر کے مزے سے مست رہے لیکن جہاں عورتیں سامنے آگئیں اب وہاں فیل ہوگیا اور اللہ سے دور ہوگیا کیونکہ حرام لذت کے مقابلے میں وہ اللہ کو ترجیح نہیں دے رہا ہے، اپنے نفس کو آگے بڑھا رہا ہے۔ آپ سے میں پوچھتا ہوں کیا یہ شرافت محبت ہے کہ رات کو تہجد پڑھی اللہ سے روئے لیکن جب گناہ کا موقع آیا تو وہاں خدا یاد نہیں رہا۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ گناہ چھوڑنے کا مجاہدہ اصل مجاہدہ ہے یعنی اپنی آنکھوں کو نامحرموں سے بچانا، جھوٹ سے بچنا ہر نافرمانی سے بچنا غرض جتنی چیزیں شریعت کے خلاف اس وقت ری یونین کے معاشرہ میں ہیں ان میں خاص کر عورتوں کا بے پردہ گھومنا بھی شامل ہے۔

پردہ مرد و عورت دونوں پر واجب ہے

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی جب آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہاں دو بیویاں حضرت میمونہ اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِحْتَجِبَا اے میری بیویو! پردہ کرلو تو ہماری ان دونوں ماؤں نے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دونوں بیویوں نے عرض کیا:

﴿اَلَیْسَ ھُوَ اَعْمٰی لَا یُبْصِرُنَا وَلَا یَعْرِفُنَا﴾

کیا عبداللہ ابن مکتوم نابینا نہیں ہیں وہ ہم کو کیسے دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِہٖ﴾

(سنن ابی داؤد، باب فی قولہ عزّ و جلّ و قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم)

کیا تم دونوں بھی نہیں دیکھتی ہو؟ کیا تم بھی اندھی ہو؟ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ جب اللہ نے اپنے معصوم پیغمبر کی پاکیزہ بیویوں کو حضرت عبداللہ ابن مکتوم جیسے

صحابی سے پردہ کرایا تو ہم جیسے ناپاکوں کا کیا منہ ہے کہ تقدس کا دعویٰ کریں۔ پردہ دونوں طرف سے واجب ہے، نہ مسلمان مرد عورت کو دیکھے نہ مسلمان عورتیں مردوں کو دیکھیں، اسی لیے ٹیلی ویژن حرام ہے کہ ٹیلی ویژن پر ایک مرد خبریں سنا رہا ہے اور عورتیں بیٹھی دیکھ رہی ہیں اور نامحرم عورتوں کو مرد دیکھ رہے ہیں۔ ادھر حاجی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ادھر جن صاحبہ بیٹھی تسبیح لیے پڑھ رہی ہیں اور غیر محرم مردوں کو دیکھ رہی ہیں اور حاجی صاحب بھی ہر سال حج کر کے ٹیلی ویژن پر خواتین سے خبریں سن رہے ہیں۔ کان ہی سے نہیں آنکھوں سے بھی سنتے ہیں، جو شخص ٹیلی ویژن پر خبر سنتا ہے وہ کان سے بھی سنتا ہے آنکھ سے بھی سنتا ہے یعنی آنکھ سے دیکھتا رہتا ہے کہ یہ عورت کیسے مٹک مٹک کر خبر سنا رہی ہے، کیا لچک ہے کیا الفاظ کو چبا چبا کر بیان کرتی ہے۔ یہ مشق کرتی ہیں کہ ایسا بولو کہ مرد پاگل ہو جائے جبکہ حکم ہے:

﴿لَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾

(سورۃ الاحزاب: آیت ۳۲)

یعنی اپنی فطری نرم آواز کو بھاری کر کے بولو ورنہ جن کے دل میں مرض ہے وہ طمع کریں گے، لالچ کریں گے گناہ کے خیالات شروع ہو جائیں گے۔ خیر القرون کا زمانہ ہے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں قرآن کا نزول ہو رہا ہے، جبرئیل علیہ السلام کی آمد و رفت ہو رہی ہے صحابہ جیسی مبارک ہستیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی اگر اچانک نظر پڑ جائے تو معاف ہے لیکن خبردار دوسری نظر مت ڈالنا:

﴿لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَکَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَکَ الْاٰخِرَةُ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۹)

پہلی نظر معاف ہے کیونکہ اچانک ہے لیکن دوسری نظر حرام ہے۔ آج کل کی

عورتیں اور مرد دونوں کہتے ہیں، گمراہی کے اندھیروں میں ان کے الفاظ یہ ہوتے ہیں کہ مولانا پردہ تو دل کا ہے، دل صاف نظر پاک یا دل پاک نظر صاف! تو معلوم یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کا ایمان اس مقام پر تھا کہ فرماتے ہیں کہ جب میں قیامت کے دن جنت اور دوزخ کو دیکھوں گا تو مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا، اتنا یقین مجھ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے صدقہ میں دنیا ہی میں حاصل ہے۔ تو جن کا ایمان اس درجہ کا ہے کہ گویا وہ جنت اور دوزخ کو دیکھ رہے ہیں ان کے لیے تو نظر کی حفاظت کا حکم ہے اور آج اس زمانے میں کیا ہم لوگوں کا دل حضرت علی کے دل سے زیادہ پاک ہے اور ہماری نظر ان کی نظر سے زیادہ صاف ہے؟ یا دل صاف نظر پاک یا دل پاک نظر صاف بتایئے یہ کیا ہے؟ بیوقوفی نادانی کی بات ہے، اسی لیے آج کل اولیاء اللہ کم پیدا ہو رہے ہیں۔ اور کمی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر تقویٰ کی کمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کی بنیاد تقویٰ پر رکھی ہے کہ گناہ سے بچو اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اللہ کے جو دوست ہیں ان کو میدانِ محشر کی ہولناکیوں کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ دنیا سے جدا ہونے کا ان کو کوئی غم ہوگا کیونکہ اعلیٰ چیز کی طرف جا رہے ہیں۔

اولیاء اللہ کی ولایت کا میٹیریل

لیکن اولیاء اللہ کی ولایت کا میٹیریل اور اجزاء ترکیبیہ دو ہیں (۱) ایمان (۲) تقویٰ جیسا کہ آگے آیت میں ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ماضی ہے یعنی ایک دفعہ ایمان لانا کافی ہے وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ یہ استمرار ہے، جب مضارع پر ماضی داخل ہوتا ہے تو استمراری بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ایمان لانے کے بعد ولی اللہ بننے کے لیے ساری زندگی تقویٰ کا غم اور گناہ چھوڑنے کا غم اور نافرمانی سے بچنے

کے پاپڑ بیلنے پڑیں گے، پہلے پاپڑ بیلنے کوملیں گے پھر پاپڑ کھانے کوملیں گے لیکن ہم لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ پاپڑ بیلنے نہ پڑیں عورتیں بیل کر پیش کر دیں یعنی مجاہدات نہ کرنے پڑیں اور ثمرات مل جائیں لیکن ۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

اِصلاح صرف زندہ شیخ سے ہوتی ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ صحبت صالحین ہو اہل اللہ کی صحبت خصوصاً کسی صاحبِ سلسلہ شیخ کی صحبت ہو جو بیعت ہو کسی کے ہاتھ پر تو اس کی صحبت کا کیا کہنا کیونکہ شیخ کی عظمت ہوتی ہے، احترام ہوتا ہے کہ میرا شیخ ہے۔ مثل مشہور ہے کہ اپنا پیر پیر، دوسرے کا پیر آدمی، عظمت کی وجہ سے اس کی اتباع آسان ہوتی ہے۔ اسی لیے اکابر نے صحبت شیخ کا ہمیشہ اہتمام کیا ہے، اسی لیے اپنے مشائخ کے انتقال کے بعد فوراً دوسرے شیخ کا انتخاب کیا تا کہ سر پر بڑے کا سایہ رہے کیونکہ مقصود اللہ کی ذات ہے، شیخ ذریعۂ مقصود ہے۔ پس شیخ کو اتنا زیادہ مقصود بنالینا کہ صاحب اُن کے بعد کسی سے دل ہی نہیں لگتا یہ شرک فی الطریق ہے اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں شخصیت کو ترجیح دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ فرمایا ہے اور کُوْنُوْا امر ہے اور امر مضارع سے بنتا ہے جس میں تجدد استمراری کی شان ہے جس سے ثابت ہوا کہ معیت صادقین میں استمرار ہو، ہمیشہ صادقین کے ساتھ رہو، کوئی زمانہ ایسا نہ ہو کہ معیت صادقین تمہیں حاصل نہ ہو اور جب شیخ کا انتقال ہو گیا تو اس کا ساتھ تو ختم ہو گیا لہٰذا دوسرا شیخ تلاش کرو کیونکہ اب اس کا فیض بند ہو گیا۔ مردہ شیخ سے اصلاح نہیں ہوتی زندہ شیخ سے ہوتی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں شیخ کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ ڈولیں نیچے کنویں میں گری ہوئی ہیں اور ایک آدمی کنویں کے اوپر

زندہ کھڑا ہے اور وہ اوپر سے اپنی ڈول کنویں میں ڈالے ہوئے ہے جس سے وہ گری ہوئی ڈولوں کو کنویں سے نکال رہا ہے۔ تو یہ شیخ ہے اور اس کے دو مرتبے ہیں۔ جسم سے وہ آپ کے ساتھ ہے اور روح کے اعتبار سے وہ دنیا سے باہر ہے۔ آپ کی روح کو وہ اپنی روح سے پکڑ کر دنیا سے نکال رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملا رہا ہے، ولی اللہ بنا رہا ہے لیکن اگر وہ اوپر کا آدمی جو ڈول سے نکال رہا تھا انتقال کر گیا تو اب وہ کنویں سے نہیں نکال سکتا کیونکہ جس ہاتھ میں ڈول اور رسی تھی وہ نہیں رہا لہٰذا اب دوسرا آدمی آئے اور اپنی ڈول ڈال کر کنویں سے دوسری ڈولوں کو نکالے گا۔ ایسے ہی شیخ کے انتقال کے بعد فوراً دوسرا شیخ کرو کیونکہ اس کا فیض اب بند ہو گیا۔ اگر خود بھی شیخ ہے تو اپنے خصوصی معاملات میں وہ دوسرے شیخ کا محتاج ہوگا، اپنی اصلاح خود نہیں کر سکتا جس طرح ڈاکٹر بیمار ہو جائے تو خود اپنا علاج نہیں کر سکتا دوسرے ڈاکٹر کے مشورہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی پر میرے دو شعر ہیں جو ری یونین ہی میں ہوئے ؎

نہیں پاتا شفا دکتور خود اپنی دواؤں سے
کرے ہے جستجو دکتور بھی دکتورِ ثانی کی
بدونِ صحبت مرشد تجھے کیسے شفا ہوگی
نہیں جب شیخ اوّل، جستجو کر شیخ ثانی کی

شیخ اس کو بناؤ جس سے مناسبت ہو

لیکن شیخ اس کو بناؤ جس سے مناسبت ہو، یہ شرط ہے، یہ نہیں کہ چونکہ میرا باپ ہے یا میرا فلاں اور فلاں ہے لہٰذا میں بھی اس سے تعلق رکھوں گا۔ یہ راستہ بالکل مناسبت کا ہے، اگر مناسبت نہ ہوگی تو نفع نہ ہوگا۔ جیسے مثال کے طور پر آپ کو کسی کا خون چاہیے اور میر صاحب کو دیکھا کہ بھئی یہ تگڑا آدمی ہے اس کا

خون بھی تگڑا ہوگا لیکن ڈاکٹر نے کہا نہیں بھائی اس کو دبلے پتلے مولانا داؤد کا خون فٹ ہوگا، تو جب خون کا گروپ ملتا ہے پھر ڈاکٹر چڑھاتا ہے اور اسی سے فائدہ پہنچتا ہے۔ جب تک روحانی مناسبت نہ ہو اس وقت تک مزہ نہیں، نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ اگر مناسبت نہیں ہے تو نفع نہیں ہوسکتا۔

گناہوں سے بچنے کی ہمت صحبتِ صالحین سے ملتی ہے

بہر حال تو یہ عرض کررہا ہوں کہ صحبت صالحین اور صحبت المشایخ کا ہم اہتمام کریں جو اس وقت ہمیں حاصل ہے الحمدللہ، مجھ کو بھی آپ لوگوں کی صحبت حاصل ہے، شیخ اور مرید دونوں کو نفع ہوتا ہے۔ اگر شیخ اکیلا رہے، دین کی دعوت کا کام نہ ہو تو اس کا ایمان بھی کمزور ہو جائے گا، جو بندوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتا ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ پیار کرتے ہیں، اس کی مثال یہ ہے جیسے کسی کا بچہ گم ہوگیا اور ایک آدمی نے اخبار میں پڑھا کہ بچے کو لانے والے کو پچاس ہزار کا انعام بھی ہے۔ وہ گیا اور ڈھونڈ کر باپ کے پاس لے آیا۔ وہ بچے سے نہیں کہے گا کہ لاؤ انعام۔ اگر بچے سے کہتا ہے کہ انعام لاؤ تو مخلص نہیں ہے، ابا سے انعام مانگے گا اور ابا اس بچے کو پیار کرنے سے پہلے اس لانے والے کو پیار کرے گا اور سینے سے لگا کر کہے گا جزاک اللہ آپ نے میرے آنکھوں کی روشنی میرے جگر کا ٹکڑا لادیا۔ اسی طرح جو محنت کر کے اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑتا ہے تو اللہ کا پہلا پیار جوڑنے والے کو ملتا ہے لیکن علامت یہ ہے کہ بندہ سے نہ کہے کہ انعام لاؤ جس طرح بچے سے انعام نہیں مانگتا کیونکہ بچہ کہاں سے دے گا، ابا سے لو، اسی طرح بندہ کہاں سے دے گا، تم ربا سے لو۔

اور جو بندہ اللہ والوں سے جڑ جاتا ہے وہ اللہ والا ہو جاتا ہے کیونکہ گناہوں سے بچنے کی ہمت بھی صحبت ہی سے نصیب ہوتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ

دیکھو یہ ہمارے بزرگ ری یونین میں جارہے ہیں اور کیسی کیسی لڑکیاں سامنے آتی ہیں مگر بالکل نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور اس سے حرام لذت نہیں لیتے تو انسان سوچتا ہے کہ جب ہم جیسے انسان بھی یہ کررہے ہوں تو ہم بھی کریں ان کی ہمت کا فیض پہنچتا ہے اور توفیق نصیب ہوتی ہے۔ تو دوستو اس لیے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کیجیے، ہم بھی کریں آپ بھی کریں، کتنا فاصلہ کراچی کا ہے اور یہاں آکر کے ہم اس طریقے سے دینی مجلسیں کررہے ہیں اس میں علم دین بھی مل رہا ہے اور اہل اللہ کی صحبت بھی مل رہی ہے، ہر آدمی دوسرے کو صالح سمجھے اور سوچے کہ مجھ کو ری یونین کے صالحین کی صحبت مل رہی ہے۔

دعائے سفر کی عجیب و غریب تشریح

اس لیے سفر کی جو دعا سکھائی گئی اس میں صالحین کی صحبت مانگی گئی ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا وَارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا﴾

(حصن حصین)

اے اللہ! اس بستی میں برکت عطا فرما اور یہاں کے پھل فروٹ اور نعمتیں بھی ہم کو نصیب فرما اور اس بستی والوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے مگر ہمارے دِل میں محبت صرف صالحین کی آئے، ایسا نہ ہو کہ یہودی اور عیسائیوں کی محبت آجائے، وَ حَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا اس بستی کے جو صالحین ہیں ان کی ہمیں محبت نصیب فرما۔ یہ مضمون دلالت کرتا ہے کہ یہ نبی کا مضمون ہے، غیر نبی ایسی دعا مانگ سکتا ہے؟ وہ تو کہے گا کہ سب کے دل میں میری محبت اور میرے دل میں سب کی محبت ہو۔ لیکن اللہ کے نبی نے یہ دعا مانگی کہ اس بستی والے صالح ہوں یا غیر صالح سب کے دل میں ہماری محبت ڈال دے تاکہ وہ ہم سے قریب ہوجائیں اور وہ ہم سے دین سیکھیں اور غیروں کے دل میں بھی

جب ہماری محبت ہوگی تو ان کے شر سے محفوظ رہیں گے لیکن ہمارے دل میں صرف صالحین کی محبت ہو کیونکہ غیروں کی محبت اللہ سے دور کرتی ہے۔ اور اہل اللہ کی محبت سے اہل اللہ کے قلب کا ایمان و یقین ان کے پاس بیٹھنے والوں کو آہستہ آہستہ مل جاتا ہے۔ مجھے اپنا ایک بہت پرانا شعر یاد آیا ؎

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کررہا ہے
اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کررہا ہے

اچھی اور بری صحبت کے اثرات

بظاہر اہل اللہ کے ہاتھوں میں تسبیح نہیں، زبان بھی حرکت میں نہیں مگر اُن کا قلب ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہتا ہے، ہر وقت ان کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتا ہے، بیٹھ کر دیکھ لو، جتنے بھی اولیاء اللہ ہیں آپ تاریخ دیکھیں گے تو کسی نہ کسی کی صحبت میں رہے ہوں گے، خالی کتاب پڑھ لینے سے کوئی ولی اللہ نہیں ہوجاتا، جن کو کتب بینی تو ملی لیکن قطب بینی نہ ملی، ان کی عقل میں وہ نور ایمان و یقین نہیں ہوتا جو انہیں جاہ اور باہ کے ہاتھوں بکنے سے روک سکے، وہ بکنے والے ہوجاتے ہیں بکاؤ مال ہوجاتے ہیں، کہیں جاہ سے مار کھا گئے، کہیں باہ سے مار کھا گئے، کہیں غصے کے فتنہ میں مبتلا ہوگئے۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ صحبت اہل اللہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

کل جو مضمون میں نے بیان کیا تھا اس میں بھی صحبت کی اہمیت تھی کہ غیروں کی صحبت سے بچو۔ کل جو لوگ مجلس میں تھے انہوں نے بہت مزے لیے اس لیے میں نے سوچا کہ جو بے چارے کل نہیں تھے آج ان کو سنادوں اس میں میرا اپنا بھی فائدہ ہے۔ کل یہ بات تھی کہ گمراہی کے اسباب میں بڑا سبب صحبت اغیار ہے۔

کفار سے ترکِ موالات

دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى اَوْلِيَآءَ﴾

(سورۃُ المائدۃ، آیت: ۵۱)

یہودیوں اور عیسائیوں سے محبت نہ کرو، موالات نہ کرو، اولیاء مت بناؤ معاملہ کرسکتے ہو لین دین خرید و فروخت کرسکتے ہو لیکن ان کو دوست نہیں بناسکتے کیونکہ دوستی اور موالات کا مرکز قلب ہے اور معاملات کا مرکز قالب ہے، جسم سے بات کریں گے کہ یہ لاؤ وہ لاؤ لیکن قلب ہم ان کو نہیں دیں گے۔ پس چونکہ موالات کا مرکز قلب ہے اور معاملات کا مرکز قالب ہے، تو اگر قلب صحیح ہے اور کافروں کی موالات سے خالی ہے تو ان کے ساتھ معاملات سے نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر قلب اللہ والا ہے اور کافر سے مال خرید رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ کافر ہے، دل میں اس کی کوئی محبت نہیں تو اس سے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، اسی لیے کفار سے معاملات جائز اور موالات حرام ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اپنے اسلام اور ایمان کی تم حفاظت چاہتے ہو تو میرے دشمنوں سے محبت مت کرو لہٰذا اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ﴾

(سورۃُ المائدۃ: آیت ۵۴)

اگر کوئی شخص ایمان لانے کے بعد اسلام چھوڑ کر بھاگے تو دل چھوٹا مت کرو یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کی تسلی کے لیے ہے کہ میں ایک ایسی قوم پیدا کروں گا جو میرے عاشقوں کی ہوگی، میں ان سے محبت کروں گا اور وہ مجھ سے محبت کریں گے، یہ جملہ بتاتا ہے کہ عاشقوں کی قوم کبھی گمراہ نہیں ہوگی، اس لیے زیادہ علم سے بجائے محبت زیادہ سیکھو۔ اہلِ محبت گمراہ نہیں ہوسکتے۔ اسی

لیے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحبت زیادہ تر اہل محبت کی اختیار کروتا کہ عشقِ الٰہی پیدا ہو۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آیا فرماتے ہیں ؎

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے

یعنی میں اللہ کے در اور اس کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی رکھ چکا ہوں، عمر بھر میں ان کا رہوں گا، اللہ کا بن کے رہوں گا ؎

سرِ زاہد نہیں یہ سر سرِ سودائی ہے

یہ خشک ملا کا نہیں، خشک زاہد کا نہیں یہ عاشقوں کا سر ہے، اس لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محبت ایسی چیز ہے کہ یہ لغت کے لحاظ سے بھی فصل اور جدائی پر راضی نہیں ہے۔ اگر دو ہونٹ نہ ملیں تو محبت کا لفظ ادا نہیں ہوسکتا۔ دونوں ہونٹ الگ کر کے کوئی بڑے سے بڑا قاری بھی محبت کا لفظ منہ سے نہیں نکال سکتا، پس جس کی لغت متقاضی وصل ہے اور فصل پر راضی نہیں اس کا مسمّٰی کیسا ہوگا، جس کو اللہ محبت دے گا وہ خدا کے فراق اور جدائی پر راضی نہیں ہوسکتا یعنی نافرمانی جو سبب بعد ہے، اللہ سے دوری کا سبب ہے اس کا عادی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے اللہ کے عاشقین گناہ سے ڈرتے ہیں، ان کو ایک ہی غم ہوتا ہے کہ کہیں ہم سے کوئی گناہ نہ ہو جائے اور ہم اپنے اللہ سے، اپنے محبوب سے دور ہو جائیں۔ اسی لیے صحبت صالحین نمازیں، حج، عمرہ، نفلیں، تلاوت، ذکر و تسبیح کرتے ہیں کہ ہم اللہ سے قریب ہو جائیں اللہ اللہ کہتے ہوئے ہمارے قلب و جان اللہ سے چپک جائیں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ یاد آیا ''ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔'' ذال کاف را، ذاکر میں بھی ہے اور مذکور میں بھی ہے۔ اللہ پاک کا نام مبارک اسمِ اعظم ہے، اس کا پڑھنے والا

ناممکن ہے کہ اللہ تک نہ پہنچے مگر خمیرہ کتنا ہی عمدہ ہو لیکن خمیرہ کے ساتھ اگر زہر بھی کھائے تو خمیرہ کیا کام کرے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ صحبت صالحین اور ذکر و تلاوت کے ساتھ گناہوں سے بھی پرہیز رکھو۔

تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے ایک نصیحت فرمائی لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی اَوْلِیَآءَ کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے دل سے دوستی مت کرو۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلا کہ اِنَّ مُوَالَاتَ الْیَھُوْدِ وَ النَّصَارٰی تُوْرِثُ الْاِرْتِدَادَ یعنی یہود و نصاریٰ کی محبت تم کو مرتد بنادے گی۔

یمن میں ایک شخص مرتد ہوگیا، اس نے پورے یمن پر اتنا غلبہ حاصل کیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جتنے بھی عمال تھے یعنی صدقات وصول کرنے والے حکام سب کو یمن سے باہر نکال دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس شخص کو قتل کرو، مرتد واجب القتل ہوتا ہے، اس سے لین دین، سودا خریدنا بیچنا سب حرام ہے۔ تو فیروز دیلمی کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے یمن کے اس مرتد کو ہلاک فرمایا تَنَبَّأَ بِالْیَمَنِ وَکَانَ کَاھِنًا یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور وہ جادوگر تھا۔

ایک جھوٹے نبی کا واقعہ

میں نے کل مسیلمہ کذاب کا واقعہ سنایا تھا وہ دوبارہ سناتا ہوں، دوبارہ سننے سے علم میں رُسوخ پیدا ہوگا اور جنہوں نے نہیں سنا وہ سن لیں گے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خط لکھا۔ ذرا اس خبیث کا خط تو دیکھو کہ کیسا خط لکھتا ہے یعنی جھوٹے نبی کا خط بھی بتاتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ لکھتا ہے مِنْ مُسَیْلَمَۃَ

رَسُوْلِ اللّٰہِ یعنی یہ خط مسیلمہ لکھ رہا ہے جو رسول ہے اور کسے لکھ رہا ہے؟ اِلٰی مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک کے ساتھ رسول بھی لکھا اور صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھا پھر اس نے لکھا سَلَامٌ عَلَیْکَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ قَدْ اُشْرِکْتُ فِی الْاَمْرِ مَعَکَ آپ پر سلامتی ہو، میں نبوت میں آپ کے ساتھ شریک ہوں وَاِنَّ لَنَا نِصْفَ الْاَرْضِ عرب کی زمین میں آدھا حق میرا ہے وَلِقُرَیْشٍ نِصْفُ الْاَرْضِ اور اہلِ قریش کو زمین کا آدھا حق ہے لٰکِنَّ قُرَیْشًا قَوْمٌ یَّعْتَدُوْنَ لیکن قریش بڑے ظالم لوگ ہیں، میرا حصہ نہیں دے رہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جب یہ مکتوب پیش کیا گیا فَقَدَّمَ عَلَیْہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ رَسُوْلَانِ لَہٗ بِذٰلِکَ فَحِیْنَ قَرَأَ صلی اللہ علیہ وسلم کِتَابَہٗ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھوٹے نبی کا یہ خط پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قاصدوں سے پوچھا جو خط لائے تھے فَمَا تَقُوْلَانِ اَنْتُمَا تم لوگ کیا کہتے ہو یعنی کیا تم بھی اس کو نبی سمجھتے ہو؟ ان دو قاصدوں نے کہا نَقُوْلُ کَمَا قَالَ ہم وہی کہتے ہیں ہیں جو وہ کہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَاللّٰہِ لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ خدا کی قسم اگر سفیروں اور قاصدوں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَکُمَا ہم تمہاری گردنیں اُڑا دیتے، کتنے بد اور خبیث ہو کہ غیر نبی کو نبی بنا رہے ہو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیکھئے کہ اصلی نبی کے خط کا کیا مضمون ہے! سبحان اللہ جھوٹے کا خط تو آپ نے سن لیا اب سچے نبی کا خط سنئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ کا پیغمبر اس طرح خط لکھتا ہے، پہلے اللہ کا نام لیا اور اس ظالم کذاب نے تو کچھ بھی نہیں لکھا تھا، جس

کے رسول ہونے کا دعویٰ کیا تھا اس خدا کا نام بھی نہیں لیا۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اس کا آسمان سے تعلق ہی نہیں تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کے نام سے شروع کیا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی مُسَیْلَمَۃَ الْکَذَّابِ اس نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تجھ کو رسول تسلیم نہیں کرتے تو کذاب ہے، جھوٹا ہے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی جھوٹے نبی کے سلام میں اور اصل نبی کے سلام میں فرق ہو گیا، جھوٹے نبی نے کیا کہا سَلَامٌ عَلَیْکَ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا لکھا اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی سلام جب ہے جب تو ہدایت کو قبول کرلے، اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ زمین کا مالک اللہ ہے، اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے دیتا ہے وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ اور انجام متقیوں کے لیے ہے یعنی تو تو بہت ہی کذاب ہے، تقویٰ سے محروم ہے، تیرا انجام کیسے ٹھیک ہوگا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب سے جہاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سعادت بخشی کہ ان کے ہاتھ سے مسیلمہ کو قتل کرایا اور حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا قَتَلْتُ فِیْ جَاھِلِیَّتِیْ خَیْرَ النَّاسِ میں نے زمانۂ کفر میں بہترین انسان سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا وَقَتَلْتُ فِیْ اِسْلَامِیْ شَرَّ النَّاسِ اور زمانۂ اسلام میں سب سے بدترین انسان کو میں نے قتل کیا یعنی میری تاریخ جو سیاہ ہو چکی تھی اس تاریخ کو اللہ نے روشن فرمادیا۔

حضرت وحشی کے اسلام کا واقعہ

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام بھی عجیب طریقہ سے ہوا جس

کوعلامہ محمود نسفی کی تفسیر خازن کے حوالہ سے پیش کررہا ہوں۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہٗ کو اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ وحشی کو دعوت اسلام پیش کیجئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قاصد بھیجا کہ اللہ تعالیٰ تم کو یاد فرمارہے ہیں، اللہ پر ایمان لے آؤ۔ وحشی حالت کفر میں ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بعد میں ہوئے، ابھی ایمان نہیں لائے لہٰذا انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے خدا نے تو قرآنِ پاک میں یہ نازل فرمایا کہ جو مشرک ہوگا قاتل ہوگا زانی ہوگا **یَلْقَ اَثَامًا یُّضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ** وہ شخص مجرم ہے اس کو تو ڈبل عذاب ملے گا لہٰذا آپ مجھے کیسے دعوت اسلام دے رہے ہیں جبکہ میں یہ سب کام کرچکا ہوں **وَاَنَا قَدْ فَعَلْتُ ذٰلِکَ کُلَّهٗ** میں نے قتل بھی کیا، شرک بھی کیا کوئی گناہ نہیں چھوڑا۔ دیکھئے سوال و جواب چل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا پیغام بواسطۂ نبوت وحشی کو پہنچ رہا ہے اور وحشی کا پیغام بواسطۂ نبوت اللہ تعالیٰ تک پہنچ رہا ہے، آپ سوچئے کہ اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرتا تو کیا عجب تھا کہ اچھا مردود نخرے بھی کرتا ہے اس کے اوپر آگ برسادو، لیکن آہ! ارحم الراحمین کی شان دیکھیے کہ ان کے اسلام کے لیے دوسری آیت نازل ہورہی ہے **اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا** وحشی سے کہہ دو کہ اگر وہ توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرتا رہے تو سب معاف، پھر کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ اس پر انہوں نے دوسرا پیغام بھیجا کہ میں ایمان لانے کے لیے تیار ہوں توبہ کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن ساری زندگی صالح عمل کرنا یہ شرط بہت سخت ہے **هٰذَا شَرْطٌ شَدِیْدٌ لَعَلِّیْ لَا اَقْدِرُ عَلَیْهِ** مجھے امید نہیں کہ میں اس پر قائم رہ سکوں، یعنی میں اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ ساری زندگی عمل صالح کرتا رہوں، اب بتلایئے حالت کفر میں ہیں، اتنے بڑے مجرم ہیں

کہ نبی کے چچا کو قتل کیا ہے اور ناز دکھا رہے ہیں لیکن آہ! کیا رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی کہ ان کے ایمان کے لیے تیسری آیت نازل فرمائی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں فرمائیں گے لیکن شرک کے علاوہ سب گناہ معاف کر دیں گے چاہے وہ عمل صالح کرے یا نہ کرے یعنی عمل صالح سے بھی آزادی دے دی۔ اب ان کا جواب سن لیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ قاصد بھیجتے ہیں کہ اِنِّیْ فِیْ رَیْبٍ میں ابھی شک میں ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت کو مقید بالمشیت کر دیا ہے کہ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ تو مشیت کی جو قید ہے اس میں مجھ کو شک ہے اِنَّ مَشِیَّۃَ اللّٰہِ تَعَالٰی تَکُوْنُ فِیَّ اَمْ لَا یعنی اللہ کی مشیت میرے بارے میں ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اس میں کوئی ضمانت، کوئی گارنٹی نہیں ہے، مجھ کو اس کا یقین نہیں آرہا ہے۔ تین آیتیں نازل ہوگئیں۔ اب چوتھی آیت اللہ تعالیٰ نازل فرما رہے ہیں وحشی کے اسلام کے لیے، اس سے اندازہ کرو کہ حق تعالیٰ کتنے ارحم الراحمین ہیں کہ ایک جلیل القدر صحابی یعنی نبی کے چچا حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو بھی آغوشِ رحمت میں لے رہے ہیں۔ ذرا سوچیے کہ اللہ تعالیٰ کی کیا شان ہے کہ کروڑوں زِنا اور بدمعاشی کے باوجود کوئی نادِم ہوکر توبہ کرلے تو سب معاف فرما دیتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے چوتھی آیت نازل فرمائی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اے نبی آپ میرے بندوں سے فرما دیں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا کہ میری رحمت سے ناامید نہ ہوں، اب اس میں مشیت کی بھی قید نہیں۔ اِنَّ تاکید ہے جملہ اسمیہ دوام اور ثبوت پر مقتضی ہے الذنوب پر الف لام داخل کر دیا استغراق کا اور پھر جمیعاً کی بھی

تاکید لگادی چار چار تاکیدوں کے ساتھ فرمایا کہ کوئی بھی گناہ ہو، اللہ تعالیٰ سب بخش دے گا۔ اس آیت کو سن کر حضرت وحشی کیا کہتے ہیں؟ نِعْمَ هٰذَا واہ کیا ہی اچھی آیت ہے فَجَآءَ وَ اَسْلَمَ فوراً آئے اور اسلام قبول کرلیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے جو یہ آیت نازل فرمائی ہے هٰذَا لَهٗ خَاصَّةٌ اَمْ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةٌ کیا یہ وحشی کے لیے خاص ہے یا سب مسلمانوں کے لیے عام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایابَلْ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةٌ سارے مسلمانوں کے لیے عام ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ اس آیت کے بدلے میں اگر مجھ کو ساری کائنات بھی مل جائے تو مجھے عزیز نہیں، ساری کائنات سے زیادہ یہ آیت مجھے محبوب ہے:

﴿مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيَ الدُّنْيَا بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ﴾

(مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۰۶)

اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت وکرم کا کون اندازہ کرسکتا ہے کہ اتنے بڑے مجرم کو اسلام عطا فرمایا، صحابی بنایا یعنی بعد میں آنے والے تمام اولیاء سے افضل ہوگئے، جنتی ہوگئے، اور اس کے ساتھ ایک انعام اور عطا فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت اور حالتِ کفر میں ان سے سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا جو گناہ ہوا تھا اس کی تلافی کا انتظام بھی فرمایا اور ان کے ہاتھوں سے ایک جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کو قتل کراکے ان کی تاریخ سیاہ کو روشن تاریخ سے تبدیل کردیا۔ معلوم ہوا کہ جب کوئی گنہگار خواہ مرد ہو یا عورت صدقِ دل سے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی رسوائیوں کو عزت سے تبدیل فرمادیتے ہیں اور اس کی ذلتوں کے جو چرچے ہورہے تھے کہ فلاں بڑا نالائق آدمی ہے، فلانی لڑکی کو چھیڑ رہا تھا یا فلاں گناہ کررہا تھا اس کو توبہ کی توفیق دے کر جب اپنا ولی بناتے ہیں تو اس کی تمام رسوائیوں کی اپنی شانِ کرم کے شایانِ شان تلافی فرمادیتے ہیں اور اس سے کوئی

کام ایسا لے لیتے ہیں جس سے اس کی رسوائیوں کی تلافی ہو جاتی ہے جیسے ابا اپنے بیٹے کی ذلت کو گوارا نہیں کرتا، اس سے کوئی کام ایسا لے گا کہ جس سے وہ سب چرچے ختم ہو جائیں گے۔ ایسے لوگوں سے روئے زمین پر اکثر کوئی کرامت بھی صادر ہو جاتی ہے، تاکہ اس کی ذلت کے سیاہ بادلوں پر عزت کا آفتاب روشن ہو جائے۔

اس واقعہ کو بیان کیا تفسیر معالم التنزیل کے مصنف علامہ بغوی نے جلد نمبر چار صفحہ ٨٣ پر اور علامہ محمود نسفی نے تفسیر خازن میں صفحہ ٥٩ پر اور محدث عظیم ملا علی قاری نے مرقاۃ جلد ٥ صفحہ ١٤٩ پر۔ بس اتنا حوالہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس وقت میں نے اس کو بیان کیا تو نیپال کے سفیر جو میرے وعظ میں ہر جمعہ کو آتے ہیں انہوں نے کہا کہ اس شخص کا دماغ ہے یا کمپیوٹر ہے؟ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ الحمد للہ یہ میرے بزرگوں کی کرامت ہے۔

بندوں سے اللہ کی محبت کے معنیٰ

ایک چیز اور عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ دین سے مرتد ہوتے ہیں ہم ان کے مقابلے کے لیے عاشقوں کی ایک قوم پیدا فرمائیں گے **یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ** جن سے اللہ تعالیٰ محبت کریں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ علامہ آلوسی اشکال قائم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو مقدم کیوں فرمایا اور بندوں کی محبت کو بعد میں کیوں بیان فرمایا؟ پھر اس کا جواب دیتے ہیں کہ **قَدَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَحَبَّتَهٗ عَلٰی مَحَبَّةِ عِبَادِهٖ لِیَعْلَمُوْا اَنَّهُمْ یُحِبُّوْنَ رَبَّهُمْ بِفَیْضَانِ مَحَبَّةِ رَبِّهِمْ** اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو اس لیے مقدم کیا تاکہ جس کو اللہ سے محبت نصیب ہو اس میں ناز نہ پیدا ہو اور اس کو یقین رہے کہ ہم جو اللہ تعالیٰ سے محبت کر رہے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

محبت کر رہے ہیں یہ اصل میں اللہ کی محبت کا ہم پر فیضان ہو رہا ہے۔

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اُسی کو یادِ یار آئی

اللہ جس کو چاہتا ہے وہی اللہ کو یاد کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو مقدم کیا تا کہ بواسطۂ صحابہ سب کو معلوم ہو جائے کہ ہم لوگ جو اپنے رب سے محبت کرتے ہیں یہ حق تعالیٰ کی محبت کا فیضان ہے۔ ہم جوان کو چاہ رہے ہیں یہ ہمارا کمال نہیں ہے، دراصل وہی ہم کو چاہ رہے ہیں۔

وہی چاہتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں

بتایئے! کیا عمدہ تفسیر ہے آہ! یہ اللہ کے کلام کی تفسیر ہمیں اللہ سے قریب کر رہی ہے اور اللہ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت سے کیا مراد ہے؟ مراد وہ محبت ہے جو مَا یَلِیْقُ بِشَانِہٖ تَعَالٰی جو اللہ کی شان کے لائق ہے یعنی اللہ تعالیٰ ارادہ فرما لیتے ہیں کہ مجھے فلاں کو اپنا ولی بنانا ہے، بس اللہ کی محبت سے یہ مراد ہے اِنَّ اللہَ تَعَالٰی اَرَادَ اَنْ یَّجْعَلَہٗ مُرَادًا وَّمَحْبُوْباً لِّنَفْسِہٖ یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ذات کے لیے محبوب بنانے کا ارادہ کر لیتے ہیں اور اللہ کے ارادہ اور مراد میں تخلف محال ہے، جس کو اللہ تعالیٰ اپنا ولی بنانے کا ارادہ کر لے ناممکن ہے کہ ساری دنیا اس کو گمراہ کر سکے بلکہ خود اس کا نفس و شیطان بھی اس کو گمراہ نہیں کر سکتا، پھر اس کے لیے اسباب ہدایت خود اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں۔

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

بندوں پر اللہ کی محبت کے آثار

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے سارا انتظام اللہ میاں نے کیا

ورنہ وہ کہاں سے ایمان پاتے؟ ہماری محبت کا ایک نام ہے، سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

کار فرما تو لطف ہے اُن کا
ہم غلاموں کا نام ہوتا ہے

اور بندوں کی محبت سے کیا مراد ہے؟ کہ اللہ کی طرف وہ طبعاً، عقلاً اور قلباً مائل رہیں اور اللہ کے احکام کو بجالائیں اور ان کی منع کی ہوئی باتوں سے اجتناب کریں یعنی امتثال اوامر اور اجتناب نواہی اہل محبت کی علامات سے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں محبت کا مقام

آخر میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جو طاعات ہیں وہ محبت کے لیے موافقات میں سے ہیں یعنی محبت سبب ہے اور اطاعت کرنا مسبب ہے اور گناہ سے بچنا یہ محبت کا اثر ہے لیکن کہتے ہیں کہ اگر اعمال میں کمزوری ہو تو یہ محبت کے مغایر نہیں یعنی کہ اگر کسی شخص میں عملی طور پر کوئی کمزوری ہو تو اس کو یہ نہ کہو کہ یہ اللہ کا عاشق نہیں ہے۔ آگے اس کی دلیل میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں اَلَا تَرٰی اِلَی الْاَعْرَابِیْ کیا تم اس بدوی کو نہیں دیکھتے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَھَا؟ تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہوئی ہے؟ اس نے کہا مَا اَعْدَدْتُ لَھَا کَبِیْرَ عَمَلٍ میرے پاس کوئی بڑے بڑے عمل نہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فرض واجب سنت موکدہ ضروری عمل کر لیتا ہوں مگر رات رات بھر جاگنا بڑی بڑی محنتیں کرنا یہ مجھ سے نہیں ہوتا، میرے پاس کبیر اعمال تو نہیں ہیں لٰکِنْ حُبَّ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لیکن میرے پاس اللہ اور رسول کی محبت بہت ہی عظیم ہے۔ کبیر کا

استثنیٰ کبیر سے ہوگا یعنی میرے پاس کبیر عمل نہیں ہے لیکن میرے پاس محبت کبیر ہے **فَقَالَ علیہ الصلوٰۃ والسلام اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ** آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے یعنی جنت میں اسی کے ساتھ رہے گا جس سے وہ اللہ کے لیے محبت کرتا ہے۔ اب علامہ آلوسی کا فیصلہ دیکھئے۔ اگر اور کوئی یہ بات کہتا تو یقین نہ آتا لیکن یہ اتنا بڑا شخص ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اور علامہ شامی دونوں مرید بھی ہیں مولانا خالد کردی کے اور مولانا خالد کردی خلیفہ ہیں مولانا شاہ غلام علی صاحب کے اور وہ خلیفہ ہیں مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے اور یہ سب ہمارے دِلّی کے بزرگوں کا سلسلہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں **فَهٰذَا نَاطِقٌ بِاَنَّ الْمَفْهُوْمَ مِنَ الْمَحَبَّةِ لِلّٰهِ تَعَالٰى غَيْرُ الْاَعْمَالِ وَالْتِزَامِ الطَّاعَاتِ** یعنی یہ حدیث محبت کے مفہوم کو واضح کررہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اعمال سے مغایر ہے اور طاعات کا التزام بھی یہاں مراد نہیں **لِاَنَّ الْاَعْرَابِیَّ نَفَاهَا** کیونکہ اعرابی نے اعمال کی نفی کردی **مَا اَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيْرَ عَمَلٍ** میں نے قیامت کی کوئی تیاری نہیں کی کبیر عمل سے یعنی بڑے بڑے اعمال میرے پاس نہیں ہیں لہٰذا اُس نے اعمال اور التزام طاعات کی نفی کردی لیکن اُس نے اپنی محبت کو بیان کردیا کہ اگرچہ میرے اندر اعمال کی کمزوریاں ہیں لیکن اس کے باوجود میں اللہ ورسول سے محبت رکھتا ہوں، میں اللہ کا عاشق ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے محبت ہے۔ آہ اس صحابی کی بات دیکھیے **لٰكِنْ حُبَّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَرَسُوْلِهٖ** سے اس نے اپنی محبت کو ثابت کردیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اللہ ورسول کی محبت ہے اور کبیر محبت ہے کیونکہ کبیر کا مستثنیٰ کبیر ہوگا **وَاَقَرَّهُ النَّبِيُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** اس صحابی نے اپنی محبت کا دعویٰ کیا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دعویٰ قبول فرمالیا کہ ہاں ٹھیک کہتے

ہو۔ سبحان اللہ! دوستو اگر ایک کروڑ جانیں ہم اللہ تعالیٰ پر اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا کردیں تو اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا، اور علامہ آلوسی کو داد دیجیے کہ کیا نکتہ نکالا ہے کہ اس کے اثباتِ محبت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرار فرمایا یعنی اس کے دعویٰ محبت کو آپ نے قبول فرمالیا اور اس کا ثمرہ بتادیا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ تم کو جس کے ساتھ محبت ہے اسی کے ساتھ رہو گے یعنی جنت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہو گے۔ واہ میں تو کہتا ہوں کہ علامہ آلوسی کو اللہ بے شمار جزا دے (آمین) کہ ناامیدوں کے دلوں میں امید ڈال دی اور فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کی محبت کو اللہ کے لیے حقیقتاً ولغۃً ثابت کردیا ثُمَّ اَثْبَتَ اِجْرَاءَ مَحَبَّۃِ الْعَبْدِ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی حَقِیْقَتِھَا لُغَۃً یعنی اس کا دعویٰ کرنا کہ میرے دل میں اللہ و رسول کی بہت زیادہ محبت ہے اگرچہ میرے پاس اعمال زیادہ نہیں ہیں اور آپ کا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ فرمانا دلیل ہے کہ بندوں کی اللہ کے ساتھ محبت کی اس حقیقت کو لغۃً آپ نے قبول فرمالیا ورنہ آپ فرمادیتے کہ جب تمہارے پاس عمل نہیں ہے تو خواہ مخواہ جھوٹا دعویٰ کرتے ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ کی محبت کے ان درجات کے بارے میں کسی مومن کو حقیر مت سمجھو۔

حضرت حکیم الامت نے لکھا ہے کہ ایک شخص تھا جو عمل میں بالکل صفر تھا، اس سے کہا گیا کہ کچھ روزہ نماز کرلو، اس نے کہا میاں جنت تو میرے دو ہاتھ میں ہے، ایک ہاتھ اِدھر ماروں گا، ایک ہاتھ اُدھر ماروں گا اور جنت میں چلا جاؤں گا لہٰذا جب ہندوؤں سے جہاد شروع ہوا تو وہ تلوار لے کر نکلا، ایک ہاتھ اِدھر مارا ایک ہاتھ اُدھر مارا اور شہید ہوگیا اس لیے کسی کو حقیر مت سمجھو، نہ کسی کو مایوس ہونا چاہیے۔ قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ کتنے بندے ایسے ہیں جو اللہ کی محبت

چھپائے بیٹھے ہیں اور اس کا عام لوگوں کو پتہ نہیں۔

بزرگی کا معیار

عام لوگ تو یہ دیکھتے ہیں کہ کتنی رکعات نفل پڑھتے ہیں، جو زیادہ نفل پڑھتا ہے بیس رکعات تہجد پڑھتا ہے اس کو زیادہ بزرگ سمجھتے ہیں حالانکہ بزرگی کا معیار تہجد و نوافل نہیں تقویٰ ہے۔ بعض لوگ رات بھر تہجد پڑھتے ہیں لیکن دن بھر کسی کرسچین لڑکی کو نہیں چھوڑتے، دن بھر ہر ایک کی ٹانگ کو دیکھتے ہیں یعنی عبادت کر کے رات بھر عرش اعظم پر ٹنگا ہوا ہے اور دن بھر کافر لڑکیوں کی ٹانگوں میں ٹنگا ہوا ہے، سب کو دیکھتا ہے یہ کون سی ولایت ہے؟ اس لیے تقویٰ سے ایمان کا وزن بڑھ جاتا ہے، اگر کسی کی ولایت دیکھنا ہے تو یہ نہ دیکھو کہ کتنی تہجد اور نوافل پڑھتا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کتنی احتیاط سے رہتا ہے، حسینوں سے بچتا ہے یا نہیں، نگاہوں کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں۔ جو جتنا بڑا متقی ہے اتنا بڑا ولی اللہ ہے۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے عارف کی دو رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعات سے افضل ہے، دس بیس رکعت پڑھ کر کسی اللہ والے کو حقیر نہ سمجھنا کہ ہم نے بیس پڑھی ہیں۔ تمہیں کیا معلوم کہ اس کا ایک سجدہ تمہاری ساری زندگی کی عبادت سے افضل ہے۔ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایک مرید نے میرے ساتھ ریل میں سفر کیا، میں نے سفر کی تعب اور تھکن سے تہجد نہیں پڑھی حالانکہ مسافر کے لیے حکم ہے کہ وہ وطن میں جو اعمال کرتا تھا سفر میں بغیر کیے ان کا ثواب ملتا ہے۔ ایسے ہی بیمار آدمی صحت میں جو عمل کرتا تھا بیماری میں مفت میں اس کا ثواب ملتا ہے، لہٰذا بعض لوگ اس مسئلہ پر عمل کرتے ہیں کہ جب خدا دے مفت میں کھانے کو تو کون جائے کمانے کو، اللہ کی رخصت سے فائدہ اٹھانا اللہ کو محبوب

ہے، جتنی عزیمت محبوب ہے اتنی ہی رخصت محبوب ہے بلکہ رخصت میں زیادہ خیر ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں رخصت پر عمل کرنا والا کبر میں مبتلا نہیں ہوتا، عزیمت والا کبر میں مبتلا ہوسکتا ہے کہ میں تو سفر میں بھی تہجد نہیں چھوڑتا، اتنا بڑا مقدس انسان ہوں اور جو رخصت سے فائدہ اٹھاتا ہے اس کا دل شکستہ ہوتا ہے کہ دیکھو بھئی تعب ہے، تھکن ہے سفر میں ہم سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ تو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کا جو مرید تھا اس ظالم نے سفر میں بھی تہجد پڑھی اور گھر جا کر خط لکھا کہ میں آپ سے اپنی مریدی توڑتا ہوں کیونکہ آپ کو میں نے تہجد پڑھتے ہوئے نہیں پایا جبکہ مرید تہجد پڑھ رہا ہے تو مرید افضل ہوا شیخ سے۔ جب حضرت نے یہ واقعہ سنایا تو میرا قلب پاش پاش ہوگیا۔ کاش کہ اس جاہل کو عقل ہوتی کہ مولانا کا سونا تیری عبادت سے افضل تھا۔

عالم کا سونا عبادت کیوں ہے؟

نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عالم کا سونا عبادت کیوں ہے؟ ایک بڑھئی دروازہ بنارہا ہے، اس کا اوزار گھس گیا، اس کے بعد اس نے پتھر پر آدھا گھنٹہ گھسا تو اس آدھے گھنٹے کی مزدوری دیتے ہو یا نہیں؟ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اتنی دیر تک تو تم نے اوزار تیز کیا لہٰذا اس آدھے گھنٹہ کی مزدوری نہیں دوں گا؟ تو وہ کہے گا کہ آپ ہی کے کام میں تو اوزار گھسا ہے، آپ ہی کا تو دروازہ بنارہا ہوں۔ تو جو علماء دین اللہ تعالیٰ کا دین پھیلانے میں اپنے دماغ کو تھکا دیتے ہیں ان کا سونا بھی عبادت ہے تاکہ تازہ دم ہوکر پھر اور دین پھیلائیں۔ ان میں بعض کے لیے تہجد جائز نہیں، اگر وہ تہجد پڑھ لیں اور دن بھر دین سیکھنے کے لیے مجمع آئے جیسے آپ لوگ آگئے اور میں کہوں کہ صاحب رات بھر عبادت اتنی زیادہ کی ہے کہ آپ کو

پڑھانے کی اب تاب نہیں، آپ لوگ تشریف لے جایئے تو کیا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوں گے؟ ایک بادشاہ اپنے بچوں کا استاد مقرر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو اچھی طرح سے پڑھانا، وہ آیا اور بادشاہ کے لڑکوں سے کہا کہ دیکھو آج معاف کرنا، رات بھر مجھے سجدہ میں بڑا مزہ آیا، رات بھر روتا رہا، ٹھیک سے پڑھایا نہیں سارا وقت جھپکی لیتا رہا اور چلا گیا تو جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو بادشاہ دے گا اُس کو انعام؟ مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے فرمایا تھا کہ بعض بندے ایسے ہیں کہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتا ہے کہ اس کے پیر دباؤ تاکہ وہ سوتا رہے، اٹھنے نہ پائے، میرا بندہ دن بھر کا تھکا ہوا ہے تو وہ سویا ہوا بوجہ تقویٰ کے اللہ کو بعض تہجد پڑھنے والوں سے زیادہ پیارا ہے۔ آپ سوچیے آپ کا ایک ہی بیٹا ہو اور تھکا ہوا ہو، سر میں درد ہو تو کیا آپ چاہیں گے کہ وہ رات کو بھی اٹھ کر ابا کی ٹانگ دبائے یا آپ چاہیں گے کہ اس کے سر میں مالش کرو، اپنے نوکر سے کہیں گے کہ دیکھو ہمارا بیٹا آج تھکا ہوا ہے، ذرا اس کے سر پر بادام کا تیل لگاؤ، تاکہ اس کو خوب اچھی طرح نیند آئے۔ پس بعضوں کا سونا دوسروں کی عبادت سے افضل ہوتا ہے۔

تو یہ آج کا سبق ختم ہے، ان شاء اللہ یہ مزہ کل پھر چلے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کے قلب میں یہ علوم محفوظ فرمائے۔ ایک تو خالی علم ہے، اور ایک علم کے ساتھ ساتھ کیفِ علم بھی ہے، کیفِ علم سب کو نہیں ملتا، خشک ملا خشک زاہد کو کیفِ علم نہیں ملتا، چنانچہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے میں نے بیت اللہ میں ایک دفعہ مثنوی کی شرح بیان کی تو حضرت نے فرمایا کہ تمہاری مثنوی کی شرح سے میرے سر میں جو درد تھا وہ سب چلا گیا، طبیعت منشرح ہوگئی، اور الٰہ آباد میں میں نے تھوڑی سی روح المعانی کی تفسیر بیان کی تو حضرت نے

فرمایا کہ روح المعانی دوسرے لوگ بھی بیان کرتے ہیں لیکن تم جب روح المعانی بیان کرتے ہو تو اس میں کچھ اور ہی مزہ آتا ہے، میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ایک دفعہ ہردوئی میں مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی موجودگی میں میرا بیان ہوا اور صدر مفتی دیوبند مفتی محمود حسن گنگوہی بھی موجود تھے اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، بڑے بڑے علماء آئے ہوئے تھے، حضرت ہردوئی نے فرمایا آج تم کو بیان کرنا ہے۔ تو میں نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے سامنے بیان کرنے میں تو مجھے ڈر لگ رہا ہے، آپ جائیے کمرے میں آرام کیجیے کیونکہ مفتی صاحب کا اتنا زبردست حافظہ ہے کہ پوری بخاری شریف جیسے ان کو زبانی یاد ہے، میں نے کہا عبارت میں کہیں غلطی ہو جائے گی تو بلاوجہ بدنامی ہوگی۔ تو حضرت نے فرمایا اچھا آپ مجھے اپنے بیان سے محروم کرنا چاہتے ہیں، میں ہرگز نہیں جاؤں گا، مجبوراً میں اللہ سے دعا کر کے بیٹھ گیا، جب میرا بیان ختم ہوا تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے، اور مجھ کو دیکھ کر سینے سے چمٹا لیا اور انہوں نے جو فرمایا کیا عرض کروں کہتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن بزرگوں کا حسنِ ظن ہے اس لیے عرض کر رہا ہوں۔ فرمایا کہ اختر کسی کو تو اللہ زبان دیتا ہے اور کسی کو دل تجھ کو اللہ نے دونوں عطا فرمائے ہیں، میں اپنے منہ سے تعریف سے پناہ چاہتا ہوں، لیکن کیا کروں اللہ تعالیٰ کے انعامات کو بھی نہ بیان کروں تو ناشکری معلوم ہوتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے یہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے نیک بندوں نے جو بشارت دی ہے اس کو آپ میری شامتِ اعمال سے نہ چھینئے، اس کو قائم رکھیے اور اس میں برکت ڈالیے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرتا ہوں اور قلب میں سب سے اپنے آپ کو کمتر محسوس کرتا ہوں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں سے کم تر بلکہ کافروں سے اور

جانوروں سے بھی کم تر سمجھ کر میں نے اس کو پیش کیا کیونکہ جب تک خاتمہ ایمان پر نہ ہو جائے ہم کسی ایک کافر کو بھی اپنے آپ سے بدتر نہیں سمجھتے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے کو تمام مسلمانوں سے کمتر سمجھتا ہوں فی الحال یعنی اس وقت تمام مسلمانوں کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں اور ساری دنیا کے جانوروں کافروں سے خود کو کمتر سمجھتا ہوں فی المآل یعنی انجام کے اعتبار سے، کیونکہ پتہ نہیں خاتمہ کیسا ہوگا، اور فرمایا کرتے تھے کہ ہر وقت یہ غم رہتا ہے کہ اشرف علی کا پتہ نہیں قیامت کے دن کیا حال ہوگا، آہ! یہ غم مل جائے تو کیا کہنا۔

شیخ سے استفادہ بیان پر موقوف نہیں

دوسری بات یہ کہ بعض لوگ اہل اللہ یا اہل اللہ کے غلاموں کی صحبت کے لیے بیان کو ضروری سمجھتے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ بیان ہوگا یا نہیں۔ آہ نکل جاتی ہے کہ کیا ملاقات اور صحبت کے لیے بیان لازم ہے، کہیں صحبت کے معنی دکھلا دو کہ صحبت کے لیے بیان لازم ہے۔ اگر ایک شخص حالتِ ایمان میں نبی کو دیکھ لے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ بولیں تو صحابی ہوا یا نہیں؟ تو صحبت کے لیے بولنا ضروری نہیں، خاموشی سے بھی فائدہ ہوتا ہے، لیکن یہ پوچھنا کہ آج بیان ہوگا یا نہیں، معلوم ہوا لذتِ دیدار و لذتِ ملاقات سے یہ ظالم نا آشنا ہے، بولو بھائی کیا خالی ملاقات نعمت نہیں؟ آپ بتلایئے، یہ عاشقِ بیان ہے عاشقِ تقریر ہے یہ ظالم، عاشقِ مقرر ہوتا تو یہ نہ پوچھتا بلکہ کہتا کہ بھئی ملاقات ہو جائے گی یا نہیں بس ملاقات ہو جائے یہی کافی ہے۔

شیخ سے والہانہ تعلق کی مثال

میں اپنے شیخ کے ساتھ رہتا تھا۔ حضرت آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت کرتے تھے، تین بجے رات کو اٹھتے گیارہ بجے دن تک عبادت میں مشغول رہتے، دس

دس پارے تلاوت کرتے تھے، مناجاتِ مقبول زبانی یاد تھی اور اس کی ساتوں منزل روزانہ پڑھتے تھے، قصیدہ بردہ زبانی یاد تھی، بارہ تسبیح اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد سجدہ میں روتے تھے، یہ سب پندرہ سال تک میری آنکھوں کا دیکھا ہوا ہے، لیکن میں کبھی حضرت سے غائب نہیں ہوا، الحمدللہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت فارغ ہوئے ہوں اور مجھے نہ پایا ہو، میں حضرت کی جوتیاں لیے ایک جگہ بیٹھا رہتا، ایسی جگہ بیٹھتا تھا کہ حضرت کی نظر مجھ پر نہ پڑے، تاکہ ان کو احساس نہ ہو کہ میرے رازِ خلوت سے کوئی واقف ہو رہا ہے، تاکہ آزادی سے میرا شیخ اپنے اللہ کو خوب یاد کرے، کیونکہ دیکھنے سے عبادت مشکل ہو جاتی ہے، اس لیے کونے میں بیٹھتا تھا جب حضرت اٹھتے اور مسجد سے باہر آتے تو حضرت کے پاؤں میں جوتا پہنا دیتا۔ کبھی حضرت بارہ بجے رات تک جلسہ میں جاگے اس کے بعد تین گھنٹہ سوئے پھر اٹھ گئے اور میں حضرت کے پاؤں دباتا رہا، جوانی میں ایک گھنٹہ سونے کو ملا، ایک دن حضرت نے فرمایا کہ حکیم اختر میرے ساتھ اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے۔

ایک واقعہ یاد آیا۔ حضرت کی مسجد اور خانقاہ سے ذرا فاصلے پر ایک چھوٹا سا تالاب تھا، اس میں ہم لوگ کپڑے دھوتے تھے، میں حضرت کے کپڑے دھو رہا تھا کہ حضرت نے آواز دی حکیم اختر دل میں ایک علم عظیم وارد ہوا ہے جلدی نوٹ کرو، میں نے کہا حضرت میں حاضر ہوا اور جلدی سے اٹھ کر آیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے بہت محبت کرنے والا ہے لیکن غفور کو مقدم کیوں کیا؟ اپنے بندوں کو بتا دیا کہ جانتے ہو تم کو ہم جلدی کیوں بخش دیتے ہیں؟ مارے محبت کے، غلبۂ محبت کی وجہ سے جس کو حضرت نے پوربی زبان میں فرمایا ہم تم کو جلدی

بخش دیتے ہیں، جلدی معاف کر دیتے ہیں مارے مَیا کے۔ ہندوستان میں مَیا کہتے ہیں محبت کو۔ مارے مَیا کے، آہ کیا لفظ ہے، وجد آگیا، تو اس طریقے سے میں حضرت کے علوم نوٹ کرتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے دوست احباب دیے جو ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں۔ دیکھو میر صاحب رات دن ساتھ میں ہیں، یہ اسٹیل مل میں آفیسر تھے، پرچیز آفیسر جہاں بڑی بالائی آمدنی ہوتی ہے یعنی حرام کی آمدنی کا امکان ہوتا ہے لیکن انہوں نے کبھی رشوت نہیں لی اور سفر میں حضر میں میرے ساتھ رہنے کے لیے نوکری بھی چھوڑ دی۔

مجالسِ اہل اللہ کی اہمیت

یہ مجلس جو میں نے آپ کے ساتھ اس وقت کی ہے پوری امت کے اولیاء اللہ کا اجماع ہے کہ ان مجالس سے ہی دین پھیلا ہے۔ یہ مجلس ان مجالس کی نقل ہے۔ اب حقیقت کہاں سے لاؤ گے، اب نقل ہی کو غنیمت سمجھو ورنہ تو وہ بھی کہاں ملے گی، اب اولیاء سابقین کہاں ملیں گے، جو موجود ہیں ان کو غنیمت سمجھ لو، میرے شیخ فرماتے تھے گندم اگر بہم نہ رسد بھس غنیمت است گندم اگر نہ ملے تو بھوسی کی روٹی کھالو لیکن شیخ اپنے کو ایسا سمجھے طالبین نہ سمجھیں کہ میرا شیخ بھوسی ہے ورنہ مرید پھُوسی ہو جائے گا، پھُوسی کہتے ہیں بلی کو یعنی شیخ کو حقیر سمجھنے والا محروم ہو جائے گا۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ تو یہی سمجھے کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر مریدین سمجھیں کہ روئے زمین پر میرے لیے ان سے بہتر کوئی مربی نہیں۔ یہ عقیدہ لازم ہے ورنہ فائدہ نہیں ہوگا، اور مولانا گنگوہی نے اس کو سکھا دیا۔ مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ اگر ایک مجلس ہو اور اس میں ہمارے پیر حاجی امداد اللہ صاحب تشریف فرما ہوں اور اسی مجلس میں امام غزالی، جنید

بغدادی، بابا فرید الدین عطار، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم ہوں تو میں کسی کی طرف رخ نہیں کروں گا، اپنے حاجی صاحب کو دیکھتا رہوں گا، مرید کو یہ محبت ہونی چاہیے، آج کل تو ایسا ہے کہ اولیاء اللہ تو درکنار دنیا دار کو دیکھ کر شیخ کو بھول جاتے ہیں۔ ایک صاحب اپنے شیخ سے ملنے آئے تھے۔ اتنے میں ایک نواب صاحب آگئے تو شیخ صاحب کو بھول گئے بس نواب صاحب سے باتیں کر رہے ہیں، شیخ صاحب ہنسے اور مجھ سے کہا اس مخلص کو دیکھا؟ آیا تھا ہم سے ملنے اور ایک نواب آگیا تو اب نواب کی طرف منہ کیے ہوئے ہے ہماری طرف پیٹھ کیے ہوئے بیٹھا ہے۔ اگر شیخ سے صحیح عقیدت اور محبت ہے تو چاہے بادشاہ اور وزیر اعظم بھی آجائے تو اس کو خاطر میں بھی نہیں لائے گا کہ ہمارا بادشاہ تو ہمارا شیخ ہے۔ اللہ کا شکر ہے جب میرے شیخ پاکستان آتے ہیں تو میں اعلان کر دیتا ہوں کہ میرا بادشاہ میرا وزیر اعظم آرہا ہے، سب کام بند کرو اور شیخ کے استقبال اور خدمت کی فکر کرو۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ کا راستہ بہت مشکل ہے مگر اے حکیم اختر سن لے کہ اگر سچا اللہ والا شیخ مل جائے تو اللہ کا راستہ صرف آسان نہیں ہوتا مزے دار ہو جاتا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا تھا کہ مولانا رومی کو شمس الدین تبریزی کی برکت سے ان کی محبت کے صدقے میں اتنا اونچا مقام نصیب ہوا کہ اگر وہ سینکڑوں سال تہجد پڑھتے تب بھی اس مقام پر نہ پہنچتے لہٰذا مولانا رومی کا عشق دیکھ لو، جہاں کہیں شیخ کا نام آتا ہے پورے صفحے کے صفحے شمس الدین تبریزی کی محبت میں کہہ جاتے ہیں۔ ایک ہی شعر کافی ہے ان کا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

لوگ مجھ کو مُلّا مُلّا کہتے تھے، آج شمس الدین تبریزی کی برکت سے مولائے روم

بنا ہوا ہوں۔ جب حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مفسر قرآن شاہ ولی اللہ کے بیٹے، تفسیر موضح القرآن کے مصنف آٹھ گھنٹے عبادت کر کے مسجد فتح پوری سے نکلے ایک کتے پر نظر پڑ گئی تو وہ کتا دلی میں جہاں جاتا تھا سب کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے جبکہ کتوں کا مزاج یہ ہے کہ اپنی برادری سے ان کو مناسبت نہیں، جب کوئی کتا آجائے تو اس کو دوڑا لیتے ہیں بھونکتے ہوئے دور بھگا دیتے ہیں، لیکن وہ شیخ الکلاب بن گیا، جہاں جارہا ہے سارے کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ رہے ہیں تو حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ آہ جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے ان کی نگاہوں سے انسان کیسے محروم رہے گا۔

دیکھیے ابھی کھانا بھی نہیں کھایا لیکن اتنا مزہ آرہا ہے کہ میں کیا عرض کروں۔ آہ! سب کچھ بھول جاتا ہے اگر اللہ اپنی محبت کا صحیح مزہ دے دے تو پھر کچھ یاد نہیں رہتا، اسی لیے جنت میں جب اللہ تعالیٰ اپنے کو دکھائیں گے، دیدار نصیب ہوگا تو کسی جنتی کو جنت یاد نہ رہے گی۔

کہاں خرد ہے کہاں ہے نظام کار اس کا
یہ پوچھتی ہے تری نرگس خمار آلود
وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

غنیمت سمجھ لو ان ملاقاتوں کو، بڑی مشکل سے آیا ہوں جبکہ امریکہ لے جانے کے لیے ایک آدمی کراچی آیا ہوا ہے۔ اب سفر کی تاب بھی نہیں کمزور بھی ہوگیا ہوں اس لیے مسجد نہیں جاپاتا، زیادہ سیڑھیوں پر چڑھنے سے دل پر اثر پڑ جاتا ہے اس لیے یہاں نماز پڑھ رہا ہوں اس لیے غنیمت سمجھ لو کہ اگلے سال آنا ہو یا نہ ہو۔

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
مبادا پھر یہ وقت آئے نہ آئے

بس اللہ تعالیٰ سے دعا کرلو جو حضرات تشریف لائے اختر کو اور میرے سارے احباب کو اور جو عورتیں آئیں، اللہ اپنے کرم سے سب کو ولی اللہ بنا دیں آمین کیونکہ آپ کریم ہیں اور کریم کی تعریف یہ ہے اے اللہ جو محدثین نے ہمیں بتائی کہ کریم وہ ہے جو نالائقوں پر مہربانی کردے، اور استعداد نہ دیکھے، اللہ! ہم سب نااہل ہیں لیکن اپنی نااہلیت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے کریم ہونے کے صدقے میں درخواست کرتے ہیں کہ اولیاءِ صدیقین کی جو سب سے آخری سرحد ہے جہاں ان کی منتہا ہوتی ہے ہم سب کو ہماری اولاد کو ہمارے احباب کو ہمارے گھر والوں کو سب کو اے اللہ اس مقام تک پہنچادے۔ اور ان مجلسوں کو اور ری یونین کی میری حاضری کو قبول فرما اور میرے پاس جو لوگ تشریف لا رہے ہیں اللہ ان کو بھی قبول فرما، اور ہم سب کو اپنی محبت کا وہ اونچا مقام دے یا اللہ جو تو اپنے اولیاءِ صدیقین کو نصیب فرماتا ہے اور جس کو جو روحانی بیماری ہے کسی کو بدنظری ہو کسی کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو کسی کو غصہ کی بیماری ہو اللہ ہم سب کی تمام روحانی بیماریوں کو اور جسمانی بیماریوں کو شفائے عاجل کامل مستمر نصیب فرمائے اور سکونِ قلب عطا فرمائے۔ اے اللہ سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان کے ساتھ زندہ رکھ اور سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان کے ساتھ دنیا سے اُٹھا، اور یہ دعا ہمارے لیے اور ہمارے گھر والوں کے لیے اور سارے عالم کے مؤمنین اور مؤمنات مسلمین اور مسلمات کے لیے قبول فرما، آمین۔

نئے جام و مینا عطا ہو رہے ہیں

جو ہر دم خدا پر فدا ہو رہے ہیں
وہ فانی بتوں سے جدا ہو رہے ہیں

وہ خمرِ کہن تو قوی تر ہے لیکن
نئے جام و مینا عطا ہو رہے ہیں

کبھی قلب دے کر کبھی جان دے کر
رہِ عشق میں باوفا ہو رہے ہیں

خوشی اپنی اُن کی خوشی پر لٹا کر
ہم اب اہل صدق و صفا ہو رہے ہیں

کبھی پی رہے ہیں لہو آرزو کا
مٹا کر خودی باخدا ہو رہے ہیں

تجھے ہوں مبارک یہ اشک ندامت
نئے باب الفت کے وا ہو رہے ہیں

یہ شانِ کرم ہے کہ نالائقوں پر
کرم ان کے ہر دم عطا ہو رہے ہیں

محبت کی اخترؔ کرامت تو دیکھو
کہ سلطان ہو کر گدا ہو رہے ہیں

﴿شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم﴾

مواعظِ حسنہ نمبر ۷۳

آدابِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دستو اس کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

﴿ ضروری تفصیل ﴾

نامِ وعظ: آدابِ عشقِ رسول ﷺ

نامِ واعظ: عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
دام ظلالهم علينا الى مأة و عشرين سنة

تاریخِ وعظ: ۱۳؍ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۲؍ستمبر ۱۹۹۱ء بروز اتوار

وقت: بعد فجر

مقام: مسجدِ اشرف واقع خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال۔۲ کراچی

موضوع: اصل عشقِ رسول کیا ہے؟

مرتب: یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی (سید عشرت جمیل میر صاحب)

نوٹ: صفحہ: ۴۲ اور ۴۳ پر ایک مضمون کی وضاحت کے لیے کچھ
اضافہ کیا گیا ہے جو سابقہ ایڈیشن میں نہیں تھا۔

کمپوزنگ: سید عظیم الحق ا۔ جے ۶۷/۳، مسلم لیگ ہاؤس، ناظم آباد نمبر ۱ ۶۶۸۹۳۰۰

اشاعتِ اوّل: ۲۹؍ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ مطابق ۷؍اپریل ۲۰۰۸ء

اشاعتِ ثانی: ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ مطابق اکتوبر ۲۰۰۹ء

ناشر: کُتب خانہ مظہری
گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

فہرست

صفحہ نمبر	عُنوان
۸۲	اللہ تعالیٰ کی محبت کا راستہ اتباعِ رسول ﷺ ہے
۸۳	محبت کی دو قسمیں
۸۴	عشقِ رسول ﷺ کی بنیاد اتباعِ رسول ﷺ ہے
۸۵	نافرمانیِ رسول ﷺ کے ساتھ عشقِ رسول ﷺ کا دعویٰ باطل ہے
۸۵	گھر میں تصویر لگانے کی حرمت
۸۶	ٹخنے چھپانا رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے
۸۷	ذکرِ رسول ﷺ کی برکات
۸۸	اُحد اور طائف میں حضور ﷺ کا خونِ مبارک کس لیے بہا؟
۸۹	گانے بجانے کی حرمت
۹۱	قصیدہ بردہ کے اشعار کی برکات
۹۲	چار شرائط سے سماع جائز ہے
۹۲	پہلی شرط
۹۲	دوسری شرط
۹۳	تیسری شرط
۹۴	چوتھی شرط
۹۶	اتباعِ سنت پر اہل اللہ کی حرص
۹۷	محبت کا انعامِ عظیم
۹۷	اہل اللہ کا اہتمامِ اتباعِ سنت

ڈاڑھی منڈانے والوں سے حضور ﷺ کا اظہارِ نفرت	۹۹
بڑی مونچھیں رکھنے پر وعید	۱۰۰
صحابہ کا اعلیٰ مقام	۱۰۰
اہل اللہ کا طریقِ اصلاح	۱۰۱
ہر کام علماء کرام سے پوچھ کر کیجیے	۱۰۲
عشقِ رسول ﷺ کا حاصل	۱۰۳
آپ ﷺ کا رُتبہ عظیم الشان ہے	۱۰۴
اتباعِ سنت کا نور	۱۰۵
خواب میں آپ ﷺ کی زیارت نعمتِ عظمیٰ ہے	۱۰۵
چراغاں کرنے اور مخصوص دن منانے کی حقیقت	۱۰۷
نافرمانی کرنا عشقِ رسول ﷺ کے خلاف ہے	۱۱۱
درود شریف کے فضائل	۱۱۳
اصل عشقِ رسول اتباعِ رسول ﷺ ہے	۱۱۴
ربیع الاوّل کی حقیقت پانے والے	۱۱۷
رسالت کا اصل مقصد توحید ہے	۱۱۷
خدا کے سوا کسی کو علمِ غیب نہیں	۱۱۹
اولیاء اللہ سے براہِ راست مانگنا شرک ہے	۱۲۰
بدعت کی خرافات	۱۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آدابِ عشقِ رسول ﷺ

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللهُ
(سورۂ آلِ عمران، آیت: ۳۱)

اللہ تعالیٰ کی محبت کا راستہ اتباعِ رسول ﷺ ہے

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ اپنی امت سے فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو:

﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾

اللہ تعالیٰ کی محبت کا طریقہ یہ ہے کہ میری اتباع کرو۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلو۔ اس پر ایک بات عرض کرتا ہوں کہ جتنا قدم قیمتی ہوتا ہے اتنا ہی قیمتی نقشِ قدم ہوتا ہے اور پوری کائنات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمِ مبارک سے بڑھ کر کسی مخلوق کا قدم نہیں ہے اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو یعنی جس اللہ سے محبت کرنی ہے وہ قرآن میں آیت نازل فرما رہے ہیں اور اپنے محبوب سے کہلوا رہے ہیں کہ فَاتَّبِعُوْنِیْ میری اتباع کرو یعنی جو بات حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں عطا فرمائیں اس کو سر آنکھوں پر رکھ لو اور جس بات سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرمائیں اس سے بچ جاؤ۔ جس شخص نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِرشادِ مبارک میں اور

اللہ تعالیٰ کے اِرشادِ مبارک میں فرق کیا اس نے اللہ تعالیٰ کے ارشادِ مبارک کی قدر نہ کی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

(سورۃُ الحشر، آیت:۷)

میرے رسول تم کو جو احکام عطا فرمارہے ہیں اُن کو سر آنکھوں پر رکھ لو اور جس بات سے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرمائیں اُس سے رُک جاؤ۔

قرآن پاک کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام بیان کر دیا کہ جن باتوں کا ہم نے حکم دیا ہے اُن کو بھی کرو اور جن باتوں کا حکم ہمارا رسول دے اُن کو بھی کرو اور جن چیزوں سے ہم نے منع کیا ہے ان سے بھی رُکو اور جن چیزوں سے ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع کرتے ہیں ان سے بھی رُکو، خبردار! میرے احکام میں اور میرے رسول کے احکام میں فرق نہ کرنا کیونکہ میرے نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، وہ میرے ہی فرمان کے ناقل اور میرے ہی فرمان کے سفیر ہیں، ان کا فرمان میرا ہی فرمان ہے، وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے ہیں، جس چیز کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلتا ہے۔

محبت کی دو قسمیں

معلوم ہوا کہ ہر محبت اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک محبت مقبول اور ایک محبت مردود یعنی غیر مقبول جیسے عصر کی نماز کے بعد کوئی نفل پڑھے، بخاری شریف کی حدیث میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ عصر کی نماز کے بعد کوئی نفل جائز نہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ بھئی! ہمیں تو اللہ میاں سے محبت کرنی ہے اور وہ اخلاص کے ساتھ دروازے بند کر کے نفلیں پڑھے اور اخلاص بھی اتنا کہ اسے نہ بیوی بچے دیکھ رہے ہیں، نہ کوئی مخلوق

دیکھ رہی ہے، خالص اللہ کے لیے نفلیں پڑھ رہا ہے مگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وجہ سے نہ اس کا اخلاص قبول، نہ اس کے نفل قبول لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ پاک کی محبت اتباعِ سنت کے ذریعہ ملتی ہے۔

عشقِ رسول کی بنیاد اتباعِ رسول ﷺ ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں یہی بات تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر فدا تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے، کچھ لوگ کھڑے ہوئے تھے، آپ نے ان کے لیے ارشاد فرمایا اِجۡلِسُوۡا یعنی بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کے لیے محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے:

﴿اَفۡضَلُ الصَّحَابَةِ بَعۡدَ خُلَفَآءِ الرَّاشِدِیۡنَ عَبۡدُ اللّٰہِ بۡنِ مَسۡعُوۡدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡهُ وَ کَانَ یَشۡبَهُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ﴾

یعنی خلفائے راشدین کے بعد سب سے افضل صحابی تھے۔ اور اپنی صورت کے اعتبار سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل مبارک سے بہت مشابہ تھے۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے جیسے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سنا تو وہیں مسجد کے دروازہ پر جوتوں میں بیٹھ گئے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ لیا اور فرمایا عبداللہ ابن مسعود اندر آجاؤ۔ محدثین لکھتے ہیں یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی انتہائی قدر اور نگاہِ رسالت میں انتہائی شانِ محبوبیت کی علامت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گوارا نہیں ہوا کہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود جوتوں میں بیٹھ جائیں لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود کی اتباع دیکھئے کہ انہوں نے اگر مگر نہیں لگایا، جو اگر مگر لگاتا ہے وہ عاشق نہیں ہوتا۔ ایک اللہ والے بزرگ فرماتے ہیں ؎

مرضی تری ہر وقت جسے پیشِ نظر ہے
بس اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

جو یہ کہے کہ اگر ہم ڈاڑھی رکھ لیں گے تو بیوی کی ناراضگی تو برداشت ہو جائے گی مگر لوگ کیا کہیں گے تو سمجھ لو یہ اگر مگر کرنے والا عاشق نہیں ہے۔

نافرمانی رسول کے ساتھ عشقِ رسول کا دعویٰ باطل ہے

جب بخاری شریف میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اے لوگو! ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور تمام زندگی مبارک آپ نے ایک مشت ڈاڑھی رکھی، جملہ نبیوں نے رکھی، تمام صحابہ نے رکھی، اتباعِ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں دکھاؤ۔ آپ کے فرمان عالیشان کے پرخچے اُڑاتے ہو، رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہو اور محبت اور عاشقی کا دعویٰ کرتے ہو۔ عربی شاعر کہتا ہے ؎

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ

گھر میں تصویر لگانے کی حرمت

آہ! آج امت کے لوگوں کو کیا ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیشان کے پرخچے اُڑا کر محبت کا دعویٰ ہو رہا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تصویروں کو گھروں میں مت رکھو، جہاں تصویریں ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ آج امت کے گھر گھر میں تصویریں لگی ہیں لیکن دعوئ عشق رسول میں سب سے آگے ہیں، نافرمانی کے ساتھ یہ کون سی عاشقی ہے؟ کیا محبت کا یہی حق ہے؟

اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کیا شان تھی کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناشتہ کی دعوت دی، آپ ناشتہ کے لیے جب

ان کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ گھر میں تصویر تھی۔ فرمایا کہ عمر ایسے گھر میں ناشتہ نہیں کرے گا جس میں نافرمانی رسول ہو رہی ہو، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیشان کی خلاف ورزی کی جارہی ہو، ہم ایسے ناشتہ سے باز آئے، یہ محبت ہے، اِس کا نام عشق ہے۔

آج امت کو دیکھ کر دل کُڑھتا ہے، وظیفے خوب پڑھ رہے ہیں لیکن گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں ہے۔ ایک مرنے والے پر سورہ یٰسین کے کئی ختم ہوئے مگر اس کی روح نہیں نکلی، ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھ سے فرمایا کہ وہ لوگ مجھے لے گئے تھے کہ تین دن ہو گئے ہیں مگر روح نہیں نکل رہی ہے حالانکہ ہزار دفعہ یٰسین شریف پڑھی جاچکی ہے، میں نے دیکھا کہ وہاں لیاقت علی خان کی تصویر لگی ہوئی تھی، میں نے کہا کہ تصویر رکھتے ہوئے سورہ یٰسین شریف کا عمل کر رہے ہو، نافرمانیِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نحوست سے رحمت کے فرشتے گھر میں کیسے آئیں گے؟ لہٰذا ابھی تصویر نکالو، چنانچہ جیسے ہی تصویر ہٹائی گئی فوراً ہی روح نکل گئی۔ تو عشقِ رسول نام ہے اتباعِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا، سنت پر جان دے دو، چاہے دنیا کچھ ہی کہتی رہے اور آپ کا کتنا ہی مذاق اڑائے۔

ٹخنے چھپانا رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے

بخاری شریف کی حدیث ہے:

﴿مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ﴾

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الکعبین، ج:۲)

جس کا ٹخنہ اوپر سے آنے والے لباس مثلاً شلوار، پاجامہ، لنگی وغیرہ سے چھپا رہے گا اُتنا حصہ جہنم میں جلے گا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جو تکبر سے ایسا کرے گا، اِس حدیث کو

لے کر آج لوگ خوب ہوشیاریاں اور چالاکیاں دِکھا رہے ہیں کہ صاحب میرا ٹخنہ تکبر کی وجہ سے نہیں ڈھک رہا ہے حالانکہ کبھی کسی صحابی نے ٹخنہ نہیں ڈھکا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ نکلا ہوا تھا اِس لیے آپ کا پاجامہ لٹک جاتا تھا لیکن آپ ہر وقت اُس کو اہتمام سے اوپر کرتے رہتے تھے اور وحی الٰہی سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان رسالت سے اس بات کا اعلان ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق تکبر سے پاک ہیں، آج کے زمانہ میں کس کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرمایا؟ کس کے لیے وحی نازل ہوئی؟ لہٰذا جو لوگ ٹخنے ڈھک رہے ہیں وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کررہے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کو ایک لاکھ حدیثیں بمع راویوں کے ناموں کے زبانی یاد تھیں وہ فتح الباری شرح بخاری جلد نمبر ۶ میں تمام حدیثیں سامنے رکھ کر فیصلہ لکھتے ہیں:

﴿فَاِنَّ ظَاهِرَ الْاَحَادِيْثِ يَدُلُّ عَلٰى تَحْرِيْمِ الْاِسْبَالِ﴾

یعنی چاہے تکبر ہو یا نہ ہو ہر حال میں ٹخنہ چھپانا حرام ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی حافظ الحدیث ہیں جنہیں ایک لاکھ حدیثیں مع اسناد کے زبانی یاد تھیں اور جنہوں نے بخاری شریف کی ۱۴ جلدوں میں شرح لکھی ہے ان سے بڑھ کر آج کوئی کیا حدیث بیان کرے گا، آج تو چند کتابیں پڑھ لیں اور علامہ بن گئے، یہ لوگ علامہ نہیں ضلّامہ ہیں۔ تو علامہ ابن حجر عسقلانی تمام مجموعۂ احادیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ فَاِنَّ ظَاهِرَ الْاَحَادِيْثِ يَدُلُّ عَلٰى تَحْرِيْمِ الْاِسْبَالِ تمام احادیث دلالت کرتی ہیں کہ ٹخنہ چھپانا حرام ہے۔

ذکرِ رسول ﷺ کی برکات

حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں ایک کتاب لکھی جس کا نام **نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب** ﷺ ہے۔ یہ کتاب عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس کا مصنف کتنا بڑا عاشقِ رسول ہے۔ اتنے بڑے عاشقِ رسول کو جو لوگ بدنام کرتے ہیں کل قیامت کے دن ان کو جواب دینا پڑے گا۔ بہرحال جب حضرت تھانوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل پر اس کتاب کو لکھ رہے تھے اُس زمانہ میں تھانہ بھون میں طاعون پھیلا ہوا تھا تو جس دن کتاب لکھتے قصبہ میں کوئی موت نہیں ہوتی تھی اور جس دن ناغہ ہو جاتا تھا اُس دن کئی اموات ہو جاتی تھیں۔ جب حضرت کو مسلسل یہ روایت پہنچی تو آپ روزانہ لکھنے لگے اور جب روزانہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کی شان کو لکھنے لگے تو وہاں طاعون ختم ہو گیا لہٰذا درود شریف کی کثرت بلاؤں کو ٹالنے کے لیے بھی اکسیر ہے اور ایک درود شریف پر دس درجے بلند ہوتے ہیں، دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا حق بھی ادا ہوتا ہے۔

اُحد اور طائف میں حضور ﷺ کا خونِ مبارک کس لیے بہا؟

بتایئے! اگر آپ کا خونِ مبارک طائف کے بازار میں نہ بہتا اور آپ کے دندانِ مبارک اُحد کے دامن میں شہید نہ ہوتے تو ہم تک کیسے اسلام پہنچتا؟ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُحد کے دامن میں اپنے ہاتھوں سے اپنے خونِ مبارک کو پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ کیا حال ہے ایسی قوم کا جو اپنے پیغمبر کو لہولہان کرتی ہے۔ اس خونِ نبوّت سے ہم کو اسلام ملا ہے ورنہ ہم کالکا پرشاد اور رام چندر ہوتے۔ بتایئے! سارے عالم میں اسلام کیسے پھیلا؟ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خونِ نبوّت کے صدقہ میں اور صحابہ کے خون کے

صدقہ میں آج ہم مسلمان ہیں۔

گانے بجانے کی حرمت

اُس پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گانے بجانے کو بھی منع فرمایا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے کہیں سے گانے بجانے کی آواز آرہی تھی، آپ نے اپنی انگلیاں کانوں میں رکھ لیں اور صحابہ سے پوچھتے رہے کہ اب بھی آواز آرہی ہے یا نہیں؟ جب صحابہ نے اطلاع دی کہ اب آواز نہیں آرہی ہے تب آپ نے انگلی مبارک کو کان سے نکالا۔ آہ! جس چیز کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں گانا بجانا مٹانے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں آج امت رات دن اسی گانے بجانے میں غرق ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے صحابی فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الْغِنَآءَ رُقْیَةُ الزِّنَا﴾

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ)

گانا سننے سے زِنا کا مادّہ پیدا ہوتا ہے۔

اور آپ کا قول علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں نقل فرمایا ہے کہ خدا کی قسم یہ آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ الخ گانے کے حرام ہونے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ بعض لوگ گانا بجانے والی لونڈیوں کو خریدتے تھے اور ان سے گانے بجانے سنوا کر لوگوں کا مال لوٹتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے مَنْ یَّشْتَرِیْ کی آیت نازل فرمائی۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿اَلْغِنَآءَ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ﴾

((مشکوۃ المصابیح، کتاب الادب)

گانا بجانا ایسے بے ایمانی پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔

اب اس کو عبادت اور درجۂ قربِ الٰہی سمجھا جاتا ہے، افسوس کی بات ہے یا نہیں؟ جب دین مکمل ہوگیا اور میدانِ عرفات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نازل ہوگئی تو جن نافرمانیوں سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے منع فرمایا اب اُسی نافرمانی کو امت کے بعض نادان لوگ قربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

جب میں طبیہ کالج الٰہ آباد میں پڑھ رہا تھا تو ریل میں ایک جگہ جا رہا تھا، وہاں قوالوں کی ایک جماعت بھی تھی، وہ ایک شخص کو دعوت دے رہے تھے کہ بھائی صاحب! فلاں کی قوالی ہے آپ ضرور آیئے گا، ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ قوالی سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ قوالی سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ طبلہ بجانے والا طبلچی جب شعر کے آخر میں طبلہ پر ہاتھ مارتا ہے تو روح عرشِ اعظم تک چلی جاتی ہے، اللہ کا راستہ نماز، روزے والا تو مشکل راستہ ہے لیکن یہ طبلہ والا راستہ بہت جلد طے ہو جاتا ہے اور آپ طبلہ کی ایک تھاپ پر سیدھے عرشِ اعظم پر پہنچ جائیں گے۔ لاحول ولاقوۃ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ میں گانا بجانا مٹانے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں اور نعوذ باللہ یہ طبلہ سے عرش پر پہنچ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں اشعار ہمارے تمام اکابر نے سنے ہیں لیکن چار شرطوں کے ساتھ جو میں آگے بیان کروں گا لیکن حدودِ شریعت کو توڑ کر اشعار اور قوالی سننا حرام ہے۔ میں نے ایک زمانہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک طرف عشاء کی نماز ہو رہی تھی اور دوسری طرف قوالی ہو رہی تھی، کسی نے بھی نماز ادا نہیں کی، طبلے بج رہے تھے اور بیٹھے گردن ہلا رہے تھے۔ تحقیق کی تو قریبی لوگوں نے بتایا کہ قوالوں نے اس وقت شراب پی ہوئی ہے، یہ رات بھر جاگ نہیں سکتے، نہ اتنی گردن ہلا سکتے ہیں، یہ سب نشے

میں ہیں۔ بتائیے! عشاء کی نماز ضروری ہے یا شرابیوں سے قوالی سننا ضروری ہے؟ بعض جگہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ قوالی ہو رہی ہے، پیر صاحب کو سجدہ کیا جارہا ہے اور نماز کا اہتمام نہیں۔

علامہ شامی ابن عابدین فقہ شامی میں اور سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ چار شرطیں ہیں جن سے اشعار کا سننا جائز ہے، چاہے اللہ تعالیٰ کی حمد میں ہوں یا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں نعت شریف ہو تو یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ باعثِ برکت ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ طبلہ سارنگی نہ ہو، طبلہ سارنگی یعنی موسیقی پر حمد و نعت پڑھنا بے ادبی اور اللہ اور رسول کی نافرمانی ہے۔

قصیدہ بردہ کے اشعار کی برکات

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت میں اور آپ کی محبت میں اشعار کہے ہیں جو قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کو خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ نے ان سے فرمائش کی کہ اے بوصیری! تم نے میری محبت میں جو اشعار کہے ہیں وہ مجھ کو سناؤ اور ان کے اشعار سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جھوم رہے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں یہ اَشعار عربی زبان میں ہیں۔ اَشعار سننے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بوصیری! کیا چاہتا ہے؟ عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میری برص کی بیماری اچھی ہو جائے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب ہی میں ان کے جسم پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور یمن کی ایک مخطط چادر بطور تحفہ عطا فرمائی۔ جب بڑے چھوٹوں کو کوئی چیز دیں اس کا نام تحفہ ہے اور چھوٹا اپنے بڑوں کو دے اس کا نام ہدیہ ہے۔ جب صاحبِ قصیدہ بردہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ کھلی تو وہ مخطط یمنی چادر ان کے سرہانے رکھی

ہوئی تھی اور ان کی برص کی بیماری بالکل اچھی ہوگئی تھی۔ ایک محدث نے اُسی وقت ان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا کہ دروازہ کھولو، دروازہ کھولا تو فرمایا کہ تم نے جو اشعار سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنائے تھے ذرا مجھے بھی سنا دو، تو انہوں نے کہا کہ میں نے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں اشعار سنائے ہیں، آپ کو اس بات کا کیسے پتہ چل گیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جس مجلس میں تم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اشعار سنائے تھے اُس مجلس میں یہ فقیر بھی موجود تھا۔

چار شرائط سے سماع جائز ہے

سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چار شرطوں سے سماع یعنی اشعار محبت و معرفت کے سننا جائز ہے۔

پہلی شرط

سامع اہل ہویٰ نہ باشد: سننے والا نفس کا بندہ نہ ہو، عشقِ مجازی میں مبتلا نہ ہو ورنہ عشقیہ اشعار سے اس کو اپنے معشوق یاد آئیں گے، لہٰذا پہلی شرط یہ ہے کہ سننے والا نفس کا غلام نہ ہو، قلب اس کا مجلّٰی مصفّٰی ہو، غیر اللہ سے پاک ہو چکا ہو تاکہ محبت اور عشقِ الٰہی کی باتوں سے اس کا قلب اللہ ہی کی طرف متوجہ رہے، معشوقانِ مجازی کی طرف نہ جائے۔

دوسری شرط

مضمون خلافِ شرع نہ باشد: اشعار میں جو مضمون ہو وہ شریعت کے خلاف نہ ہو، آسمان و زمین کے قلابے نہ ملا رہا ہو، کسی کو خدا کے برابر نہ کر رہا ہو، اولیاء اللہ کو با اختیار اور خدا کی حکومت میں شریک نہ سمجھ رہا ہو اور اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ برطانیہ کے بادشاہ کی طرح نہ سمجھ رہا ہو کہ جہاں اصل حکومت وزیر اعظم اور پارلیمنٹ کے ممبر کرتے ہیں اور بادشاہ اپنا خرچہ پانی لے کر صرف

دستخط پر گذارہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو ایسا مت سمجھو، سارا اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے۔

خدا فرما چکا قرآں کے اندر
میرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے
جسے تو مانگتا ہے اولیاء سے

ہاں آپ وسیلہ مانگ سکتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگیں، اولیاء کرام کے وسیلے سے کہیں کہ اے اللہ! تیرے جتنے اولیاء ہیں ان کے صدقہ اور طفیل میں میری دعا قبول فرمالیں، مگر مانگیں گے خدا ہی سے، وسیلہ پکڑیں گے اللہ کے اولیاء سے لیکن مانگیں گے خدا سے۔

تیسری شرط

آلۂ لھوولعب نہ باشد: یعنی سارنگی طبلہ نہ ہو، ساز و موسیقی نہ ہو، شریعت کے خلاف چیزیں نہ ہوں۔ میں بڑے درد سے پوچھتا ہوں کہ کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی طبلہ بجایا؟ کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی طبلہ بجایا؟ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تک اِس دنیا میں تشریف فرما تھے، کیا آپ کی حیاتِ مبارکہ میں کبھی یہ کام ہوا؟ ایک صاحب نے مجھ سے بحث کی کہ قوالی سے دل میں عشق و تڑپ پیدا ہوجاتی ہے، طبلہ اور سارنگی کے ساتھ جب شعر ہوتا ہے تو دل میں عشقِ الٰہی میں جوش آجاتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو نہیں بتائی، صحابہ نے تابعین کو نہیں بتائی اور تابعین نے تبع تابعین کو نہیں بتائی، یہ راز بس تمہارے سینے میں آ گیا، عشقِ الٰہی کی تڑپ کا راز بس آپ کو ملا، پھر اس نے توبہ کی۔ یہ بات کشمیر کے رہنے والے ایک صاحب کی ہے، ماشاءاللہ یہ اور ان کا سارا خاندان بدعات اور خلافِ شرع باتوں سے تائب ہوگیا۔

چوتھی شرط

مسمع کودک و زن نہ باشد: یعنی جو اشعار سنا رہا ہے وہ بے ڈاڑھی مونچھ کا لڑکا نہ ہو اور عورت نہ ہو، عورتوں اور بے ڈاڑھی مونچھ کے لڑکوں سے نعت شریف سننا جائز نہیں ہے۔ عورت اگر قرآن شریف بھی سنائے تو عورت سے قرآن شریف بھی سننا جائز نہیں ہے۔ نبی کی بیبیوں کی آواز کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمایا:

﴿فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِہٖ مَرَضٌ﴾

(سورۃ الاحزاب، آیت: ۳۲)

اے نبی کی بیبیو! اگر تم کو صحابہ سے بات کرنا پڑے تو اپنی آوازوں کی طبعی نرمی کے خلاف آواز بھاری کر کے بات کرو۔ ورنہ جن کے دل میں مرض ہے ان میں طمع پیدا ہوگی۔

اسی احتیاط کی وجہ سے صحابہ کو حکم ہو رہا ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡھُنَّ متاعا فَسۡـَٔلُوۡھُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾

(سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۳)

اے اصحابِ رسول! جب تم نبی کی بیبیوں سے کسی بات کا سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے کرو۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ پہلی اچانک نظر تو معاف ہے لیکن خبردار! کسی کی ماں، بہن، بیٹی پر دوسری نظر مت ڈالنا یہ حرام ہے۔ کیا آج ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں؟ کہتے ہیں کہ مولانا! ہماری نظر صاف ہے، دل پاک ہے، ارے! تو کیا نعوذ باللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر غیر صاف اور غیر پاک تھی؟ یہ سب نفس کی چال ہے کہ خود کو پاک صاف کہہ کر بدنظری کرتا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حمد و نعت کے یا عارفانہ اشعار سننا عبادت ہے، آپ رات بھر اشعار سنئے لیکن حدودِ شریعت نہ ٹوٹیں۔ علامہ قرطبی تفسیر قرطبی میں لکھتے ہیں کہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمائش کی کہ فلاں حکیمانہ شعر کہتا ہے، اُس کا کوئی شعر تم کو یاد ہو تو سناؤ؟ انہوں نے ایک شعر سنا دیا، آپ نے فرمایا اور سناؤ پھر اور سنایا، صحابی کہتے ہیں حَتّٰی اَنْشَدْتُ مِأَةَ بَیْتٍ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سو اشعار سنائے اور آپ کو معلوم ہے کہ چوبیس صحابہ شاعر تھے جنہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں نعت شریف کہی۔ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی محبت میں دو شعر کہے ہیں اور کیسے پیارے شعر ہیں ؎

لَنَا شَمْسٌ وَ لِلْاٰفَاقِ شَمْسٌ
وَ شَمْسِیْ خَیْرٌ مِّنْ شَمْسِ السَّمَآءِ

ایک میرا سورج ہے اور ایک آسمان کا سورج ہے اور میرا سورج آسمان کے سورج سے افضل ہے کہ ان کے صدقے میں سورج اور چاند پیدا ہوئے۔

فَاِنَّ الشَّمْسَ تَطْلَعُ بَعْدَ فَجْرٍ
وَ شَمْسِیْ طَالِعٌ بَعْدَ الْعِشَآءِ

آسمان کا سورج نمازِ فجر کے بعد نکلتا ہے اور میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشاء کے بعد مسکراتے ہوئے گھر تشریف لایا کرتے تھے، یہ بھی سنت ہے لہٰذا جب اپنے گھروں میں داخل ہوں تو سلام کریں اور مسکراتے ہوئے داخل ہوں۔ آج ہمارا کیا حال ہے کہ جب گھر میں داخل ہوتے ہیں تو ہاتھ میں تسبیح لیے، آنکھ بند کیے ہوئے، منہ پھلائے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب بایزید بسطامی سے کم نہیں ہیں، مسکرانا کیا جانیں؟ دوستوں میں تو ہنسیں بولیں گے لیکن بیوی بیچاری بات کرنے کو ترستی ہے، وہاں

جا کے بالکل سنجیدہ اور عرشِ اعظم پر رہنے والے بن گئے حالانکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ اس وقت آنکھ بند نہیں کرنا چاہیے بلکہ مسکراتے ہوئے اپنی بیوی اور گھر والوں کو السلام علیکم کہو۔ بعض لوگ اس لیے غصہ میں رہتے ہیں کہ اگر ہم ہنس دیں گے، مسکرادیں گے تو بیوی کے اوپر ہمارا رعب نہیں رہے گا، لہٰذا وہ منہ پُھلا کر، آنکھیں سرخ کیے ہوئے فرعون کی طرح گھر میں داخل ہوتے ہیں، یہ بھی حرام ہے اور سنت کے خلاف زندگی ہے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرو۔

اتباعِ سنت پر اہل اللہ کی حرص

جب کسریٰ کے دربار میں کھانے کے دوران حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے نوالہ گر گیا، وہ اسے اٹھا کر کھانے کے لیے صاف کرنے لگے تو ایک صاحب نے اشارہ سے منع کیا کہ ایسا نہ کریں ورنہ وہ کہیں گے کہ مسلمان قلاش اور سات پشت کے فقیر ہیں، اس میں اسلام کی توہین ہے تو حضرت حذیفہ نے کیسا پیارا جواب دیا:

﴿أَأَتْرُكُ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللهِ لِهٰؤُلَاءِ الْحُمَقَآءِ﴾

کیا میں ان نادانوں اور بیوقوفوں کی وجہ سے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دوں؟ اسی طرح آج کل لوگ پیالہ چاٹنے کی سنت پر عمل کرنے سے شرماتے ہیں۔ علامہ شامی نے حدیث نقل کی ہے کہ جب پیالہ چاٹا جاتا ہے تو پیالہ دعا دیتا ہے:

﴿اَعْتَقَکَ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ کَمَا اَعْتَقْتَنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الاطعمة)

خدا تجھ کو جہنم سے بچائے جیسے تو نے مجھے شیطان سے بچایا۔ کیونکہ اگر کھانے کے بعد پیالہ کو نہ چاٹا جائے تو اس میں لگا ہوا کھانا شیطان صاف کرتا ہے۔

سبحان اللہ! سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بھی کیا نعمت ہے!

محبت کا انعامِ عظیم

ایک صحابی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بغیر پلکیں جھپکائے ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ آج تم اتنی محبت سے مجھے دیکھ رہے ہو کہ آنکھیں جھپک بھی نہیں رہی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس لیے دیکھ رہا ہوں کہ یہاں تو جب دل تڑپتا ہے تو آ کر آپ کی زیارت کر لیتا ہوں لیکن جنت میں آپ کا درجہ بہت اونچا ہوگا وہاں ہم آپ کو کیسے دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا:

﴿اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ﴾

(صحیح البخاری، کتابُ الادب، باب علامة حب الله عزّوجلّ، ج:۲، ص:۹۱۱)

جس کو جس سے محبت ہے وہ اسی کے ساتھ رہے گا۔ دیکھا آپ نے محبت کیسی نعمت ہے! محبت والے کی دو رکعات غیر محبت والے کی لاکھ رکعات سے افضل ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ اعلان فرمائیے فَاتَّبِعُوْنِیْ میری اتباع کرو یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ تم کو محبوب کر لے گا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا پیارا وہی ہے جو متبعِ سنت ہے۔

اہل اللہ کا اہتمامِ اتباعِ سنت

میں نے الٰہ آباد کے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کو دیکھا جو حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ سید بدر علی شاہ کے خلیفہ ہیں، ان کو دیکھا کہ ان کا کرتہ اتارنے والے خادم نے داہنے ہاتھ کی طرف سے کرتہ اُتار دیا حالانکہ سنت یہ ہے کہ کرتہ پہنتے وقت پہلے داہنے ہاتھ

میں پہنے اور اتارتے وقت پہلے بائیں ہاتھ سے اتارے۔ جوتا ہو یا کُرتا ہو یا پائجامہ ہو داہنی طرف سے پہنو اور بائیں طرف سے اتارو۔ میں اُس وقت موجود تھا، کراچی سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ حضرت نے خادم کو ڈانٹ کر فرمایا کہ تم کیسے بیوقوف ہو؟ تم کو اس سنت کا علم نہیں، تم نے میرا کُرتا سنت کے خلاف اُتار دیا، اب دوبارہ پہناؤ، دوبارہ داہنے ہاتھ میں پہنا اور فرمایا کہ اب بائیں ہاتھ کی طرف سے اُتارو۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی کا موزہ اُتارا تو پہلے داہنی طرف سے اتار دیا، فرمایا پھر پہناؤ اور پہلے بائیں طرف سے اُتارو۔ موزہ، جوتا، لباس پہنتے وقت سنت پر عمل کرو، سنت پر عمل سے ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوتی ہے مثلاً جوتا پہنتے وقت خیال آئے گا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکمِ عالی پر عمل ہو رہا ہے کہ:

﴿اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ وَ اِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ﴾

(صحیح البخاری ، کتابُ اللباس)

جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو پہلے داہنے پیر میں پہنے۔ اور جب اُتارے تو پہلے بائیں طرف سے اتارے۔ اگر آپ اس سنت پر عمل کریں گے تو دن بھر میں جتنی بار جوتا پہنیں گے اور اُتاریں گے تو کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تازہ نہیں ہوگی؟ دل یقیناً مسرور ہوگا کہ ہم سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکمِ مبارک پر عمل کر رہے ہیں، محبت اسی کا نام ہے، محبت عمل کا نام ہے، خالی زبان سے کہہ دیتے ہیں کہ میں بڑا محبت کرنے والا ہوں لیکن جب عمل کا معاملہ آتا ہے تو نفس و شیطان غالب آجاتے ہیں معاشرہ اور سوسائٹی غالب ہوجاتی ہے، بیوی کا خوف، دفتر والوں کا خوف آجاتا ہے جس سے ہم لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

ڈاڑھی منڈانے والوں سے حضور ﷺ کا اظہارِ نفرت

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل چاروں اِماموں کا اِجماع ہے کہ ایک مشت ڈاڑھی تینوں طرف سے رکھنا واجب ہے یعنی دائیں طرف سے، بائیں طرف سے اور سامنے سے لٰہذا اگر قیامت کے دن سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دریافت فرمالیں کہ اے میرے امتی! تو نے میرے چہرے میں کیا عیب پایا کہ میری جیسی شکل نہیں بنائی تو بتائیں ہم لوگ کیا جواب دیں گے؟ جبکہ زندگی مبارک میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈاڑھی منڈی شکلوں سے سخت نفرت تھی۔ ایک مرتبہ ایران کے دو سفیر آپ کے سامنے حاضر ہوئے جن کی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا چہرۂ مبارک نفرت سے پھیر لیا۔ پس اگر قیامت کے دن ایسی شکل بنانے پر ہم سے بھی نفرت سے چہرۂ مبارک پھیر لیا تو شفاعت کے امیدوارو! کہاں جاؤ گے؟ کس کو خوش کررہے ہو، بیبیوں کو خوش کررہے ہو، اپنا نفس خوش کررہے ہو؟ یہ گال تمہاری ملکیت نہیں ہیں، یہ گال اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ یاد رکھو! بندہ کی ہر چیز بندہ ہے، اگر ہم بندہ ہیں تو سر سے پیر تک بندہ ہیں۔ ہمارا ہر جز خدا کا غلام ہے، یہ گال بھی خدا کے غلام ہیں، اختر کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں ڈاڑھی رکھ لو، اختر کوئی چیز نہیں ہے، ایک بھنگی بھی اگر کمشنر کے احکام کا ٹین بجا کر اِعلان کرتا ہے تو آپ کمشنر کے اَحکام سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ اعلان کرنے والا جمعدار ہے، اگر اختر کو انتہائی حقیر سمجھتے ہو ہمیں منظور ہے لیکن سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں ڈاڑھی رکھ لو تاکہ قیامت کے دن یہ کہہ سکو کہ ؎

ترے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

اور اگر ڈاڑھی رکھنے پر کوئی آپ پر ہنسے تو یہ شعر پڑھ دیا کرو ؎

اے دیکھنے والو مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنا دے

بڑی مونچھیں رکھنے پر وعید

ایسے ہی آج دیکھتا ہوں کہ لوگ لمبی لمبی مونچھیں رکھے ہوئے ہیں، دیکھو اوجزُ المسالک شرح مؤطا امام مالک، حدیث کی بڑی مستند کتاب ہے جو چودہ جلدوں میں ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهٗ عُوْقِبَ بِأَرْبَعَةِ اَشْيَآءِ لَا يَجِدُ شَفَاعَتِيْ وَلَا يَشْرَبُ مِنْ حَوْضِيْ وَيُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ وَ يَبْعَثُ اللهُ اِلَيْهِ الْمُنْكَرَ وَالنَّكِيْرَ فِيْ غَضَبٍ﴾

(اوجز المسالک الیٰ مؤطا مالک، باب ما جآء فی السنة فی الفطرة، ج:۱۴، ص:۲۳۳)

جس نے اپنی مونچھوں کو بڑھایا اسے چار قسم کی سزا ملے گی، میری شفاعت سے محروم کردیا جائے گا، حوضِ کوثر پر نہیں آنے پائے گا اور قبر میں عذاب دیا جائے گا اور سوال جواب کے لیے قبر میں منکر نکیر کو غصے میں بھیجا جائے گا۔ لمبی مونچھیں رکھنے والوں کے لیے دردناک عذاب ہے اگر توبہ کیے بغیر مر گئے۔

صحابہ کا اعلیٰ مقام

بس دوستو! یہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جس سے دین پھیلاتے ہیں اس کو شاگرد بھی اعلیٰ دیتے ہیں، اسی لیے پیغمبروں کو اعلیٰ شاگرد دیتے ہیں۔ آپ بتائیے! کوئی باپ اپنے بیٹے کو کسی مشن پر بھیجے، کسی مقصد کے لیے بھیجے تو کیا نااہلوں کو اس کا ساتھی بنائے گا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ سید الانبیاء ہیں، تمام نبیوں کے سردار ہیں اس لیے حق تعالیٰ نے آپ کو سب سے بڑے لائق اور سب سے بڑے عاشق شاگرد عطا فرمائے اور صحابہ کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا جن سے اسلام کو پھیلانا تھا۔ یہاں مجھے

ایک شعر یاد آ گیا جو شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پڑھا کرتے تھے۔

چھانٹا وہ دل کہ جس کی ازل سے نمود تھی
پسلی پھڑک گئی نظرِ انتخاب کی

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اللہ تعالیٰ سے مانگے گئے۔ ان کے لیے تو یہ شعر کہا جا سکتا ہے۔

کسی کے دردِ محبت نے عمر بھر کے لیے
خدا سے مانگ لیا انتخاب کر کے مجھے

کعبہ کے سامنے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک اٹھے ہوئے تھے کہ یا اللہ دو عمر میں سے ایک عمر ہمیں عطا کر دے، عمر ابن ہشام یا عمر ابن خطاب اور جبرئیل امین اور صدیقِ اکبر آمین کہہ رہے تھے، ان میں سے عمر ابن خطاب قبول ہو گئے۔ غرض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مانگے گئے۔ کبھی کبھی اولیاء اللہ بھی اپنے لیے کسی کو مانگ لیتے ہیں۔

اہل اللہ کا طریقِ اصلاح

میں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ جو نافرمانی کر کے خدائے تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اس کی مثال کٹی ہوئی پتنگ کی سی ہے، جب اللہ سے کٹ گیا تو جو چاہے اس کو لوٹ لے، نوچ کھسوٹ لے، کٹی ہوئی پتنگ کا حشر کیا ہوتا ہے؟ ایک پروفیسر جو یونیورسٹی میں بین الاقوامی تعلقات پڑھاتے تھے، میرے پاس آتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ صاحب میں بھی کٹی پتنگ ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی اللہ والا لوٹ لے۔ ظالم نے کیا بات کہی! اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ مجھے لوٹا جائے گا کیونکہ میں کٹی پتنگ ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ بجائے اس کے کہ محلّہ کے لڑکے مجھے لوٹیں مجھے کوئی اللہ والا لوٹ لے۔ میں نے کہا اللہ والے ایسے نہیں لوٹتے، لٹوانے کے لیے خانقاہوں میں جانا

پڑتا ہے، وہ لوٹنے کے لیے دروازے دروازے نہیں پھرتے اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کبھی کبھی دعوت اِلی اللہ کے لیے بھی سفر کرتے ہیں اور لوٹنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ تمہارا مال لوٹتے ہیں بلکہ اپنی اصلاحی تدابیر سے تمہارے اخلاقِ رذیلہ کو لوٹ کر تمہیں اخلاقِ حمیدہ سے مزین فرمادیتے ہیں۔

ہر کام علماءِ کرام سے پوچھ کر کیجیے

لہٰذا آپ جو کام بھی کیجئے علماء سے پوچھئے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبوت دینے کے ۲۳ برس بعد تک زندگی عطا فرمائی، تیرہ سال مکہ شریف میں اور دس سال مدینہ شریف میں تو اس عرصہ میں آپ نے کیا کیا خوشیاں منائیں، کتنے لوگوں کا یومِ ولادت منایا، کتنے لوگوں کا یومِ وفات منایا کتنے نبیوں کا ڈے منایا یعنی موت کا یا پیدائش کا دن اور اس کو علماء سے پوچھیے، ہم نہیں بتاتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے نبیوں سے بڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محبت تھی اسی لیے درود شریف میں بھی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی کے بعد وَعَلٰی اِبْرَاھِیْمَ ہے یا نہیں؟ اور کسی نبی کا نام کیوں نہیں لیا؟ چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت ابراھیم علیہ السلام نے مانگا تھا کہ یااللہ! مکہ شریف میں ایک پیغمبر پیدا فرما۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی دعا سے آپ کی بعثت ہوئی لہٰذا کسی طبقہ کا عالم، کسی جماعت کا عالم یہ ثابت کردے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی پیغمبر کا یا کسی شخص کا ڈے منایا ہو؟ اس لیے کہتا ہوں کہ علماء سے پوچھ لو اور پوچھ پوچھ کر عمل کرو، ہماری بات نہ مانو تو تحقیق کرلو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت ملنے کے بعد ڈھائی سال زندگی پائی۔ پوچھو کہ انہوں نے کون سا دن منایا؟ یہ چیزیں کب

سے شروع ہوئیں؟ صحابہ اور سلف صالحین کی زندگیوں میں کہیں یہ خرافات آپ کو نہیں ملیں گی۔ ارے! ہماری ہر سانس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، آپ کی حیاتِ طیبہ پر فدا ہونی چاہیے، ہر صبح، ہر شام، ہر وقت ہمیں اُن کو یاد رکھنا ہے۔ ایک ظالم شاعر کا شعر یاد آ گیا، وہ حیدر آباد دکن کا تھا، اس کا نام شجیع تھا، اس کو اپنی بیوی سے بڑی محبت تھی، وہ اپنی بیوی کو لے کر روزانہ ایک باغ میں ٹہلنے جاتا تھا، ایک دن اس کی بیوی اپنے ماں باپ کے ہاں یعنی اپنے میکے چلی گئی، میکے کے معنی ہیں مائی کے یعنی ماں کے یہاں۔ تو اس دن جب بیوی اس کے ساتھ نہ تھی تو وہ جہاں جہاں سے گذر رہا تھا اپنی بیوی کے بارے میں یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

شجیع آج تنہا چمن کو گئے تھے
بہت ان کے نقشِ قدم یاد آئے

عشقِ رسول ﷺ کا حاصل

عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حاصل تو یہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر زندگی کی ہر سانس فدا کرتے، صبح و شام، کوئی دن ناغہ نہ کرتے، کثرت سے درود شریف پڑھتے اور کثرت سے آپ کی سنتوں کا مذاکرہ کرتے، اگر ہم لوگ ایک ایک سنت زندہ کرتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کتنی خوش ہوتی۔ اگر آج اُمت کے سب مرد ڈاڑھیاں رکھ لیں، پانچوں وقت کی نماز جماعت سے پڑھنے لگیں، اپنے ٹخنے کھول لیں اور جتنی سنتیں ہیں ان سب پر عمل کریں، گانا بجانا چھوڑ دیں تو بتاؤ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کتنی خوش ہوگی۔ وہ شخص ظالم ہے جو ایک سیکنڈ کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو بھول جائے آپ کی محبت جزوِ ایمان ہے لہٰذا جو شخص آپ کی رسالت پر ایمان نہ لائے اس کا کلمہ درست

نہیں ہے اگر چہ رات دن لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے، اسے نجات نہیں ملے گی جب تک وہ محمد رسول اللہ نہیں پڑھے گا یعنی اگر آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لائے گا جہنم میں جائے گا، اللہ تعالیٰ کے بعد پوری کائنات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں ہے ۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپ ﷺ کا عظیم الشان رُتبہ

علماء نے لکھا ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ صاحب مذہب ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے زُرْتُ قَبْرَ النَّبِیِّ ﷺ کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی تو ایسا کہنا مکروہ ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ زُرْتُ النَّبِیَّ ﷺ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی کیونکہ آپ بحیاۃ طیبۃ خاص حیات سے مشرف ہیں اور روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر جو صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے صلوٰۃ و سلام کو سنتے ہیں اور جواب بھی عطا فرماتے ہیں۔ اسی طرح علماء کرام کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے پر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسمِ مبارک رکھا ہوا ہے زمین کا وہ ٹکڑا عرشِ اعظم سے افضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جزوِ ایمان ہے، اس کے بغیر ایمان ہی قبول نہیں۔ ایک شاعر بڑا عاشق تھا، وہ مدینہ شریف جا رہا تھا، جب دور سے اس کو روضۂ مبارک نظر آیا تو اس نے دو شعر کہے ۔

ڈھونڈتی تھی گنبد خضریٰ کو تو
دیکھ وہ ہے اے نگاہِ بے قرار

ہوشیار اے جانِ مظہر ہوشیار
آگیا شاہِ مدینہ ﷺ کا دیار

اتباعِ سنت کا نور

دوستو! میں نے آیت اس لیے تلاوت کی کہ جو کام کرو سنت و شریعت کے مطابق کرو اور گانا بجانا طبلہ سارنگی یہ چیزیں خلافِ سنت ہیں، خلافِ شریعت ہیں، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِعلان فرمایا کہ اے لوگو! میں باجا اور گانا بجانا مٹانے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں تو جس چیز کو مٹانے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کیے گئے آج امت اس چیز کو زندہ کر کے اپنے اوپر لعنت کیوں برسا رہی ہے؟ ایسی امت کیا فلاح پائے گی؟ پس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے ارشاداتِ مبارک ہیں، جتنی سنتیں ہیں، ان سب کو سر آنکھوں پر رکھو، ان پر عمل کرو پھر دیکھو کہ کتنا نور پیدا ہوتا ہے، سورج اور چاند کیا جانیں اُس روشنی کو جو روشنی سنت میں ہے۔

از لبِ یارم شکر را چہ خبر
وز رُخش شمس و قمر را چہ خبر

مٹھائی کیا جانے اللہ کے نام کی مٹھاس کو؟ مٹھائی اور شکر مخلوق ہے، حادِث ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود اور قدیم ہے، خالقِ شکر ہے، خالقِ شکر کو شکر کیا جانے؟ خالقِ شکر غیر محدود مٹھاس رکھتا ہے اور شکر کی مٹھاس محدود ہے اور اگر شوگر بڑھ جائے تو شکر کھا بھی نہیں سکتے اور اللہ تعالیٰ کا نام پاک ہر بیماری کی شفاء ہے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا ہر بیماری کی شفاء ہے، اس کی برکت سے حسنِ خاتمہ بھی ملتا ہے۔

خواب میں آپ ﷺ کی زیارت نعمتِ عظمیٰ ہے

علماء نے لکھا ہے کہ جس نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زندگی

میں ایک دفعہ خواب میں دیکھ لیا اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بارہ مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور میرے شیخ نے خود فرمایا کہ ایک مرتبہ ایسی زیارت نصیب ہوئی کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمِ مبارک کے لال لال ڈورے بھی نظر آئے، اتنا واضح خواب تھا، اور انہوں نے خواب ہی میں پوچھا بھی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا عبدالغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں عبدالغنی! تم نے ہم کو خوب دیکھ لیا۔ ایسا پیارا شیخ اللہ نے اختر کو نصیب فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت کسی پر غصہ ہوگئے، بعد میں ایک میل کے فاصلے پر اس کے گھر جا کر اس سے معافی مانگی، حالانکہ وہ کوئی عالم بھی نہیں تھا، ہل جوتنے والا جاہل آدمی تھا لیکن حضرت نے فرمایا کہ قیامت کے دن عالم اور غیر عالم کی تخصیص نہیں ہوگی، وہاں تو سب برابر ہوں گے، حضرت نے اس سے معافی مانگتے ہوئے کہا کہ ہم سے ظلم ہوگیا، تم ہمارے شاگرد نہیں ہو، مرید نہیں ہو تو میں نے تمہیں کیوں ڈانٹ دیا؟ میں اس غصہ کی وجہ سے تم سے معافی مانگنے آیا ہوں، اس نے بہت کہا کہ حضرت آپ کو مجھ سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں، آپ تو میرے باپ کے برابر ہیں لیکن حضرت نے فرمایا کہ زبان سے کہو کہ میں نے معاف کردیا، جب اس نے کہا میں نے معاف کردیا تب آپ آئے، اسی رات سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت نے خواب میں دیکھا کہ ایک کشتی میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضرِ خدمت ہیں اور پیچھے کچھ فاصلے پر ایک اور کشتی ہے، اس میں شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا اے علی! عبدالغنی کی کشتی میری کشتی سے جوڑ دو، جب کشتی

جوڑی گئی تو کھٹ کی آواز آئی، حضرت فرماتے تھے کہ اس کھٹ کی آواز کا اب تک مزہ آتا ہے۔ حضرت شاعر نہیں تھے، دو ہی شعر زندگی میں کہے جس کا ایک شعر یہ ہے ۔

مضطرب دل کی تسلی کے لیے
حکم ہوتا ہے ملا دو ناؤ کو

چراغاں کرنے اور مخصوص دن منانے کی حقیقت

آج اس مبارک مہینہ کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے کیونکہ اس زمانہ میں بہت سے ایسے اعمال ہیں جو ہماری مسجد میں نہیں ہوتے مثلاً بعض مسجدوں میں بہت زیادہ چراغاں اور روشنی ہوتی ہے، کہیں رات دن قوالیاں ہورہی ہیں اور کہیں جلوس نکل رہے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر حقائق کو نہ پیش کیا جائے تو بعض لوگ ہماری طرف سے بدگمانی کریں گے کہ ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق و محبت نہیں ہے جبھی تو انہوں نے روشنی نہیں کی، چراغاں نہیں کیا، جلوس نہیں نکالا، قوالی نہیں کی اور اپنے لوگ جو کم علم کے ہیں انہیں بھی احساس ہوسکتا ہے، شیطان وسوسہ ڈال سکتا ہے کہ شاید ہم لوگوں کے اندر کوئی کمی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے قریب میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جس میں ایک فرقہ نجات پائے گا، صحابہ نے پوچھا کہ وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں، وہ راستہ جس پر اللہ کا رسول ہے اور وہ راستہ جس پر میرے صحابہ ہیں، معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو طریقہ ہے اور صحابہ کرام رضوانُ اللہ علیھم اجمعین کا جو طریقہ ہے اس پر چلنے والے نجات پائیں گے۔ آج کل

اخبار میں آتا ہے کہ کہیں فلاں کی وفات کا جلسہ ہے، کہیں فلاں کی پیدائش کا جلسہ ہے، اس لیے بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یوم پیدائش منانے میں کیا حرج ہے؟ سوال یہ ہے کہ سیّد الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے زمانۂ نبوت میں جس میں ۱۳ برس آپ نے مکہ مکرمہ میں گذارے اور دس برس مدینہ شریف میں گذارے تو کیا اس زمانے میں آپ نے کسی پیغمبر کی وفات کا دن منایا؟ کسی پیغمبر کی پیدائش کا دن منایا؟ آپ کی بیبیوں میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا، کیا آپ نے اگلے سال وہ دن منایا کہ پچھلے سال اس دن کو ہماری بیوی کا انتقال ہوا تھا لہٰذا آج کے دن کچھ دیگ ویگ پکوا کر ثواب پہنچادو تاکہ ان کی یادتازہ ہوجائے؟ اس کو آج کل کہتے ہیں ڈے منانا۔ اصل میں جب پیٹ زیادہ بھر جاتا ہے تو منہ سے ڈے ڈے ڈے نکلتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے معدے میں غیر اسلامی، غیر شرعی، سنت کے خلاف اتنی زیادہ رسمیں گھس گئی ہیں کہ ان کے منہ سے ڈے ڈے نکل رہا ہے اس کو ثواب سے کیا تعلق؟ یہ چیز یورپ سے آئی ہے، کسی کی پیدائش کا، کسی کی غمی کا دن منانا یورپ والوں نے یہ کام شروع کیا لہٰذا آپ لوگوں کو سمجھانے کے لیے اور اپنے قلب کو اور آپ کے قلب کو اطمینان دلانے کے لیے آج مجھے اس مسئلہ کی تھوڑی سی وضاحت کرنی ہے تاکہ آپ کو احساس نہ ہو کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشق نہیں ہیں اور کسی کو بدگمانی کا موقع نہ ملے کہ صاحب ان کی مسجد میں چراغاں نہیں ہوا لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے نہیں ہیں لہٰذا میں آپ حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کو عشق تھا یا نہیں؟ ہمارا آپ کا تو زبانی عشق ہے لیکن صحابہ نے تو جان قربان کر دی، خون بہادیا، اُحد کے دامن میں ایک ہی دن میں ستر صحابہ شہید ہو گئے اور سرورِ عالم صلی تعالیٰ علیہ وسلم نے

سب کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ کیا کامیاب زندگی تھی، ایک تو شہادت کا درجہ بلند پھر نمازِ جنازہ پڑھنے والا بھی کیسا! تمام نبیوں کا سردار، وجہِ وجودِ کائنات ؎

ان کے کوچے سے لے چل جنازہ میرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے
بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

واقعی! جب تک اللہ کی محبت میں بے خودی نہیں ہوتی بندگی میں روح نہیں آتی یہی محبت سیکھنے کے لیے خانقاہوں کو قائم کیا گیا ہے ورنہ کتب بینی تو آپ اپنے گھر میں بھی کر سکتے ہیں لیکن کتابوں سے محبت نہیں ملتی محبت تو اہل محبت کی صحبت سے ملتی ہے۔ لہٰذا میں یہ سوال کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈھائی سال خلافت کی، کیا تاریخ میں کوئی اس کا ثبوت دے سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ربیع الاول میں مسجد نبوی میں روغنِ زیتون سے چراغاں کیا ہو؟ یہاں تو آج کل بلب ہیں، اُس زمانہ میں تو بلب نہیں تھے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیتون کے تیل سے بہت سے چراغ تو جلا سکتے تھے لیکن کوئی چراغاں نہیں ہوا۔ کیا ابو بکر صدیق جنہوں نے اپنی جان فدا کی، جن کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دن کی عبادت عمر کی ساری زندگی کی عبادت سے افضل ہے اور وہ کون سے دن کی عبادت تھی؟ جہاد کے دن جبکہ صحابہ نے کہا کہ ابھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے، ابھی جہاد کے لیے ہمیں شرح صدر نہیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہے کیونکہ جب غارِ ثور میں یہ آیت نازل ہوئی لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ غمگین نہ ہو اے

ابوبکر صدیق! اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو اس وقت میں تھا اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے، کوئی تیسرا نہیں تھا لہٰذا خدا کا میرے ساتھ ہونا قرآن پاک سے ثابت ہے۔ یہ فرما کر تلوار گردن میں لٹکائی اور تنہا جہاد کے لیے نکل گئے فَتَقَلَّدَ سَیْفَهٗ وَخَرَجَ وَحْدَهٗ یہ دیکھ کر تمام صحابہ کو شرحِ صدر ہو گیا اور سارے صحابہ آپ کے ساتھ ہو گئے تو اتنا عشق کرنے والا جن کے لیے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صدیق اکبر کی وہ ایک دن کی عبادت جب انہوں نے مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد کیا عمر کی زندگی کے تمام دنوں کی عبادات سے افضل ہے اور ایک اس رات کی عبادت جب انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی میری تمام راتوں کی عبادت سے افضل ہے، اتنا بڑا عاشق جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک پلڑے میں سارے پیغمبروں کی امت کے صحابہ کا اور میرے صحابہ کا ایمان رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں صدیق اکبر کا ایمان رکھا جائے تو ان کا پلڑا جھک جائے گا یعنی اس امت کے صحابہ اور پچھلی تمام امتوں کے صحابہ کے ایمان سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان ہے تو اس سب سے بڑے عاشقِ رسول نے ڈھائی سال حکومت کی اور ڈھائی سال کے اندر دو بار ربیع الاوّل آیا تھا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی چراغاں نہیں کیا۔ اس زمانہ میں زیتون کا تیل تو تھا، دس بیس چراغ تو جلا ہی سکتے تھے اور سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کیا کمی تھی، بہت مالدار تھے اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف بہت بڑے تاجر تھے، بہت مالدار تھے، ان مالدار صحابہ نے بھی کوئی چراغ نہیں جلایا، وہ اپنے دل میں چراغ جلاتے تھے، صحابہ اپنے دلوں میں اتباعِ سنت کے نور سے چراغ جلاتے تھے۔

نافرمانی کرنا عشقِ رسول ﷺ کے خلاف ہے

آج ڈاڑھیاں مونڈی جارہی ہیں، مونچھیں بڑی بڑی رکھی ہیں، طبلے سارنگیاں بج رہی ہیں، جماعت سے نمازیں چھوٹ رہی ہیں اور یہ سب سے بڑے عاشقِ رسول ہیں، یہ عشقِ رسول ہے؟ ۔

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَ اَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ
هٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٗ
لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقاً لَّاَطَعْتَهٗ
فَاِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٗ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہو ظالمو! اور عشقِ رسول کا دعویٰ کرتے ہو، اگر تمہارا عشق سچا ہوتا تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے کیونکہ عاشق تو اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوتا ہے۔ یہ کیسا عشق ہے کہ جماعت کی نمازیں چھوڑ رہے ہیں، مسجدیں خالی ہیں اور جلوس میں سب آدمی گھسے چلے جارہے ہیں، کیا صحابہ کے اندر یہ سمجھ نہیں تھی کہ وہ جلوس نکالتے؟ آج اخبارات میں ہے کہ خوشی مناؤ، ارے تمہاری خوشی جب قبول ہوگی جب صحابہ کے طریقے پر ہوگی، ان کے طریقہ کے خلاف تمہاری خوشی قبول نہیں ہوسکتی، یہ دیکھو کہ حضراتِ صحابہ نے کیسے خوشی منائی؟ ان سے اللہ راضی ہوگیا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اللہ ان سے راضی تو ان کے اعمال سے بھی راضی لہٰذا جیسے صحابہ کرام ایک ایک سنت پر جان دیتے تھے ہم بھی جان دینا سیکھیں۔ دیکھو! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس گھر میں ناشتہ نہیں کیا جس گھر میں تصویر تھی اور آج عاشقِ رسول بنے ہوئے ہیں اور ان کا سارا گھر تصویروں سے بھرا ہوا ہے، گانے بجانے رات دن ہورہے ہیں، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر چل رہے

ہیں، بس بارہ ربیع الاول میں چراغاں کرلیا اور جلوس نکال لیا تو بہت بڑے عاشق رسول ہوگئے۔ ارے تمہارا عشقِ رسول جب قبول ہوتا جب تم سنت کے مطابق مونچھیں کاٹ دیتے اور ڈاڑھیاں بڑھالیتے اور پانچوں وقت کی جماعت سے نماز ادا کرتے۔ ہمیں ثابت کردو کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان حضرات نے ربیع الاول منایا، چراغاں کیا بلکہ کسی صحابی سے ثابت کردو کہ انہوں نے ربیع الاول منایا ہو؟ عاشقِ رسول وہ ہیں جو سنت پر چلتے ہیں، سبحان اللہ! ہمارا ربیع الاول تمام سال ہے، ہمارا میلاد شریف ہماری زندگی کی ہر سانس ہے، ہماری ہر سانس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوبی ہوئی ہے، یہ تھوڑی کہ سال میں ایک مرتبہ جھوم جھوم کر پڑھ لیا اور سارے سال نافرمانی کرتے رہے۔ جو بھی اتباع سنت کرتا ہے اس کا سارا سال ربیع الاول ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانے کا مقصد یہ تھا کہ بندے اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلیں اور خدا کے غضب اور قہر کے اعمال سے بچیں، یہ اصلی مولود شریف ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا حق وہ ادا کرتا ہے جو گناہ چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ پر اپنی جان فدا کردے، میرا شعر ہے ؎

وہ لمحۂ حیات جو تجھ پر فدا ہوا
اس حاصلِ حیات پہ اختر فدا ہوا

جو سانس اللہ تعالیٰ پر فدا ہو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر فدا ہو یہ ہے اصلی مولود شریف۔ ایک ایک سنت کو سیکھئے اور اس پر عمل کیجیے، یہ ہے ربیع الاول، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی لیے تشریف لائے تھے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لیے تشریف نہیں لائے تھے کہ سال میں ایک دفعہ ہندوؤں کی دیوالی

کی طرح مسجدوں میں چراغاں کرلو، جلوس اور ریلیاں نکال کر گانے بجانے کرو اور گھروں میں وی سی آر، سینما، ٹی وی چلاؤ۔ آہ! گانا بجانا گھر سے نہ نکلا اور دعویٰ ہے عشقِ رسول کا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں گانا بجانا مٹانے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں اور آج سب کے گھر میں خوب گانے بجانے ہو رہے ہیں، ٹھیلے والے بھی گانے بجا رہے ہیں، سبزی بیچ رہا ہے اور گانے بجانے چل رہے ہیں۔ بتاؤ! اس امت کا کیا حال ہے؟ سب سے بڑا ربیع الاول یہ ہے کہ ہم گناہ چھوڑ دیں، سب سے بڑا ربیع الاول یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو عملی طور پر اختیار کریں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رات دن درود شریف پڑھیں، یہ ہے اصلی چیز۔

درود شریف کے فضائل

ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، دس گناہ معاف ہوتے ہیں، دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب بندہ کہتا ہے **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ** تو اللہ تعالیٰ کا نامِ مبارک بھی منہ سے نکلا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک بھی منہ سے نکلا تو بندہ دونوں کریم کے درمیان میں ہوجاتا ہے، اس کے دونوں ہاتھ میں لڈو ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نام کا لڈو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کا لڈو۔

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
ہاتھ میرے دونوں نکلے کام کے

میرے مرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب بندہ درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کا مزہ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام مبارک کا مزہ، درود شریف میں دونوں مزے ہیں اور بندہ دو کریم

کے درمیان ہوجاتا ہے ۔

یا رب تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ما ایم میانِ دو کریم

اے ہمارے رب! آپ کریم ہیں اور آپ کا نبی بھی کریم ہے، صد شکر کہ درود شریف کی برکت سے ہم دو کریم کے درمیان میں ہیں تو جس کی کشتی ایسے دو کریم کے درمیان میں چل رہی ہو، جس کشتی کے ایک طرف اللہ اور دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو وہ کشتی کیسے ڈوب سکتی ہے؟ درود شریف میں دو مزے ہیں، کسی عبادت میں یہ مزہ نہیں ہے کہ بیک وقت دونوں لڈو ملیں یعنی اللہ تعالیٰ کا نامِ پاک بھی زبان پر ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی نام مبارک منہ سے نکلے۔ درود شریف پڑھتے وقت تصور کریں کہ میں روضۂ مبارک پر حاضر ہوں اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جو بارش ہو رہی ہے اس کے چھینٹے مجھ پر بھی پڑ رہے ہیں، یہ ہے درود شریف پڑھنے کا طریقہ۔

اصل عشقِ رسول اتباعِ رسول ﷺ ہے

آپ ہمارے بزرگوں کو دیکھیں جن کی ہر سانس سنت پر فدا ہو رہی ہے۔ جیسا میں نے ابھی بتایا کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کے خادم نے سنت کے خلاف حضرت کا کُرتا اُتار دیا، مولانا محمد احمد صاحب نے فرمایا کہ مجھے دوبارہ کرتا دوبارہ پہناؤ، کیونکہ تم نے سنت کے خلاف کُرتا اُتارا ہے، پہلے سیدھے ہاتھ میں پہناؤ پھر بائیں ہاتھ میں اور اگر اتارو تو پہلے بائیں ہاتھ سے پھر دائیں ہاتھ سے، یہ ہے عشقِ سنت۔ آہ! یہ کون سا عشق ہے کہ عربی لباس پہن کر اور گھوڑے پر بیٹھ کر تلوار لیے چلے آرہے ہیں۔ نعوذ باللہ جنگ بدر والا نقشہ پیش کر رہے ہیں، یہ عشقِ سنت ہے یا سنت کا مذاق اُڑانا ہے؟ ساری سنتیں

کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں، میں نے بھی ایک کتاب لکھی ہے **پیارے نبی کی پیاری سنتیں** تو دوستو! ان سنتوں کی کتابوں کو پڑھ کر سنت کے مطابق عمل کیجیے مثلاً بخاری شریف کی روایت ہے کہ جوتا پہننے کی سنت یہ ہے کہ جب جوتا پہنے تو دائیں پیر میں پہنے اور جب اُتارے تو بائیں پیر سے اُتارے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت گانا بجانا نہیں ہے۔ آج امت گانا سننے کے لیے بے چین ہے، کہتے ہیں جب تک گانا نہیں سنتے ہیں مزہ نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں گانا بجانا مٹانے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں اور آپ گانے بجانے کی آواز سن کر دونوں انگلیوں سے کانوں کو بند کر لیتے تھے تاکہ آواز نہ سنائی دے۔ جو دن رات گانے سنتا ہے اور کہتا ہے کہ میں عاشقِ رسول ہوں اور ربیع الاوّل کے جلوس میں شریک ہوتا ہے جہاں زور وشور سے گانے بجتے ہیں وہ کس منہ سے عاشقِ رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟ اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصویروں کو بھی منع فرمایا ہے کہ جہاں تصویر ہوگی وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے، لیکن عشقِ رسول کا دعویٰ کرنے والوں کے گھروں کو دیکھو تو عورتوں کی تصویروں سے تمام گھر بھرے ہوئے ہیں۔

دوستو! اصل ربیع الاول اس کا ہے جو رات دن ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد رکھتا ہے، سال میں ایک مہینہ کے لیے نہیں، ایک دن کے لیے نہیں، بارہ ربیع الاول کے لیے نہیں، جس کی ہر سانس بارہ ربیع الاول ہے، جو اللہ کے نبی کی سنت پر زندہ رہتا ہے، ہر سانس میں سوچتا ہے اور اہلِ علم سے پوچھتا ہے کہ یہ خوشی کیسے مناؤں، شادی کیسے ہو؟ غمی کیسے ہو؟ ساری سنتیں پوچھتا ہے اور سنت پوچھ کر سنت کے مطابق خوشی اور غمی کی تقریبات کرتا ہے تو جس کی ہر سانس سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر فدا ہو، اس کی ہر سانس بارہ ربیع الاول ہے اور بارہ ربیع الاول کو جلوس اور چراغاں کرنا اگر اچھی چیز ہوتی تو صحابہ ضرور

کرتے کیونکہ وہ جان فدا کرنے والے تھے، پروانۂ شمعِ رسالت تھے، وہ اس پر ضرور عمل کرتے لیکن شریعت نے ان چیزوں کو منع کیا ہے کہ اسراف وفضول خرچی مت کرو، آگ جلانا اور جگہ جگہ چراغاں کرنا ہندؤں اور مجوسیوں کا طریقہ ہے۔

بہر حال میں اپنے دوستوں سے عرض کرتا ہوں کہ جس مسجد میں رات دن سنتوں پر عمل ہو رہا ہے، پانچوں نمازوں میں مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ کا وِرد ہو رہا ہے تو الحمدللہ ہمارا روزانہ بارہ ربیع الاول ہے کیونکہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف نہ لاتے تو ہمیں مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے نکلنے کی سنتوں کا کیسے پتہ چلتا؟ تو جو شخص آپ کی سنت پر عمل کر رہا ہے اس کا روزانہ بارہ ربیع الاول ہے یا نہیں؟ کیونکہ آپ کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد یہی ہے کہ امت آپ کے نقشِ قدم کی اتباع کرے کیونکہ ؎

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

یہ میرا ہی شعر ہے۔ اس لیے میں نے عرض کیا کہ ہماری مسجدیں صحابہ کے طریقے پر آباد ہیں۔ اگر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے مسجد نبوی میں چراغاں نہیں کیا تو الحمدللہ! ہماری مسجدیں بھی صحابہ کرام کی یادگار ہیں۔ خدا کے ان عاشقوں کی نقل کر کے ہمیں کوئی حسرت نہیں، تم کچھ بھی کہتے رہو ہمیں اس پر کوئی ندامت نہیں ہے بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گذار ہیں جس نے ہمیں ان کی اتباع کی توفیق دی اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! ہماری زندگی صحابہ کی سنت کے مطابق ہو جائے جس کی ہم کوشش کر رہے ہیں، ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم نے کامل اتباع کر لی لیکن ہم کم سے کم کچھ کوشش

کرتے ہیں کہ ان کے طریقے پر ہمارا ربیع الاول گذرے جیسے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ربیع الاول تھا، جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ربیع الاول تھا، جیسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ربیع الاول تھا، جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ربیع الاول تھا۔ ہم ان صحابہ کے مطابق ربیع الاول گذارنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک سانس بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھولنا بے وفائی اور اپنے ایمان کا ضیاع اور تباہ کاری سمجھتے ہیں۔ ہم پناہ چاہتے ہیں کہ ہمارا کوئی عمل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نہ ہو۔ ہم تو آنکھوں کو بھی آپ کی سنت کے مطابق استعمال کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے علی خبردار! نامحرم عورتوں کو مت دیکھنا، نظر کی حفاظت کرو۔ پس کسی امرد یعنی بے ڈاڑھی مونچھ کے لڑکوں کو دیکھنا یا کسی کی ماں، بہن، بہو، بیٹی کو دیکھنا یا اخبارات میں فلم ایکٹرز کی تصویریں دیکھ دیکھ کر للچانا یہ ربیع الاول کا حق ادا ہو رہا ہے؟

ربیع الاوّل کی حقیقت پانے والے

آنکھوں کی سنت یہ ہے کہ جن چیزوں کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ان چیزوں سے ہم اپنی آنکھوں کو بچالیں جس نے یہ کرلیا نبی کی سنت اس نے ادا کردی، ربیع الاول کی حقیقت اس نے پالی، جس نے اپنے کان کو گانا سننے سے بچالیا اس نے ربیع الاول کی حقیقت پالی، جس نے اپنی زبان کو گناہ سے بچایا، جس نے اپنی شرمگاہ کو گناہوں سے بچایا اور اپنی زندگی کو حرام کاریوں سے بچایا، اللہ کے غضب وقہر کے اعمال سے بچایا اس کو ہر وقت ربیع الاوّل کی حقیقت حاصل ہے۔ روزانہ درود شریف پڑھئے، ہر وقت دعا کے آگے پیچھے درود شریف پڑھیے۔ سبحان اللہ! کسی وقت بھی ہمارا ربیع الاول ہم سے الگ نہیں۔

رسالت کا اصل مقصد توحید ہے

سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگو! اگر درود شریف نہیں

پڑھو گے تو تمہاری دعا آسمان کے اوپر نہیں جائے گی، لیکن آپ نے توحید کی حفاظت کے لیے اُس درخت کو کٹوا دیا جس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیٹھ کا سہارا لے کر صحابہ کو جہاد کے لیے بیعت کیا تھا، بعض لوگ برکت کے لیے اس درخت کے پاس بیٹھ کر دعا مانگنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ آج تو یہی ہے کہ لوگ اس درخت کو اس لیے مبارک سمجھ کر دعا کر رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس درخت سے پیٹھ کا سہارا لگا کر صحابہ سے بیعت لی تھی لیکن کل اس درخت کو سجدے شروع ہو جائیں گے اور خدا کو چھوڑ کر درختوں کی پوجا شروع ہو جائے گی۔ یہ سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یقین تھا، ان کی توحید کی ہمت تھی کہ ایسے مبارک درخت کو کاٹ دیا تاکہ امت کا ایمان ضائع نہ ہو اور توحید جو مقصد ہے رسالت کا اس کو نقصان نہ پہنچے۔ نبی کا مقصد یہ ہے کہ بندوں کو غیر اللہ سے، باطل خداؤں سے کاٹ کر اللہ سے جوڑ دے۔ نعوذ باللہ نبی اپنی پوجا کے لیے نہیں آتا۔ پیغمبر کا یہ مقصد کبھی نہیں ہوتا کہ لوگ مجھے پوجیں۔ آپ نے منع فرمایا کہ خبردار! میری قبر کو عبادت گاہ مت بنانا۔

آج کل کے لوگ تو سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی فتویٰ لگا دیں کہ نعوذ باللہ وہ بھی اولیاء اللہ کے قائل نہیں تھے اور یہاں یہ بات بتا دوں کہ ہم اولیاء اللہ کے غلام ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم اولیاء اللہ کو نہیں مانتے وہ ہم پر بہتان باندھتے ہیں، قیامت کے دن ان کو جواب دینا پڑے گا۔ ہم تو اولیاء اللہ کے غلام ہیں، ہمارے بزرگ چاروں سلسلوں میں بیعت کرتے ہیں۔ ہم ہرگز ان لوگوں میں نہیں ہیں جو اولیاء اللہ کو نہیں مانتے، ہم اولیاء اللہ کو خدا نہیں سمجھتے بلکہ اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ سمجھتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ چونکہ ہم خلافِ سنت باتوں کو منع کرتے ہیں تو جو لوگ خلافِ سنت کاموں میں مبتلا ہیں وہ ہمیں اپنے کباب میں ہڈی سمجھتے ہیں، انہوں نے اپنے حلوے مانڈے کے لیے ہمیں

بدنام کیا ہے کہ ہم بزرگوں کو نہیں مانتے۔

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ نادانی سے انگریزوں کی چالوں کی وجہ سے ہم کو اولیاء اللہ کا مخالف کہتے ہیں، قیامت کے دن ہم کو بدنام کرنے کا اللہ کے یہاں جواب دینا پڑے گا۔ ان لوگوں کو ہم کیا جانیں جو ہم اولیاء اللہ کو نہیں مانتے، ہم تو اللہ تعالیٰ کے کلامِ پاک، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک اور صحابہ کے اعمال جانتے ہیں اور مانتے ہیں اور ہمارا عقیدہ سن لیجیے کہ ہم اولیاء اللہ کی جوتیوں کی خاک کے ذرّات کو بادشاہوں کے تاجوں کے موتیوں سے افضل سمجھتے ہیں۔ یہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے جو انہوں نے اپنے شاگردِ خاص مولانا عبداللہ شجاع آبادی سے اور دوسرے شاگردوں سے فرمایا تھا جب ان کی بخاری شریف ختم ہوئی تھی کہ مولویو! بخاری شریف ختم ہوگئی لیکن بخاری شریف کی روح جب حاصل ہوگی جب کچھ دن کسی اللہ والے کی جوتیاں اُٹھاؤ گے لہٰذا اب جاؤ! اور کچھ دن کسی اللہ والے کی جوتیاں اُٹھالو، کچھ دن خدا کے عاشقوں کی محبت میں رہ لو تب پتہ چلے گا کہ بخاری شریف کیا چیز ہے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حدیث پڑھنے پڑھانے کا مزہ تب ہے جب پڑھنے والا بھی صاحبِ نسبت ہو اور پڑھانے والا بھی صاحبِ نسبت ہو اور نسبت سے کیا مُراد ہے؟ ولی اللہ ہو، اس کو اللہ تعالیٰ کا خاص تعلق حاصل ہو۔

خدا کے سوا کسی کو علمِ غیب نہیں

یہاں پر ایک بات یاد آئی، قرآن شریف میں ہے کہ ھد ھد غائب تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے سارے پرندوں کو جمع کر کے پوچھا کہ ھد ھد کہاں ہے؟ اگر کسی خاص مقصد کے لیے غائب نہیں ہوا تو آج میں اس کو ذبح کر دوں گا، اتنے میں ھد ھد حاضر ہوگیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا

کہ اے ھد ھد! تو کہاں گیا تھا؟ تو اس نے کہا **اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُکَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ** میں آپ کے پاس ایسی خبر لایا ہوں جس کا علم آپ کو نہیں ہے۔ اب بتائیے! نبی کے علمِ غیب کی نفی کر رہا ہے۔ دیکھا آپ نے کیا ھُد ھُد بھی گمراہ نکلا **لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿**لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا ھُوْ**﴾

علمِ غیب صرف اللہ کو ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہو گیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تلاش کرو۔ اِس جگہ پانی نہیں تھا تو تیمم کر کے نماز پڑھنے کی آیت نازل ہوئی۔ جب قافلہ تیمم کر کے نماز پڑھ چکا اور آگے روانہ ہوا تو اونٹ اٹھا جس کے نیچے ہار چھپا ہوا تھا۔ اگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب ہوتا تو ہار کا بھی علم ہوتا اور آپ بتا دیتے کہ ہار اونٹ کے نیچے ہے۔ کیا نبی ایسا کر سکتا ہے کہ اس کو علم ہو کہ ہار اونٹ کے نیچے ہے اور صحابہ بے چین ہوں، پریشان ہوں اور وہ نہ بتائے؟

اولیاء اللہ سے براہِ راست مانگنا شرک ہے

لیکن افسوس ہے ان پر کہ جب تک ان کو شرک کی چٹنی نہ مل جائے اس وقت تک ان کو مزہ ہی نہیں آتا، لاکھ حدیثیں سنا دو مگر ان کو مزہ نہیں آئے گا لیکن اگر یہ سنا دیجئے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں شریف کی بریانی کی ایک ہڈی کوا لے گیا اور وہ اس کی گرفت سے چھوٹ کر قبرستان میں گر گئی تو گیارہویں شریف کی بریانی کی ہڈی کی برکت سے سب قبرستان والے بخش دیئے گئے۔ آہ! ایسی واہیات باتوں سے ان کو بڑا مزہ آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی عظمت، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کی عظمت کے بیان میں ان کو مزہ نہیں آتا، پیروں کو خدا سے بڑھاتے ہیں۔

خدا فرما چکا قرآں کے اندر
میرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے
جسے تو مانگتا ہے اولیاء سے

اولیاء اللہ کا وسیلہ تو جائز ہے لیکن ان سے براہِ راست مانگنا شرک ہے، کسی قبر سے کہنا کہ ہمیں بچہ دے دو، ہماری روزی نہیں ہے ہمیں رزق دے دو، یہ بالکل کفر ہے، ایسا شخص کافر ہو کر جہنم میں جائے گا لیکن یہ کہنا کہ یا اللہ! اپنے مقبول بندوں کے صدقے میں، اپنے اولیاء کے صدقے میں اور سب سے بڑھ کر ہمارے پیارے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہماری دعاؤں کو قبول فرمالیجیے۔ بتا دیا کہ انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ جائز ہے یعنی ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے مانگنا جائز ہے براہِ راست انبیاء و اولیاء کی قبروں سے مانگنا شرک ہے۔

بدعت کی خرافات

خیر یہ چند باتیں کہہ دیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ مسجد اشرف میں چراغاں کیوں نہیں ہوا۔ شکر ادا کرو کہ صحابہ کے مطابق ہمارا ربیع الاول گذرا ہے۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اگر مسجد نبوی میں چراغاں نہیں کیا تو آج الحمدللہ ہماری مسجد میں بھی چراغاں نہیں ہوا۔ الحمدللہ! یہاں سنت کا نور ہے، سنت کا چراغ دل میں جلاؤ، سنتوں پر عمل کرو۔ ایک سنت کا نور سورج چاند سے بڑھ کر ہے۔ جس نے سنت پر عمل کر کے سنت کا نور حاصل کرلیا اس کو ان چراغوں سے، ان بلبوں سے کیا نسبت؟ اس کے دل میں تو سورج اور چاند سے زیادہ نور آ گیا کیونکہ سورج اور چاند مخلوق کا نور ہے، اتباعِ سنت سے خالق کا نور دل میں آتا ہے۔

تسخیرِ مہر و ماہ مبارک تمہیں مگر
دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں

ان کے دل میں اگر روشنی ہوتی تو جماعت سے نمازیں ادا کرتے، ان کے چہروں پر ڈاڑھیاں ہوتیں، گھروں میں تصویریں نہ ہوتیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے تشریف لائے تھے کہ صرف ربیع الاوّل میں امت آپ کی محبت میں شعر پڑھ لے، جلوس نکال لے اور گھوڑے پر بیٹھ جائے۔ بعض علاقوں میں نعوذ باللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش دکھائی گئی اور آپ کی والدہ کی آواز نکالی گئی گویا کہ نو مہینے پورے ہوگئے، اس کے بعد ایک عورت نے تکلیف میں رونے کی آواز نکالی اور پھر ایک بچہ کی پیدائش دکھائی گئی، وہ بچہ کیں کیں کررہا ہے اور کہا گیا کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوگئے۔ یہ کیا ہورہا ہے؟ ذرا سوچو! یہ دین کا مذاق اُڑایا جارہا ہے یا نہیں؟ یہ عشقِ رسول ہے یا گستاخی ہے؟ ان حماقتوں پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔

میرا مقصد اس مضمون سے یہ تھا کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ ہماری اس مسجد میں چراغاں نہیں ہوا اور صحابہ کے طریقے کی اتباع کی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ یہ ڈے منانا، موت و پیدائش کا دن منانا اسلام میں نہیں ہے، یہ یورپ سے آیا ہے، کافروں سے آیا ہے۔ آپ ہمیں ایک مثال بتادیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ڈے منایا ہو یا بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ڈے منایا ہو یا کسی صحابی نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ڈے منایا ہو، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کا ڈے منایا ہو۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں منایا، صحابہ نے نہیں منایا تو ہم کیوں منائیں؟ اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ ایسے لوگوں کو ان کے مقتدا اور گمراہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ڈے مناؤ، خوشی مناؤ، حلوہ ضرور پکاؤ۔ کیا یہ خوشی کا طریقہ ہے؟ خوشی کا طریقہ گناہ چھوڑنا ہے، خوشی کا طریقہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ یہ ہے

اصلی خوشی۔ کوئی بیٹا ابا کو رات دن حلوہ کھلائے لیکن ابا کی مرضی کے خلاف چلے تو کیا ابا خوش ہوں گے؟ شبِ براءت میں حلوہ کھالیا اور کہا کہ صاحب یہ نبی کی سنت ہے کیونکہ احد کے دامن میں آپ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے تھے اور بقول ان کے حضرت اویس قرنی نے اپنے ۳۲ دانت توڑ لیے تھے کہ معلوم نہیں کون سا دانت شہید ہوا ہے۔ چلو ہم مان ہی لیتے ہیں کہ انہوں نے ۳۲ دانت توڑ دیئے اور پھر ان کی اماں نے ان کو حلوہ کھلایا، اب یہ کہتے ہیں کہ ان کی اتباع میں ہم شبِ براءت کا حلوہ کھاتے ہیں لیکن ذرا اس کی حقیقت بھی سن لیجیے کہ جنگِ اُحد شوّال میں ہوئی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے تھے لیکن حلوہ شعبان میں دو مہینے ایڈوانس یعنی پیشگی کھا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سب حلوہ کھانے کی ترکیبیں ہیں اور من گھڑت باتیں بنائی ہیں، پھر حضرت اویس قرنی کی ۳۲ دانت توڑنے والی سنت تو مشکل تھی کہ پتھر کے بٹے سے دانت توڑنے پڑتے لہٰذا وہ چھوڑ دی لیکن نرم حلوہ سارا نگل گئے، دو سنتوں میں سے نرم چارہ نگل لو اور مشکل والی چھوڑ دو کیونکہ استادوں سے سنا ہوگا کہ سوالات میں جو آسان سوال ہے اسے حل کرلو، مشکل سوال چھوڑ دو اور پھر عبادت کی رات کو شیطان نے کیا کیا کہ حلوہ ٹھسوا کر پیٹ میں بلوہ مچا دیا جب زیادہ حلوہ کھائے گا تو پیٹ میں ریاح کے دُسے بلوہ مچے گا اور جب کھٹا کھٹ ہوا نکلے گی اور وضو نہیں رہے گا تو عبادت کیسے کرے گا؟ اس لیے شیطان نے کیا چال چلی کہ خوب ٹھسوا دیا حلوہ اور حلوہ نے مچا دیا بلوہ پھر کیسے نظر آئے گا خدا کا جلوہ؟ اللہ تعالیٰ گمراہی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

بس دعا کیجئے! اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر اور آپ کی ایک ایک سنت پر جان دینے کی توفیق عطا فرمائے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو ہمارے سینوں میں بھر دے

اور بلا استحقاق سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہم سب کو خواب میں عطا کرے۔ ہم اس قابل نہیں ہیں، ہمیں اس کا استحقاق نہیں ہے لیکن آپ کریم ہیں، آپ بھی کریم ہیں اور آپ کا نبی بھی کریم ہے۔

یارب تو کریمی و رسولے تو کریم

یا اللہ! تو بھی کریم ہے اور تیرا نبی بھی کریم ہے، دو کریموں کے کرموں میں ہماری کشتی ہے، یا اللہ! اپنی رحمت سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہم سب کو خواب میں نصیب فرمادے اور خواب میں زیارت سے بڑھ کر بھی ایک نعمت ہے اور وہ ہے آپ کی سنت پر عمل کی توفیق اور آپ کی نافرمانی سے بچنا۔ پس اے اللہ! یہ نعمت بھی عطا فرمادے اور اپنی اور اپنے نبی کی محبت سے ہمارے سینوں کو لبریز فرمادے اور جو لوگ آپ کے فرامینِ عالیہ کو پاش پاش کر رہے ہیں اے خدا! ہم سب کو توفیق عطا فرمادے کہ ہم آپ کے فرمانِ عالیشان کو سر آنکھوں پر رکھ کر اس پر عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچی اتباعِ سنت اور صحیح اور حقیقی ربیع الاوّل نصیب فرمائے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اتباع والی نصیب فرمائے اور جذبۂ ایمان اور جذبۂ محبتِ رسول حضراتِ صحابہ والا اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے جو اللہ کے یہاں مقبول ہے، جس سے خدا راضی ہے، جن سے راضی ہونے کی سند اللہ نے قرآن میں نازل فرمادی کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ الحمدللہ! ہماری یہ مساجد اور ہمارا یہ عمل ان کے طریقے پر ہے جن سے اللہ راضی ہوا ہے۔ صحابہ کے طریقے کے خلاف جو ہیں ان کے لیے رضا مندی کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بدعات سے محفوظ فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ.

مواعظ حسنہ نمبر ۷۴

علم اور علماء کرام کی عظمت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: علم اور علماء کرام کی عظمت

نام واعظ: عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
دام ظلالهم علينا الى مأة و عشرين سنة

تاریخِ وعظ: ۲۴؍شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۴؍مئی ۱۹۸۶ء
اور دیگر وعظ وملفوظات کا مجموعہ

موضوع: علمِ دین اور علماء کرام کی عظمت وفضیلت

مرتب: یکے از خدام حضرت والا مد ظلہم العالی (سید عشرت جمیل میرؔ صاحب)

کمپوزنگ: سید عظیم الحق ا۔ جے ۶۷/۳، مسلم لیگ ہاؤس، ناظم آباد نمبر۔۱

اشاعت اوّل: رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

ناشر: کُتب خانہ مَظہری
گلشن اقبال۔۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

فہرست

نمبر شمار	عُنوان	صفحہ نمبر
۱	عرضِ مرتب	۱۳۱
۲	شیخ بنانا کیوں ضروری ہے؟	۱۳۳
۳	علماء کے سامنے دعویٔ علم بے ادبی ہے	۱۳۵
۴	عمامہ کے متعلق بعض غلط فہمی کا اِزالہ	۱۳۷
۵	لنگی پہننا سنّتِ موکدہ نہیں ہے	۱۳۸
۶	غیر ضروری کو ضروری سمجھنا گمراہی ہے	۱۳۹
۷	اصلی عشقِ رسول اتباعِ رسول ہے	۱۴۰
۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا واقعہ	۱۴۲
۹	حضرت آسیہ کا ایمان	۱۴۳
۱۰	نااہل سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے	۱۴۴
۱۱	حضرت آسیہ کے لیے ایک عظیم الشان نعمت	۱۴۵
۱۲	اللہ پر فدا ہونے کا انعام	۱۴۶
۱۳	اللہ کے نام کی لذت	۱۴۹
۱۴	اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے کیوں تعبیر کیا گیا؟	۱۵۰
۱۵	حضور ﷺ کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو سات نصیحتیں	۱۵۱
۱۶	صحابہ کرام کی دین کی حرص	۱۵۲
۱۷	علماء پر تنقید نادانی و بدفہمی ہے	۱۵۳
۱۸	اسلام کا پیغام سارے عالم میں پہنچ چکا ہے	۱۵۴

۱۹	کافروں کو مسلمان کرنا فرض نہیں ہے	۱۵۵
۲۰	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد	۱۵۸
۲۱	علماء کی تحقیر حرام ہے	۱۵۹
۲۲	اہانتِ علم و علماء کفر ہے	۱۶۱
۲۳	اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ	۱۶۲
۲۴	اہلِ علم کا بلند درجہ	۱۶۴
۲۵	علماء فرض کام میں لگے ہوئے ہیں	۱۶۴
۲۶	ہر مسلمان پر دعوت الی اللہ فرض نہیں	۱۶۷
۲۷	حضرت یوسف علیہ السلام کی دعاءِ حسنِ خاتمہ	۱۶۹
۲۸	دعوت الیٰ اللہ کے لیے صلاحیت بھی شرط ہے	۱۷۰
۲۹	اپنی نظر میں حقیر ہونا مطلوب ہے	۱۷۱
۳۰	قرآنِ پاک کی رُو سے نبیوں والے کام	۱۷۲
۳۱	قرآن کا ترجمہ محض لغت سے کرنا عظیم گمراہی ہے	۱۷۳
۳۲	نباتات کے سجدہ کرنے سے کیا مراد ہے؟	۱۷۴
۳۳	حکمت کی تعریف	۱۷۵
۳۴	تزکیۂ نفس کے مدرسے کہاں ہیں؟	۱۷۹
۳۵	تزکیۂ نفس کی مثال	۱۸۲
۳۶	تزکیۂ نفس کی تعریف	۱۸۲
۳۷	شیخ کامل کے بغیر اصلاح نہیں ہوتی	۱۸۵
۳۸	جعلی پیروں کی جہالت	۱۸۶
۳۹	جس کا کوئی پیر نہ ہو اسے پیر نہ بنائیں	۱۸۷

۴۰	حضور ﷺ کا توکل	۱۸۸
۴۱	اپنی اور اہل وعیال کے دین کی فکر مقدم ہے	۸۹
۴۲	دین کے کام میں حدودِ شریعت کالحاظ ضروری ہے	۱۹۱
۴۳	تبلیغی جماعت نافع ہے، کافی نہیں	۱۹۷
۴۴	تزکیۂ نفس علماء پر بھی فرض ہے	۱۹۸
۴۵	اکابر کا فنائے نفس	۲۰۱
۴۶	دین کے شعبے آپس میں رفیق ہیں، فریق نہیں	۲۰۳
۴۷	تبلیغی جماعت کا عظیم الشان فائدہ	۲۰۴
۴۸	تبلیغ کے مسائل بتانا تبلیغ کا انکار نہیں ہے	۲۰۴
۴۹	تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے	۲۰۵
۵۰	مبارک اور بے مثال جماعت	۲۰۷
۵۱	علماء کا اکرام نجات کا سرمایہ ہے	۲۰۸
۵۲	کثرتِ ضحک کی شرح	۲۰۹
۵۳	ہنسنے میں بھی دل اللہ سے غافل نہ ہو	۲۱۱
۵۴	حق بات کہنے کا سلیقہ	۲۱۲
۵۵	راہِ حق میں طعن وملامت سے نہ ڈریں	۲۱۴
۵۶	اپنے عیوب کا استحضار رکھیں	۲۱۵
۵۷	اللہ والے کی نافرمانی کی سزا	۲۱۵
۵۸	اہلِ علم کی فضیلت	۲۱۷
۵۹	بزرگوں کی دعاؤں کا اثر	۲۱۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ مُرَتِّب

پیشِ نظر وعظ محبی ومحبوبی، سیدی وسندی، مرشدی ومولائی، شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ادام اللہ تعالٰی ظلھم علینا الی مائۃ و عشرین سنۃ کے دو مواعظ اور متعدد ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے اِفادۂ اُمت کے لیے ''علم اور علماء کرام کی عظمت'' کے عنوان سے مرتب کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ کا اہم وعظ ڈھاکہ، بنگلہ دیش میں ۲۴؍شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۴؍مئی ۱۹۸۶ء میں ہوا۔

پیشِ نظر عظیم الشان وعظ میں حضرت والا نے علمِ دین اور علماء کرام کی عظمت قرآن پاک اور احادیثِ نبویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں جس طرح مدلل انداز میں پیش کی ہے وہ حضرت والا کے تبحر علم اور بصیرت کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔

عوام میں جن میں اکثر دین دار لوگ بھی شامل ہیں علماء کرام کی اہانت اور تمسخر کا خطرناک رجحان نمو پا رہا ہے جس کی وجہ علماء کرام کے مرتبہ اور عظمت سے ناواقفیت ہے، ان شاء اللہ یہ بیان ان کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہوگا۔ یہ وعظ ان لوگوں کے لیے بھی مشعلِ راہِ ہدایت کا کام دے گا جو دین کا کام حدودِ شریعت کا لحاظ کیے بغیر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت والا کی ذاتِ بابرکات کو مع صحت و

عافیت تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھیں، حضرت والا کے فیوض و برکات تا قیامت جاری رکھ کر ان کو حضرت والا کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں اور ہمیں حضرت والا کی ذاتِ مبارکہ کے فیوض و برکات سے خوب خوب نوازیں اور امت کو اس وعظ سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا رب العٰلمین، بحرمة سید المرسلین علیه الصلوٰة و التسلیم

العارض

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

خادم خاص

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

منور کردے یارب مجھ کو تقویٰ کے معالم سے
ترے در تک جو پہنچادے ملادے ایسے عالم سے

کتب خانے تو ہیں اختؔر بہت آفاقِ عالم میں
جو ہو اللہ کا عالم، ملو تم ایسے عالم سے

(عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم اور علماء کرام کی عظمت

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

شیخ بنانا کیوں ضروری ہے؟

اس وقت میرا دو روحانی بیماریوں یعنی غصہ اور بدنظری کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حسنِ بیان اور اپنی نصرتِ خاص نصیب فرمائیں اور سننے والوں اور سنانے والے کو اِخلاص نصیب فرمائیں اور اِخلاص سے سننا کیا ہے؟ کہ عمل کی نیت سے سنے، خالی واہ واہ کے لیے نہیں اور سنانے والا بھی واہ واہ کا طالب نہ ہو بلکہ آہ آہ کا طالب ہو۔ واہ سے کام نہیں بنے گا، آہ سے کام بنے گا۔ اسی لیے حکیم الامت مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تخلص ہی آہ رکھا تھا۔ حضرت کا ایک شعر ہے۔

تمہاری کیا حقیقت تھی میاں آہ
یہ سب امداد کے لطف و کرم تھے

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام علمی و عملی کمالات کی نسبت اپنے شیخ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی، مطلب یہ کہ مجددِ زمانہ، ڈیڑھ ہزار کتابوں کے مصنف، بڑے بڑے علماء کے شیخ نے اپنی نفی کر کے اپنے

کمالات کو اپنے شیخ کی طرف منسوب کیا۔ یہی چیز انسان کو عجب و کبر سے اور اپنے کو بڑا سمجھنے سے محفوظ رکھتی ہے اور جس کا شیخ نہ ہو تو پھر وہ اپنی طرف نسبت کرتا ہے کہ میں نے یہ کیا، میں نے وہ کیا اور جہاں ''میں میں'' ہو وہیں انسان ذلیل ہو جاتا ہے، یہی ''میں'' والی بیماری شیطان کو تھی جس نے اَنَــا کہا تھا، اسی انانیت کو ختم کرنے کے لیے بڑے بڑے علماء نے بھی اللہ والوں کو اپنا شیخ بنایا اور تاریخ شاہد ہے کہ بڑے بڑے علماء جو علم کے آفتاب اور ماہتاب تھے ان حضرات نے بھی اپنے نفس کو مٹانے کے لیے اور اپنی تربیت کے لیے مربی اور شیخ کا انتخاب کیا۔

کوئی شخص مربہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کا کوئی مربی نہ ہو۔ آج مسجد و مدرسہ سے نکل کر دستارِ فضیلت سر پر باندھ کر فوراً مسجد میں امامت کی جگہ بناتے ہیں اور اس کے بعد مقتدیوں کے مربی بن جاتے ہیں حالانکہ پہلے خود مربہ نہیں بنے، تو جو شخص پہلے خود مربہ نہ بنا ہو وہ مربی کیسے بن سکتا ہے؟ نتیجہ یہ ہے کہ پھر لوگوں کی شکایت کرتے ہیں کہ جی مولویوں کی عزت نہیں ہے۔ مولوی کی میم پر جب تک پیش رہے گا اس کی عزت نہیں ہوگی یعنی مولوی صاحب جب تک مُولی صاحب رہے گا، مولی گاجر کے بھاؤ بکے گا۔ مولوی کے معنیٰ ہیں مولیٰ والا جیسے لاہوری کے معنیٰ ہیں لاہور والا، پشاوری کے معنیٰ ہیں پشاور والا، لکھنوی کے معنیٰ ہیں لکھنؤ والا۔ پس جب وہ مولوی اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے گا اور اللہ اللہ کر کے مولیٰ والا بن جائے گا تو ان شاء اللہ پھر مخلوق کی مجال نہیں ہوگی کہ اس کو ذلیل کرے اور جو اس کو ذلیل کرے گا اور دھمکی دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دھمک دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت السـلام ہے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں السلام کی تفسیر بیان کی ہے:

﴿اَلَّذِیْ یُسَلِّمُ عَلٰی اَوْلِیَآئِہٖ فَیُسَلَّمُوْنَ مِنْ کُلِّ مُخَوِّفٍ﴾
(تفسیر روح المعانی، ج:۲۸، ص:۶۳)

جو اپنے اولیاء کو ہر ڈرانے والے سے سلامت رکھتا ہے۔

اولیاء اللہ اور علماءِ دین کے معاملہ میں آج عوام کی جو جرأت ہے کہ مسجد میں گھڑی کی سوئی دیکھتے ہیں، اگر جماعت کے ٹائم سے ایک منٹ اوپر ہوگیا تو امام کے خلاف بولنے لگتے ہیں، گویا ان کے نزدیک امام لوہے کی ٹونٹی ہے کہ جب چاہا کھول دی، جب چاہا بند کردی، اگر استنجاء کی وجہ سے کچھ تاخیر ہوگئی تو امام صاحب کا پانچ دس منٹ انتظار کرنا چاہیے، لیکن عوام نے امام کو غلام سمجھ رکھا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک نقل فرماتے ہیں:

﴿اَکْرِمُوا الْعُلَمَآءَ فَاِنَّھُمْ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ﴾
(کنز العمال، کتاب العلم، ج:۱۰، ص:۱۵۰)

علماء کا اکرام کرو کیونکہ یہ انبیاء کے وارث اور نائب ہیں اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے:

﴿مَنْ لَّمْ یُبَجِّلْ عَالِمِیْنَا فَلَیْسَ مِنَّا﴾

جس نے علماء کی عزت نہیں کی میرا اُس سے کوئی تعلق نہیں۔

علماء کے سامنے دعویٔ علم بے ادبی ہے

اردو کی کتابیں پڑھ کر علماء کی اصلاح مت کیجیے، مفتی نہ بنیے۔ ایک بزرگ عالم نے سجدہ میں اپنی کہنیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا، بعد میں ایک صاحب نے کہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ سجدہ میں کہنیوں کو زمین سے نہ لگاؤ مثل کتے کے بیٹھنے کے، بلکہ کہنیاں اُٹھی رہیں تو مولانا نے اس سے پوچھا کہ کیا

آپ عالم ہیں؟ تو وہ کہنے لگا کہ عالم تو نہیں ہوں لیکن میں نے اردو کی کتاب میں پڑھا ہے۔ پھر مولانا نے اس سے فرمایا کہ کیا آپ کے سامنے ساری حدیثیں ہیں یا صرف ایک حدیث دیکھ کر آپ مجھ پر اعتراض کررہے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ ساری حدیثیں تو میرے سامنے نہیں ہیں تو مولانا کہنے لگے کہ تم نے مجھ پر جو اعتراض کیا تم نے گناہ کبیرہ کیا، ایک عالم کی عزت کو تم نے نقصان پہنچایا، جب تم جاہل ہو تو تمہیں کیا حق حاصل ہے نصیحت کرنے کا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو سنتیں ہیں، ایک جوانی کی، دوسری بڑھاپے کی۔ جب بڑھاپے میں آپ علیہ السلام کا جسم مبارک بھاری ہوگیا تھا تو آپ علیہ السلام اپنی کہنیوں سے گھٹنوں پر سہارا لیتے تھے۔

اگر کسی عالم کی کوئی چیز کھٹک رہی ہے تو کسی دوسرے عالم سے کہلواؤ، جیسے باپ سے متعلق کوئی چیز کھٹک رہی ہے تو تایا ابا سے گذارش کرو، خود آگے مت بڑھو۔ یہاں تو جس کو دیکھو خود ہی مفتی بنا ہوا ہے، یہ مفتی مفت کے ہیں، علم والے مفتی نہیں ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

﴿ اَجۡرَاُکُمۡ عَلَی الۡفُتۡیَا اَجۡرَاُکُمۡ عَلَی النَّارِ ﴾

(سنن الدارمی، باب الفتیا وما فیه من الشدة)

جو فتویٰ دینے میں زیادہ جری ہے، وہ جہنم میں جانے کے لیے جری ہے۔ ایسے مفت کے مفتی ہر مسئلہ کے بارے میں اپنا ذاتی خیال ظاہر کرتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ مسئلہ یوں ہے، اب تو ٹھیلے والا بھی کہتا ہے کہ میرے خیال میں یہ مسئلہ یوں ہے۔ ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ بھلا دین میں خیال بھی چلتا ہے؟ کیا دین کوئی خیالی چیز ہے؟ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فقہ کی کتاب شامی میں یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بغیر تحقیق کے مسئلہ بتانے میں جری ہوتا ہے وہ جہنم میں جانے کے لیے

جری ہوتا ہے۔ پہلے کتابوں میں دیکھو، اگر سمجھ میں نہ آئے تو اپنے اساتذہ، مستند علماء سے پوچھو اور ان کے پاس سائل بن کر جاؤ، کوئی اعتراض نہ کرو، باادب انداز میں کہو کہ حضرت میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں، شاگرد کی طرح پوچھو۔ امت کے لیے ضروری ہے کہ علماء سے شاگردانہ طریقہ سے پوچھے۔

عمامہ کے متعلق بعض غلط فہمی کا اِزالہ

ایک غیر عالم شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ عمامہ کیوں نہیں باندھتے؟ اگر عالم ہوتا تو ایسی بات نہ کرتا کیونکہ عمامہ باندھنے سے متعلق یہ باتیں مشہور ہیں کہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اور جمعہ کے دن عمامہ باندھ کر جمعہ پڑھانے سے ستر گنا زیادہ ثواب ملتا ہے، مگر محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب موضوعاتِ کبیر میں لکھتے ہیں کہ ذٰلِکَ کُلُّہٗ بَاطِلٌ مَوْضُوْعٌ یعنی یہ باطل اور گھڑی ہوئی باتیں ہیں، لہٰذا تھوڑے سے علم میں جو لوگ اُلجھ جاتے ہیں تو ان کو اس معاملہ میں جرأت نہیں کرنی چاہیے بلکہ کتابوں سے اور بڑے علماء سے رجوع کریں، ان کے پاس دماغ تو ضرور ہے مگر دماغ میں گرمی ہے، جس زمانہ میں لوگ کسی غیر واجب عمل کو واجب سمجھنے لگیں تو اس عمل کا ترک واجب ہو جاتا ہے۔ میں نے بڑے بڑے علماء و مشائخ کو خود کہتے ہوئے سنا ہے کہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ صحابہ نے ٹوپی سے بھی نمازیں پڑھی ہیں، اگر عمامہ باندھ لیا جائے تو اچھا ہے، لیکن اس کو واجب سمجھ لینا جائز نہیں۔

میں ایک دفعہ ڈھاکہ گیا تو دیکھا کہ مسجد میں منبر پر ایک عمامہ رکھا ہوا ہے، اس پر بے شمار مکھیاں بیٹھی ہوئی تھیں اور بہت سارے داغ تھے، اتنے میں امام نماز پڑھانے آیا، اس نے وہ عمامہ باندھا اور نماز پڑھائی، نماز پڑھا کر عمامہ

واپس منبر پر رکھ کر چلے گئے، محض مقتدیوں کے ڈر کی وجہ سے عمامہ باندھ کر نماز پڑھائی، بعض مسجدوں میں مقتدی غالب ہیں، جہالت کا غلبہ ہے، امام بیچارے کے ناک میں دم کیے ہوئے رہتے ہیں، لیکن کسی صحیح عالم امام سے رابطہ ہو جائے تو صحیح مسئلہ معلوم ہو جائے گا، تو اس مسجد میں یہ سلسلہ ماشاء اللہ میری ایک ہی تقریر سے ختم ہو گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ عمامہ کبھی باندھو اور کبھی نہ باندھو تا کہ امت اس کو واجب نہ سمجھنے لگے۔

تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے فرمایا کہ میں تفسیر بیان القرآن لکھتا ہوں اور اس وجہ سے مجھے بہت مطالعہ کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے میرا دماغ گرم رہتا ہے اس لیے مجھے عمامہ باندھنے کا تحمل نہیں ہوتا، پھر حضرت نے اس شخص سے ایک سوال کیا کہ تم مجھے اتنی تاکید سے عمامہ کے بارے میں کہتے ہو تو میں تم سے کہتا ہوں کہ تم لنگی کیوں نہیں باندھتے ہو جبکہ لنگی بھی تو سنت ہے تو وہ کہنے لگا کہ لنگی کھل جاتی ہے اور میں ننگا ہو جاتا ہوں۔

لنگی پہننا سنّتِ موکدہ نہیں ہے

بہت سارے علاقے ایسے ہیں جہاں لنگی باندھنے کو ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ سنتِ غیر موَکدہ اور سنتِ عادیہ میں سے ہے، لیکن لنگی باندھنے میں احتیاط بھی بہت ہونی چاہیے۔ میں نے لنگی باندھنے والوں کو بھی دیکھا ہے، کیونکہ بنگلہ دیش کے کچھ طلباء ہمارے ہاں پڑھتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے رات کو معائنہ کیا تو دیکھا کہ وہ خود کہیں تھے اور ان کی لنگی کہیں تھی۔ ایک عالم ہمارے ہاں استاد تھے اور دیوبند کے فاضل تھے، لنگی باندھتے تھے، ایک دفعہ جب مچھروں نے ان کے منہ پر کاٹا تو لنگی سے اپنا منہ چھپا لیا تو بتاؤ ایسی لنگی پہننا جائز ہے جو ستر کو دِکھائے؟ اسی لیے کہتا ہوں کہ دن کو لنگی پہنو اور رات کو پاجامہ

پہنو تاکہ تمہارے اعضاء مستورہ نہ کھل جائیں خصوصاً جبکہ دوسرے لوگ بھی ساتھ سو رہے ہو مثلاً تبلیغی اجتماع ہو یا مدرسہ میں طلبہ کا ہاسٹل (دارالاقامہ) ہو۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اگر اکیلے بھی رہو تو ننگے مت سوؤ کیونکہ اس سے فرشتوں کو حیاء آتی ہے اور ان کو تکلیف ہوتی ہے اور کسی مسلمان کو اذیت پہنچانا حرام ہے تو فرشتوں کو اذیت اور تکلیف دینا تو اور حرام ہے۔

بات چل رہی تھی حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کہ جب اس آدمی نے حضرت سے کہا کہ میرا ستر کھل جاتا ہے اس لیے لنگی نہیں پہنتا تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے بھی گرمی لگتی ہے اس لیے عمامہ نہیں باندھتا تو اس نے کہا کہ اللہ کرے آپ کی گرمی اور بڑھ جائے۔ بعض جاہل ایسے بدتمیز ہوتے ہیں، حضرت نے اس کو جواباً کہا کہ اللہ کرے تم اور ننگے ہو جاؤ۔

غیر ضروری کو ضروری سمجھنا گمراہی ہے

اس کے بعد حضرت نے آرام سے سمجھایا کہ دیکھو کبھی علم نہ ہونے سے غیر ضروری چیزوں کو لوگ ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔ ایک شخص تہجد پڑھتا ہے اور رات دن درود شریف پڑھتا ہے، لیکن یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اگر وہ کھڑے ہو کر درود شریف نہ پڑھے تو اس کا درود شریف ہی قبول نہیں ہے اور شبِ برأت کو حلوہ نہ بنایا تو بالکل ہی بے دین ہو گیا تو یہ شخص دین میں غلو کرنے والا اور گمراہ ہے کیونکہ غیر ضروری کو ضروری سمجھتا ہے۔ کس حدیث میں یہ آیا ہے کہ درود شریف کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے؟ صحابہ جیسے عاشقوں نے تو شب برأت میں حلوہ نہیں بنایا تو ایک غیر ضروری چیز کو اس طرح سے ضروری سمجھنا یہ صحیح نہیں ہے۔

جب آپ روضۂ مبارک پر کھڑے ہو کر درود شریف پڑھیں تو آہستہ

آواز سے پڑھیں، روضۂ مبارک کے سامنے یہ آیت لکھی ہوئی ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ ﴾

(سورة الحجرات، آیت: ۲)

یعنی میرے نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند مت کرو چنانچہ جن کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف کی زیارت کرائی ہے ان کو معلوم ہے وہاں کوئی زور سے درود شریف نہیں پڑھتا بلکہ شہد کی مکھیوں کی طرح بڑی پیاری آواز میں لوگ درود شریف پڑھتے ہیں، اگر زور سے پڑھیں تو بے ادبی ہے۔ التحیات کے بعد بیٹھ کر درود شریف پڑھنے کا طریقہ مولویوں نے نہیں سکھایا بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکھایا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے معراج شریف میں نماز سکھائی جس میں درود شریف کھڑے ہوکر پڑھنا نہیں سکھایا بلکہ بیٹھ کر پڑھنا سکھایا، اگر اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہوکر درود شریف پڑھنا پسند ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتے کہ قیام کی حالت میں میرے نبی پر درود شریف پڑھو لیکن اللہ تعالیٰ نے بیٹھ کر درود شریف پڑھنا سکھایا مگر آج کل اگر کھڑے ہوکر درود شریف نہ پڑھو تو گویا بہت بڑا جرم کرلیا، حالانکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ زیادتی اور گستاخی ہے اور غیر ضروری کو ضروری سمجھنا ہے جو عظیم گمراہی ہے۔ اسی لیے دوستو! میں یہ کہتا رہتا ہوں کہ اللہ کی محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلو اور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت یہ ہے کہ سنت پر چلو۔

اصلی عشقِ رسول اتباعِ رسول ہے

بہت سے لوگ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان سے پوچھو کہ نماز میں کتنی سنتیں ہیں؟ کچھ معلوم نہیں اور وضو کی کیا سنتیں ہیں؟ کچھ پتا نہیں، حالانکہ سنت پر مرنا اور جینا ہمیں نصیب ہوجائے تو ہماری قسمت بن جائے گی، آپ

بتایئے کہ ایک شخص اپنے باپ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور جب ابا کہتا ہے کہ جاؤ بیٹا! دوا لے آؤ، میں بیمار ہوں، مجھے کھانسی آرہی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں کام وام تو کچھ نہیں کروں گا، لیکن یا ابا یا ابا کی رٹ لگا تا رہوں گا تو باپ ایسے بیٹے کو کیا کہے گا کہ ابا ابا کی رٹ لگا رہے ہو لیکن ابا کا کہنا نہیں مانتے ہو۔ ایسے ہی بعض لوگ کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام زور زور سے پڑھتے ہیں، لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کا وقت آتا ہے تو دُم دبا کر بھاگ جاتے ہیں، نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، زکوٰۃ نہیں دیتے، حج فرض ہوتا ہے نہیں کرتے، گناہوں سے نہیں بچتے، بس سال میں ایک بار میلاد پڑھ لیا اور سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا حق ہم نے ادا کر دیا۔

ایران کا ایک بڑا شاعر ایک دفعہ دہلی آیا تو سارے لوگ اس کی طرف دوڑ پڑے کیونکہ اس نے ایک نعت لکھی تھی جس کا مضمون بڑا پیارا تھا، اس مضمون سے پتا لگتا تھا کہ اس سے بڑھ کر کوئی عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاید دنیا میں نہ ہو، اس کی نعت سن کر ایک اللہ والے بھی اس کے پاس پہنچ گئے، انہوں نے دیکھا کہ وہ شاعر ایک حجام کے پاس بیٹھ کر ڈاڑھی مُنڈا رہا ہے۔ عشق کا مدار زبان پر نہیں بلکہ عمل پر ہے تو انہوں نے پوچھا کہ آغا ریش می تراشی؟ اے آغا! یہ کیا کر رہے ہو؟ آپ نے اتنی عمدہ نعت پڑھی اور اب ڈاڑھی منڈا رہے ہو تو وہ بوکھلا کر شاعرانہ انداز میں جواب دینے لگا کہ ریش می تراشم ولے دلِ کسِ رانمی تراشم میں ڈاڑھی چھیل رہا ہوں لیکن کسی کا دل تو نہیں چھیل رہا ہوں تو اس اللہ والے نے جواب دیا کہ بلے دلِ رسول اللہ می تراشی اے شخص تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل چھیل رہا ہے۔ اس لیے دوستو! نبی کے عاشقو! اور میدانِ محشر میں نبی کی شفاعت کی امید رکھنے والو! زندگی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈی ہوئی صورتوں سے نفرت کے ساتھ چہرہ پھیرا ہے اور جس حالت میں موت آئے گی اسی حالت میں اس کو اٹھایا جائے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہنا کہ یا اللہ! اس وقت تک ہمیں موت نہ دینا جب تک کہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک شکل نہ عطا فرما دیں تاکہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں ہم یہ شعر پڑھ سکیں ؎

ترے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے، میں صورت لے کے آیا ہوں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس حالت میں آدمی مرتا ہے اسی حالت میں اس کا حشر ہوگا۔ اگر کل میدانِ محشر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ سکھوں نے تو اپنے گرونانک کی محبت میں ڈاڑھیاں رکھیں مگر میری محبت میں تمہیں شرم نہ آئی اور میری شکل وصورت میں تمہیں کیا خرابی نظر آئی کہ تم نے ڈاڑھی نہیں رکھی تو کیا جواب دو گے؟ اگر اللہ تعالیٰ کو ڈاڑھی پسند نہ ہوتی تو اپنے نبیوں کو ڈاڑھی نہ رکھنے دیتے، اللہ کے جتنے محبوب بندے گذرے ہیں ان سب نے ڈاڑھی رکھی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جو جادوگر آئے تھے، ان سب نے حضرت موسیٰ جیسا حلیہ اختیار کیا ہوا تھا، ڈاڑھی، لمبا کرتا اور لاٹھی، ان لوگوں نے یہ شکل وصورت اس وجہ سے اختیار کی تھی کہ اگر کہیں انہیں شکست بھی ہو جائے تو پتا نہ چلے کہ کون ہار کر بھاگ رہا ہے، ہوشیاری کی تھی، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت جیسی ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان کی شکل و صورت پسند آ گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ایمان عطا فرما دیا، سب سجدہ میں

گر گئے، حالانکہ ان لوگوں کی نیت بھی صحیح نہیں تھی، سب جادوگر یہ جان گئے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کے اژدھے نے جو ہماری لاٹھیوں کو نگل لیا ہے تو یہ جادو نہیں ہے، اس لیے کہ جادو نام ہے نظر بندی کا، ان جادوگروں نے لوگوں کی نظر بندی کر کے اپنی لاٹھیوں کو سانپ دکھایا تھا جو حقیقت میں سانپ نہیں لاٹھیاں تھیں لیکن ادھر موسیٰ علیہ السلام کا عصا اللہ کے حکم سے حقیقتاً اژدھا بن گیا اور چلنے لگا چنانچہ اس اژدھے نے سب جادوگروں کے سانپ کھا لیے جو رسی پر نظر بندی تھی تو جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے، جادو ہوتا تو وہ لاٹھی حقیقت میں اژدھا نہ بنتی، لاٹھی ہی رہتی، لیکن نظر بندی سے اژدھا معلوم ہوتی، لہٰذا سب سجدہ میں گر گئے اور سب نے کہا:

﴿قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ○﴾

(سورۃ الاعراف، آیت: ۱۲۱-۱۲۲)

ہم حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لائے کیونکہ لوگ فرعون کو رب کہتے تھے تو ان سب نے امتیاز کر دیا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام والے خدا پر ایمان لاتے ہیں۔

حضرت آسیہ کا ایمان

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ یا اللہ! میں نے فرعون اور اس کے وزیر ہامان پر انتہائی محنت کی حتیٰ کہ پسینے آ گئے لیکن پھر بھی آپ نے ان کو ایمان عطا نہیں کیا، حالانکہ فرعون کو تھوڑا سا سمجھ میں آ گیا تھا، ایک دفعہ اس نے اپنی بیوی حضرت آسیہ علیہا السلام سے کہا (جو اس وقت ایمان لا چکی تھیں لیکن ظاہر نہیں کر سکی تھیں) کہ کیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آؤں؟ وہ مجھے اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ

اے فرعون اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو چار نعمتوں سے نوازے گا:

(۱) تو ہمیشہ تندرست رہے گا اور کبھی بیمار نہ ہوگا۔

(۲) تیری جوانی ہمیشہ باقی رہے گی۔

(۳) تیرے باطن کو تعلق مع اللہ کی ایسی دولت عطا ہوگی کہ تو دنیوی زندگی سے زیادہ موت کو محبوب رکھے گا۔

(۴) اور تجھے آخرت کی سلطنت بھی عطا ہوگی یعنی تیری آخرت بھی اللہ درست کردے گا۔

فرعون کی زبانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیغام سن کر حضرت آسیہ علیہا السلام نے جواب دیا کہ تجھ جیسے ظالم اور خدائی کا دعویٰ کرنے والے کو خدائے کریم یاد فرما رہے ہیں، ارے ظالم! خوشی کے مارے تیرا پتّہ کیوں نہیں پھٹ گیا، یہ معمولی کرم نہیں ہے کہ تجھ جیسے ظالم اور سرکش کو مولائے کریم یاد فرما رہا ہے، میرا مشورہ تو یہ ہے کہ اے فرعون تو مشورہ نہ کر، جلدی سے کلمہ پڑھ لے، تجھے تو اسی مجلس میں خوشی خوشی اس دعوت کو قبول کر لینا چاہیے تھا، مجھے تعجب ہے کہ تو خوشی کے مارے مر کیوں نہیں گیا کیونکہ گنجے کے عیب کو تو ایک ٹوپی چھپا لیتی ہے لیکن تیرے عیبوں کو تو اللہ کی رحمت چھپانا چاہتی ہے اور بار بار اللہ اللہ کہنے لگیں اور زار و قطار رونے لگیں۔

نا اہل سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے

اس کے بعد فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کیا کہ میری بیوی جو کہہ رہی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں۔ اے ہامان! میں زمین کے معاملات میں تجھ سے مشورہ لیتا رہتا ہوں لہٰذا آسمان کے معاملہ میں بھی میں تجھ سے مشورہ لینا

چاہتا ہوں لیکن یہ کمبخت اگر آسمانی ہوتا تو اس کا مشورہ صحیح ہوتا یہ تو زمین کا کیڑا تھا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس پرندہ کو اللہ آسمانی بناتا ہے تو اس کا منہ اوپر کی طرف رہتا ہے اگرچہ ابھی اس کے پر بھی نہ نکلے ہوں، چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی اس کا منہ آسمان کی طرف ہوتا ہے کیونکہ اس کو مستقبل میں اُڑنا ہے اور آسمانی بننا ہے، چنانچہ کبوتر کا بے بال و پر کا بچہ آسمان کی طرف دیکھتا رہتا ہے اور اپنے بازوؤں کو ہلاتا رہتا ہے، کیونکہ مستقبل میں اُس کو اُڑنا ہے اور گائے بیل کے بچے ہمیشہ نیچے کی طرف دیکھتے ہیں، کیونکہ ان کو اُڑنا نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو اللہ والا بنانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو ہر وقت آسمان اور زمین میں غور و فکر کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں کہ ہمارا خالق کون ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہمچو فرخِ میلِ او سوئے سما
منتظر بنہادہ دیدہ بر ہوا

یعنی مثل کبوتر کے بچے کے ہر وقت اس کا میلان آسمان کی طرف ہوتا ہے، اگرچہ اس وقت اس کے پر نہیں ہیں، لیکن وہ ہر وقت منتظر ہے کہ کب میرے پر نکلیں گے اور کب میں اڑوں گا۔

حضرت آسیہ کے لیے ایک عظیم الشان نعمت

خیر فرعون کو جب اپنی بیوی حضرت آسیہ علیہا السلام کے ایمان کا پتا چلا تو اس ظالم نے ان کو بہت تکلیف پہنچائی، بہت ستایا، لکڑی کے تختہ پر لٹا کر آپ علیہا السلام کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں گاڑ دیں حتیٰ کہ اسی حالتِ تکلیف میں آپ کی روح نکل گئی۔ مفتی بغداد علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے:

﴿وَ قَدْ وَرَدَ اَنَّ اٰسِیَةَ اِمْرَأَةَ فِرْعَوْنَ تَکُوْنُ زَوْجَةَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ﴾

(تفسیر روح المعانی، ج:۲۵،ص:۱۳۶)

تحقیق کہ وارد ہے کہ حضرت آسیہ زوجۂ فرعون جنت میں ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیوی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کے نام پر ذرا مر کے تو دیکھو، مردہ لاشوں پر جو مر رہے ہیں ان کو کچھ نہیں ملے گا بلکہ مردہ پلس مردہ ڈبل مردہ ہو جائے گا، دنیا کے یہ حسین بھی مردہ ہیں، قبروں میں ایک دن گل سڑ جائیں گے اور ان پر مرنے والے بھی مردہ ہو جائیں گے، جو مستقبل میں مردہ ہونے والے ہیں وہ گویا مردہ ہی ہیں، مردہ مردہ پر فدا ہو کر ڈبل مردہ ہو رہا ہے۔

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

اللہ پر فدا ہونے کا انعام

لیکن اگر اللہ پر فدا ہو جاؤ تو اللہ کیا انعام دیتا ہے؟ دیکھو امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کیا مقام ملا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ جلد نمبر ایک میں لکھتے ہیں کہ ان کا اصل نام امام احمد بن محمد بن حنبل تھا۔ امام احمد کے والد محمد تھے اور حنبل آپ کے دادا کا نام تھا، لیکن آپ کا پورا نام امام احمد بن حنبل مشہور ہو گیا اور باپ کا نام چھپ گیا۔ یہ اپنے وقت کے بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے۔ ان کا ایک مسئلہ میں بادشاہ سے اختلاف ہو گیا، یہ حق پر قائم رہے، بادشاہ نے بہت دھمکیاں دیں کہ اپنے مؤقف سے ہٹ جاؤ ورنہ سخت سزا دوں گا، لیکن امام احمد بن حنبل اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے

اور کسی سزا کی پرواہ نہ کی۔ بالآخر جب بادشاہ نے ان کو کوڑے مارنے کی سزا مقرر کی تو بغداد میں ایک شور مچ گیا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا آج امتحان ہو رہا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جب پہلا کوڑا مارا گیا تو فرمایا سبحان اللہ! جب دوسرا کوڑا مارا تو فرمایا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور جب تیسرا کوڑا مارا گیا تو فرمایا لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا یعنی یہ مصیبت جو آئی ہے یہ اللہ نے ہمارے لیے مقرر کی ہے جو ہمارا مولیٰ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اتنے کوڑے مارے گئے کہ آپ کا ازار بند ٹوٹ گیا جو کپڑے کا بنا ہوا تھا تو فوراً آسمان کی طرف نظر اٹھائی، اُس وقت آپ کے ہونٹ بھی ہل رہے تھے مگر کسی کو پتا نہ چلا کہ کیا فرمایا، پھر وہ ازار بند خود بخود اوپر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ننگا ہونے سے بچالیا۔

ایک محدث نے ایک ہفتہ کے بعد امام احمد بن حنبل کے گھر جا کر عیادت کی اور پوچھا کہ اے امام احمد بن حنبل! آپ نے اس وقت کیا پڑھا تھا تو فرمایا کہ چونکہ میرا ازار بند ٹوٹ گیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ عَلَی الْحَقِّ فَلَا تَھْتِکْ سَتْرِیْ اے خدا! اگر تو جانتا ہے کہ میں حق پہ ہوں تو میرے پوشیدہ اعضاء کو ننگا نہ ہونے دیں پس اللہ تعالیٰ نے میرا پاجامہ اوپر اٹھا دیا۔

آپ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے استاد تھے اور اس وقت مصر میں تھے انہوں نے اپنے ایک قاصد کو وہاں سے بھیجا اور کہا کہ جس قمیص میں میرے شاگرد امام احمد بن حنبل کو کوڑے لگے تھے وہ قمیص مجھے بھیج دیں، چونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں آپ کے استاد تھے اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وہ قمیص جس میں انہیں کوڑے لگے تھے

تعمیلِ حکم میں دے دی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد کی قمیص پانی میں بھگوئی اور وہ پانی پی لیا فَغَسَلَ قَمِيصَهُ وَشَرِبَ مَاءَهُ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ هٰذَا مِنْ اَجَلِّ مَنَاقِبِ اِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلَ یعنی یہ امام احمد بن حنبل کے بہت عظیم الشان مرتبہ کی بات ہے کہ استاد اپنے شاگرد کا کرتہ پانی میں بھگو کر وہ پانی پی لے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں بَعْدَ مِأَتَيْنِ وَثَلَاثِيْنَ سَنَةً دوسوتیں سال بعد ان کی بغل میں بغداد کا ایک معزز شہری دفن ہوا، اس نے وصیت کی تھی کہ مجھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس دفن کرنا، ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ فَلَمَّا دُفِنَ بِجَنْبِهٖ بَعْضُ الْاَشْرَافِ یعنی جب ان کی قبر کے پہلو میں ایک معزز شہری دفن کیا جا رہا تھا اور دفن کے لیے مزدور جو قبر بنا رہے تھے ان سے غلطی سے امام احمد بن حنبل کی قبر پر پھاوڑا لگ گیا جس سے ان کی قبر کھل گئی فَوُجِدَ كَفَنُهٗ صَحِيْحًا لَمْ يَبْلٰى یعنی دوسوتیں سال بعد بھی ان کا کفن بالکل صحیح تھا، پھٹا تک نہیں تھا وَجُثَّتُهٗ لَمْ تَتَغَيَّرْ اور اس عاشق کا جسم بھی بالکل متغیر نہیں ہوا تھا، اسی طرح تازہ دم تھا جیسے ابھی ابھی دفن کیا گیا ہو اور یہ آپ کی کرامت تھی، جو اللہ پر مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو عزت دیتا ہے۔ اس کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ نکلا تو آپ کا جنازہ دیکھ کر بیس ہزار کافر مسلمان ہو گئے کہ جان دے دی مگر حق اور دین کو نہیں چھوڑا، اس کو کہتے ہیں ایمان اَسْلَمَ عِشْرُوْنَ اَلْفًا يَوْمَ وَفَاتِهٖ یعنی ان کی وفات کے دن بیس ہزار عیسائی اور یہودی ایمان لے آئے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

یہودی اور عیسائی ایمان لے آئے کہ اللہ ضرور ہے جس پر اس طرح سے بھی جان دی جاتی ہے۔

ان کے کوچے سے لے چل جنازہ مرا جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے

بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

اللہ کے نام کی لذت

عشق اور محبت نہ ہو تو سجدہ میں مزہ نہیں آتا لہٰذا اللہ والوں سے اللہ کی محبت سیکھ لو۔ آج نماز ہم کو بھاری لگتی ہے مگر جب اللہ کی محبت دل میں آجائے گی تو پھر ایک اللہ کہنے میں آپ کو دونوں جہان کی لذت کا کیپسول دل میں اُترتا ہوا محسوس ہوگا کیونکہ دونوں جہان کی نعمتوں کو پیدا کرنے والے اور ان میں لذت رکھنے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل! یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا بنانے والا، جو گنوں میں رس پیدا کرتا ہے تو اس کے نام میں کتنا رس ہوگا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں تو میرے جسم کا بال بال شہد کا دریا ہو جاتا ہے ؎

نامِ او چو بر زبانم می رود

ہر بُنِ مو از عسل جوئے شود

یعنی جب میں محبت سے اللہ کا نام لیتا ہوں تو میرے سارے بال شہد کے دریا ہو جاتے ہیں۔ ہم تو رات کو حلوہ پیٹ میں امپورٹ کرتے ہیں اور صبح لیٹرین میں ایکسپورٹ کرتے ہیں، یعنی کھانے پینے اور درآمد برآمد کے لیے اپنے پیٹ کو ایک دفتر سمجھ رکھا ہے، دنیا سے تو مزے وہ لوگ لے گئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کیا۔ جنت میں صرف ایک ہی حسرت رہے گی کہ کاش! دنیا میں اللہ کے ذکر میں کوئی کمی نہ کرتے، جب تک سانس ہے چلتے پھرتے یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم پڑھتے رہیے، درود شریف وغیرہ پڑھتے رہیے، نظروں کی حفاظت

کرتے رہیے اور ساتھ ساتھ دعا کرتے رہیے کہ یا اللہ! ہم نے جو نظروں کی چوری کرکے حرام لذت حاصل کی اس پر تو ہمیں معاف فرما۔ ہمارا نفس چور ہے، اس سے ہوشیار رہنا چاہیے، جیسے ایک شاعر کہتا ہے ؎

اپنے جوتوں سے رہیں سارے نمازی ہُشیار
اِک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت

یعنی ان کی ڈاڑھی سفید ہے، مگر یاد رکھنا کہ نفس کی داڑھی کبھی سفید نہیں ہوتی، یہ ظالم ہمیشہ کالی ڈاڑھی رکھتا ہے ؎

دھوکہ نہ کھائیے کسی ریشِ سفید سے
ہے نفس نہاں ریشِ مُسَوَّد لیے ہوئے

ریشِ مسود کے معنی ہیں کالی ڈاڑھی۔

اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے کیوں تعبیر کیا گیا؟

تو بات چل رہی تھی علماء کے احترام کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(سورۃ النحل، آیت: ۴۳)

دین کی جو بات تم نہیں جانتے وہ اہلِ ذکر سے پوچھ لیا کرو۔ جملہ مفسرینِ متقدمین و متاخرین سب نے لکھا ہے کہ اہلِ ذکر سے مراد اہلِ علم ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے کیوں تعبیر کیا؟ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اصلی اہلِ علم وہ ہیں جو بہت زیادہ اللہ کی یاد میں غرق ہیں، اسی سبب سے ان کا نام ہی اللہ تعالیٰ نے اہلِ ذکر رکھ دیا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں صوفیوں کے ساتھ بھائیوں کی طرح محبت کرتا ہوں لیکن علماء سے مثل باپ کے محبت کرتا ہوں یعنی جس طرح اپنے باپ کی عزت کرتے ہو ایسے ہی اپنے امام کی عزت کرو اور ذرا ذرا سی بات پر

بدگمانی، اعتراض یا غیبت کر کے اللہ کے غضب کو دعوت نہ دو۔ جس میں خود برائیاں ہوتی ہیں اُس کو ہر شخص میں برائیاں نظر آتی ہیں۔

حضور ﷺ کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو سات نصیحتیں

مشکوٰۃ شریف (باب حفظ اللسان) کی روایت ہے کہ حضرت ابوذر غِفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواستِ نصیحت پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غِفاری کو سات نصیحتیں فرمائیں جس میں سے ایک نصیحت یہ ہے:

﴿ اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ فَاِنَّہٗ اَزْیَنُ لِاَمْرِکَ کُلِّہٖ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، ج: ۲، ص: ۴۱۴)

کہ تقویٰ سے رہو تیرے سب کام بن جائیں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ چاہے وہ دنیا کا کام ہو یا آخرت کا، تقویٰ کی برکت سے دونوں جہان بن جاتے ہیں کیونکہ تقویٰ کی برکت سے وہ خدا کا دوست ہو گیا اور جب خدا کا دوست ہو گیا تو خدا کا یہ جہان بھی ہے اور وہ جہان بھی ہے، خدا دونوں جہان میں اس کو راضی رکھتا ہے، جب ابا راضی ہو تو پردیس میں بھی بیٹے کو خرچہ بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ اچھا کھانا کھاؤ، ایک ملازم بھی رکھو اور خوب آرام سے رہو اور وطن میں بھی اسی فکر میں رہتا ہے کہ میرا بیٹے کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ اسی طرح جو اپنے رب کو ناراض نہیں کرتا بلکہ ہر وقت راضی رکھتا ہے تو رب بھی اس کو پردیس اور وطن دونوں میں آرام سے رکھتا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ مزید نصیحت فرمائیں تو دوسری نصیحت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

﴿عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّہٗ ذِکْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ وَ نُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، ج: ۲، ص: ۴۱۴)

تلاوت اور ذکر اللہ کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ آج ہمارا یہ حال ہے کہ قرآن شریف طاقوں میں جزدانوں میں لپٹے ہوئے ہیں، قرآن پاک کو طاقوں میں مت رکھو، روزانہ تلاوت کرو، چاہے ایک ہی رکوع ہو یا صرف دس آیتیں ہی کیوں نہ ہوں البتہ مسافر مستثنیٰ ہے کیونکہ بروایت بخاری شریف اس کے فرض آدھے ہو جاتے ہیں اور مسافر کو ثواب اتنا ہی ملتا ہے جتنا وہ وطن میں وظیفہ پڑھتا تھا، پھر آپ نے فرمایا کہ کثرتِ تلاوت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں تیرے لیے نور ہوگا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلاوتِ قرآنِ پاک اور ذکر اللہ کا انعام بتا رہے ہیں کہ آسمان میں تمہارا ذکر ہوگا اور زمین میں اللہ تعالیٰ تمہیں نور عطا فرمائیں گے۔

صحابہ کرام کی دین کی حرص

آج ہم لوگ کہتے ہیں کہ مولویوں سے زیادہ مسائل نہ پوچھو، اگر تم نے نماز کا پوچھا تو روزہ گلے لگا دیں گے، لیکن صحابہ کی دین کی پیاس بجھتی ہی نہ تھی۔ حضرت ابوذر غفاری حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں **قُلْتُ زِدْنِیْ** ہمیں اور زیادہ نصیحت کیجیے۔ دو نصیحتوں کے بعد عرض کیا اور فرمایئے، واہ یہ ہے طلبِ علم! ایک کباب کے بعد دوسرے کباب کی طرف بھی ہاتھ لپکتا ہے، جب دنیوی کبابوں کی اتنی طلب ہے تو علم جو آخرت کی چیز ہے اس کی طلب تو اور زیادہ ہونی چاہیے تاکہ آخرت بن جائے تو آپ علیہ السلام نے مزید فرمایا:

﴿عَلَیْکَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّہٗ مَطْرَدَۃٌ لِّلشَّیْطٰنِ
وَعَوْنٌ لَّکَ عَلٰی اَمْرِ دِیْنِکَ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، ج: ۲، ص: ۴۱۴)

کہ اے ابو ذر! تم اکثر خاموش رہا کرو کیونکہ اس کی وجہ سے شیطان تم سے ڈرے گا اور تمہارے دین کے تمام معاملوں میں اس سے مدد ملے گی۔ حضرت ابوذر غفاری نے پھر عرض کیا قُلْتُ زِدْنِیْ اے اللہ کے نبی! مجھے اور نصیحت کیجیے۔ کیا حرص ہے اور کیا حریص طالبِ علم ہے، لیکن یہ حرص مبارک ہے، ہر لالچ بری نہیں ہوتی۔

ایک میمن نے تبلیغ میں وقت لگایا پھر اپنے تبلیغی بھائیوں سے کہنے لگا کہ بھائیو! میمن بڑا لالچی ہوتا ہے تو سب نے سمجھا کہ شاید چندہ مانگ رہا ہے، لیکن پھر کہنے لگا کہ پہلے سن لو! پہلے میں پیسوں کا لالچی تھا، اب میں آپ کی دعاؤں کا لالچی ہوں تو سب نے کہا کہ ہم تو سمجھ رہے تھے کہ یہ پیسہ مانگے گا مگر یہ دعائیں مانگ رہا ہے، اس کی لالچ بدل گئی۔

علماء پر تنقید نادانی و بدفہمی ہے

تبلیغی جماعت سے یاد آیا کہ بعض اوقات غیر عالم لوگ حدودِ شریعت سے واقف نہ ہونے کے سبب عوام میں تبلیغِ دین کی فضیلت پر اس طرح تقریر کرتے ہیں کہ مثلاً بعض ساتھی تبلیغ کے لیے جاپان گئے اور وہاں جا کر انہوں نے اذان دی، نماز پڑھی اور چٹنی روٹی کھا کر سو گئے تو وہاں کے کافر کہنے لگے کہ ارے ان کو تو بلا نشہ ہی نیند آگئی جبکہ ہم ہیروئن کھا رہے ہیں، نشہ کی گولیاں کھا رہے ہیں اور پھر بھی نیند نہیں آتی اور یہ مسلمان جو اللہ کے راستہ میں نکلے ہیں ان کا مذہب تو بڑا اچھا ہے اور آٹھ دس آدمی ان کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر یہ نادان مبلغ علماء پر تنقید کرنے لگتے ہیں کہ جو کام تبلیغ والے عوام کر رہے ہیں وہ علماء بھی نہیں کر رہے۔ یہ سخت نادانی و بدفہمی ہے۔ بات یہ ہے کہ اہلِ کفر تو اپنے کفر اور خدا سے دوری کی لعنت کے باعث پریشان ہیں، بے چین ہیں وہ جب

دیکھتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کر کے یہ لوگ چٹنی روٹی کھا کر سو گئے تو وہ اسی سے اسلام لے آتے ہیں۔

لہٰذا ان لوگوں کی تعریف اس حیثیت سے تو کرو کہ انہوں نے ایک مستحب عمل کیا لیکن ان کو علماء پر فضیلت مت دو کیونکہ علماء بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، علومِ نبوت کی حفاظت اور نشر و اشاعت کر رہے ہیں جو فرض ہے اور اب تبلیغ میں جانا فرض نہیں ہے البتہ ایک مستحب اور پیارا عمل ہے۔ پس جو لوگ علماء کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ کل کافر قیامت کے دن علماء کے گریبان پکڑیں گے کہ تم لوگ اپنے مدرسوں میں پڑے رہے، ہمیں کفر کی تاریکی سے نہیں نکالا، تم نے ہمیں دوزخ میں کیوں جانے دیا تو ایسے لوگ سخت نادان اور بے عقل ہیں۔ اس طرح کی باتوں کا یہ اثر ہوتا ہے کہ عوام الناس کے دماغ میں علماء کی بے وقعتی آ جاتی ہے۔

اسلام کا پیغام سارے عالم میں پہنچ چکا ہے

اب میں مسئلہ بتاتا ہوں کہ بقول ان لوگوں کے اگر ان کافروں کو اسلام پہنچانا مستحب نہیں، فرض ہے تو ہمارے جتنے بھی بزرگ گذرے ہیں مثلاً شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب، امام ابوحنیفہ، امام بخاری رحمہم اللہ یہ امریکہ اور جاپان نہیں گئے تو یہ سب کے سب کیا ہیں؟ یہ سب کے سب تارکِ فرض ہوئے یا نہیں اور تارکِ فرض ولی اللہ نہیں ہوسکتا تو گویا بارہ سو برس تک کوئی ولی اللہ ہی نہیں ہوا۔ اسی لیے میں نے ایک بہت بڑے مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھا کہ علماء کے متعلق اس طرح بیان کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بالکل غلط اور جہالت پر مبنی ہے، چونکہ اس کام میں اکثر علماء محققین نہیں ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ آج اسلام اور ایمان سارے عالم میں پھیل گیا ہے، آج کوئی کافر

ایسا نہیں جس کو یہ نہ معلوم ہو کہ اسلام کیا ہے، کوئی کافر ایسا نہیں جس کو معلوم نہ ہو کہ اسلام کے علاوہ کوئی دین اللہ کے نزدیک مقبول نہیں اور اسلام کے علاوہ جو کسی اور دین کو اختیار کرے گا جہنم میں جائے گا۔

اس لیے میں نے چند باتیں عرض کر دیں کیونکہ تبلیغی جماعتوں میں دوست احباب کے ساتھ ہماری بھی کافی شرکتیں ہوئی ہیں تو میں نے یہ مرض محسوس کیا لہٰذا میں نے مفتی رشید احمد صاحب سے بات کی کہ جو لوگ جاپان جا کر مسلمان بنا رہے ہیں یہ لوگ زیادہ افضل ہیں یا علماء جو بخاری پڑھا رہے ہیں؟ تو مفتی صاحب ہنسے کہ جو لوگ تبلیغ کا مبارک کام کر رہے ہیں وہ مستحب میں مشغول ہیں فرض میں نہیں، ایک کافر بھی ایسا نہیں ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ اسلام کیا ہے، اذان کیا ہے اور اب تو ریڈیو ٹیلی ویژن سے اذانوں کی آوازیں سارے عالم میں پہنچ چکی ہیں، اسلام کا پیغام سارے عالم میں پہنچ چکا ہے، سب سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک مذہب ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اسلام کے علاوہ اب کوئی دین اللہ کے یہاں قبول نہیں، نجات کا ذریعہ صرف اسلام ہے لہٰذا اب ان کافروں کے ذمہ تحقیق ہے، لیکن جو ان کو دین کی دعوت دینے جاتے ہیں وہ بھی ثواب سے محروم نہیں رہیں گے کیونکہ وہ بخاری نہیں پڑھا سکتے تو یہی کام کر لیں اور ثواب حاصل کریں۔ ہم مدرسہ میں مشغول ہیں تو ان حضرات کو جانے کا موقع دیا جائے کہ ہمارا مال جگہ جگہ پہنچاؤ، اس لیے ان کی قدر کرنی چاہیے لہٰذا ہم اپنے دوستوں کو متوجہ بھی کرتے رہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ شرکت کرو۔

کافروں کو مسلمان کرنا فرض نہیں ہے

تبلیغ کا کام مبارک ہے، مستحب ہے، پسندیدہ ہے لیکن اب فرض کے

درجہ میں نہیں ہے بلکہ کافروں کو مسلمان کرنا اسلام نے فرض نہیں کیا۔ اگر کافروں کو مسلمان کرنا فرض ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن علاقوں کو فتح فرماتے ان کو اس فرض پر مجبور کرتے کیونکہ فرض پر مجبور کیا جاتا ہے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی مجبور نہیں فرمایا بلکہ حکم دیا کہ یا تو اسلام قبول کرو یا جزیہ دو پس جو کفار جزیہ دینے پر راضی ہو جاتے تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا، زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا اور جزیہ کا حکم اس لیے ہے کہ اسلام کی شوکت وعزت اور کفر کی ذلت وپستی ظاہر ہو۔ جزیہ لے کر ان کو اسلام پر مجبور نہ کرنے کے کیا معنی ہوئے؟ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کو مسلمان کرنا فرض نہیں ہے، اسلام کی اطلاع دینا فرض ہے اور وہ ہو چکی، اب اگر تمہارا دل نہیں چاہتا تو ہم تمہیں مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کرتے، اگر مسلمان بنانا فرض ہوتا تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی فرماتے کہ میری رحمت کا تقاضہ یہ نہیں ہے کہ تمہارے چند پیسوں سے تمہارے کفر پر راضی ہو جاؤں، یعنی تمہارے دوزخ میں جانے پر راضی ہو جاؤں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں کو مسلمان کرنا فرض نہیں ہے۔ یہ بہت بڑے مفتی صاحب کی تقریر عرض کر رہا ہوں جو پاکستان میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں اور فقہ میں تخصص کرا رہے ہیں، علماء کو فقیہ بنا رہے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کفار کو خط لکھ رہے ہیں، مشکوٰۃ شریف میں یہ خط موجود ہے کہ ''اے لوگو! اِنِّیْ اَدْعُوْکُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم قبول کرتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ تم مجھ کو جزیہ دو اور تم جزیہ کیسے دو؟ عَنْ یَدٍ اپنے ہاتھوں سے دو تا کہ تمہاری ذلت قائم رہے، اگر تم کسی واسطہ سے بھیجو گے تو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے، ہمیں تمہارے پیسے کی حاجت نہیں بلکہ تمہارے کفر کی ذلت دِکھانا مقصود ہے۔ لٰہذا تم جزیہ خود آکر دو

اور اگر نہیں مانتے تو ہم تم سے قتال کریں گے، اسلام نہ لانے سے نہیں، جزیہ نہ دینے سے قتال کریں گے وَاَنْتُمْ صَاغِرُوْنَ اور تم ذلیل ہو جاؤ جزیہ دے کر اور اگر ایسا نہیں کرتے ہو تو نَحْنُ نُحِبُّ الْمَوْتَ کَمَا تُحِبُّوْنَ الْخَمْرَ ہم موت کو اتنا محبوب رکھتے ہیں جتنا تم شراب سے محبت کرتے ہو پس تم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

پس اگر صحابہ جزیہ لے کر ان کو مسلمان نہیں بنا رہے ہیں، کہتے ہیں کہ تم اسلام لاؤ یا نہ لاؤ جزیہ دو ورنہ ہم لوگ جزیہ نہ دینے پر تم سے قتال کریں گے تو معلوم ہوا کہ جب وہ جزیہ دینے پر راضی ہو گئے تو اسلام کو زبردستی ان کے گلے لگانا کہاں فرض رہا؟ اگر اسلام کو گلے لگانا فرض ہوتا تو چند پیسوں کے بدلہ ان کے کافر رہنے پر کیا اسلام راضی ہو جاتا؟ تو معلوم ہوا کہ اسلام کو ان تک پہنچانا تو ضروری ہے مگر ان کو مسلمان بنانا فرض نہیں ہے۔ (ایک صاحب نے حضرت والا سے اجازت لے کر سوال کیا کہ بعض تبلیغی حضرات کہتے ہیں کہ صحابہ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ میں فوت نہیں ہوئے، وہ سب تبلیغ کرنے دنیا میں پھیل گئے تھے تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ) بہت سے صحابہ کو انتظام ملکی کے لیے دوسرے ملکوں میں بھیجا جاتا تھا اور صحابہ کی شان تو یہ تھی کہ جہاں جاتے تھے دین پھیلاتے تھے۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

اس لیے وہ جہاں گئے نور پھیل گیا مثلاً حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کے گورنر (عامل) بنائے گئے تھے، اب جب ان کو گورنر بنا کر بھیجا جاتا تو کیا وہ نہ جاتے؟ آپ کو اگر کمشنر بنا کر کہیں بھیجا جائے اور حکومت اسلامی ہو تو جانا

پڑے گا۔ پس اسلامی ملک کا انتظام سنبھالنے کے لیے ان کو بھیجا گیا تھا۔

لٰہذا تبلیغ کا جوش دِلانے کے لیے اس طرح بیان کرنا کہ سب صحابہ تبلیغ کے لیے مدینہ سے نکل گئے تھے اور مدینہ صحابہ سے خالی ہو گیا حقیقت کے خلاف ہے۔ ہزاروں صحابہ کی قبریں مدینہ شریف میں ہیں۔ جتنے صحابہ کی قبریں شام و مصر میں ہیں یہ سب وہاں کے گورنر تھے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسماء الرجال کے تحت شیخ ولی الدین مشکوٰۃ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ **سَکَنَ بِالشَّامِ وَمَاتَ بِدَمِشْق** شام کے گورنر تھے اور دمشق میں قبر ہے۔ پس اس کو اس طرح نہ بیان کرو کہ وہ بستر لے کر تبلیغ کے چلّہ میں گئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو تک بتائی ہے، ان میں صحابہ اور تابعین شامل ہیں۔ چار صحابہ کا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے خاص طور پر نام لیا ہے جن میں حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں، اس طرح کل آٹھ سو صحابہ اور تابعین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے حدیث پڑھتے تھے، وہ نہ بستر لے کر نکلتے تھے، نہ کہیں چلہ پر جاتے تھے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا کے شروع ہی میں یہ ساری چیزیں موجود ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ ہزار تین سو چونسٹھ (۵۳۶۴) حدیثیں پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے شاگردوں میں حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے بڑے بڑے صحابہ شامل تھے جن سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا

کہ خبردار! تم لوگ مدینہ چھوڑ کر جا نہیں سکتے تا کہ مجھے کوئی مشورہ کرنا ہو تو میں تم لوگوں سے مشورہ کروں تو دین کا کام آپس میں مل جل کر کرو، دین کے ہر شعبہ کو اہم سمجھو اور اپنا ہی کام سمجھو اس طرح سے مت کرو کہ نفرت دلاؤ اور علماء کی بے وقعتی کرو۔ چند نادانوں کی باتوں سے ایسا معلوم ہونے لگتا ہے جیسے خدانخواستہ بستر لے کر نہ نکلنے اور چلہ نہ لگانے سے آدمی دوزخ میں چلا جائے گا۔ اس طرح غلو کرنا کیسے جائز ہوگا۔ کتنے جلیل القدر صحابہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثیں پڑھا کرتے تھے اور کبھی مدینہ سے نہیں نکلے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اپنے دورِ حکومت میں سختی سے یہ پابندی عائد کی تھی کہ جو صحابہ علماء ہیں وہ ہرگز مدینہ سے باہر نہیں جائیں گے۔

علماء کی تحقیر حرام ہے

اس تقریر سے شریعت کی حدود کا علم ہو گیا کہ کیا فرض ہے اور کیا نہیں۔ اس لیے ایسا عنوان اختیار کرنا جس سے علماء کی بے وقعتی اور تحقیر ہوتی ہو حرام ہے۔ اگر آلو، سبزی اور گوشت بیچنے والے تبلیغ میں جا کر علماء سے کہیں کہ بھئی آپ جو علم دین پڑھ پڑھا رہے ہیں یہ کچھ نہیں ہے، جا کر تبلیغ میں چلہ لگاؤ اور اگر کسی عالم کے متعلق معلوم ہو گیا کہ اس نے چلہ نہیں لگایا ہے تو اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ ارے میاں! یہ سب ایسے ہی حجروں میں بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے دین کا کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ اگرچہ سب تبلیغ والے ایسے نہیں ہیں، جو بزرگوں کے تربیت یافتہ ہیں وہ تو بہت معتدل ہیں لیکن اکثریت نادانوں کی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ جس وقت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب تھا تو میں ان کی خدمت میں دہلی میں حاضر ہوا تو مولانا الیاس صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے دو سوال کیے۔ ایک یہ فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میں استدراج میں تو مبتلا نہیں ہوں کیونکہ لوگ میری طرف جوق در جوق متوجہ ہو رہے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اگر استدراج ہوتا تو آپ کو خوفِ استدراج نہ ہوتا، آپ کا یہ خوفِ استدراج کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل تو نہیں ہے دلیل ہے کہ آپ استدراج میں مبتلا نہیں ہیں کیونکہ جن کو وہ استدراج میں مبتلا کرتے ہیں یعنی جن کو ڈھیل دیتے ہیں ان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ مجھے ڈھیل دی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

(سورۃ الاعراف، آیت: ۱۸۲)

تو سَنَسْتَدْرِجُهُمْ میں لَا يَعْلَمُوْنَ کی قید لگی ہے، کہ ہم اس حیثیت سے ڈھیل دیتے ہیں کہ اس کے لیے لاعلمی ضروری ہے۔ یہ بات میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالی، مفتی صاحب نے یہ بیان نہیں کیا یعنی اس کی دلیل ابھی اللہ تعالیٰ نے میرے بزرگوں کی برکت سے میرے قلب میں ڈالی کہ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ ہم جن کو استدراج اور ڈھیل دیتے ہیں، ناراضگی کے باوجود ان کو نعمتوں میں اتار دیتے ہیں تو مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ کی قید بھی ہے، یعنی ان کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ انہیں ڈھیل دی جا رہی ہے۔

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری بات یہ فرمائی کہ چونکہ علماء تبلیغ میں کم ہیں لہٰذا مجھے اندیشہ ہے کہ عوام حدودِ شریعت قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ مفتی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس بات پر میں خاموش ہو گیا، میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا کہ اس بات کا تو کوئی علاج نہیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ میں جہاں اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ نازل کیا کہ بھلی بات بتاتے ہیں اور بری بات سے

روکتے ہیں وہیں یہ بھی فرمایا وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللہِ اللہ کے دین کی حدود کی حفاظت بھی کرتے ہیں اور قانون اور حدود کی حفاظت وہ کرے گا جو حدود کو جانے گا اور حدود کو جاننے والے علماء ہیں تو علماء سے استغناء اور ان کو اس بناء پر حقیر سمجھنا کہ وہ تبلیغ کرنے جاپان نہیں گئے، امریکہ نہیں گئے اور یہ کہ وہ چھوٹے سے کنوئیں میں مینڈک کی طرح بیٹھے ہیں اور دین کی تبلیغ کے بین الاقوامی کام سے جڑے ہوئے نہیں ہیں سخت بے ادبی ہے۔ ایسے شخص کو قیامت کے دن پتا چلے گا کہ علماء کی تحقیر کتنا بڑا جرم ہے۔ علماء کی اہانت کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کفر لکھا ہے، یہ جرم عظیم ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مَنْ لَّمْ یُبَجِّلْ عَالِمَنَا فَلَیْسَ مِنَّا کہ جس نے میری امت کے عالم کا اکرام نہیں کیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہی رشتہ کٹ گیا تو ایسے شخص کا کیا حشر ہوگا۔

اہانتِ علم و علماء کفر ہے

بینات میں ایک مضمون شائع ہوا تھا کہ کوئٹہ میں اجتماع ہوا۔ اس اجتماع میں علماء کرام کی تقاریر کے بعد ایک غیر عالم کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ مولوی لوگوں کی باتیں تو آپ نے سن لیں، اب عمل کی بات کرو، بولیں بھئی بولیں! چلہ، سال کی جماعتوں کے لیے۔ حاملانِ وحی، جن کے سینوں میں قرآن و حدیث ہے، ان کے ساتھ اس طرح حقارت کا عنوان اختیار کرنا علماء کرام کے خلاف نفرت اور حقارت پیدا کرنا ہے۔ اس لیے حدودِ شریعت کی حفاظت بہت ضروری ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اہانتِ علم اور علماء کفر ہے۔ یہ بات کہاں تک پہنچتی ہے۔ اگر اہانت من حیث العلم ہو

جیسے مثال کے طور پر یہ کہا گیا کہ اب مولانا لوگوں کی تقریر تو ہوگئی، بولو بھئی بولو اب عمل کی بات کرو، تقریروں سے کام نہیں ہوتا، بولو بھئی کتنا چلہ دو گے۔ گویا علماء کی تقریریں محض باتیں ہیں عمل سے خالی ہیں۔ اس قسم کا عنوان جس سے علماء کی اور قرآن و حدیث کی باتوں کی بے وقعتی ہوتی ہو اہانتِ علم ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہانتِ علم اور اہانتِ اہلِ علم کفر ہے۔

لہٰذا اس طرح کا کوئی طرز اختیار مت کرو کہ گویا علماء کو گرفت میں لانا چاہتے ہو کہ مولوی لوگ جو مدرسوں میں پڑھا رہے ہیں وہ سب بے کار ہیں۔ علماء کی جوتیوں کی خاک کو اپنے سے افضل سمجھو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے مَنْ لَّمْ یُبَجِّلْ عَالِمَنَا فَلَیْسَ مِنَّا جو ہمارے علماء کا اِکرام نہیں کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ علماء کے اِکرام کے لیے یہی حدیث کافی ہے۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو علماء ربّانین کی حقارت کرتا ہے اس کی قبر کو کھود کر دیکھو، اس کا منہ قبلہ سے پھیر دیا جاتا ہے۔ بہرحال تبلیغ میں اکثریت اچھوں کی ہے جو علماء کا اِکرام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ

اللہ تعالیٰ نے علماء کو بڑا درجہ دیا ہے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ ان کی قدر کرو لیکن جس کے قلب میں علماء کی عظمت نہ ہو تو مجھے صدمہ ہوتا ہے، پس عوام جب بستر لے کر دین کے لیے جاتے ہیں تو مجھے خوشی ہوتی ہے، ہم خود ترغیب دیتے ہیں اور ہم اجتماعات میں بھی بلائے جاتے ہیں، ہماری تقریریں بھی ہوتی ہیں لیکن جب کہیں ایسی بات سنتا ہوں جس میں علماء، مشائخ اور بزرگانِ دین کی

بے وقعتی ہو تو مجھ سے یہ بات برداشت نہیں ہوتی کیونکہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، عبداللہ بن مبارک، امام ابوحنیفہ، امام احمد ابن حنبل، امام شافعی، خواجہ حسن بصری رحمہم اللہ وغیرہ یہ سب حضرات تو بستر لے کر نہیں نکلے، پھر اس قسم کی بات کرنا کہ جو چلہ نہیں لگاتا اس کے جنت میں جانے کی گویا کوئی ضمانت نہیں یا ایسی تقریر کرنا جس سے علماء کرام کی عوام کے دل میں وقعت کم ہو جائے حرام ہے۔ سنو فتویٰ اس فقیر کا کہ ایسا عنوان اختیار کرنا اور کسی عمل یا کسی نوع کی خدمت کی فضیلت اس طرح بیان کرنا جس سے علماء و مشائخ اور اہل اللہ کی عظمتوں میں کمی آجائے اور لوگ کہنے لگیں کہ ہمارے علماء و مشائخ تو کچھ نہیں کرتے، حجروں میں پڑے ہیں، مدرسوں میں پنکھوں کے نیچے بیٹھے ہیں، اس قسم کے بیانوں کے حرام ہونے کا فتویٰ احقر دیتا ہے اس لیے کہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ﴾

(صحیح البخاری، باب التواضع، ج: ۲، ص: ۹۶۳)

جو میرے اولیاء کی حقارت اور ان کے ساتھ دشمنی کرے تو میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے۔ کیا یہ معمولی دشمنی ہے کہ امت کو اہل اللہ سے، علماء سے بدظن کر دیا جائے اور صرف چند چلّے لگانے سے غیر علماء کو علماء کے برابر کر دیا جائے؟ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے دل کے مریضوں کو ہارٹ اسپیشلسٹوں کی بے وقعتی کر کے مرہم پٹی کرنے والوں کا معتقد بنایا جائے کہ جاؤ ٹانگ پر پٹی چڑھالو، وہ بیچارہ آیا تھا دل کا آپریشن کروانے کے لیے معلوم ہوا کہ ہارٹ فیل ہو گیا اور پٹی بندھی کی بندھی رہ گئی۔

اہلِ علم کا بلند درجہ

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ﴾

(سورۃ المجادلۃ، آیت: ۱۱)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا درجہ بلند کرتا ہے، آگے فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ تو عالم بھی تو ایمان والے ہیں، ان کی تعریف تو ان میں شامل تھی لیکن وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ میں ان کو الگ کیوں بیان کیا گیا؟ علامہ آلوسی سید محمود بغدادی فرماتے ہیں کہ سارے مومن کتنے ہی مبلغ ہو جائیں، کتنے ہی عابد ہو جائیں، اتنی کرامت ہو جائے کہ آسمانوں میں اڑنے لگیں لیکن وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ یعنی علماء کے درجات کے مقابلہ میں نہیں آسکتے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علماء کو الگ بیان کر کے جتنی عزت بخشی ہے کسی اور کو ایسی عزت عطا نہیں فرمائی۔ اسی لیے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے عوام کے دل میں علماء کی عظمت کم ہو۔ اگر عوام میں علماء کی عظمت نہ ہوگی تو بڑا فتنہ پیدا ہوگا۔ پھر نتیجہ کیا ہوگا کہ علماء کو بھی نفرت پیدا ہو جائے گی اور اس سے کیا ہوگا؟ دونوں کو نقصان پہنچے گا۔ علماء کو کم پہنچے گا عوام کو زیادہ پہنچے گا، علماء کو یہ کہ عوام کی خدمت کی سعادت نہیں ملے گی اور عوام علماء سے متنفر ہو کر بالکل ہی محروم ہو جائیں گے، نہ صحیح راستہ پر رہیں گے نہ حدود کا خیال کریں گے۔

علماء فرض کام میں لگے ہوئے ہیں

پس جو لوگ خود کو علماء سے دور رکھتے ہیں اور تبلیغی اجتماعات میں بہت

بڑا مجمع دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ ہمارے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بنگلہ دیش میں مثلاً دس کروڑ مسلمان ہیں، اگر ان میں سے ایک کروڑ تبلیغ میں لگے ہیں تو نو کروڑ مسلمانوں کو کون دین پہنچائے گا؟ یہی علماء جو مساجد میں ائمہ ہیں، مدارس میں پڑھا رہے ہیں، خانقاہوں میں تزکیہ واصلاح کا کام کررہے ہیں۔ اگر سارے ڈاکٹر بستر لے کر گاؤں گاؤں نکل جائیں اور بیمار لوگ ڈاکٹر کے پاس پہنچیں تو معلوم ہو کہ وہ گشتی شفاخانہ لے کر تین چلے لگانے گئے ہیں تو مریض کا کیا حال ہوگا، لہٰذا جس طرح ان ڈاکٹروں کی قدر کرتے ہو جو دوکان لیے شہروں میں بیٹھے ہیں اسی طرح ان علماء وحفاظ وقراء کو بھی عزت سے دیکھو جو شہر میں کام کررہے ہیں، نورانی قاعدہ پڑھانے والے کی بھی عزت کرو، بخاری شریف پڑھانے والے کی بھی عزت کرو جو دین کے جس کام میں لگا ہوا ہے اس کو فریق مت بناؤ رفیق بناؤ، دین کا ہر شعبہ اہم ہے اور ہمارا ہے خواہ وہ تعلیم کا شعبہ ہو، تدریس کا شعبہ ہو یا تبلیغ کا شعبہ ہو لہٰذا یہ عنوان اختیار کرنا کہ صاحب ہم جیسوں سے جاپان میں اتنے لوگ مسلمان ہوگئے اور امریکہ میں اتنے مسلمان ہوگئے اور علماء سے کچھ کام نہیں ہورہا ہے یہ عنوان دین میں تفرقہ ڈالنے والا ہے۔ ارے! علماء فرض میں لگے ہیں اور تم مستحب میں لگے ہو، تم علماء کے پیر کی خاک کے برابر بھی نہیں ہوسکتے، قیامت کے دن فیصلہ ہوگا تب پتا چلے گا۔

کفار کو اسلام پہنچانا مستحب عمل ہے اور دین کی حفاظت کرنا فرض ہے۔ جو قرآن پاک کی حفاظت کررہا ہے، حدیث پاک کی حفاظت کررہا ہے وہ فرض کام میں لگا ہوا ہے اور آپ بتائیں کہ جو فرض میں لگا ہوا ہے وہ اہم ہے یا جو نفل میں لگا ہوا ہے وہ اہم ہے؟ بادشاہ ائیر کنڈیشن میں بیٹھا ہوا دستخط کرتا ہے تو کیا اس کی عظمت کو وہ مزدور پاسکتا ہے جو ٹھیلہ کھینچ رہا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ

صاحب ہم نے تو جنگلوں میں، دریاؤں میں پسینے گرائے ہیں اور مولوی لوگ پنکھوں کے نیچے بیٹھ کر بخاری پڑھا رہے ہیں تو مولانا لوگ ہمارے برابر کیسے ہوسکتے ہیں؟ اب پسینہ کی قیمت بھی سن لو! ہر شخص کے پسینہ کی قیمت اس کی عقل وفہم اور دین کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ کیا ساری امت کا پسینہ نبی کے ایک قطرہ پسینہ کے برابر ہو جائے گا؟ نبی کے ایک قطرۂ خون کے برابر کیا ساری امت کا خون ہوسکتا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس روشنائی سے علماء کتاب لکھتے ہیں وہ روشنائی قیامت کے دن شہیدوں کے خون کے برابر وزن ہوگی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی صحت کی تصدیق کی ہے، علماء محدثین نے اس حدیث کی تصدیق کی ہے کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

میں نے یہ اس لیے عرض کر دیا تا کہ شیطان آپ کے دلوں میں وسوسہ نہ ڈالے کہ علماء تو حجروں میں بیٹھے ہوئے بخاری شریف پڑھا رہے ہیں اور تبلیغی جماعت والے جاپان میں اسلام پھیلا رہے ہیں لہٰذا تبلیغی جماعت کے عوام افضل ہیں علماء سے۔ اگر یہ خیال کیا تو گمراہ ہو جائیں گے کیونکہ فرض میں مشغول ہونے والے کو مستحب میں مشغول ہونے والے سے کمتر سمجھنا جہالت ہے۔ ہمارے علماء مدارس میں علماء تیار کر رہے ہیں، پھر تبلیغی احباب بھی انہی سے دین سیکھتے ہیں اور ماشاء اللہ دروازہ دروازہ پہنچاتے ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم تھے، انہوں نے جو کتابیں لکھیں تو تبلیغی احباب ان کے مال کو گلی گلی، کوچہ کوچہ، پہاڑوں کے دامن میں پہنچا رہے ہیں۔ ہم ان کے شکرگذار ہیں کہ ہمارا مال پہاڑوں تک پہنچ گیا، لیکن ٹھیلے والے کو چاہیے کہ فیکٹری کو حقیر نہ سمجھے، فیکٹریاں بند ہو جائیں گی تو تمہارے ٹھیلے پر ایک کپڑا، ایک مال بھی نظر نہیں آئے گا۔ تو علماء و مدارس دین کی فیکٹریاں ہیں۔ اسی لیے

اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کا حکم ان الفاظ میں نازل کیا ہے:

﴿بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ﴾

(سورۃ المائدۃ، آیت: ٦٧)

یعنی جو نازل کیا گیا ہے اُس کی تبلیغ کرو، اب اگر کسی کے پاس مَا اُنْزِلَ نہیں ہے تو وہ کیا تبلیغ کرے گا مَااُنْزِلَ ہی کی تو تبلیغ کرنی ہے۔

ہر مسلمان پر دعوت الی اللہ فرض نہیں

تبلیغی جماعت جو یہ کہتی ہے کہ یہ کام نبیوں والا ہے تو بے شک لوگوں تک دین پہنچانا نبیوں والا کام ہے لیکن یہ کام ہر ایک پر فرضِ عین نہیں ہے وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ میں مِنْ تبعیضیہ ہے، تمام جمہور کا اجماع ہے کہ جو دعوت الی اللہ کی صلاحیت رکھتے ہوں وہی بیان کریں، یہ نہیں کہ جو چاہے منبر پر کھڑا ہو کر اُوٹ پٹانگ مسئلے بیان کرے۔ اسی لیے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ والوں کو چھ نمبر میں محدود کیا تھا لیکن اب بعض نیا رنگ روٹ جوش میں آکر چھ نمبر کو بھی توڑ دیتا ہے اور جو سامنے بیٹھا ہوتا ہے لاپرواہی سے اُسے لات بھی مارتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم ہو اور معافی بھی نہیں مانگتا۔ بس جوش میں کبھی آگے بڑھتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹتا ہے، پاگل کی طرح تقریر کرتا ہے، یہ لات میں بھی کھا چکا ہوں اس لیے بیان کر رہا ہوں۔ ایک شخص واحد کالونی ناظم آباد میں بیان کے لیے کھڑا تھا، میں محض اس لیے اس کے بیان میں بیٹھ گیا کہ بھئی دعوت کے کام سے جوڑ رہے، اب جناب وہ آگے بڑھتا ہے تو مجھے ایک لات مارتا ہے پھر پیچھے ہٹتا ہے پھر آگے بڑھتا ہے اور ایک لات مارتا ہے، جوش میں بس تقریر کیے جا رہا ہے، اسی لیے نفس کو مٹانے اور مہذب کرنے کے لیے ایک زمانہ چاہیے۔

تو جو چیز میں بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس عقیدہ کی اصلاح فرض ہے کہ نبیوں والا کام صرف تبلیغی جماعت کررہی ہے حالانکہ خانقاہوں میں تزکیۂ نفس کا، مکاتبِ قرآن میں قرآن کے الفاظ کی حفاظت کا اور دارالعلوم و مدارسِ دینیہ میں قرآن وحدیث کی تفسیر وشرح کا جوکام ہورہا ہے یہ بھی نبیوں والا کام ہے اس لیے علماء کو اس بناء پر حقیر سمجھنا کہ یہ بستر اٹھا کر چلہ پر نہیں جاتے بالکل حرام ہے، جب ایک ادنیٰ مسلمان کو حقیر سمجھنے سے جنت میں داخلہ نہیں ملے گا تو علماء کو حقیر سمجھنا کیسے جائز ہوگا؟ حدیث شریف میں ہے:

﴿لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ﴾

(صحیح مسلم، باب تحریم الکبر وبیانه، ج: ۱، ص: ۶۵)

جس کے دل میں رائی کے برابر بڑائی ہوگی وہ جنت میں نہیں جائے گا اور حدیث شریف میں کبر کے دو جز بتائے گئے ہیں:

﴿بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ﴾

(صحیح مسلم، باب تحریم الکبر وبیانه، ج: ۱، ص: ۶۵)

نمبر۱ حق کو قبول نہ کرنا، نمبر۲ انسانوں کو حقیر سمجھنا، النـاس میں الف لام استغراق کا ہے یعنی کسی بھی انسان کو حقیر سمجھنا، اس لیے مسئلہ یہ ہے کسی کافر کو بھی حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے، اس کے کفر سے تو نفرت ہو لیکن اس کی ذات کو حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے کیونکہ بہرحال اس کے مسلمان ہونے کا امکان موجود ہے ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں بودنش باشد امید

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ کسی کافر کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو کیونکہ اس کے مسلمان ہونے کا امکان ہے یا نہیں؟ ہوسکتا ہے کہ اسے مرتے وقت کلمہ نصیب ہوجائے اور آپ کے پاس کیا ضمانت ہے کہ آپ کو کلمہ نصیب ہوگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعاءِ حسنِ خاتمہ

اللہ والے کیوں ساری زندگی حسنِ خاتمہ کے لیے روتے ہیں اور سوء خاتمہ سے پناہ مانگتے ہیں؟ کیوں حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی:

﴿تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾

(سورۃ یوسف، آیت: ۱۰۱)

اے اللہ! مجھے حالتِ اسلام میں وفات دیجئے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کسی نبی کا خاتمہ کفر پر ہو جائے؟ یہ ممکن نہیں ہے، ممتنع ہے، محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نبی اُسی کو بناتا ہے جو ساری زندگی باوفا رہے اور اِسی وفاداری میں اس کی روح قبض ہو ورنہ اللہ کے علم اور انتخاب پر اعتراض لازم آئے گا کہ ایسے شخص کو نبی بنادیا جس کا خاتمہ خراب ہوگیا نعوذ باللہ!

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ دعا تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ یعنی اسلام پر وفات اور صالحین کے ساتھ الحاق کیوں مانگا؟ حکیم الامت بیان القرآن کے حاشیہ مسائل السلوک میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے خوف کو بیان فرمایا ہے:

﴿فِیْهِ خَوْفُ الْاَنْبِیَآءِ مَعَ عِصْمَتِهِمْ وَامْتِنَاعِ الْکُفْرِ عَلَیْهِمْ فَکَیْفَ یَصِحُّ لِغَیْرِهِمْ اَنْ یَّغْتَرَّ بِصَلَاحِهٖ﴾

(بیانُ القرآن، ج: ۱)

اس آیت سے انبیاء کے خوف کا پتا چلتا ہے باوجود اس کے کہ وہ معصوم ہوتے ہیں اور ان پر کفر ممتنع و محال ہے، کوئی نبی کافر نہیں ہوسکتا، ان سے ایک لمحہ کے لیے بھی کفر کا صدور نہیں ہوسکتا لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں کہ اے خدا! ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائیے، باوجود اس کے کہ ان کے لیے کفر محال

ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں کی یہ شان ہوتی ہے، ان میں اکڑفوں نہیں ہوتی اور وہ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ بے خوف ہونے والا خطرناک آدمی ہے، غیر مقبول ہے، مقبولین کے راستہ سے، سپر ہائی وے اور شاہراہ سے ہٹا ہوا ہے، تو جب انبیاء یہ دعا مانگ رہے ہیں تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ یعنی ہمیں اسلام پر موت دیجیے اور صالحین سے ملحق کر دیجیے فَکَیْفَ یَصِحُّ لِغَیْرِھِمْ اَنْ یَّغْتَرَّ بِصَلَاحِہٖ تو غیر نبی کے لیے یہ کیسے جائز ہوگا کہ وہ اپنی نیکیوں سے دھوکہ میں پڑ جائے کہ میں بھی کچھ ہوں۔

دعوت الی اللہ کے لیے صلاحیت بھی شرط ہے

لہٰذا دعوت الی اللہ کے لیے اوّل تو صلاحیت ہونی چاہیے، وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ میں مِنْ تبعیضیہ ہے کہ تم میں سے بعض لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو دعوت الی اللہ کا کام کریں، ہر امتی پر دعوت الی اللہ فرض نہیں ہے، یہ مسئلہ خوب سمجھ لیجئے کہ ہر امتی پر دعوت الی اللہ فرض نہیں ہے، مِنْ تبعیضیہ کا تقاضا ہے کہ جن میں صلاحیت ہو وہ تبلیغ کریں، اگر صلاحیت نہیں ہے تو حاصل کریں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ نازل فرمایا کہ اے نبی! جو مَا اُنْزِلَ ہے یعنی جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کیجئے۔ پس جس کو پتا ہی نہیں کہ مَا اُنْزِلَ کیا ہے تو وہ کس بات کی تبلیغ کرے گا۔

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کو چھ نمبر میں محدود کر دیا تھا تاکہ گمراہی کے سیلاب کا علاج ہدایت کے سیلاب سے ہو جائے، جس درجہ کا مرض ہوتا ہے اینٹی بائیوٹک بھی اُسی درجہ کی ہونی چاہیے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہی بزرگ ہیں، انہوں نے یہ طریقہ نکالا تھا تاکہ

عوام کو کچھ تو دین مل جائے یعنی فرسٹ ایڈ مل جائے لیکن اگر فرسٹ ایڈ والے بڑے بڑے اسپیشلسٹ کو حقیر سمجھنے لگیں کہ یہ کیا کام کررہے ہیں، کام تو ہم کررہے ہیں، اس لیے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بھئی! سب کچھ کرو مگر اکڑومت اور کسی عالم کو تو کیا کسی مسلمان کو بھی حقیر مت سمجھو، یہاں تک کہ کسی کافر کو بھی حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ غَمْطُ النَّاسِ میں کافر بھی شامل ہے، اس میں مؤمن کی قید نہیں ہے۔

اپنی نظر میں حقیر ہونا مطلوب ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں دنیا کے مسلمانوں سے کمتر اور بدتر ہوں فی الحال اور ساری دنیا کے جانوروں اور کافروں سے بدتر ہوں فی المآل کیونکہ اگر انجام کے اعتبار سے نعوذ باللہ میرا خاتمہ کفر پر ہوگیا تو جانور اور سؤر، کتے سب مجھ سے اچھے ہیں، ہاں اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوجائے تو بے شک پھر میں بہتر ہوں اور ابھی خاتمہ کا پتا نہیں لہٰذا ابھی اپنے کو کیسے بہتر سمجھوں؟ اس لیے دو جملے حضرت نے فرمائے کہ میں ساری دنیا کے مسلمانوں سے بدتر ہوں فی الحال کیونکہ اگرچہ کوئی مسلمان خواہ شرابی اور زانی ہو لیکن ممکن ہے کہ اس کا کوئی نیک عمل قبول ہوجائے یا صرف ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کی ساری برائیوں کو معاف کردے اور ہماری تمام نیکیوں اور دینی کارناموں کے باوجود کوئی عمل ایسا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوکر ہماری تمام نیکیوں کو مٹادے اس لیے میں تمام مسلمانوں سے اپنے کو کمتر سمجھتا ہوں فی الحال اور کافروں سے اور جانوروں سے کمتر سمجھتا ہوں فی المآل اور فرمایا کہ اگر کسی کا گناہ نظر آجائے تو اس کے عیب کو زُکام سمجھو اور اپنے عیب کو سمجھو کہ کوڑھ ہے، کبھی کسی کوڑھی کو زُکامی پر ہنستے ہوئے نہیں پاؤ گے۔ حضرت کے اس ملفوظ کو میں نے نظم

کردیا کہ ؎

نامناسب ہے اے دلِ ناداں
اِک زُکامی ہنسے جذامی پر

اپنے گناہ کو پھانسی کا کیس سمجھے اور دوسرے کے گناہ کو میونسپلٹی کا چالان سمجھے کہ سو دوسو روپے دے کر چھوٹ جائے گا، تو اللہ والوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ اپنے عیوب کے سامنے دوسروں کے عیب نظر نہیں آتے۔ حضرت ابوذر غِفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اے ابوذر! تم اپنے عیوب کا اتنا مطالعہ کرو کہ دوسروں کے عیوب سے تمہاری آنکھیں بند ہوجائیں۔ یہی تزکیۂ نفس ہے جو بعثتِ نبوت کے مقاصد میں ایک اہم مقصد ہے۔

قرآنِ پاک کی رُو سے نبیوں والے کام

میں نے علماء جامعہ اشرفیہ لاہور کے سامنے قرآن پاک کی روشنی میں بعثتِ نبوی کے تین مقاصد بیان کیے تھے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نازل فرمائے۔ اب نبیوں والے تین کام سنئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا فرما رہے ہیں:

﴿رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِکَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَةَ وَ يُزَکِّيۡهِمۡ﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۹)

اے اللہ! ایسا نبی بھیجئے جو امت پر آپ کی آیات کی تلاوت کرے یعنی صحابہ پر قرآن پاک کی آیتوں کی تلاوت کرے جس کی تفسیر ہے اَیۡ يُفَهِّمُهُمۡ اَلۡفَاظَهٗ وَ يُبَيِّنُ لَهُمۡ کَيۡفِيَّةَ اَدَاءِهٖ یعنی نبی علیہ السلام قرآن پاک کے الفاظ اور ان کی کیفیتِ ادا سکھائیں۔ پس تلاوت کے لیے جتنے مدارس اور مکاتب ہیں، جہاں

قرآن پاک پڑھایا جارہا ہے، جہاں حافظ بنایا جارہا ہے یہ سب نبیوں کے اسی مقصدِ بعثتِ نبوت کو انجام دے رہے ہیں لہٰذا مدرسوں کی تحقیر کرنا گویا مقصدِ نبوّت یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ کی توہین کرنا ہے اور اس میں اندیشۂ کفر ہے، اس کے بارے میں عقیدہ صحیح کرلیں۔ تو اس آیت سے مدارس اور مکاتب کا وجود ثابت ہوگیا۔

قرآن کا ترجمہ محض لغت سے کرنا عظیم گمراہی ہے

آگے بعثتِ نبوی کا دوسرا مقصد بیان ہورہا ہے وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَةَ اور اے اللہ! آپ کے پیغمبر اپنی امت کو کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم دیں جس کی برکت سے دارالعلوم قائم ہوگئے اور کتاب اللہ کی ان کو کس طرح تعلیم دیں؟ یُفَهِّمُهُمْ اَلْفَاظَهُ جس لفظ کے جو معنیٰ اللہ تعالیٰ نے نبی کو سکھائے وہ معنیٰ نبی صحابہ کو سکھائیں تاکہ محض لغت سے ترجمہ کرکے غلطی میں نہ مبتلاء ہوجائیں چنانچہ:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا﴾

(سورۃ الاحزاب، آیت: ۷۰)

اس کے بعد ہے یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ تو اس کا لغت سے اگر ترجمہ ہوگا تو یہ ہوگا کہ اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کردیں گے، مگر صحابہ کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں سکھایا بلکہ اس کا ترجمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ سکھایا:

﴿یَتَقَبَّلُ حَسَنَاتِکُمْ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، باب اعلان النکاح، ج:۶، ص:۳۱۰)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کو قبول فرمائیں گے، کہاں اَصْلَحَ یُصْلِحُ بابِ اِفعال اور کہاں تَقَبَّلَ یَتَقَبَّلُ بابِ تفعل، معنیٰ کتنے بدل گئے، اس لیے محض

لغت سے ترجمہ کرنا حرام ہے اور اس میں بہت ہی سخت بدعقیدگی کا خطرہ ہے لہٰذا جو ترجمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا ہے، جس کو صحابہ نے نقل کیا اور صحابہ سے مفسرین نے نقل کیا وہی سب سے مستند ہے، اسی آیت کے ترجمہ میں دیکھ لیں کہ اس کے معنیٰ کتنے بدل گئے ہیں، عربی گرامر سے **یُصۡلِحۡ لَکُمۡ** کا کیا ترجمہ کرو گے؟ کہ اللہ ہمارے اعمال کی اصلاح کردے گا حالانکہ صحابہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے معنیٰ ہیں **یَتَقَبَّلُ حَسَنَاتِکُمۡ** تمہاری نیکیوں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے۔ اسی طرح:

﴿وَالنَّجۡمُ وَ الشَّجَرُ یَسۡجُدَانِ﴾

(سورۃ الرحمٰن، آیت: ۶)

کے کیا معنیٰ ہیں؟ عام لغت میں **نَجۡم** کے معنیٰ ستارہ کے آتے ہیں تو اس کا ترجمہ لغت سے جو کرے گا وہ یہ کرے گا کہ ستارے اور درخت خدا کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **نَجۡم** کے جو معنیٰ بتائے ہیں اور جس کو صحابہ نے نقل کیا کہ یہاں **نَجۡم** کے معنیٰ ستارہ نہیں ہے بلکہ **نَجۡم** اُس پودے کو کہتے ہیں جو زمین پر لیٹے ہوتے ہیں اور زمین پر پھیلتے ہیں جن کے ساق یعنی پنڈلی نہیں ہوتی، تنا نہیں ہوتا، بے تنے کے درخت کو نجم کہتے ہیں:

﴿وَالنَّجۡمُ نَبَاتُ الَّذِیۡ لَیۡسَ لَهٗ سَاقٌ وَالشَّجَرُ نَبَاتُ الَّذِیۡ لَهٗ سَاقٌ﴾

(تفسیر روح المعانی، ج: ۲۷، ص: ۱۰۰)

یعنی وہ پودے جن کا تنا نہ ہو اور شجر سے مراد وہ پودے ہیں جن پر تنا ہو، ساق ہو، پنڈلی ہو، ساق معنیٰ پنڈلی ہیں یعنی تنے دار درخت اور بے تنا پودے دونوں اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔

نباتات کے سجدہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

اور یہاں سجدہ سے کیا مراد ہے؟ کوئی سائنس داں اعتراض کرسکتا ہے

کہ ہمیں دکھاؤ کہ پودے اور درخت کہاں سجدہ کرتے ہیں تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ نے سجدہ کرنے کے معنیٰ یہ بیان کیے ہیں:

﴿اَلْمُرَادُ بِسُجُوْدِ هِمَا اِنْقِيَادُهُمَا لَهٗ تَعَالٰى﴾

(تفسیر روح المعانی، ج: ۲۷، ص: ۱۰۰)

یعنی سجدوں سے مراد ان کا اللہ کے احکام کا انقیاد و فرماں برداری ہے کہ سیب کا درخت سیب ہی پیدا کرے گا، انگور نہیں پیدا کرسکتا، آم کے درخت سے کیلا نہیں پیدا ہوسکتا، جن درختوں کو اللہ نے جن مقاصد و ثمرات کے لیے پیدا کیا ہے وہ اسی کے لیے مسخر ہیں تو یہاں سجدہ سے مراد ان کا مسخر ہونا ہے، سجدہ سے مراد اطاعتِ کاملہ ہے، یہ تفسیر مفسرین نے لکھی ہے، اب جن کو ان کتابوں کا مطالعہ نصیب نہیں اور وہ اردو کی چند کتابوں کا مطالعہ کرکے مفسر بن جاتے ہیں وہ ان اعلیٰ علوم کو کیا جانیں، جیسے ایک نالائق شخص کہتا تھا کہ لغت کی مدد سے ہر پروفیسر مفسر ہوسکتا ہے، بتایئے! کس قدر گمراہی کی بات ہے، یہ شخص لوگوں کو عظیم گمراہی میں مبتلاء کرگیا۔

تو مفسرین نے یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ کا ترجمہ کیا ہے:

﴿ اَیْ یُفَهِّمُهُمْ اَلْفَاظَ الْكِتَابِ وَيُبَيِّنُ لَهُمْ كَيْفِيَّةَ اَدَائِهٖ﴾

یعنی پیغمبر علیہ السلام قرآن پاک کے الفاظ بھی سمجھاتے ہیں اور کیفیتِ ادا بھی سمجھاتے ہیں، اس سے بعثتِ نبوت کے مقاصد میں تجوید کے مدارس بھی شامل ہوگئے اور وہ مکتب بھی شامل ہوگئے جہاں قرآنِ پاک کی قراءت والفاظ کی صحت کی ادائیگی سکھائی جاتی ہے اور دار العلوم بھی شامل ہوگئے جہاں کتاب اللہ کا مفہوم اور حکمت سکھائی جاتی ہے۔ کتاب اللہ کی تعلیم کے ساتھ حکمت ضروری ہے۔

حکمت کی تعریف

اس لیے اس کے بعد فرمایا وَ الْحِكْمَةَ کہ آپ کا وہ پیغمبر حکمت بھی

بیان کرے اور حکمت کی پانچ تفسیریں ہیں **نمبر ۱**:

﴿اَلْمُرَادُ بِالْحِكْمَةِ حَقَائِقُ الْكِتَابِ وَدَقَائِقُهُ﴾

کتاب اللہ کے حقائق اور باریکیاں بیان کرے، **نمبر ۲**:

﴿اَلْفِقْهُ فِي الدِّيْنِ﴾

دین کی سمجھ پیدا کرے، **نمبر ۳**:

﴿اَلسُّنَّةُ الْمُبَيِّنَةُ لِلْكِتَابِ اَیْ طَرِيْقُ السُّنَّةِ﴾

طریق السنہ یعنی سنت کا راستہ بتائے، یہ سب حکمت پر مبنی ہے جیسے وضو کے بعد کی دعا:

﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾

(سنن الترمذی، باب ما یقال بعد الوضوء، ج:۱، ص۱۸)

سکھائی گئی جس میں حکمت یہ ہے کہ بندہ گویا بزبانِ حال کہہ رہا ہے کہ یا اللہ! میں نے ہاتھ پیر تو دھو لیے، غسلِ اعضاءِ ظاہرہ تو ہو گیا لیکن دل کی طہارت کے بغیر صحیح طہارت حاصل نہیں ہوگی اور دل تک میرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا لہٰذا میرے دل کو آپ دھو دیجیے اور غیر اللہ کی نجاست سے پاک فرما دیجیے۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وَاجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ میں سکھا دیا کہ اے اللہ! ہمیں توبہ کرنے والے نادمین میں شامل فرما اور یہی دل کا دھونا ہے کیونکہ اَلتَّوْبَةُ هِیَ النَّدَامَةُ توبہ حقیقت میں ندامت کا نام ہے، اگر ایک شخص گناہ کر کے نادم ہو گیا، اُسی وقت اس کا ہارٹ فیل ہو گیا اور توبہ کا لفظ نہیں کہا تو قیامت کے دن وہ تائبین میں سے اُٹھایا جائے گا اگرچہ لفظ توبہ اُس کے منہ سے نہیں نکلا مگر اُس کے وجود میں حقیقتِ توبہ کا تحقق ہو گیا جس کا نام ندامت ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

﴿اَلطَّهَارَةُ الْكَامِلَةُ طَهَارَةُ الْاَسْرَارِ مِنْ دَنَسِ الْاَغْيَارِ﴾

(تفسیر روح المعانی، ج:۱۱، ص:۲۶)

طہارتِ کاملہ سے مراد یہ ہے کہ قلب غیر اللہ سے پاک ہو جائے۔

لہٰذا طَرِیْقُ السُّنَّۃِ سنت کا راستہ، سنت کی دعائیں یہ سب حکمت پر مبنی ہیں جیسے بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا:

﴿غُفْرَانَکَ- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ﴾

(سنن ابن ماجة، باب ما یقول اذا خرج من الخلاء، ص: ۲۶)

میں غُفْرَانَکَ کیوں ہے؟ پیغمبر بھی استنجاء کرتا ہے، ولی اللہ بھی استنجاء کرتا ہے لیکن بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد نبی بھی غُفْرَانَکَ پڑھتا ہے اور ولی بھی پڑھتا ہے تو معافی کس چیز کی مانگتا ہے؟ جبکہ بیت الخلاء جانا کوئی گناہ کا کام نہیں ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ معافی اِس چیز کی ہے کہ اتنی دیر تک ہماری زبان ذکر اللہ سے محروم تھی، اگرچہ ہم معذور تھے مگر عشق کی شان یہ ہے کہ جہاں معذور ہو وہاں بھی معافی مانگ لے ؎

ممنونِ سزا ہوں میری ناکردہ خطائیں

نماز کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین بار اَسْتَغْفِرُ اللہَ پڑھتے تھے تو کیا نماز کوئی گناہ ہے؟ پھر استغفار کیوں فرمایا؟ اس کی شرح مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کہ نماز میں جو کوتاہیاں ہوگئیں یہ استغفار ان کی معافی ہے کہ اے اللہ! مجھ سے آپ کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوا۔ اسی لیے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! ہم سے آپ کی شان کے مطابق نماز ادا نہیں ہوسکی لیکن آپ اس کی قبولیت اپنے شایانِ شان فرما دیجئے۔

حکمت کی چوتھی تفسیر ہے:

﴿مَا تَکْمَلُ بِہِ النُّفُوْسُ مِنَ الْمَعَارِفِ وَالْاَحْکَامِ﴾

یعنی وہ پیغمبر احکام و معارف بیان کرے جس سے نفوسِ انسانیت کی تکمیل ہو،

جس سے انسان کامل ہو جائے اور حکمت کی پانچویں تفسیر ہے:

﴿وَضْعُ الْاَشْيَآءِ مَوَاضِعَهَا﴾

(تفسیر روح المعانی، ج: ۱، ص: ۳۸۷)

ہر چیز کو اس کے محل میں رکھنا، جو اعضاء جس کام کے لیے بنائے گئے ہیں ان اعضاء کو اسی کام میں استعمال کرو۔

تو نبوت کے مقاصد میں سے ایک مقصد مکاتب کا قیام ہے جہاں قرآنِ پاک کی قراءت مع الصحت سکھائی جائے اور دوسرا مقصد دار العلوم اور مدارسِ دینیہ کا قیام ہے جہاں کتاب اللہ کی تفسیر پڑھائی جائے اور وہ معانی بیان کیے جائیں جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو سکھائے، اگر ایسا نہ ہوتا تو ضلالت و گمراہی کے مچھر، کھٹمل سب اس میں گھس جاتے، آج انہی علماء کی برکت سے قرآن پاک کے الفاظ و معانی کی حفاظت ہو رہی ہے۔ بعثتِ نبوت کے مقاصد میں تعلیمِ کتاب کے ساتھ حکمت کی تعلیم دینا بھی ہے یعنی ایسے علوم و معارف بیان کرنا جن سے انسانیت کی تکمیل ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہو۔

تو قرآنِ پاک کے مکاتب بھی نبیوں والا کام کر رہے ہیں جہاں قراءت و تجوید سکھائی جاتی ہے، دار العلوم بھی نبیوں والا کام کر رہے ہیں جہاں قرآن پاک کی تفسیر بیان کی جاتی ہے، جہاں اللہ والے علماء تفسیر و معانی میں غوطہ لگا کر بحرِ معرفت کے بڑے بڑے علوم و معارف بیان کرتے ہیں جسے حکمت کہتے ہیں اور یہ حکمت اہل اللہ کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ اللہ کرتے ہیں۔ وارِد اُنہی کو ہوتا ہے جن کا وِرد ہوتا ہے مَنْ لَّا وِرْدَ لَهٗ لَا وَارِدَ لَهٗ جس کے اَوراد و وظائف کچھ نہیں ہوتے اُس کو وارِد و اِلہام بھی نہیں ہوتا، اس کے دل میں آسمان سے علوم نہیں آسکتے، وہ کتابوں سے تو بیان کر سکتا ہے لیکن اس کا علم ایسا ہی ہوگا کہ جتنا پکاؤ اتنا کھاؤ، جتنی کتاب دیکھی اتنا ہی بیان کر دیا۔ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علماء ظاہر کا علم ایسا ہے جیسے ٹینکر بُلا کر ٹنکی بھرلی، جب پانی ختم ہوگیا تو پھر ٹینکر ڈلوالیا اور اللہ والوں کا علم ایسا ہوتا ہے جیسے زمین سے پانی کا سوتا نکل آئے اور ہر وقت پانی جاری رہے تو اللہ والوں کے علم کا پانی ہر وقت جاری رہتا ہے، کبھی ختم نہیں ہوتا، ان کی ساری کتابیں چھین لو اور ان سے کئی سال تک بیان نہ کراؤ لیکن جب بھی بیان کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا ہر بیان ایک نیا بیان ہوگا کیونکہ وہ آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ میرا ایک شعر ہے جو خود مجھے بہت پسند ہے ؎

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

اللہ تعالیٰ ان پر آسمان سے علوم و معارف کے خزانے برساتا ہے ؎

آفتابِ عاشقاں تابندہ باد
بوستانِ عاشقاں پائندہ باد

یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا ہے کہ اے خدا! تیرے عاشقوں کے دل کا باغ ہمیشہ ہرا بھرا رہے اور تیرے عاشقوں کا آفتاب ہمیشہ چمکتا رہے۔

تو نبیوں کی بعثت کے دو مقاصد بتادیئے، اب آگے آرہا ہے وَیُزَکِّیْھِمْ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نفس کا تزکیہ کرتے ہیں، یہی تزکیۂ نفس ہے اور تزکیۂ نفس کا شعبہ بھی مقاصدِ بعثتِ نبوت میں سے ہے۔ یہ بھی نبیوں والا کام ہے۔

تزکیۂ نفس کے مدرسے کہاں ہیں؟

نفس کے تزکیہ کے مدرسے کہاں ہیں؟ وہ اللہ والوں کی خانقاہیں ہیں۔ بعثتِ نبوت کے یہ مقاصد اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بیان فرمائے، قیامت تک جس کی تعمیل کے لیے قرآنِ پاک کے مدرسے، دارالعلوم اور اہل اللہ

کی خانقاہیں قائم ہیں۔ جامعہ اشرفیہ لاہور میں جب میں نے یہ مقاصد بیان کیے تو وہاں اُس وقت ایک ایسی جماعت جو تصوف کی قائل نہیں اس کے بڑے لیڈر بھی موجود تھے، وہ پھڑک گئے اور انہوں نے نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور سے کہا کہ صاحب ان مولانا نے تو آج مجھ کو چاروں شانے چت کردیا، تصوف کا قائل کردیا کیونکہ تزکیۂ نفس کو قرآن سے ثابت کردیا، انہوں نے کہا کہ آج یہ بات سمجھ میں آگئی کہ ہمارے ہاں شعبۂ تزکیۂ نفس نہیں ہے اور یہ شخص صحیح کہتا ہے، واقعی ہمارے اندر یہ کمزوریاں ہیں کہ ہم اپنی اصلاح کے لیے کسی اللہ والے کے پاس نہیں جاتے بلکہ ان کی حقارت کے ڈھنڈورے پیٹتے ہیں اور اللہ والوں کو حقیر سمجھتے ہیں، جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، الحمدللہ!

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ابھی لاہور تشریف لے گئے تھے تو مفتی محمد حسن امرتسری کے صاحبزادہ حضرت کے سامنے کہنے لگے کہ حضرت ہمارے جامعہ اشرفیہ کے اجتماع میں اختر کا بیان کرایا گیا اور ان کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے ایسا اثر ڈالا کہ ایک ایسی جماعت جو تصوف کو نہیں مانتی اس کے بڑے جو اس میں شریک ہوئے تھے وہ بھی تصوف کے قائل ہوگئے اور انہوں نے اعتراف کیا کہ واقعی تزکیۂ نفس کا شعبہ ہمارے یہاں بالکل نہیں ہے اور کہنے لگے کہ حضرت ان کے بیان نے تو جادو کردیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

میرے شیخ کے کان میں کوئی اچھی بات ڈال دیتا ہے تو میں اس لیے خوش ہوتا ہوں کہ ایک اللہ والا مجھ سے خوش ہوجائے، اس کو بھی اللہ کی نعمت سمجھتا ہوں۔ اس لیے میں ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ اپنے بزرگوں کے سامنے اپنے دوستوں کی ہمیشہ بھلائی پیش کروں۔ اگر کہیں کمزوری دیکھ لیتا ہوں تو خود دعا کرتا ہوں مگر شیخ سے نہیں کہتا کیونکہ شکایت کر کے اللہ والوں کے دل کو کسی سے

دور کرنا یہ بہت بڑا جرم ہے۔اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم اس سے چشم پوشی کرلیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرلیں۔ یہ ہمیشہ سے میرا اصول ہے اور یہ میں نے سیکھا حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک خادم خاص جنہوں نے حکیم الامت کے ساتھ حج بھی کیا تھا حکیم الامت سے اللہ والوں کی شکایت کیا کرتے تھے۔ وہ آخر میں پاگل ہوگئے۔ پھر نماز بھی نہیں پڑھتے تھے۔ کعبہ کا طواف، روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری، منیٰ، مزدلفہ، عرفات کا قیام اتنے بڑے مجدد کے ساتھ کیا، میں نے حضرت سے سوال کیا کہ اس نے حکیم الامت کی اتنی بڑی صحبت اٹھائی اور یہ شخص پاگل ہوگیا مسجد میں نماز بھی نہیں پڑھتا یہ اتنا بڑا وبال کیوں ہے؟ تو حضرت نے فرمایا دو وجہ ہے۔ ایک یہ کہ انہوں نے ماں باپ کو بہت ستایا۔ دوسرے یہ کہ خانقاہ میں اللہ والوں کی کوئی کمزوری دیکھتا تو حضرت حکیم الامت سے شکایت کرتا اور اللہ والوں کا دل دُکھایا کرتا تھا۔ تب سے میں نے یہ سبق حاصل کیا کہ میں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب سے کسی کے بارے میں اچھی بات کہتا ہوں شکایت نہیں کرتا اور یہ عین سنت ہے، یہ مزاجِ نبوت ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے اندر سلیم الصدر رہوں، میرا سینہ صاف رہے، تا کہ سب کے ساتھ محبت سے ملوں لہٰذا میں بھی نہیں پسند کرتا کہ میرے کان میں کوئی شخص کسی کی شکایت کرے، کوئی بھلی بات کہہ کر میری محبت بڑھاؤ، میرے بھائیوں سے میری محبت کو بڑھاؤ، اپنے احباب کی تعریف سے میرا دل خوش ہوجاتا ہے۔ کمزوری کس میں نہیں ہے، جو شکایت کرتا ہے وہ خود کمزوریوں کا شکار ہے۔ بس دوسروں کا عیب اگر نظر آجائے تو آنکھیں بند کرلو اور اللہ سے دعا کرو۔

تزکیۂ نفس کی مثال

ہمارے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس شیشی میں عطر رکھتے ہو پہلے اس کو صاف کر کے پھر اس میں عطر ڈالتے ہو، اگر اس شیشی میں پیشاب ہو تو گندی شیشی میں عطر نہیں رکھتے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تزکیۂ نفس کو ضروری قرار دیا ہے کہ میرے پیغمبر کے علوم اُنہی کو مفید ہو سکتے ہیں جن کے نفوس کا تزکیہ ہو گیا ہو، اگر حُبِّ دنیا، مال کی حرص، حسینوں کا عشق، دنیا کی رنگینیاں اور خباثتیں دل کی شیشی میں ہوں گی تو علوم و معرفت کا عطر اس میں جا کر بے معنیٰ ہو جائے گا، جتنا زیادہ دل صاف اور پاکیزہ ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کو علومِ نبوت سے کیف ملے گا۔ بھئی عطر کے لیے شیشی دھوتے ہو یا نہیں؟ تو کیا علمِ دین عطر نہیں ہے؟ پھر دل کی گندی شیشی میں اللہ تعالیٰ پاکیزہ علوم کا عطر کیسے ڈالیں گے؟ مولانا رومی نے فرمایا ؂

آں زُجاجے کو ندارد نورِ جاں
بولِ قارورہ است قندیلش مخواں

جو شیشۂ دل نورِ جان یعنی اللہ کا نور نہیں رکھتا وہ قارورہ کی شیشی ہے، اس کو قندیل مت کہو، اس میں دنیا کی خباثت بھری ہوئی ہے۔

تزکیۂ نفس کی تعریف

اب تزکیۂ نفس کی تعریف بھی سن لیجئے، تزکیۂ نفس کی تین تعریف ہیں، پہلی تعریف ہے:

﴿یُطَهِّرُ قُلُوْبَهُمْ عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ وَ عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِغَیْرِ اللّٰهِ﴾

ہمارے پیغمبر صحابہ کے دلوں کو برے عقیدوں سے پاک کرتے ہیں اور قلب کو غیر اللہ میں مشغول ہونے سے بچاتے ہیں لہٰذا خانقاہ میں رہ کر جو غیر اللہ سے

اپنے دل کو پاک نہیں کرتا وہ حقیقتِ تزکیۂ نفس سے محروم رہتا ہے اگرچہ جامع ملفوظات ہو، اگرچہ مقرر ہو، اگرچہ خوب مقبول بین الخلائق ہو جائے لیکن وہ تزکیہ کی حقیقت سے بے خبر ہے کیونکہ تزکیہ کی تعریف یہ ہورہی ہے **یُطَهِّرُ قُلُوْبَهُمْ عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ الخ** دل باطل عقیدوں سے پاک ہو اور غیر اللہ میں مشغول نہ ہو، اللہ کی محبت میں قلب کو ایسا مست کردے کہ غیر اللہ کی طرف دل جائے ہی نہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ دن کے بعد جب اللہ کی نسبت عطا ہوگی تو رُسوخِ نسبت کے بعد ساری دنیا آپ کی نگاہوں سے گرجائے گی، چاہے لیلائے کائنات ہو، چاہے آفتابِ کائنات ہو، چاہے ماہتابِ کائنات ہو، دیکھئے خواجہ صاحب نے کتنا پیارا شعر فرمایا ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دِل کی

جس دل میں اللہ ہوتا ہے، جس دل میں مولائے کائنات ہوتا ہے لیلائے کائنات سے اس کو مناسبت نہیں ہوسکتی چاہے اس کا جسم کتنا ہی رنگین ہو لیکن اس کے پیشاب پاخانے کی گندگی اس کو مستحضر ہوگی کہ یہ گوموت کا مجموعہ ہے اور اس کا قبرستان میں جانا اس کو مستحضر ہوگا، ساری کائنات چاہے اُزبکستان ہی کیوں نہ ہو وہ بھی اس کو قبرستان نظر آئے گا، اُزبکستان کا قافیہ قبرستان سے ملا رہا ہوں، آج کل بہت سے لوگ اُزبکستان جانے کے لیے سوچ رہے ہیں کہ چل کر وہاں کی پریوں کو دیکھا جائے حالانکہ وہ سب قبرستان جانے والی ہیں یا نہیں؟ لہٰذا اللہ کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾

(سورۃ النحل، آیت:۹۷)

کہ بالطف حیات تو میری فرماں برداری میں ہے جبکہ تم بالطف حیات اِعْرَاض عَنِ الذِّکْرِ میں تلاش کرتے ہو، میری یاد سے غفلت اور نافرمانی میں تلاش کرتے ہو حالانکہ خالقِ زندگی کا اعلان ہے:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا﴾

(سورۃ طٰہٰ، آیت: ۱۲۴)

میں اپنے نافرمانوں کو تلخ زندگی دیتا ہوں، جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے ایمان کو ٹٹولے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری نافرمانی میں تم کہاں لُطفِ زندگی تلاش کرتے ہو؟ نافرمانی سے تمہاری زندگی تلخ کردی جائے گی۔ مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے جو مظاہر العلوم سہارنپور میں محدّث تھے۔

عشقِ بتاں میں اسعد کرتے ہو فکرِ راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خوابگاہیں

یہ شعر کیا ہے پورا وعظ ہے۔ دیکھو قرآن پاک کی روشنی میں تزکیۂ نفس کا ایک شعبہ قائم ہو گیا جس کا نام ہے طہارتِ قلوب عقائدِ باطلہ سے اور غیر اللہ میں مشغول ہونے سے۔ تزکیۂ نفس کی دوسری تعریف ہے:

﴿وَیُطَهِّرُ نُفُوْسَهُمْ عَنِ الْاَخْلَاقِ الرَّذِیْلَةِ﴾

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے نفوس کو پاک کرتے ہیں برے برے اخلاق سے مثلاً بدنظری، عشق بازی، کینہ، بخل، تکبر اور ریا جیسے تمام اخلاقِ رذیلہ سے آپ صحابہ کے قلوب کو پاک کرتے ہیں۔ اور تزکیۂ نفس کی تیسری تعریف ہے:

﴿وَیُطَهِّرُ اَبْدَانَهُمْ عَنِ الْاَنْجَاسِ وَ الْاَعْمَالِ الْقَبِیْحَةِ﴾

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے جسم کو نجاستوں سے اور برے اعمال

سے پاک رکھنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

شیخِ کامل کے بغیر اصلاح نہیں ہوتی

تو نبیوں والے کام آپ لوگوں نے سن لیے چنانچہ جو یہ کہے کہ بس نبیوں والا کام یہی ہے اور سارے علماء مدارس میں بیٹھے وقت ضائع کررہے ہیں تو سمجھ لو کہ اس کا ایمان خطرہ میں ہے، کیا مدارس میں علماء، خانقاہوں میں مشائخ اور اللہ والے یہ سب بالکل کنڈم ہیں؟ تمہارے نزدیک ناقابلِ ریفرنڈم ہیں؟ جب کسی فاسق، فاجر کو حقیر سمجھنا حرام ہے اور جنت سے محروم کردیتا ہے تو علماء کی حقارت اور ان پر تبصرے اور اہل اللہ اور اہلِ حق کی خانقاہوں پر تبصرے کرنا کیا موجبِ غضبِ الٰہی نہ ہوگا؟

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ لاکھوں چلّے لگالو لیکن اصلاح نہیں ہوسکتی جب تک کسی شیخِ کامل سے تعلق نہیں ہوگا، جب تک کسی شیخِ کامل کے ساتھ نہیں رہو گے لیکن شیخِ کامل کے ساتھ رہنا تب ممکن ہے جب طلب ہو، یہ تو آخری اسٹیج ہے لہٰذا تبلیغ کا کام فرسٹ اسٹیج ہے تاکہ لوگوں میں دین کی طلب پیدا ہوجائے۔ اُمت بالکل بگڑی ہوئی تھی، گمراہی کا سیلاب تھا اور سیلاب کا مقابلہ سیلاب ہی سے کیا جاسکتا ہے لہٰذا حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دین کا ذوق اور طلب پیدا کرنے کے لیے آسان چھ نمبر بنادیے اور فرمایا کہ اپنے گھروں سے نکلو تاکہ دنیا کے گناہ آلود ماحول سے نکل کر اصلاح ہوجائے لہٰذا پہلے اس کا نام اصلاحی جماعت تھا، پوچھ لو تبلیغ کے پرانے دوستوں سے، بعد میں لوگوں نے تبلیغی جماعت رکھ دیا، مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغی جماعت نام نہیں رکھا تھا بلکہ اصلاحی جماعت نام رکھا تھا یعنی اپنے نفس کی اصلاح کے لیے نکلنے والے اور جو پرانے

لوگ ہیں وہ اب بھی یہی ادب سکھاتے ہیں کہ جب نکلو تو تبلیغ کی نیت مت کرو، یہ نیت کرو کہ ہماری اصلاح ہو جائے۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس بستی میں کوئی اللہ والا ہو یا علماء دین ہوں ان کو دعوت بھی مت دو، ان سے دعائیں لو اور فرماتے تھے کہ جب میں تبلیغ سے واپس آتا ہوں تو خانقاہوں میں جاتا ہوں تاکہ دل کی ٹیوننگ ہو جائے۔ موٹر چلنے کے بعد گیراج میں ڈالتے ہیں تاکہ پُرزوں میں جو گرد و غبار لگ گیا ہے اُس کی دُھلائی ہو جائے۔ فرماتے تھے کہ مخلوق میں اختلاط سے جو غبار سا آ جاتا ہے خانقاہوں میں اس کی دُھلائی ہوتی ہے۔

جعلی پیروں کی جہالت

تو مکاتب کا قیام نبیوں والا کام ہے، دارالعلوم کا قیام نبیوں والا کام ہے، حکیمانہ علوم اور اللہ والوں کے ملفوظات سننا سنانا نبیوں والا کام ہے، تزکیۂ نفس کے لیے خانقاہوں کا قیام بھی نبیوں والا کام ہے اور خانقاہ سے مراد سچے اللہ والوں کی خانقاہ ہے جہاں سنت و شریعت پر چلنا سکھایا جاتا ہے، وہ خانقاہ نہیں خواہ مخواہ ہے جہاں گنجیڑی، بھنگیڑی لوگ سمندر کے کنارے بیٹھے سٹہ کا نمبر بتا رہے ہیں اور جھوٹے دعوے کر رہے ہیں کہ صاحب! یہ اونچے مقامات کے لوگ ہیں، ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں، درحقیقت شیاطین ان کو خبریں دیتے ہیں کہ فلاں گھوڑا جیتے گا۔ سٹہ کا نمبر بتانے والا یعنی جوئے کا حرام کام بتانے والا ولی اللہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ کون سی بزرگی ہے؟ یہ بزرگ نہیں شیطان ہے لیکن لوگ وہاں دوڑے جا رہے ہیں اور ان کے ایجنٹ لوگوں کو یہ بھی سکھا کر بھیجتے ہیں کہ اگر وہ تم کو ماں، بہن کی گالی دے دے تو تمہارا کام ہو جائے

گا، جب تک ماں، بہن کی گالی نہ دے ہٹنا مت، جب بابا غصہ میں آجائے اور منہ سے اول فول نکال دے تب سمجھو کہ اب اس کا قول معتبر ہے۔

جو بھی منہ سے نکلے اُن کے اول فول
تب سمجھ لو معتبر ہے اُن کا قول

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لاحول ہے ان کے اول فول پر اور ان کے قول پر، اصلی خانقاہیں وہی ہیں جہاں سچے اللہ والے ہوں اور جنہیں کسی اللہ والے کی سند بھی حاصل ہو۔

جس کا کوئی پیر نہ ہو اسے پیر نہ بنائیں

ایک صاحب ہیں جو بہت زیادہ درسِ قرآن دیتے ہیں، جدہ سے دو آدمی آئے اور کہنے لگے کہ ہم اُن سے تربیت لینا چاہتے ہیں، آپ کا کیا مشورہ ہے؟ میں نے کہا کہ جن سے تربیت لینا چاہتے ہو، جنہیں مربی بنانا چاہتے ہو انہوں نے بھی کسی سے تربیت لی ہے؟ اگر انہوں نے کسی سے تربیت حاصل کی ہے تو ان کا نام بتاؤ؟ کہنے لگے کہ ان کے مربی کا تو ہمیں پتا نہیں کہ کوئی ہے بھی یا نہیں؟ غالباً ان کا کوئی مربی نہیں، وہ خود ہی تربیت کرتے ہیں، میں نے کہا کہ جو خود مربہ نہ بنا ہو وہ کیسے مربی ہوسکتا ہے؟ پہلے شاگرد بننا ضروری ہے یا استاد؟ جس کا شاگرد ہونا ثابت نہیں اس کو استاد کیوں بناتے ہو؟ پھر میں نے انہیں ایک عربی جملہ بنا کر سنا دیا کہ لَا تَأْخُذُوْهُ بَابًا مَنْ لَّا بَابَا لَهٗ جس کا کوئی بابا نہ ہو خدا کے لیے اُس کو بابا نہ بناؤ، اس کا نسب نامہ صحیح نہیں ہے اور الحمد للہ ہمارے بابا موجود ہیں یعنی شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارا سلسلہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جاتا ہے۔

لہٰذا اگر بزرگوں سے تعلق نہ ہوا تو گناہوں کا ارتکاب کرو گے اور گناہ پر ندامت بھی نہ ہوگی۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کو اپنے گناہ پر ندامت نہ ہو، اَمردوں سے خوب بات چیت کرتا ہے، ان سے آنکھیں سینکتا ہے اور ان کو دین سِکھانے کے بہانے ان سے باتیں کرتا ہے اور نفس اندر اندر حرام لذت درآمد کرتا ہے تو یہ شخص قہرِ الٰہی میں مبتلا ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کو شریعت کے خلاف کسی منکر اور برائی میں مبتلاء دیکھو اور اسے ندامت کا احساس تک نہ ہو تو سمجھ لو کہ یہ قہرِ الٰہی میں مبتلاء ہے اور دلیل کتنی پیاری دی کہ ابلیس کو آج تک ندامت نہیں ہے، یہ ندامت نہ ہونا دلیل ہے کہ وہ مردود ہے اور قہرِ الٰہی میں مبتلا ہے لیکن گناہوں پر ندامت کا احساس بھی بزرگانِ دین کی صحبت سے پیدا ہوتا ہے۔

لہٰذا دین سیکھنے کے لیے علماء کے پاس آپ خود جائیں۔ اگر آپ کسی اسپیشلسٹ ڈاکٹر کو کہیں کہ تم خود میرے گھر پر آؤ، میرے ساتھ ساتھ بستر لے کر لوگوں کے علاج معالجہ کے لیے دربدر پھرو، جہاں ہم چلیں تم بھی چلو تو وہ کہے گا کہ میں نے لندن یا امریکہ سے اس لیے ڈگری حاصل نہیں کی ہے، میں ایک جگہ رہتا ہوں جس کو سو دفعہ غرض ہو میرے پاس آئے۔ علماء کے پاس سو دفعہ غرض ہو تو تم خود جاؤ، اُن سے دعا لو، اُن کی مجلس میں بیٹھو، اُن کی صحبت میں رہ کر تکبر کے مچھروں اور کھٹملوں پر ڈی ڈی ٹی چھڑکو۔

حضور ﷺ کا توکل

اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ بس تبلیغ میں نکل پڑو، گھر بار، ملازمت، کاروبار کچھ مت دیکھو کیونکہ سب کچھ خدا سے ہوتا ہے۔ آپ بتائیں! اگر کسی کی عورت بیمار ہے اور اسے استنجاء کرانے کی ضرورت پڑ جائے تو دنیا میں

کوئی رشتہ ہے جو عورت کی شرمگاہ کو چھو سکے سوائے شوہر کے۔ اگر ایسا توکل جائز ہوتا کہ سب کام خدا سے ہوتا ہے، کوئی سبب اختیار نہ کرو تو سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عین غزوۂ بدر میں کیوں حکم دیا کہ تمہاری بیوی بیمار ہے جاؤ مدینہ جا کر ان کی تیمار داری کرو، جس جنگ میں ملائکہ شامل تھے، جس جنگ پر اسلام کی بقاء کا انحصار تھا، جو اتنی مبارک جنگ تھی کہ سارے اصحابِ بدر جنتی ہیں، ان کے نام کے واسطہ سے دعائیں مانگی جاتی ہیں اور جس جنگ میں خود سید الانبیاء شامل تھے، اس نبی کا تو یہ توکل نہیں تھا کہ سب کچھ خدا سے ہوتا ہے لہٰذا بیمار بیوی کو چھوڑ کر یہیں رہو جبکہ نبی سربسجود ہو کر دعا کر سکتے تھے کہ اے اللہ! میری بیٹی کو صحت دے دے لیکن آپ نے حدودِ شریعت قائم کیں کیونکہ توکل کی تعریف ہے:

﴿تَرْكِيْبُ الْاَسْبَابِ دُوْنَ الْاِعْتِمَادِ وَ الْاِعْتِمَادُ عَلَى اللهِ﴾

یعنی اسباب کو اختیار کرنا مگر ان پر اعتماد نہ کرنا اور اعتماد اللہ پر کرنا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملاً اس کی تعلیم فرما دی حالانکہ غزوۂ بدر میں صرف تین سو تیرہ صحابہ تھے، اُس وقت مجاہدین کی کتنی کمی تھی، اس کے باوجود آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ واپس بھیج دیا کہ تم جا کر اپنی بیوی کی خدمت کرو، تمہیں اس مبارک جنگ کا پورا ثواب ملے گا اور تمہارا اصحابِ بدر ہی میں شمار ہوگا۔ نبی نے حقوقِ انسانیت سکھائے ہیں اور آج بیمار ماں باپ چارپائی پر پڑے ہیں، بیوی کے بچہ ہونے والا ہے، اس وقت شوہر کا وہاں موجود رہنا شرعاً ضروری ہے اور اس وقت اس کو چھوڑ کر نکلنا حرام ہے لیکن یہ حدودِ شریعت کو توڑ کر بھاگے جا رہے ہیں تبلیغ میں۔ کہتے ہیں کہ چلو نکلو نکلو، سب اللہ سے ہو جائے گا۔

اپنی اور اہل و عیال کے دین کی فکر مقدم ہے

جن پر کوئی حقوق واجب نہیں ہیں وہ اگر ساری زندگی تبلیغ کریں تو

ماشاء اللہ ان کو کوئی حرج نہیں، لیکن جن کے بال بچوں کی تربیت ضروری ہو کہ بعض وقت زیادہ نکلنے سے بچوں کی دیکھ بھال نہ ہوسکی اور بچے اتنے برباد ہوگئے کہ پھر کبھی اصلاح نہیں ہوسکی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا﴾

(سورۃ التحریم، آیت: ۶)

اپنی جان کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل وعیال کو۔ اگر کسی شخص کو یہ ظن غالب ہے کہ میرے جانے سے میرے بچے ہپی ہو جائیں گے، سینما دیکھنے لگیں گے، باپ کا ڈر نہ ہونے سے ماں کے قابو میں نہ رہیں گے اور برباد ہو جائیں گے تو اس شخص کے لیے میں فتویٰ دیتا ہوں کہ اس کے لیے نکلنا جائز نہیں ہے۔ جاپانیوں کو مسلمان بنانے سے زیادہ ہمیں اپنی اولاد کو جنت میں داخل کرانا ضروری ہے کیونکہ قرآن کریم کے اسلوب کو دیکھیے قُوْا اَنْفُسَکُمْ اپنے جانوں کو دوزخ سے بچاؤ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ابولہب اور ابوجہل سے نہیں فرمایا، پہلے بیٹی فاطمہ سے فرمایا:

﴿اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ﴾

(صحیح مسلم، ج:۱، ص:۱۱۴)

کہ اے فاطمہ! عمل کر، عمل کر، اپنی جان کو دوزخ سے بچا اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وہ چودہ سال، سولہ سال کے جوان بچوں کو چھوڑ کر تبلیغ کے جوش میں چھ مہینے کے لیے چلے گئے تو بچوں کو موقع مل گیا، اب وہ خوب سینما وی سی آر دیکھ رہے ہیں، لڑکیوں کے ساتھ گھوم رہے ہیں، نشہ کے عادی بن گئے، کن کن گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ واقعات چشم دید بتا رہا ہوں۔

علامہ شبلی کے بھتیجے انور نعمانی صاحب نے بتایا کہ ایک صاحب باہر چلے گئے۔ اُن کی جوان بیٹی جنرل اسٹور میں آئی خوب لال لپ اسٹک لگا کر اور

جنرل اسٹور والے سے مذاق کررہی تھی۔ اس جنرل اسٹور والے نے کہا کہ نعمانی صاحب آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے۔ ان کے والد تبلیغ میں ملکوں میں گئے ہوئے ہیں۔ اگر وہ ہوتے تو ان کی موجودگی میں یہ کام کرتی؟ اگر کسی کو ظن غالب ہو کہ میرے جانے سے میرے بچے آوارہ ہو جائیں گے تو اس کا جانا جائز نہیں ہوگا۔ اپنے بچوں کو بھی لے کر جائے اور اپنی بیٹیوں کو بھی ان کے محرم مثلاً دادا، نانا، ماموں، چچا یا استانی یا کسی اللہ والی بزرگ عورت کے سپرد کر کے جائے۔ ہمارا کام حدود اور حقوق کو بیان کرنا ہے۔ جو نہ مانے خود ذمہ دار ہے۔ علماء اور محدثین موجود ہیں جو اپنے علم کی روشنی میں تصدیق فرمائیں گے کہ جو کچھ اختر نے بیان کیا ہے صحیح ہے یا نہیں۔

دین کے کام میں حدودِ شریعت کا لحاظ ضروری ہے

ہماری مسجد اشرف میں الحمدللہ خوب تبلیغی کام ہوتا ہے، ہر ہفتہ گشت بھی ہوتا ہے۔ ابھی ہمارے یہاں تبلیغی جماعت آئی تھی، فجر کے بعد ان کی خاطر سے میں نے بیان کیا تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ اگر ماں باپ نے دس دن کی اجازت دی ہے تو کیا اس کو اختیار ہے کہ بغیر ماں باپ کی اجازت کے چالیس دن کے لیے چلا جائے۔ میں نے کہا چالیس دن لگانا مستحب ہے اور ماں باپ کا دل دُکھانا حرام ہے۔ لہٰذا جتنی اجازت دی ہے اس سے زیادہ نہ رُکو، دس دن کے بعد واپس چلے جاؤ، تبلیغ سے واپس جانے کے بعد ماں باپ کی خوب خدمت کرو، اتنا پیر دباؤ، اتنی تیل مالش کرو کہ ماں باپ کو یقین ہو جائے کہ اس جماعت میں ماں باپ کا اتنا ادب سکھایا گیا ہے، پہلے تو اتنا نالائق تھا۔ ان کو خوش کرو کہ ان کا ذہن بن جائے کہ چلو بھئی تم چالیس دن کے لیے چلے جاؤ۔ تو سب نے میرا اتنا شکریہ ادا کیا۔ جب ان کو چھ نمبر کے علاوہ

بدنگاہی کے نقصانات، جھوٹ بولنے کے نقصانات، ماں باپ کا دِل دُکھانے کی وعیدیں اور دوسری باتیں حدیثوں سے سنائی گئیں تو وہ کہنے لگے کہ ہمارا دل باغ باغ ہوگیا، لہٰذا بعد میں پھر ملنے آئے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ صاحب ان میں اتنا غلو ہے جس سے ماں باپ اور بیٹوں میں جھگڑے ہوجاتے ہیں، ماں باپ دس دن کے لیے کہتے ہیں اور یہ چلے جاتے ہیں چلہ میں لہٰذا اس غلو اور زیادتی کی وجہ سے ہمارے معاشرہ میں گھروں کے اندر لڑائیاں شروع ہوگئیں، بیوی کو حمل ہے اور وضع حمل بالکل قریب ہے، کل بچہ پیدا ہونا ہے اور شام کو ملکِ شام چلے گئے، بھئی ایک دن رک جاؤ، ایک مہینہ ہے تو ایک مہینہ ٹھہر جاؤ، بعضے حالات ایسے پیش آجاتے ہیں کہ اس وقت سوائے شوہر کے کوئی بیوی کے قریب نہیں جاسکتا۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ بیوی دوسری عورتوں سے کہے گی کہ تم اپنے شوہروں کو تبلیغ میں ضرور بھیجو، ہم بیمار تھے، ہمارے بچے کی پیدائش ہونے والی تھی، ہمارے شوہر کو تبلیغ والوں نے روک دیا کہ بھئی تم ہسپتال میں اپنی بیوی کی خدمت کرو۔ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے تھوڑا کام ہو، حدود کے ساتھ ہو اور اللہ راضی ہو، وہ بہتر ہے اس کام سے جس میں حدود پاش پاش ہوجائیں اور قرآن کریم کی آیت وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ پر عمل نہ ہو اور اس میں برکت بھی زیادہ ہوتی ہے وہ عورت دوسروں سے کہتی ہے کہ اپنے شوہروں کو تبلیغ میں بھیجو لیکن اگر وہ بیوی کو اس تکلیف میں چھوڑ کر چلا گیا تو کہے گی کہ اپنے شوہروں کو تبلیغ میں مت جانے دینا، ہم مر رہے تھے، وہ بھاگ گیا۔

ایک مفتی اور عالم جنہیں دو مشائخ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت بھی حاصل

ہے انہوں نے اپنے داماد سے کہا کہ آج کل میں میری بیٹی کے ہاں بچہ ہونے والا ہے، وِلادت ہونے دو پھر بے شک تبلیغ میں چلے جاؤ، لیکن داماد صاحب اُسی دن چلے گئے۔ مفتی صاحب نے یہ واقعہ خود بیان کیا ہے، میں سنی سنائی روایت کو اہمیت نہیں دیتا، مفتی صاحب نے مجھ سے کہا کہ بتائیے! یہ تبلیغ ہے؟ اب اس کی بیوی ہزاروں عورتوں کو بدظن کرے گی کہ یہ ظالم کیسا تبلیغی تھا، اس نے ذرا بھی میرا حق ادا نہیں کیا۔

دیکھو! میرے دوست قاضی صاحب یہاں بیٹھے ہیں، تبلیغ میں انہوں نے عمر لگائی ہے، لیکن مولانا ابرارالحق دامت برکاتہم سے انہوں نے پوچھا کہ میری بیوی کو فالج ہوگیا ہے، سری لنکا میں تبلیغی اجتماع ہے تو میرے وہاں جانے سے اللہ راضی ہوگا یا بیوی کی خدمت کرنے سے؟ حضرت نے فرمایا کہ بیوی کی خدمت میں رہنے سے اللہ زیادہ راضی ہوگا۔ اس پر فالج گرا ہوا ہے، شوہر کے سوا کوئی دوسرا اس کی خدمت نہیں کرسکتا، ہر جگہ ہاتھ نہیں لگا سکتا لہٰذا سری لنکا سے جو کچھ ملے گا وہ سب تم کو یہیں مل جائے گا بلکہ زیادہ ملے گا۔ حدود کی رعایت کے ساتھ دین کا کام کرو، حدود کو توڑ کر نہ کرو۔ جیسے حج کے موقع پر نویں تاریخ کو اللہ تعالیٰ عرفات میں ملتے ہیں، اُس وقت کعبہ سے لپٹنے سے اللہ نہیں ملے گا، نویں تاریخ کو سب حاجی میدانِ عرفات گئے اور یہ غلافِ کعبہ پکڑے رو رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ کے گھر کو نہیں چھوڑوں گا، یہ بے وقوف ہے، اس کا حج نہیں ہوگا۔ اس لیے دوستو! علماء کے ساتھ رہو اور قرآن و حدیث کی روشنی میں رہو۔

اب بتلائیے کہ اگر کوئی غیر عالم ہوتا اور تبلیغ کا جوش ہوتا تو وہ یہ کہتا کہ ارے میاں! بیوی کو چھوڑو، سب اللہ سے ہوتا ہے، اللہ سب ٹھیک کردے گا، جاؤ تم نکلو، نکلو، نکلو۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ تبلیغ میں وقت لگانے سے پہلے علماء

سے مسئلہ پوچھ لو کہ ہمارے ذمہ کوئی حقوق تو نہیں پھر جو وہ بتائیں اُس پر عمل کرو اور علماء بھی وہ علماء جن کے مزاج میں اعتدال ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ قاضی فیصلہ نہ کرے جب اُس پر حالِ غضب غالب ہو جائے تو جن پر تبلیغ کا حال غالب ہو گیا وہ علماء بھی اس قابل نہیں کہ ان سے مسئلہ پوچھا جائے کیونکہ وہ مغلوب الحال ہو گئے لہٰذا بعض ایسے نادان کہتے ہیں کہ علماء کے لیے نو چلہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ان کو اتنا رگڑو کہ ان کی علمی شان باقی نہ رہے، وہ مغلوب الحال ہو جائیں، یعنی غالب علی الاحوال نہ رہیں۔ اس میں دوسرا نکتہ یہ بھی ہے کہ نفس میں جو بڑائی ہے وہ ختم ہو جائے، جو بڑے ہیں وہ تو یہی فائدہ بیان کرتے ہیں لیکن بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے ایک بات میرے قلب پر منکشف ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کون فقیہ ہو سکتا ہے، جن کے اسلام پر آسمانوں میں خوشی منائی گئی انہوں نے اپنے زمانۂ خلافت میں حکم جاری کیا تھا کہ ہر چار مہینہ بعد سپاہی میدانِ جہاد سے گھر واپس آکر بیوی کا حق ادا کرے اور یہ قانون کس بات پر بنایا تھا؟ ایک مرتبہ گشت میں سُنا کہ ایک عورت ایسے اشعار پڑھ رہی ہے کہ اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو میں نامناسب کام سے اپنی خواہش پوری کر لیتی تو آپ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ سے پوچھا کہ بیٹی! عورت اپنے شوہر سے کتنے عرصہ کی جدائی برداشت کر سکتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ چار مہینے تو آپ نے قانون بنا دیا کہ ہر چار مہینے بعد سپاہی جہاد سے واپس آئے اور بیویوں کا حق ادا کرے۔

اور اگر کوئی شیخِ فانی ہو جائے یعنی بڈھا ہو جائے، اب کسی کی کیا مثال دوں بعضے صورۃً شیخِ فانی ہوتے ہیں اندر سے شیخِ باقی ہوتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ مسئلہ بیان کیا کہ جوان آدمی روزہ کی حالت میں بیوی کا

بوسہ نہیں لے سکتا، بڈھا لے سکتا ہے کیونکہ بڑھاپے کی وجہ سے بڈھے کے لیے یہ امکان نہیں کہ وہ مغلوب الشہوت ہوکر جماع کرلے، تو حدیث کو پڑھاتے ہوئے امام صاحب نے فرمایا کہ بعض جوان بڈھے ہیں جو قوت میں کمزور ہیں مرضِ بخار میں مبتلا ہیں بالکل دم نہیں ہے ان کے لیے بوسہ لینا جائز ہوگا اور بعضے بڈھے کشتہ کھا کر، مرغی کا سوپ پی کر جوان ہیں تو ان کے لیے بوسہ لینا جائز نہ ہوگا، مدار اس کا قوت ہے۔ اسی لیے تو امام صاحب کی فقہ پر بڑے بڑے علماء عش عش کرتے تھے۔

سچ کہتا ہوں کہ دس لاکھ مسلمان جو عالم نہیں ہیں وہ دینی کام سے کہیں جارہے ہوں اور ایک عالم متقی، اللہ والا مجھے انتخاب کرلے کہ اختر! تم میرے ساتھ چلو تو میں ان شاء اللہ عوام کو چھوڑ کر عالم کے ساتھ رہوں گا کیونکہ یہ نائبِ رسول ہے۔ حدودِ شریعت میں رہ کر کام کرنے سے اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ خوش ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدیقِ اکبر کو بلایا کہ میرے ساتھ ہجرت کرو، کسی کو نہیں بلایا تو صدیق اکبر خوش قسمت تھے یا نہیں۔ اب اگر نبی کسی کو بلائے کہ میں چل رہا ہوں تم میرے ساتھ چلو اور ہم کہیں کہ نہیں نہیں ہم تو چلّہ پر جارہے ہیں۔ جب شیخ بستی میں آرہا ہو اس وقت اس کو چھوڑ کر تبلیغ کے لیے نکل جانا میں تو کہتا ہوں کہ قیامت کے دن اس سے مؤاخذہ ہوگا کیونکہ شیخ نائبِ رسول ہے، مزکی ہے اور تزکیہ کرانا فرض ہے۔

اسی طرح تبلیغ کے اکابر اَمرد لڑکوں کو تبلیغ میں لے جانے سے منع فرماتے ہیں مگر پھر بھی اکثر لوگ بے اصولی کرتے ہیں اور بے ریش لڑکوں کو مسجد میں اپنے ساتھ سُلاتے ہیں۔ یہاں ایک شخص آتا ہے، اس نے خود مجھے بتایا کہ

میں مسجد میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس تین قسم کے لوگ آئے، ایک نوجوان نے میرے پیر دبائے، اس کے بعد ادھیڑ عمر والے نے پیر دبائے اور اس کے بعد بڈھے بڈھے لوگوں نے پیر دبائے تو میں نے کہا کہ آپ لوگ میرے پیر کیوں دبارہے ہیں؟ سب نے کہا کہ ہم آپ کا اِکرام کررہے ہیں تو میں نے کہا کہ جو بڈھے خود اپنی پنڈلی دبار ہے ہیں ان کے پیر کیوں نہیں دباتے ہو؟ دیکھو وہ بڈھا جو اُدھر اپنا پیر خود دبارہا ہے وہاں جاؤ، اس کا پیر دباؤ، خوبصورت لڑکے ہی تم کو دبانے کے لیے ملے ہیں، سارا اِکرام انہی کے لیے ہے؟ لہٰذا اپنے بزرگوں اور علماء کے مشورہ کے خلاف نہیں کرنا چاہیے۔

قاضی صاحب کو دیکھو! ان کو علماء سے کتنی محبت ہے، ان کو مجھ سے بھی محبت ہے۔ جب میرا سفر ہوتا ہے تو سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ رہوں گا۔ پہلے دین سیکھتے ہیں اس کے بعد جب جماعت میں جاتے ہیں اور قرآن وحدیث کے علوم اور صحابہ کے حالات پیش کرتے ہیں تو سارے تبلیغی احباب ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ عوام کے دل میں علماء کی عظمت پیدا کرنا بھی عظیم کام ہے ورنہ اگر عوام کا علماء سے رابطہ ختم ہوجائے تو پھر کیا ہوگا ؟ پھر قانون معلوم نہیں کریں گے، فضائل پر تو عمل ہورہا ہے اور نماز کی سنتیں یاد نہیں۔ کئی کئی چلہ لگانے والوں کے ذرا سجدہ ہی کو دیکھ لیجیے کہ انگلیاں ملی ہوئی ہیں یا نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ سنت کا تذکرہ نہیں ہوتا۔

اسی لیے عربوں کو حدیثوں کی مستند کتابوں میں جو سنتیں ہیں وہ سنائی جائیں۔ جتنے عرب ہیں وہ بخاری کو مانتے ہیں، مسلم کو مانتے ہیں، صحاح کی جتنی احادیث ہیں سب کو مانتے ہیں لہٰذا جو سنتیں حدیثوں میں ہیں ان کو الگ جمع کرلو تاکہ عربوں کو اگر یہ اِشکال ہو کہ کہیں یہ حدیث ضعیف تو نہیں ہے تو اُنہیں بتادو

کہ یہ حدیث صحاح کی اس کتاب میں ہے، آپ نے اس طرح سجدہ کیا حالانکہ سنت کے مطابق یہ طریقہ ہے۔ جیسے بخاری شریف کی ایک سنت یہ ہے کہ پہلے داہنے پیر میں جوتا پہنو تو اس حدیث کو بیان کرنے میں کیا مضائقہ ہے؟ کون سا عرب ایسا ہے جو اس کو نہیں مانتا؟ حنبلی، شافعی، مالکی سب اس کو مانتے ہیں۔ میں ان شاء اللہ ایک کتاب لکھنے والا ہوں جس میں صرف صحاح کی چھ کتابوں کی حدیثوں کی سنتیں جمع کروں گا تاکہ ساری دنیا میں قابلِ قبول ہو۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ یہ کام اپنی رحمت سے مجھ سے لے لے۔

میں نے اور قاضی صاحب نے ایک مرکز کے امام سے گذارش کی کہ ہر نماز کے بعد صرف ایک سنت بیان کر دیا کرو، کہنے لگے کہ نہیں یہ سب ہمارے یہاں نہیں ہوگا، ہم صرف چھ نمبر بیان کریں گے۔ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی یہی قدر ہے؟ کیا چھ نمبر کے ساتھ سنتوں کا سیکھنا منع ہے؟ غرض انہوں نے قاضی صاحب کے مشورہ کی کوئی قدر نہ کی۔

تبلیغی جماعت نافع ہے، کافی نہیں

مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے تبلیغی جماعت کے ایک اجتماع میں بیان فرمایا جہاں ساڑھے تین چار لاکھ کا مجمع تھا چونکہ مولانا انعام الحسن صاحب حضرت کے ساتھ پڑھے ہوئے ہیں اس لیے حضرت کو فوراً موقع دیا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ تبلیغی جماعت نافع تو ہے، کافی نہیں ہے اور کافی کب ہوگی؟ جب علماء دین اور اہل اللہ سے قوی تعلق قائم ہوگا۔ چونکہ چھ نمبر میں پورا دین نہیں آسکتا اس لیے علماء کی ضرورت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

تبلیغی جماعت کی مثال فرسٹ ایڈ کی سی ہے کہ کسی کے چوٹ لگ جائے تو اس کی فوراً مرہم پٹی کر کے اس کو علاج کے لیے بڑے ڈاکٹروں کے

پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ اسی غرض سے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جماعت قائم کی تھی کہ جو بے چارے دین سے دور ہیں اُنہیں دین سے مانوس کرا کے ان کا رشتہ علماء و مشائخ سے جوڑا جائے تاکہ وہ پورا دین حاصل کرلیں۔ علماء و مشائخ سے تزکیۂ نفس یعنی اپنے نفس کی اصلاح بھی فرض ہے کیونکہ اعمال کی قبولیت کا مدار تزکیۂ نفس پر ہے۔ اس لیے تبلیغی جماعت کا نافع ہونا تو تسلیم ہے، مگر کافی ہونا تسلیم نہیں کہ صاحب بس اب تو یہی کام ہے، یہی کام ہے۔ مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ یہی کام ہے بلکہ یوں کہو کہ یہ بھی کام ہے۔ یہ نہ کہو کہ بس چلہ میں جاتے رہو اور علماء و مشائخ کی ضرورت نہیں۔ دین کے کام کرنے والوں کے مختلف طریقے اور اقسام ہیں، بعضوں کا نفع عام ہوتا ہے اور بعضوں کا نفع تام ہوتا ہے اور بعضوں کا نفع عام بھی ہے اور تام بھی ہے۔ اخلاص کے بغیر نہ مدرسہ قبول ہے نہ تبلیغ قبول ہے۔ مولانا ابرار الحق صاحب فرماتے ہیں کہ اخلاص ملتا ہے بزرگانِ دین کے پاس لہٰذا مدارس والے علماء کے لیے بھی ضروری ہے کہ مشائخ اور بزرگانِ دین کی خدمت میں اصلاحِ نفس کے لیے جائیں۔

تزکیۂ نفس علماء پر بھی فرض ہے

علماء خوش نہ ہوں کہ بس ہم تو بہت بڑے ہو گئے، علماء کے لیے بھی اپنے نفس کو مٹانا فرض ہے۔ مدارس کے علماء کے لیے بھی ضروری ہے اور تبلیغ والوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ اخلاص حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ کی صحبت میں تزکیۂ نفس کرائیں۔ تزکیۂ نفس کا شعبہ مقاصدِ نبوت میں سے ہے۔ تزکیۂ نفس پر اعمال کی قبولیت کا مدار ہے۔

ایک تو ہے تبلیغ اور ایک ہے مدرسہ تو تبلیغ اور مدرسہ سے اعمال کا وجود

ملتا ہے لیکن اعمال کا قبول ملتا ہے خانقاہوں سے جہاں اخلاص پیدا ہوتا ہے، جہاں کبر اور عجب کا آپریشن کرتے ہیں۔ آپ کے شہر میں ایک دل کا ہسپتال ہو اور ہارٹ اسپیشلسٹ سب کے سب باہر چلے جائیں تو دل کے مریض کہاں جائیں گے؟ اور ایک بات اور بھی ہے کہ دل کا آپریشن فٹ پاتھوں پر نہیں ہوتا، میدانوں میں نہیں ہوتا، سر پر بستر لے کر نکلنے سے نہیں ہوتا، جہاں دل کا آپریشن ہوتا ہے وہاں لکھا ہوتا ہے کہ یہاں ہارن نہ بجاؤ۔ اس لیے دل کا آپریشن تو ہسپتال کے کمروں میں ہوگا۔ اسی طرح دل کی اصلاح کا آپریشن تو خانقاہوں کے حجروں ہی میں ہوگا، یہ مساجد کے منبروں پر بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہاں غیر طالب بھی ہوتے ہیں جن کو مناسبت نہیں ہے اس لیے ان کے عناد کی نحوست سے تربیت واصلاح کا مضمون بھی مزکی و مصلح کے دل میں نہیں آتا۔

گر ہزاراں طالب اند و یک ملول
از رسالت باز می ماند رسول

اگر ہزاروں طالب ومخلص بیٹھے ہوں اور ایک آدمی ہو جو بغض ونفرت سے بیٹھا ہوا ہے مجبوراً کسی وجہ سے، کسی دنیاوی فائدہ سے یا کسی اور مجبوری سے بیٹھا ہوا ہے تو اگر رسول بھی ہے تو اس کا فیضان رُک جائے گا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تبلیغ میں اتنا بڑا چلہ ہوتا ہے اور اتنا مجاہدہ ہوتا ہے اور یہ علماء مدرسوں میں پنکھوں کے نیچے بیٹھے ہوئے بخاری پڑھانے میں لگے ہیں لیکن عوام کی ساری زندگی کا چلّہ علماء کے دس برس کے چلہ سے کم ہی رہتا ہے۔ دس برس کا مسلسل چلہ کھینچو، دس سال میں عالم ہوتے ہیں تب پتا چلے گا کہ یہ چلّہ کتنا مجاہدہ کا ہے اور اگر حافظِ قرآن ہے تو تین سال اور لگالیں، اس طرح تیرہ سال تک بیچارے پڑھتے رہتے ہیں مگر صرف ایک کمی ہے اب وہ بھی بتائے

دیتا ہوں، اپنی برادری کی بھی بات بتاؤں گا اگرچہ وہ بھی ہماری برادری ہے، یہ بھی ہماری برادری ہے یعنی اہلِ تبلیغ، اہلِ مدارس، اہلِ خانقاہ سب ہماری ہی برادری ہے۔ حق بات پیش کرنے سے شرماؤں گا نہیں اور نہ ڈروں گا چاہے مولوی بھی ناراض ہو جائیں۔

میں کہتا ہوں کہ عالم کے معنی ہیں جو اللہ کو جانتا ہو اور باعمل ہو، اس کے دل میں اللہ کی خشیت ہو اور اس کے نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو یعنی اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہو گیا ہو ورنہ علم کا عطر تو تیرہ سال میں حاصل کیا مگر دل کی شیشی صاف نہیں کی۔ اگر آپ کو دس ہزار روپے تولہ والا خالص عود کا عطر لینا ہے تو آپ کس شیشی میں لیتے ہیں؟ جس شیشی میں کتے بلی کا گو لگا ہوا ہو اس میں آپ عطر لیں گے؟ اسی طرح تیرہ سال میں جو قرآن وحدیث کا عطر حاصل کرتے ہیں ان پر اپنے قلب کی شیشی کا تزکیہ بھی فرض ہے، اگر تزکیہ نہیں ہوتا تو پھر یہ علم روپیوں سے، جاہ سے، عزت سے، مال سے، ذرا ذرا سی بات سے بک جاتا ہے۔ جب تزکیہ نہیں ہوتا تو دل میں دردِ محبت بھی نہیں ہوتا، بیان میں مزہ اور تاثیر نہیں ہوتی لہٰذا علماء کی عظمت کے باوجود بعض میں جو کمی ہے وہ بھی عرض کر دیتا ہوں کہ اگر یہ اپنے قلب کی شیشی کی دھلائی کر لیں اور تزکیہ کرالیں تو پھر ان کے عطر کی خوشبو اُڑے گی کیونکہ ماشاء اللہ ان کے پاس قرآن وحدیث کا عطر تو ہے ہی بس قلب کی شیشی صاف کروانے کی ضرورت ہے۔

جب علماء اہل اللہ و مشائخ سے تعلق کرتے ہیں اور اپنا ہاتھ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں تزکیہ کے لیے دے دیتے ہیں اور وہ مشائخ دیکھتے ہیں کہ اس عالم کے دل میں کچھ بڑائی آگئی ہے تو اس سے مجاہدہ کراتے ہیں تاکہ ان کے نفس سے تکبر نکل جائے، علم کا احساس نکل جائے، علم کا نشہ اُتر جائے اور عوام

کو یہ حقیر نہ سمجھیں۔ چنانچہ ہمارے تمام بزرگان دین اور بڑے بڑے علماء نے بزرگوں کی جوتیاں اٹھائیں اور نفس کا تزکیہ کرایا اسی لیے ان کا سارے عالم میں ڈنکا پٹ گیا، ان کے علم کی خوشبو سارے عالم میں پھیل گئی۔

اکابر کا فنائے نفس

نفس و شیطان سے بچنا آسان نہیں ہے۔ شیخِ کامل کے بغیر کسی کی اصلاح نہیں ہوسکتی ورنہ مولانا تھانوی، مولانا گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی جیسے علماء ایک غیر عالم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کیوں اِصلاح لیتے؟ خواہ کتنا ہی قابل ہو لیکن رَأْیُ الْعَلِیْلِ عَلِیْلٌ بیمار کی رائے بیمار ہوتی ہے۔ حکیم اجمل خاں بھی جب بیمار ہوتے تھے تو دوسرے حکیم سے علاج کرواتے تھے لہٰذا یہ اکابر علماء علم و فضل کے باوجود اپنے نفس کی اصلاح کے لیے حاجی صاحب کے پاس گئے اور اُن کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔

چنانچہ حاجی صاحب نے تھانہ بھون میں ایک بار مولانا گنگوہی کے ہاتھ پر روٹی رکھ دی اور روٹی پر آلو کی بھجیا رکھ دی اور فرمایا کھائیے! مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب گوشۂ چشم سے مجھے دیکھ بھی رہے تھے کہیں اس کو تغیر تو نہیں ہے کہ شیخ نے میری کیا بے وقعتی کی۔ مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس وقت میری روح مست ہو رہی تھی کہ کہاں یہ میری قسمت کہ شیخ اس طرح میرے نفس کو مٹائے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ایک عالم مفتی بھی تھے، واعظ بھی تھے اور محدث بھی تھے، اصلاح کے لیے اپنے شیخ کے پاس گئے، شیخ نے ان سے کہا کہ آپ کو تین کام چھوڑنے پڑیں گے، آپ نہ فتویٰ دیں گے، نہ حدیث پڑھائیں گے، نہ وعظ کہیں گے، سال بھر خانقاہ میں رہیے اور اللہ اللہ کیجئے اور

سال کی بھی قید نہیں ہے، جب تک میں اجازت نہ دوں آپ دین کا، دعوت الی اللہ کا کوئی کام نہیں کریں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ اُس زمانہ کے بعض خشک اہلِ فتاویٰ نے اس شیخ کے کافر ہونے کا فتویٰ دے دیا۔

ملا علی قاری محدثِ عظیم اور اپنی صدی کے مجدّد تھے وہ لکھتے ہیں کہ سال بھر کے بعد جب شیخ نے محسوس کیا کہ اِن کا نفس مٹ گیا ہے، اب یہ جو وعظ کہیں گے اللہ کے لیے کہیں گے، جو تصنیف وتألیف کریں گے اللہ کے لیے کریں گے، اب اِن میں اِخلاص پیدا ہوگیا ہے تو اُنہیں حدیث پڑھانے کی بھی اجازت دے دی، فتاویٰ دینے کی بھی اجازت دے دی اور وعظ کہنے کی بھی اجازت دے دی تو وہ جو دس سال سے بیان کررہے تھے اس میں کوئی اثر نہ تھا اور اجازت ملنے کے بعد جب انہوں نے پہلا بیان کیا تو ایسے دردبھرے دل سے کیا کہ جتنے سامعین تھے سب اُسی وقت صاحبِ نسبت ہوگئے، ولی اللہ بن گئے، شیخ کی برکت سے ایک سال میں کیا سے کیا حالت ہوگئی ۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیاسے اگر پانی کو تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔ جب دودھ کا جوش ہوتا ہے تو ماں اپنے بچوں کو خود تلاش کرتی ہے کہ وہ کہاں ہیں ۔

تشنگاں گر آب جویند از جہاں
آب ہم جوید بہ عالم تشنگاں

اگر اخلاص نہ ہوگا تو نہ وعظ قبول ہوگا، نہ بخاری شریف پڑھانا قبول ہوگی اور نہ تبلیغ والوں کا چلہ قبول ہوگا لہٰذا رِیا سے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ والی حدیث یاد کرلو کہ جناب واعظ صاحب بھی دوزخ میں جارہے ہیں، شہید صاحب بھی دوزخ میں جارہے ہیں اور قاری صاحب بھی دوزخ میں جارہے ہیں معلوم ہوا کہ اخلاص نہیں تھا۔

دین کے شعبے آپس میں رفیق ہیں، فریق نہیں

تبلیغ ہو، مدارس ہوں، مکاتب ہوں، خانقاہیں ہوں، سب دین کے شعبے ہیں، ہر ایک دوسرے کو اپنا رفیق سمجھے فریق نہ سمجھے۔ تبلیغ والے ہوں، علماء دین ہوں، خانقاہ والے ہوں سب لوگ یہ کہیں کہ ہم آپس میں رفیق ہیں، ڈیپارٹمنٹل آدمی ہیں جیسے ریل کے محکمہ میں کوئی ٹکٹ دے رہا ہے، کوئی سگنل دے رہا ہے، کوئی گارڈ ہے، کوئی اسٹیشن ماسٹر ہے، کوئی ٹکٹ چیکر ہے، وہ لوگ آپس میں کیا کہتے ہیں کہ ہم ڈیپارٹمنٹل آدمی ہیں، ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ دنیائے مردار میں تو یہ اتحاد ہو اور دین میں اختلاف و افتراق ہو؟ کیسی افسوس کی بات ہے! تبلیغی جماعت، مدارس، خانقاہیں سب دین کے محکمے ہیں، سب دین ہی کا کام کر رہے ہیں اس لیے ہم سب آپس میں رفیق ہیں۔ بہت نادان ہے وہ شخص جو تفریق پیدا کرنے کے لیے تنقید کرتا ہے کہ علماء کچھ نہیں کر رہے یا تبلیغ والے غلط کام کر رہے ہیں۔

اُمت کا درد رکھنے والے علماء اِصلاح کرنے کے لیے مسئلہ بتاتے ہیں نفرت دلانے کے لیے نہیں اس لیے ان کے کیڑے نہ نکالو، کوئی بات ہو تو اکرام کے ساتھ سمجھا دو۔ آج جو باتیں میں نے کہیں وہ اصلاح کے لیے کہی ہیں، تنقیص اور تنقید کے لیے نہیں۔ کراچی میں میری مسجد سے جماعتیں جاتی ہیں، ہردوئی میں مولانا ابرار الحق صاحب کی مسجد میں جماعتیں آتی ہیں، خود حضرت بار بار رائے ونڈ بھی گئے اور نظام الدین جاتے رہتے ہیں۔ مولانا انعام

الحسن اور حضرت دونوں ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں۔ بہت ہی نادان اور فتنہ پرور ہے وہ شخص جو مجھے تبلیغ کا مخالف سمجھتا ہے بلکہ ہم تو عوام کو اس میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں البتہ کسی کو اگر اس طریقہ سے مناسبت نہیں ہے تو شریک نہ ہو لیکن دوسروں کو منع نہ کرے۔

تبلیغی جماعت کا عظیم الشان فائدہ

جس جماعت سے اتنا بڑا عالمی فائدہ ہو رہا ہو اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت چمک رہی ہو اس جماعت کی مخالفت کرنے والے سے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں بلکہ ایسے شخص کا خاتمہ خطرہ میں پڑ جانے کا خطرہ ہے کیونکہ اس جماعت کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت سی بشارتیں ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی ہوشیار ہو جائیں جو علماء کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اگر توبہ نہ کی تو سوءِ خاتمہ کا خوف ہے کیونکہ حدیثِ قدسی میں ایسوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ ہے۔ غرض جہاں بھی دین کا کام ہو رہا ہے اس کو اپنا کام سمجھو، دین کا کام کرنے والے ہمارے ہیں اور ہم اُن کے ہیں۔

تبلیغ کے مسائل بتانا تبلیغ کا انکار نہیں ہے

میں تبلیغی جماعت کے تمام احباب کو کہتا ہوں کہ میں اس جماعت کو بہت مبارک سمجھتا ہوں، لیکن اگر نماز میں سجدہ سہو واجب ہو جائے اور میں سجدہ سہو کا مسئلہ بتاؤں کہ نماز میں دو سجدے واجب ہو گئے ہیں وہ ادا کرو ورنہ نماز دُہرانی پڑے گی تو کیا میں نماز کا منکر ہوں؟ اسی طرح میں تبلیغ کا بھی منکر نہیں ہوں البتہ مسائل بیان کرتا ہوں کہ یہ غلطیاں ہو رہی ہیں، لوگ اس بارے میں احتیاط کریں۔

مسائلِ نماز بتانا اور ہے مگر نماز کی تحقیر حرام ہے یا نہیں؟ مثلاً اگر کوئی غلط نماز پڑھ دے اور سجدہ سہو واجب ہو جائے تو کیا نماز ہی سے انکار کردو گے؟ اسی طرح اگر کسی تبلیغی جماعت والے سے کوئی بے اصولی ہو جائے تو پوری تبلیغی جماعت کو متہم کرنا اور تبلیغ کی مخالفت کرنا کہاں جائز ہے؟

تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے

میں سمجھتا ہوں کہ دینی اعتبار سے اجتماعی کام کرنے والی جماعتوں میں اس وقت سارے عالم میں تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے۔ تبلیغ کے اصول بتانا تو واجب ہے لیکن جس بات سے تبلیغ کی حقارت، تبلیغی جماعت کی توہین یا ان کا مذاق اُڑانا لازم آئے اس کو میں حرام سمجھتا ہوں۔ مسئلہ اور حدود کی بات بتانا اور چیز ہے، تنقید و تنقیص کرنا اور چیز ہے۔ مثلاً اگر ان سے کچھ کوتاہی ہو جائے تو مرکز کو یا علماءِ دین کو اطلاع کردو تا کہ اس کی اصلاح ہو جائے لیکن اس طرح کا رویہ نہ اختیار کرو جس سے معلوم ہو کہ یہ غیر ہیں۔ یہ ہمارے ہیں۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ ہمارے ہی بزرگوں میں تھے، مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، تیس برس خانقاہ میں ان کی خدمت میں رہے، اللہ تعالیٰ نے ان سے اتنا بڑا کام لیا کہ آج تبلیغی جماعت سے سارے عالم میں دین پھیل رہا ہے۔

بعض پڑھے لکھے لوگوں کا دل چاہتا ہے کہ ہم جماعتی حیثیت سے کام کریں، اُن کو میں تبلیغ میں بھیج دیتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو ہمارے لیے بہت بڑے فرضِ کفایہ کا ذریعہ بنا دیا کیونکہ بعضوں کا مزاج اتنا تیز ہے کہ وہ خانقاہوں میں آنے کے لیے تیار نہیں، علماء کے پاس جانے کے لیے تیار نہیں، کالجوں میں، فیکٹریوں میں، دکانوں پر سانپ کی طرح بیٹھے ہیں یعنی

KKGRP 103491

مال پر فدا ہیں، یہ جماعت ان کو لے کر نکل جاتی ہے۔ اس کی برکت سے بڑے بڑے افسران اور انگریزی داں نماز، روزہ ادا کرنے لگے اور سنت پر چلنے لگے۔ تو کسی کی ایسی تقریر کا یہ مطلب نہیں کہ ہم تبلیغی جماعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ میں تو حدود بیان کر رہا ہوں کہ جہاں ہم ان کی خدمت کے قائل ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں، وہاں ساتھ ساتھ یہ نصیحت ہے کہ وہ علماء کو حقیر نہ سمجھیں، مشائخ و بزرگوں کو حقیر نہ سمجھیں۔

امریکہ جاپان میں اسلام پہنچانے سے ہمیں خوشی ہے لیکن اس کو اس حیثیت سے بیان نہ کریں کہ بخاری پڑھانے والے علماء اور مشائخ جو تزکیۂ نفس کا کام کر رہے ہیں وہ گویا کمتر ہیں اور کوئی آلو بیچتے بیچتے جاپان چلا گیا اور اس کے ہاتھ پر کوئی جاپانی مسلمان ہوگیا تو اس کا درجہ بخاری پڑھانے والوں سے زیادہ بڑھ گیا۔ یہ عنوان جائز نہیں ہے بلکہ حرام کا فتویٰ دیتا ہوں اس لیے کہ اہل اللہ سے لوگ دور ہو جائیں گے، علماء کی عظمت دلوں سے نکل جائے گی اور تعظیمِ علماء میں کمی کرنے پر بڑی سخت وعید ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ہمارے علماء کا اِکرام نہیں کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

علماء، اہل اللہ اور مشائخ سے دور کرنا اخلاص کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس کا مقصد عوام کو اپنا معتقد بنانا ہے جس کی تہہ میں حُبِّ جاہ چھپی ہے۔ اس لیے تزکیۂ نفس اور اِخلاص فرضِ عین ہے، بعثتِ نبوت کے مقاصد میں سے ہے۔

جب چھ نمبر میں اِکرامِ مسلم ہے تو علماء مسلم نہیں ہیں؟ یہ تو بڑے مسلمانوں میں سے ہیں بلکہ مسلم گر ہیں اور مسلمانوں کو مسلمان بنانے والے ہیں، ایسی گفتگو تو انہی کے نمبر اِکرامِ مسلم سے حرام ہے، اس لیے عرض کر دیا کہ جو تبلیغ کا کام ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اپنے ہی لوگ ہیں۔ کچھ لوگ جو

نئے رنگ روٹ ہیں یا جن کو علم نہیں ہے یا جنہوں نے بزرگوں کی صحبت نہیں اُٹھائی اُن سے اِس قسم کی باتیں نکل جاتی ہیں۔ ہمارے وہ احباب جو اہل اللہ سے یا ان کے غلاموں سے تعلق رکھتے ہیں اور تبلیغ میں بھی جاتے ہیں ان سے کبھی آپ نے ایسی بات سنی؟ کیوں؟ اہل اللہ کی صحبت کی برکت کی وجہ سے۔ تو جن لوگوں نے اہل اللہ کی صحبت نہیں اٹھائی، نفس کی اصلاح نہیں کی اور دین انہیں مغلوب الحال لوگوں سے ملا تو یہ بھی مغلوب الحال ہو جاتے ہیں پھر ان کو وہی نظر آتا ہے کہ جو اس کام میں نہیں لگا وہ کچھ بھی نہیں۔

مبارک اور بے مثال جماعت

میں تو یہ کہتا ہوں کہ تبلیغی جماعت بہت ہی مبارک جماعت ہے، دنیا میں اس جماعت کی مثال نہیں ہے، یہ سارے عالم میں کس قدر محنتیں کر رہے ہیں، اللہ ان کی محنت کو قبول فرمائے لیکن دل چاہتا ہے کہ جب یہ اتنی محنت کرتے ہیں اور اپنا بوریہ بستر لے کر نکلتے ہیں تو ان کی محنت رائیگاں نہ ہو۔ ان کی محنتوں پر آج اختر نے یہ محنت کی ہے تاکہ ان کی محنتیں رائیگاں نہ جائیں اور اخلاص کی برکت سے قبول ہو جائیں، تکبر، ریا اور دِکھاوے سے ضائع نہ ہو جائیں، میرے اس سارے بیان کا یہی مقصد ہے۔ میرے احباب میں جو لوگ اس کام میں لگے ہوئے ہیں میں خود اُنہیں تبلیغ میں جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ جو لوگ تبلیغ میں لگے ہیں ان میں بہت سے میرے خلیفہ بھی ہیں، میں نے بخل نہیں کیا کہ تبلیغ والے کو کیوں خلافت دوں۔ وہ جب چلہ لگانے جاتے ہیں تو پوچھ کر جاتے ہیں پھر آ کر مجھ سے ملتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے جہاں جہاں آپ کی باتیں نقل کیں تو اگرچہ بعض نادانوں نے اعتراض بھی کیا کہ چھ نمبر سے آگے کیوں جا رہے ہو لیکن جو لوگ سمجھدار تھے انہوں نے کہا کہ آہ! آج تم نے

کیسی پیاری باتیں سنائیں جس سے ہماری آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے ہمارا شکریہ ادا کیا۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ یہ ہمارے بزرگوں کی، تمام اولیاء اللہ کی ٹکسالی باتیں ہیں، کھرا سونا ہے جہاں چاہو پیش کرو۔

علماء کا اِکرام نجات کا سرمایہ ہے

یہ باتیں اِس لیے عرض کر دِیں تاکہ ہمارے دلوں سے اپنے مشائخ، بزرگانِ دین، علماء کرام کی عظمت جو ہماری نجات کا سرمایہ ہے وہ قائم رہے۔ سن لو! میں اپنے بزرگوں کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں اور یہ میرا ہی قول نہیں بلکہ تبلیغی جماعت کے ایک بہت بڑے شخص مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دعاجُو رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے جن کی قبر ٹنڈو آدم میں ہے۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے مفتی رشید احمد صاحب کو بلایا اور مفتی صاحب نے یہ مجھ سے خود بیان فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے مرتے وقت یہ فرمایا کہ اے مفتی رشید احمد تم گواہ رہنا کہ عبدالعزیز دہلوی مر رہا ہے مولانا گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی کے مسلک پر۔ شاہ صاحب تبلیغی جماعت کے آدمی تھے، ساری زندگی انہوں نے تبلیغ میں لگائی لیکن مسلک کے اعتبار سے اپنے بزرگوں کی محبت اور تعلق کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس لیے میں نے یہ باتیں یاد کرادیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ بعضے اناڑی اور کم سمجھ لوگوں کی باتوں میں آکر کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہمارے جن علماء کے ہاتھوں پر کوئی جاپانی مسلمان نہیں ہوا وہ کنڈم ہیں۔

تبلیغی جماعت سب سے اچھی جماعت ہے اور اس سے امت کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے، اسکول، کالج، یونیورسٹی کے لڑکے نیک بن رہے ہیں، لیکن جہاں گاڑی اٹکے وہاں علماء سے رجوع کرو مثلاً نماز کی ترغیب تو دے دی لیکن

اگر کوئی نماز میں غلطی کرے تو علماء کی ذمہ داری ہے کہ اس کا مسئلہ بتائیں۔ غلطی کی اصلاح کے لیے مسئلہ تو بتانا پڑے گا، اب کوئی یہ سمجھے کہ صاحب یہ تو نماز کے مخالف ہیں تو وہ بیوقوف ہے۔ اسی طرح اگر کوئی تبلیغ میں غلطی کرے گا تو علماء کے ذمہ ہے کہ اس کا مسئلہ بھی بتائیں کیونکہ تبلیغ بھی دین کا شعبہ ہے لٰہذا ان علماء کو تبلیغ کا مخالف سمجھنا بے وقوفی ہے۔

کثرتِ ضحک کی شرح

تو میں عرض کررہا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو سات نصیحتیں فرمائیں۔ تین نصیحتیں میں نے سنا دیں، باقی چار بھی بتائے دیتا ہوں۔ چوتھی نصیحت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

﴿اِیَّاکَ وَ کَثْرَۃَ الضَّحْکِ﴾

(المشکوٰۃ، ج: ۲، ص: ۴۱۴)

کثرتِ ضحک سے بچو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کردیتا ہے، اس سے مراد وہ ہنسی ہے جو غفلتِ قلب کے ساتھ ہو، اگر دل اللہ سے غافل نہیں تو ہنسنے میں مضائقہ نہیں لیکن اس میں بھی اتنا غلو نہ کرو کہ ہر وقت ہنستے ہی رہو اور نہ اتنی کمی کرو کہ ہنسنا ہی بھول جاؤ لٰہذا اللہ والے دوستوں کے ساتھ تھوڑا ہنسنا بھی چاہیے کیونکہ یہ مقوی قلب اور مقوی اعصاب ہے، بالکل خاموشی سے اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں لٰہذا خاموشی میں بھی غلو نہ کرو، نہ ہر وقت ہنستے رہو نہ بالکل خاموش رہو بلکہ ہر چیز اعتدال میں ہو۔

ایک مرتبہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے، اتنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی بات پر ہنسی آ گئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا دی:

﴿اَضْحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ﴾

(صحیح البخاری، باب التبسم و الضحک، ج:۲، ص:۸۹۹)

اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو ہنستا ہی رکھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹوں کو بھی حق ہے کہ اپنے بزرگوں کو دعا دیں جیسا کہ ایک صحابی حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لائے تو کہیں بیٹھنے کی جگہ نہ ملی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اپنی چادر عنایت فرمائی کہ اس پر بیٹھ جاؤ تو انہوں نے وہ چادر لے کر اس کو بوسہ دے کر واپس کردی اور آپ علیہ السلام کو دعا دی:

﴿اَکْرَمَکَ اللّٰہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَمَا اَکْرَمْتَنِیْ﴾

(المستدرک، کتاب الادب، ج:۴، ص:۲۹۲)

اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کو عزت دے جیسا آپ نے مجھے عزت دی۔ معلوم ہوا کہ مرید اپنے شیخ کو، شاگرد استاد کو اور بیٹا باپ کو دعا دے سکتا ہے لہٰذا آپ علیہ السلام کے ہنسنے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا دی اَضْحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یہ حدیث بخاری شریف کی کِتَابُ الضِّحْکِ میں موجود ہے۔

اب اس پر ایک اِشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص برابر ہنستا رہے اور ایک سیکنڈ بھی اس کی ہنسی نہ رکے تو ہم کو اور آپ کو اس کے بارے میں کیا خیال ہوگا کہ اسے کسی ڈاکٹر کو دِکھانا چاہیے، اس کو کیا ہوگیا ہے؟ تو ہر وقت ہنسنے سے کیا مراد ہے؟ محدثین نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ ہر وقت ہنسنے کی دعا نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ ہے:

﴿اَیْ اَدَامَ اللّٰہُ فَرْحَکَ﴾

(المرقاۃ، باب: مناقب عمر رضی اللہ عنہ، ج:۱۰، ص:۳۸۸)

اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کی فرحت اور خوشی کو ہمیشہ قائم رکھے۔ ہمیشہ ہنسنے سے یہاں فرحتِ قلب مراد ہے کیونکہ جب فرحتِ قلب نہ ہوگی تو ہنسی کیا آئے گی تو دلالتِ التزامی سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا دی کہ اَدَامَ اللّٰہُ فَرْحَکَ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ کے قلب کی فرحتوں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ قائم رکھیں۔ اسی لیے عرض کر دیا کہ بعض لوگ ایک حدیث دیکھ کر مفتی بن جاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبسم فرماتے تھے، ہنستے نہیں تھے، دوسری احادیث ان کے مطالعے میں نہیں تو جب کسی عالم کو ہنستے دیکھتے ہیں تو اعتراض کرتے ہیں کہ صاحب یہ کیا ہے؟ حالانکہ میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں کہ حضرت سعد ابن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماموں تھے، انہوں نے جنگِ بدر میں ایک مشرک کو تیر سے مار گرایا، وہ ننگا ہو گیا:

﴿فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلٰی نَوَاجِذِہٖ﴾

(صحیح مسلم، ج:۲، ص:۲۸۱)

آپ علیہ السلام اتنا ہنسے کہ ڈاڑھیں مبارک نظر آنے لگیں، لہٰذا علم پورا ہونا چاہیے، اردو کی کتابیں پڑھ کر علماء کی اِصلاح مت کیجیے، مفتی نہ بنیے۔

ہنسنے میں بھی دل اللہ سے غافل نہ ہو

غرض ہمارے بزرگ ہنستے بھی ہیں اور ہنساتے بھی ہیں لیکن ان کا دل اللہ سے غافل نہیں ہوتا۔ ایک مجلس میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ خوب ہنسے اور مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے پیر بھائیوں کو بھی خوب ہنسایا، بعد میں خواجہ صاحب نے پوچھا کہ سچ سچ بتائیں ہنسی کی اس محفل میں کیا آپ کے دل اللہ سے غافل تھے؟ تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ بوجہ ادب کے ہم سب خاموش ہو گئے، اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ اس

وقت بھی میرا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول تھا اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

لبوں پہ گو ہے ہنسی بھی ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

اللہ والوں کی ہنسی اور اپنی ہنسی کو برابر مت سمجھو کیونکہ وہ بظاہر ہنس رہے ہوتے ہیں مگر ان کا دل پھر بھی رو رہا ہوتا ہے۔ اس پر میرا بھی ایک شعر ہے ؎

لب ہیں خنداں، جگر میں ترا درد و غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

اللہ والا اگر کاروبار بھی کر رہا ہے، مخلوق میں بھی بیٹھا ہے، بات چیت بھی کر رہا ہے اور ہنس بھی رہا ہے مگر اُس وقت بھی وہ خدا کے ساتھ ہے، جسم کے مرتبہ میں وہ آپ کے ساتھ ہے اور روح کے مرتبہ میں وہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اس مضمون کو اختر نے ایک اور شعر میں پیش کیا ہے ؎

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

حق بات کہنے کا سلیقہ

پانچویں نصیحت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

﴿قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا﴾

(المشکوٰۃ، ج: ۲، ص: ۴۱۴)

حق بات کہو اگر چہ کڑوی ہو، لیکن دوستو! حق بات بھی اگر کہنا ہو تو اس کو بھی سلیقہ سے کہو، جیسے اگر کوئی اپنی ماں سے کہے کہ اے میرے ابا کی بیوی! ناشتہ لاؤ تو ہے تو حق مگر ظالم نے حدیث کے مفہوم کو ضائع کر دیا۔ دین ہمیں ادب کا درس دیتا ہے، بے ادبی نہیں سکھاتا۔ دیکھو! حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑنے

کو اپنی طرف منسوب کیا، لیکن جب دو غلاموں کی دیوار کو سیدھا کیا تو اس کو اللہ کی طرف منسوب کیا، حالانکہ تینوں کام اللہ کے حکم سے کیے تھے، لیکن جو عیب کی بات تھی اس کو اپنی طرف منسوب کیا فَأَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا پس ارادہ کیا میں نے کہ کشتی کو عیب دار کروں اور جب معاملہ دیوار سیدھی کرنے کا آیا تو اپنے رب کی طرف نسبت کی:

﴿فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ﴾

(سورۃ الکھف، آیت:۸۲)

لہٰذا دوستو! حق بات بے شک کہو، ڈٹ کر کہو مگر موقع محل دیکھ کر ادب اور سلیقہ سے کہو جیسے شکاری جس چڑیا کا شکار کرنا چاہتا ہے تو اس کی بولی بھی سیکھتا ہے ورنہ وہ بھاگ جائے گی، اگر شاعر آیا ہے تو دو تین شعر پڑھ کر اس کو اللہ کے عشق میں پھنساؤ، اگر ڈاکٹر ہے تو اس کو تھوڑی سی ڈاکٹری بھی سناؤ مثلاً اس سے کہو کہ فرانس کے ڈاکٹر پاگلوں کو مسواک کراتے ہیں جس سے گندہ مواد ان کے دماغ سے نکلتا ہے اور وہ ٹھیک ہو رہے ہیں اور ہم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس مبارک سنت کو چھوڑے ہوئے ہیں حالانکہ مسواک سے نماز کا ثواب ستّر گنا بڑھ جاتا ہے اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے سے ایک ایسا لعاب نکلتا ہے جس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ یہ ڈاکٹروں کا تجربہ ہے لیکن ہم ڈاکٹروں کے تجربہ کی وجہ سے انگلیاں نہیں چاٹتے بلکہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِتباع میں چاٹتے ہیں۔ بالفرض اگر ڈاکٹر منع بھی کریں تو ہم ان کی نہیں مانیں گے، اپنے نبی کی مانیں گے۔ اسی طرح کھانے کا برتن صاف کرنا بھی سنت ہے، کیونکہ برتن دعا دیتا ہے کہ اے اللہ! اس کو جہنم کی آگ سے اس طرح بچا جس طرح اس نے مجھے شیطان سے بچایا، اس حدیث کو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شامی جلد نمبر۵، کتاب الحظر والاباحۃ میں نقل فرمایا ہے۔

راہِ حق میں طعن وملامت سے نہ ڈریں

اور چھٹی نصیحت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمائی:

﴿لَا تَخَفْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾

(المشکوٰۃ، ج:۲، ص:۴۱۴)

اللہ کے راضی کرنے میں کسی کی ملامت کا خوف نہ کرو، اگر کوئی ہنستا ہے تو ہنسنے دو، اگر کسی آدمی کو سخت پیاس لگی ہے اور کوئی شخص اسے ٹھنڈا شربت پلائے اور یہ جگہ اور بستی ایسی ہے کہ جہاں شربت پینے والوں کا مذاق اُڑایا جاتا ہے تو آپ بتائیں کہ کیا یہ پیاسا شخص لوگوں کے مذاق اُڑانے کے خوف سے شربت پینا چھوڑ دے گا؟ تو اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت کی ایسی ہی پیاس مانگو کہ سارے عالم کی ملامتیں تمہیں اللہ کی فرماں برداری کرنے سے نہ روک سکیں۔

اگر کوئی شکاری مچھلی شکار کر کے اسے دوبارہ دریا میں چھوڑ دے تو وہ دوبارہ دریا میں جائے گی یا نہیں؟ اور وہ دوسری سمندری مچھلیوں کی ہنسی مذاق اور طعنوں کی فکر بھی نہیں کرے گی کیونکہ اس کو پتا ہے کہ سمندر کے بغیر ہمیں راحت اور آرام نہیں مل سکتا، خشکی میں تو موت ہے، اس لیے وہ کسی کے لعن طعن کی پرواہ نہیں کرے گی بلکہ دوبارہ سمندر میں جانے کی کوشش کرے گی۔ اسی طرح مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، اللہ کے معاملہ میں مخلوق کا خوف نہیں کرتا، کسی کی لعنت ملامت سے نہیں ڈرتا، اپنی بیوی سے نہیں ڈرتا، برادری اور معاشرہ سے نہیں ڈرتا، اپنے علاقہ اور ملک سے نہیں ڈرتا، سارا ملک اگر ڈاڑھی منڈادے لیکن وہ تنہا شیر کی طرح ڈاڑھی رکھتا ہے۔ ہمارے لیے کتنے شرم کی بات ہے کہ دس لاکھ کی آبادی میں ایک سکھ رہتا ہے لیکن وہ کافر ہو کر بھی اپنے گرونانک کی محبت میں ڈاڑھی نہیں منڈاتا۔ بھائیو! ہم کیا دعویٰ کرتے ہیں

کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشق ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ایسا ایمان مانگو کہ اگر سارا جہاں کافر ہو جائے پھر بھی اے اللہ ہم آپ کو نہ چھوڑیں، اسی کو عشق کہتے ہیں ؎

میں ہوں اور حشر تک اِس در کی جبیں سائی ہے
سرِ زاہد نہیں، یہ سر، سرِ سودائی ہے

اپنے عیوب کا استحضار رکھیں

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساتویں اور آخری نصیحت یہ فرمائی:

﴿لِيَحْجِزْكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ نَفْسِكَ﴾

(المشکوٰۃ، ج: ۲، ص: ۴۱۴)

کہ تمہیں اپنے نفس کے بارے میں معلوم ہے کہ تم نے کتنی بدمعاشیاں کی ہیں، بالغ ہونے سے لے کر اب تک اپنا سب حال معلوم ہے، لیکن دوسروں کا عیب نظر آتا ہے تو پہاڑ کی مانند لگتا بہت بڑا لگتا ہے اور اپنا عیب مچھر نظر آتا ہے، حالانکہ حکم یہ ہے کہ اپنے عیب کا اتنا مطالعہ کرو کہ دوسروں کے عیب دیکھنے کا موقع ہی نہ ملے۔

اللہ والے کی نافرمانی کی سزا

تو بات چل رہی تھی کہ اولیاء اللہ کے بارے میں اپنی زبان احتیاط سے استعمال کرو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ایک جگہ فرمایا ہے کہ بعض اوقات ہاتھی کو ستانے اور چھیڑنے کو تو ہاتھی برداشت کرلے گا لیکن اگر ہاتھی کے بچے پر ہاتھ ڈال دیا تو ہاتھی چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔

ایک جنگل میں دس آدمی گئے، ایک صاحبِ کشف بزرگ نے ان

سے کہا کہ دیکھو ہاتھی کے بچہ کا گوشت مت کھانا۔ان کو کشف ہوا تھا کہ وہ راستہ بھول جائیں گے اور ان کو بھوک لگے گی، بزرگ کو خطرہ محسوس ہوا کہ بھوک کی شدت سے کہیں وہ ہاتھی کے بچہ کا گوشت نہ کھالیں۔ کشف اللہ کے ہاتھ میں ہے، بندہ کے اختیار میں نہیں، اگر اختیاری ہوتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہو جاتا جو قریب کے ایک کنویں میں موجود تھے۔ معلوم ہوا کہ کشف انبیاء کے اختیار میں بھی نہیں ہے، یہ دلیل ہے کہ کشف اللہ کی طرف سے ہوتا ہے لٰہذا جب اللہ کا فضل ہوا تو ہزاروں میل دور سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو آ گئی۔

بات چل رہی تھی دس آدمیوں کی کہ وہ جنگل میں راستہ بھول گئے تو انہوں نے کہا کہ ہم ہاتھی کا گوشت نہیں کھائیں گے کیونکہ ہمارے بزرگ نے منع فرمایا ہے، کئی دن بعد جب ان کو شدید بھوک لگی ہوئی تھی اور وہ بھوک سے بدحواس ہو گئے تھے ان کی نظر ہاتھی کے ایک بچہ پر پڑی۔نو آدمیوں نے کہا کہ ہم اپنے بزرگ کی بات پر عمل کرتے ہیں، انہوں نے ہمیں گوشت کھانے سے منع کیا تھا، لیکن دسویں آدمی نے کہا کہ ارے چھوڑو! ہمیں بھوک لگی ہے، چنانچہ اس نے تلوار سے اس بچہ کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھالیا۔رات کو اس بچے کی ماں ہتھنی آ گئی، جب اس نے دیکھا کہ بچہ نہیں ہے تو بچہ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی، اس نے دیکھا کہ ایک جگہ دس آدمیوں کی جماعت سوئی ہوئی ہے، ہتھنی نے سب آدمیوں کا منہ سونگھا، جس نے اس کے بچہ کا گوشت کھایا تھا وہ درمیان میں سویا ہوا تھا کہ اگر ہاتھی آ بھی گیا تو پہلے دوسروں کو پکڑے گا اور اس کے شور کی وجہ سے میں جاگ جاؤں گا، لیکن ہتھنی نے باری باری سب کا منہ سونگھا، جب درمیان والے کا منہ سونگھا جس نے گوشت کھایا تھا تو ہتھنی نے اپنے بچے کے

خون کی بو پہچان لی، اس نے اس آدمی کی ایک ٹانگ سونڈ میں پکڑی اور دوسری ٹانگ اپنے پیر کے نیچے دبا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو نصیحت کے طور پر فرماتے ہیں کہ دیکھو! اللہ کے حق میں اگر کوتاہی ہو جائے تو رونے سے اور معافی مانگنے سے وہ معاف کر دے گا، لیکن اگر اس کے اولیاء کو ستایا تو بعض اوقات وہ اپنے اولیاء کے معاف کرنے پر بھی معاف نہیں کرتا۔

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد
تا دلِ صاحب دلے نامش بدرد

یعنی اللہ کسی قوم کو رسوا نہیں کرتا جب تک وہ کسی اللہ والے کو نہ ستائے۔ اس لیے دوستو! میں نے یہ عرض کیا کہ اپنے کو تو عیب دار سمجھو، لیکن دوسرے کے عیب کو مت دیکھو، عوام علماء کے عیب نہ تلاش کریں اور مقتدی اپنے ائمہ کرام کے عیب پر نظر مت رکھیں بلکہ ان کی خبر گیری کرو کہ وہ بیچارے کس حال میں ہیں اور ان کے لیے دعا کریں۔

اہلِ علم کی فضیلت

علماء کی عظمت پر آج میں نے جو بیان کیا اس پر اللہ پاک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم سے خوش فرما دیں کیونکہ علماء کی عزت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو میرے علماء کی عزت نہ کرے فَلَیْسَ مِنَّا میرا اس سے کوئی تعلق نہیں، سوچ لو اس کو! علماء کو اللہ تعالیٰ نے بڑی عظمت عطا فرمائی ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فضائلِ علم میں حدیث نقل کی ہے کہ علماء کو جنت کے دروازوں پر اللہ تعالیٰ روک دیں گے اور فرمائیں گے:

﴿لَا تَدْخُلُوْا اِشْفَعُوْا لِمَنْ تَشَآءُ وْنَ﴾

ابھی جنت میں داخل نہ ہو جس جس کی تم چاہو شفاعت کرو اور جنت میں لے جاؤ، یعنی اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے کہ اے علماء کرام! تم کو ہم نے علم کی دولت دی ہے تم سفارش کرو، ہم تمہاری سفارش قبول کریں گے۔ بتائیے کتنی بڑی چیز ہے۔ علماء وارثینِ انبیاء ہیں اور حدیث میں ہے کہ شفاعت کا حق سوائے تین کے اور کسی کو نہیں ملے گا انبیاء، علماء اور شہداء۔

بزرگوں کی دعاؤں کا اثر

میں نے اِس وقت بفضلہٖ تعالیٰ قرآن و حدیث سے مدلل بیان کیا ہے، عربی کی عبارات تک نقل کیں تاکہ اہلِ علم حضرات کو صحیح مزہ آئے، اہلِ علم کے لیے عربی کی عبارتیں شربتِ روح افزاء کا کام کرتی ہیں، یہاں جو علماء بیٹھے ہوئے ہیں ان سے پوچھ لو، میں نے تمام تفسیری اقوال عربی کے نقل کیے ہیں، اللہ نے عربی کی عبارات نقل کرنے کے متعلق میرا حافظہ قوی کردیا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کے بچہ کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں تو شاہی تربیت کے لیے ماں باپ کی غذا بڑھا دیتے ہیں، اگر کسی غریب کے بیٹے کو بہت بڑا انجینئر بنانا ہے تو ماں باپ کی روزی بڑھا دیتے ہیں اور اس کو اچھی غذا ملتی ہے ایسے ہی جس کی آغوشِ تربیت میں کسی بڑی شخصیت کی تربیت کرانی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ شیخ کی بھی روحانی غذائیں بڑھا دیتے ہیں۔ جب جسمانی غذاؤں کے وہ رب العالمین ہیں تو روحانی غذاؤں کے بھی وہ رب العالمین ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ان طالبین کی قسمتوں سے، محدثین کی قسمتوں سے، علماء کی قسمتوں سے مضامین بھی ویسے ہی دلِ شیخ پر عنایت فرماتے ہیں کہ ان کے دل میں بھی سیرابی آجاتی ہے اور ان کو اطمینان ہوجاتا ہے کہ الحمدللہ ہمارا پیر علم کی روشنی میں تصوف کو سکھا رہا ہے ورنہ پھر وہ مزہ نہیں آتا۔ آج بڑے بڑے علماء جب اس فقیر سے عربی عبارت سنتے

ہیں تو مطمئن ہو جاتے ہیں ورنہ اگر صرف اردو میں کہتا تو ان کی تشفی نہ ہوتی۔ آپ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے حافظہ بھی قوی کر دیا ورنہ پہلے میرا حافظہ اتنا قوی نہ تھا کیونکہ بڑے علماء سے واسطہ پڑنا تھا جن کو معمولی غذائے علم سے تشفی نہ ہوتی اللہ تعالیٰ نے ان علماء کی قسمتوں سے میرا حافظہ بھی قوی کر دیا اور میرے علم میں اللہ نے برکت ڈال دی۔ بڑے بڑے علماء نے مجھ سے کہا کہ ہم لوگ جاہلوں میں اس طرح عربی نہیں پیش کرتے جیسے آپ ہم جیسے علماء میں پیش کرتے ہیں اور صدر مدرس ہردوئی نے کہا کہ تم مولویوں میں فرفر عربی عبارات نقل کرتے ہو، ذرا بھی نہیں ڈرتے کہ کہیں زیر زبر کی کوئی غلطی ہو جائے اور فاعل کو مفعول اور مفعول کو فاعل بنا دو۔ میں نے کہا کہ میں جو کچھ بولتا ہوں اس کے سارے قواعد میرے ذہن میں ہوتے ہیں اور میں نے فنِ نحو پر ایک کتاب بھی لکھی ہے ''تسہیل قواعد النحو'' اور میں نے عربوں کو پڑھایا ہے، جب میں نے عدد، تمیز وغیرہ بیان کیے تو الحمد للہ عربوں نے میرا شکریہ ادا کیا اور یہ کرامت میرے بزرگوں کی ہے۔ اس وقت ایک بڑا پیارا شعر یاد آ گیا۔

چاند تارے میرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

یہ بزرگ کون ہیں؟ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی دعائیں ہیں، شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں ہیں، مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں ہیں۔ طبیہ کالج الٰہ آباد میں پڑھتے وقت میں نے تین برس حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں گذارے، میں کہتا ہوں کہ کوئی ایک دریا سے پیتا ہے، کوئی دو دریا سے پیتا ہے تو وہ سنگم ہو جاتا ہے اور جو تین دریا سے فیض لیتا ہے وہ تربینی ہو جاتا ہے، اس وقت میں ہندوستان کی

زبان بول رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اختر کو تین دریاؤں کا چشمہ عطاء فرمایا ہے، بس اللہ قبول فرمالے اور مجھے عاجزی اور تواضع کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرما دے جہاں فنائیت ختم ہوتی ہے، اس سے آگے فنائیت کا کوئی درجہ نہ ہو، خدا تعالیٰ اختر کو، ہم سب کو اس مقام تک پہنچادے۔

آج میرا دو روحانی بیماریوں کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنے کا ارادہ تھا یعنی غصہ اور بدنظری لیکن ایک مضمون دوسرے مضمون کی طرف چلا گیا۔ اب تو آپ کو یقین آجائے گا کہ میں مقرر نہیں ہوں ؎

رشتۂ بر گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

میرا دوست میری گردن میں رسی ڈالے ہوئے ہے، جس طرف چاہتا ہے مجھے لے جاتا ہے، گو میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس کو دوست کہہ سکوں، میں صرف اس شعر کا ترجمہ کر رہا ہوں، لیکن اللہ کی ذات کریم ہے، کیا بعید ہے کہ وہ ہم جیسے نالائقوں کو بھی اپنا بنالے، اس کی شانِ کریمی سے کیا بعید ہے۔

اس وقت جو کچھ اللہ نے ذہن میں ڈالا وہ میں نے بیان کردیا، میرے پاس کچھ نہیں ہے، میری جھولی میں اس نے جو کچھ ڈالا وہ میں نے پیش کردیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے بھیک مانگتا ہوں کہ یااللہ! آپ کے بندوں کے لیے جو مضمون مفید ہو وہ میرے دل میں ڈال دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجھے جو بھیک عطا فرماتے ہیں وہ میں آپ کے سامنے پیش کردیتا ہوں اور میں اس پر خوش بھی ہوں، مجھے قطعی کوئی غم نہیں ہے کہ میں نے کیا بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اللہ نے مجھ سے کیا بیان کروادیا، ہم تو اپنے ارادے کے ٹوٹ جانے سے اس کو پہچانتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے

ارادے ٹوٹ جانے سے اپنے رب کو پہچانا۔ معلوم ہوا کہ کوئی ہے جو ہمارے ارادوں پر اپنا ارادہ مسلط کرتا ہے۔

اب دعا کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیاء صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچادے، نبوت کا دروازہ تو ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا لیکن ولایت کا دروازہ آپ نے قیامت تک کے لیے کھول رکھا ہے لہٰذا اپنی رحمت سے، اپنے کریم ہونے کے صدقہ میں کہ آپ کریم ہیں، نااہلوں پر فضل فرمانے والے ہیں، ہماری نااہلی کے باوجود اولیاء صدیقین کی منتہاء تک ہم سب کو اپنی رحمت سے پہنچا دیجئے، ہمارے بچّوں کو اور اُن لوگوں کو جو میری مجلس میں آتے ہیں اور ان لوگوں کو جو میرے ہاتھ پر بیعت ہیں اور ان لوگوں کو جو میرے شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہیں، میرے متعلقین اور میرے شیخ کے متعلقین یا اللہ سب کو ولایت کی خطِ انتہا تک پہنچا دیجیے اور جو خانقاہ میں داخل ہو جائے اے اللہ! وہ بھی محروم نہ جائے، جو یہاں آجائے اس کو بھی اور ہم سب کو بھی صاحبِ نسبت بنادے، نسبتِ لازمہ بھی دے دے، نسبتِ متعدیہ بھی عطاء فرمادے، آمین۔

وَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

تقریباً چالیس سال قبل ایک تبلیغی دوست کو عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے اصلاح کے لیے مندرجہ ذیل مکتوب تحریر فرمایا۔ (جامع)

چند ہدایات برائے بعض احباب تبلیغی جماعت

(۱) دینی دعوت کے سلسلے میں اپنے کو حقیر اور مخاطب کو اپنے سے محترم سمجھتے ہوئے بعنوان درخواست دو ایک بار پیش کر دینا چاہئے اس کے بعد اصرار کرنا یا اہانت آمیز کلمات استعمال کرنا ارتکاب دل آزاری مسلم اور خلاف ورزی اصول اکرام مسلم ہے اور اس انداز کی دعوۃ خود داعی کے لئے مضر ہے کہ اس طرح وہ مسلمان کی دل آزاری و تحقیر اور کبر جیسے کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوگیا۔ دوسرے یہ انداز دعوۃ سے قریب لانے کے بجائے دعوۃ سے اور متنفر کرنے کے مترادف ہے۔

(۲) اکابر کا تبلیغی جماعت کے چھ اصول کے محصور خطوط پر تبلیغ کو منحصر کرنا یہ محض انتظاماً اور تجربتہً اور الہاماً ہے۔ اس کو وحی الٰہی کا درجہ دینا یا صرف اسی طرز تبلیغ کو دعوۃ نبوت اور دعوۃ صحابہ قرار دینا باقی دوسرے طرز پر دین کے خدام کو حقیر سمجھنا یا ان پر طعن کرنا یا اپنے اس طرز خاص کو تمام محدثین و مفسرین وفقہاء اور علماء سلف سابقہ کے طرز پر اتنی اہمیت و برتری دینا جس سے عوام امت کے قلوب سے ان کا احترام جاتا رہے یہ عظیم ترین بدعت اور غلو اور گمراہی ہے۔

(۳) عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ عہدِ خلفائے راشدین میں صرف ان چھ اصولوں پر دعوۃ کو منحصر کیا گیا تھا نہ ان کی تشکیل تھی نہ ان خطوط پر عملی طور پر سہ روزہ یا چہل روزہ چلوں کی رسم تھی اس لئے صرف اسی خاص طرز کو اور انہیں چھ اصولوں پر تبلیغ کو طرز صحابہ کی تبلیغ یا طرز نبوۃ پر تبلیغ قرار دینا کیسے صحیح ہوگا؟

(٤) اصلاح عام امت کے لئے یہ ایک بہترین طریقہ ہے بشرطیکہ حدود شرعیہ سے عملاً اور اعتقاداً تجاوز نہ ہو مگر پھر بھی اصلاح تام بدون کسی مصلح کے تعلق کے عادۃً ممکن نہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے اور جیسا کہ خود بانی تبلیغی جماعت نے بھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی طور پر اپنی اصلاح باطن کے لیے انتخاب فرمایا تھا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو مصلح بنایا تھا۔

(٥) قرآن پاک میں اپنے نفس کے بعد اپنے اہل وعیال کی اصلاح کا اور انہیں دوزخ سے بچانے کا حکم منصوص ہے لہٰذا گھر والوں کا اوّلین حق ہے کہ ان کی اصلاح کی فکر کی جائے۔ لہٰذا پہلے اپنے گھر والوں کو اس دعوۃ سے مستفید کیا جائے بعدۂ دور دراز کی بستیوں پر توجہ ہونا چاہیے۔ ورنہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ جو دور دراز کے سفر کرتے ہیں اور جاپان وامریکہ تک دینی دعوت کو لے کر جاتے ہیں ان کے گھروں کا حال دگرگوں ہے۔ بچوں کو دیکھئے تو انگریزی بال ہیں انگریزوں کی وضع قطع ہے جوان بیٹیاں ہیں اور پردہ کی تاکید و اہتمام نہیں۔ خود تو ماشاء اللہ دین دار ہیں لیکن گھر والوں میں دین کا پتا نہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم سب راعی یعنی نگراں ہو اور سب سے اپنے اپنے زیرنگرانوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

(٦) بدون کسی مصلح کی صحبت میں اپنے نفس کو مٹائے جب علماء کی اصلاح نہ ہوسکی تو عوام کی کیا ہوگی۔ اس پر دلائل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں مطالعہ فرمالئے جاویں۔ کوئی تربیت یافتۂ بزرگان دین کسی عالم دین کی تو کیا عام مسلمانوں کی بھی اہانت نہیں کرسکتا۔ حضرت حکیم الامت نے لکھا ہے کہ مخاطب کی توہین کے ساتھ اور اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے تبلیغ کرنا حرام ہے۔ جو

شخص اکرام مسلم کی تمیز وفکر بوقت دعوت نہ رکھتا ہو، اس پر سکوت ہی واجب ہے اور اس کا نطق اس منصب کے قابل نہیں۔ ایک تبلیغی صاحب نے ایک بار میرے سامنے کہا کہ فلاں عالم دین کو چوڑیاں پہن لینی چاہئیں میدان میں کیوں نہیں نکلتے۔ اِنَّا لِلّٰہِ......اِلخ

﴿کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ﴾

ترجمہ: بڑی سنگین مجرمانہ بات ہے جو وہ لوگ منہ سے نکالتے ہیں۔

ایک مزدور بلاک اٹھاتے ہوئے اپنے پسینہ ومحنت پر ناز کر کے کسی تاجر سے کہے کہ آپ کمرہ میں کیا چوڑی پہنے بیٹھے ہیں ذرا باہر میدان میں آیئے تو تاجر صاحب کیا جواب دیں گے کہ تو ۸ رگھنٹہ میں ۵ روپے کماتا ہے اور میں فی گھنٹہ تجھ سے کئی گنا زیادہ کماتا ہوں۔ بیوقوف! میری تعلیمات اور ذہنی صلاحیتیں تیرے پسینہ سے زیادہ قیمتی ہیں۔ اسی طرح علمائے حق کی خدمات دینیہ خواہ مساجد میں ہوں یا مدارس میں یا خانقاہوں میں یا دارالافتاء میں عوام امت کے پسینے ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں ہوسکتے کیونکہ علم دین کے حصول میں جو صعوبتیں انہوں نے جھیلی ہیں اس کا عوام اندازہ بھی نہیں کرسکتے۔ علماء حق وارثین انبیاء ہیں عوام کا ان کی شان میں گستاخی کرنا نصوص قطعیہ کی مخالفت اور سخت قسم کی گمراہی اور جہالت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ لَّمْ يُبَجِّلْ عَالِمِنَا فَلَيْسَ مِنَّا﴾

ترجمہ: جس نے ہمارے عالموں کا احترام نہیں کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ ہر عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۔

اور ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

(سنن الترمذی)

ترجمہ: وہ ہم میں سے نہیں جو شخص چھوٹوں پر رحم نہ کرتا ہو اور بڑوں کا ادب نہ کرتا ہو اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کرتا ہو۔

بعض تبلیغی احباب نے اکرام مسلم کو صرف اسی جماعت کی حدود تک منحصر کر دیا ہے۔ لہٰذا دیکھنے میں آیا ہے کہ جو علماء اس جماعت میں شریک ہیں ان کا تو اکرام کیا جاتا ہے باقی علماء جو مدارس میں یا خانقاہوں میں یا دارالافتاء میں مصروف ہیں ان کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ حضرات تبلیغ کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کے اس ایک خاص طرز کو مقصود سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ مقصود کام اور خدمت دین ہے جس کے لیے مختلف جماعتیں مختلف طریقوں سے کام کر رہی ہیں۔ کوئی خاص طریقہ مقاصد دین میں سے نہیں ہے۔ تبلیغ کے کسی خاص طریقہ کو مقصود سمجھ لینا اس کو فقہاء نے بدعت لکھا ہے لہٰذا اس عقیدۂ باطلہ کی اصلاح ضروری ہے۔

(۷) بعض لوگ تبلیغ کے جوش میں گھر پر اپنے ضعیف اور بیمار والدین کو یا حاملہ بیوی کو جس کا وضع حمل قریب ہو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور اس کا نام توکل رکھا ہے۔ شریعت مطہرہ نے ایسے توکل کو حرام قرار دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی اہلیہ کی علالت کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شرکت سے منع فرما دیا تھا۔

آپ کو پا گیا اپنی جاں میں

ذکر سے جب ملا نُور جاں میں
سیکڑوں جاں ملی میری جاں میں

چار سُو اُن کی نسبت کی خوشبو
پھیل جاتی ہے سارے جہاں میں

کس طرح سے چھپاؤں محبت
راز ظاہر ہے آہ و فغاں میں

چشم غماز ہے دردِ نسبت!
عشق مجبور ہے گو بیاں میں

نیم جاں کر دیا حسرتوں نے
رہ کے صحرا میں ہوں گلستاں میں

آپ کی راہ میں جان دے کر
آپ کو پا گیا اپنی جاں میں

یوں تو دُنیا سے جانا ہے مجھ کو
کام کچھ نیک کر لوں جہاں میں

تیری توفیق کا آسرا ہے
ورنہ رکھا ہے کیا خاکداں میں

مثلِ خورشید چمکا دے یا رب
دردِ مخفی ہے جو میری جاں میں

تیری رحمت کے صدقے میں اختؔر
کیا عجب ہو گا باغِ جناں میں

مواعظ حسنہ نمبر ۷۵

قُربِ الٰہی کی منزلیں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کُتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون : ۳۴۹۹۲۱۷۶

به فیضِ صحبتِ ابرار، یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نیازوں کے
به اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: قربِ الٰہی کی منزلیں (دو مواعظ کا مجموعہ)

نامِ واعظ: عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
دام ظلالهم علينا الى مأة و عشرين سنة

تاریخِ وعظ: ۱۷/اکتوبر ۱۹۹۲ء اور ۵/مارچ ۱۹۹۹ء

مقام: مجلس صیانۃ المسلمین، بمقام مسجد جامعہ اشرفیہ لاہور
اور مسجدِ اشرف، گلشن اقبال نمبر۲ کراچی۔

موضوع: قرآن وحدیث سے مسائلِ تصوف کا ثبوت

مرتب: یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی (سید عشرت جمیل میرؔ صاحب)

کمپوزنگ: سید عظیم الحق ا۔ جے ۳/۶۷، مسلم لیگ ہاؤس، ناظم آباد نمبر۔۱

اشاعت اوّل: رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

بااہتمام: ابراہیم برادران سلمہم الرحمٰن
گلشن اقبال۔۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

فہرست

نمبر شمار	عُنوان	صفحہ نمبر
۱	قرانِ پاک سے تصوف کا ثبوت	۲۳۲
۲	حیا کی تعریف	۲۳۳
۳	اللہ تک پہنچنے کا مختصر راستہ	۲۳۴
۴	مقصدِ حیات	۲۳۵
۵	شیطان دھوکہ باز تاجر ہے	۲۳۶
۶	روحانی بلڈ پریشر	۲۳۷
۷	دل کے سمندر میں طغیانی کب آتی ہے؟	۲۳۸
۸	کلمہ کی بنیاد کیا ہے؟	۲۴۰
۹	عشقِ مجازی دونوں جہان کی بربادی ہے	۲۴۱
۱۰	جنت میں مسلمان عورتوں کی شانِ حُسن	۲۴۲
۱۱	عطائے مولیٰ کی قدر و قیمت	۲۴۳
۱۲	بیویوں سے حسن سلوک	۲۴۴
۱۳	ولی اللہ بننے کا طریقہ	۲۴۸
۱۴	عشقِ مجازی کی بربادیاں	۲۴۹
۱۵	مجدّدِ ملّت حضرت تھانوی کا تقویٰ	۲۵۱
۱۶	نفس پر کبھی بھروسہ نہ کریں	۲۵۱
۱۷	خواجہ صاحب کی فنائیت	۲۵۲
۱۸	علامتِ ولایت	۲۵۳

۱۹	خدا کے عاشقوں کا عالم	۲۵۵
۲۰	زندگی ایک ہی دفعہ ملی ہے	۲۵۵
۲۱	اللہ تعالیٰ سے کیسی محبت کریں؟	۲۵۶
۲۲	بے لذت ذکر سے بھی نسبت عطا ہو جاتی ہے	۲۵۷
۲۳	ذکر میں اعتدال ضروری ہے	۲۵۸
۲۴	اصلاح زندہ شیخ سے ہوتی ہے	۲۶۰
۲۵	اہل اللہ کے روحانی مراتب	۲۶۰
۲۶	اللہ کی محبت کا درد کب ملتا ہے؟	۲۶۲
۲۷	عاشقانہ ذکر کا ثبوت	۲۶۴
۲۸	قرآن پاک سے ذکرِ اسمِ ذات کا ثبوت	۲۶۵
۲۹	محبت انگیز ذکر کا نفع	۲۶۶
۳۰	حدیث پاک سے ذکرِ اسمِ ذات کا ثبوت	۲۶۸
۳۱	تبتل کی حقیقت	۲۶۸
۳۲	قرآن پاک سے ذکرِ نفی اثبات کا ثبوت	۲۷۲
۳۳	لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت	۲۷۴
۳۴	تصوف کے مسئلۂ توکل کا ثبوت	۲۷۴
۳۵	نماز میں خشوع کی تعریف	۲۷۵
۳۶	توکل کا طریقہ	۲۷۶
۳۷	دشمنوں کی ایذا رسانی پر صبر کی تلقین	۲۷۸
۳۸	آیت یضیق صدرک......الخ پر ایک الہامی علمِ عظیم	۲۷۹
۳۹	سلوک کے آخری اسباق ابتداء میں کیوں نازل کیے گئے؟	۲۸۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قربِ الٰہی کی منزلیں

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ○ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ○ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ○
(سورۃ المزمل، آیات: ۱۰-۹-۸)

قرآن پاک سے تصوف کا ثبوت

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے راستہ کی جو منازل اور مراحل ہیں جن کو تمام عالم کے صوفیاء اور چاروں سلسلوں کے اولیائے کرام نے جاری کیا ہے بعض اہلِ ظاہر اور خشک لوگ ان کو بدعت قرار دیتے ہیں حالانکہ تصوف کے جتنے اہم مسائل ہیں وہ ان آیات سے ثابت ہیں۔ اپنے زمانہ کے امام بیہقی قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان میں تفسیرِ مظہری لکھی مگر اپنے پیر حضرت میاں مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر اس کا نام تفسیر مظہری رکھا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ اپنے مریدوں کو ذکرِ اسمِ ذات بتاتے ہیں کہ مثلاً تین سو دفعہ یا ہزار دفعہ اللہ اللہ کرو۔ مگر میں ایک بات کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں شیخ کی بتائی ہوئی تعداد سے زیادہ نہ بڑھانا چاہیے کیوں کہ تھانہ بھون میں ایک صوفی کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہزار مرتبہ ذکر بتایا تھا اس نے چوبیس ہزار دفعہ پڑھ لیا تو گرم ہو کر تھانہ بھون کی خانقاہ کے کنویں میں کود پڑا، دماغی طور پر غیر متوازن ہو گیا، اللہ تعالیٰ ایسی عبادت کو ہرگز قبول نہیں فرماتے جس سے بندہ غیر متوازن ہو جائے جیسے کہ ابا اپنی اولاد سے بوجھ

شفقتِ پدری کے اتنی خدمت لیتا ہے کہ بیٹا غیر متوازن نہ ہوجائے، تو جب باپ اپنے بیٹے کو پاگل کرنا نہیں پسند کرتا تو اللہ تعالیٰ کیسے پسند کرے گا کہ میرے بندے اتنی زیادہ عبادت کریں کہ دماغی طور پر بیمار یا پاگل ہوجائیں۔ اس لیے میں وظیفہ کم بتاتا ہوں البتہ ایک وظیفہ بہت بتاتا ہوں کہ کام ہی نہ کرو، کام نہ کر کے ولی اللہ ہوجاؤ، بغیر کام کیے ہی مزدوری لے لو۔ ہے کوئی فیکٹری مالک جو یہ کہے کہ میرے ہاں مہینہ بھر آرام سے رہو کچھ کام نہ کرو اور تنخواہ پوری لو؟ لہٰذا صرف فرض، واجب اور سنت موکدہ ادا کرلو، بڑے بڑے وظیفے نہ پڑھو بس ایک کام کرلو کہ اللہ کو ناراض نہ کرو، اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو کھا کر اس سے توانائی محسوس کر کے تم جو بے وفائی کرتے ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ تمہاری طبیعت خبیث اور غیر شریفانہ ہے، تم فطرت کے اعتبار سے کمینے ہوچکے ہو، تمہیں شرم نہیں آتی کہ جب تم نافرمانی کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس وقت تمہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں اور تم گناہ کے حرام مزے لیتے وقت بے حیائی سے اُنہیں بھولے رہتے ہو۔

حیا کی تعریف

ملا علی قاری محدث عظیم رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھتے ہیں کہ اصل میں بے حیا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی میں دیکھے:

﴿فَاِنَّ حَقِیْقَۃَ الْحَیَاءِ اَنَّ مَوْلَاکَ لَا یَرَاکَ حَیْثُ نَھَاکَ﴾

(المرقاۃ، کتابُ الصلوۃ، ج:۱، ص:۱۳۵، دار الکتب العلمیۃ)

حقیقتِ حیا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی نافرمانی میں مبتلا نہ دیکھے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت دیکھتا ہے، ہر جگہ دیکھتا ہے تو فطرتِ معصیت جو ہے یہ فطرتِ بے وفائی اور کمینگی ہے یہ نفسِ امارہ کا غلبہ ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک شخص ہرن کے شکار کے لیے گیا اور دعویٰ کیا تھا کہ آج ہرن مار کر لاؤں گا، میرا نشانہ خطا نہیں ہوتا، اس ناز و تکبر کا عذاب یہ ہوا کہ جھاڑی سے جنگلی سور نکلا اور اس کو منہ

میں لے کر چبانے لگا تب وہ سور کے منہ میں کہتا ہے کہ آہ میرا تکبر خاک میں مل گیا میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد نہیں مانگی اور دعویٰ تکبر کیا تو آج جنگلی سور مجھے کھا رہا ہے لہٰذا جن کو اپنے تقدس پر ناز ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوتا ہے اور اس پر شیطان کا غلبہ ہوجاتا ہے پھر وہ اس کی پرواز کے پروں میں کسی معشوق یا معشوقہ، دنیاوی محبت، مجازی محبت، عشقِ مجازی کا گوند چپکا دیتا ہے جس سے اس کی پرواز ختم ہوجاتی ہے اور نفس کا جنگلی سور اس کو چباتا رہتا ہے اور وہ ظالم اللہ تعالیٰ سے دور ہوجاتا ہے۔

اللہ تک پہنچنے کا مختصر راستہ

اس لیے دوستو یہ عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ بہت مختصر ہے، بہت آسان ہے بس صرف ایک کام کرلو کہ گناہ کے کام چھوڑ دو، کیوں صاحب کام کرنا مشکل ہے یا کام نہ کرنا مشکل ہے؟ لہٰذا کام نہ کرو مثلاً جھوٹ نہ بولو، غیبت نہ کرو، بدنظری نہ کرو، حسینوں کو دیکھ کر دل کو مت للچاؤ، تڑپاؤ، کلپاؤ کہ ہائے یہ کیسا حسین ہے یا یہ کیسی حسینہ ہے، اگر کوئی حسین لڑکی نظر آجائے تو نظر ہٹا کر کہو کہ اس کا حسن اس کے شوہر کو مبارک ہو، اے نفس تو کیوں حرام کاری میں مبتلا ہوتا ہے، جب تمہارے پاس لیلیٰ نہیں ہے تو مولیٰ ہی کافی ہے یعنی جو مسکین ہے، ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی ہے، اس کی لیلیٰ اس کے پاس نہیں ہے، اس کے لیے مولیٰ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ﴾

(سورۃُ الزمر، آیت: ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ہے؟ جو لیلاؤں کو نمک دیتا ہے ان کے نام، ان کی یاد، ان کے قرب کی لذت میں سارے عالم کی لیلاؤں کے نمکیات موجود ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات ہیں اور سارے عالم کے

پاگلوں اور مجانین کے عشق کی لذتیں بھی ان کی عاشقی میں موجود ہیں، اس لذت کو مجنوں کیا جانے ؎

قیس بے چارہ رُموزِ عشق سے تھا بے خبر
ورنہ اُن راہ میں ناقہ نہیں، محمل نہیں
لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

اللہ کا نام اور اللہ کی محبت کا نقطۂ آغاز ہی رشکِ جنت ہے کیوں کہ جنت مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ خالق ہے، خالق اور مخلوق برابر نہیں ہوسکتے اسی طرح ساجد اور مسجود برابر نہیں ہوسکتے چاہے کتنا ہی بڑا ولی ہو، کتنا ہی بڑا پیغمبر ہو جب سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدہ کررہے ہیں تو ساجد اور مسجود کیسے برابر ہوسکتے ہیں۔

مقصدِ حیات

اپنے اللہ کو ہر وقت خوش رکھنا مقصدِ حیات ہے، اگر کسی ظالم کو اس کی توفیق نہ ہو کہ ہم اپنے اللہ کو ہر وقت خوش رکھیں، ان کو ناخوش کر کے حرام خوشیاں درآمد نہ کریں تو یہ ظالم بہت ہی محرومُ القِسمت ہے، طبیعت کا کمینہ پن اس کے اندر رسوخ کر چکا ہے، گناہ کرتے کرتے اس کا مزاج فاسد ہو چکا ہے۔ جیسے ایک بھنگی بھنگی پاڑے میں رہتا تھا، پاخانہ سونگھتے سونگھتے اس کا دماغ بدبو کا عادی ہو چکا تھا، ایک دن عطر کی دکان پر گیا، خوشبو کبھی سونگھی نہیں تھی، عطر کی دکان پر خوشبو سونگھتے ہی بے ہوش ہوگیا، حکیم صاحب نے عرقِ گلاب چھڑکا، موتی کا خمیرہ چٹایا، لیکن اس کی بے ہوشی بڑھتی گئی، اس کے بھائی کو خبر ہوئی کہ میرا بھائی، رات دن پاخانے کا کنستر اٹھانے والا، بھنگی پاڑے کے بدبودار ماحول میں رہنے والا بے ہوش ہوگیا ہے تو بھائی کی محبت میں دوڑا ہوا آیا، عطر کی خوشبو

سونگھتے ہی سمجھ گیا کہ اسی کی وجہ سے یہ بے ہوش ہوا ہے، اس نے حکیموں کے آگے ہاتھ جوڑے کہ میرے بھائی کو عرقِ گلاب اور خمیرے سے فائدہ نہیں ہوگا، اس کا علاج میں ابھی کرتا ہوں، اس کو کہیں سے کتے کا پاخانہ مل گیا جس کو فارسی میں ''سرگین سگ'' کہتے ہیں، سرگین پاخانہ کو کہتے ہیں اور سگ معنی کتا، تو اس نے کتے کا پاخانہ لیا، روئی کی بتی بنا کر اس پر کتے کا پاخانہ لپیٹا اور اپنے بھائی کی ناک کے سوراخوں میں مغزِ دماغ تک ٹھونس دیا، پاخانہ سونگھتے ہی اسے ہوش آگیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا کیونکہ اسے پاخانہ سونگھنے کی عادت تھی، خوب سمجھ لیجیے! عادت بہت دن کے بعد جاتی ہے، جب تک گناہوں کی عادت چھوڑنے کے لیے جان کی بازی نہیں لگائے گا، گناہوں سے نجات نہیں مل سکتی، جتنا اہتمام حج اور عمرے کا ہوتا ہے، جتنا اہتمام فرض نماز کا ہوتا ہے، جتنا اہتمام فرض روزے کا ہوتا ہے اس سے زیادہ اہتمام گناہ چھوڑنے کا کرنا چاہیے کیونکہ گناہوں کو نہ چھوڑنے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی فرض نمازیں ختم ہوگئیں، ایمان تک چلا گیا اور خاتمہ خراب ہوگیا۔

شیطان دھوکہ باز تاجر ہے

علامہ ابن القیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نالائق شخص تھا، اس کو پاخانے کے مقام سے بڑی مناسبت تھی، لڑکوں کے عشق میں مبتلا تھا، بدنظری کی وجہ سے ایک لڑکے کا عشق اس کے دل میں گھس گیا۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَنْظُرُوْا اِلَی الْمُرْدَانِ فَاِنَّ فِیْھِمْ لَمْعَۃً مِّنَ الْحُوْرِ﴾

(کشف الخفاء، رقم الحدیث: ۲۹۹۷، مسند احمد و التشرف)

جن لڑکوں کی ڈاڑھی مونچھ نہ آئی ہو ان کو مت دیکھو، کیونکہ ان کے اندر حوروں کی ایک خاص جھلک ہوتی ہے جس سے تم فتنہ میں مبتلا ہو سکتے ہو اور بقول

حکیم الامت مجددِ زمانہ کے شیطان زبردست دھوکہ باز تاجر ہے۔ اگر کوئی تاجر اچھا مال دکھائے اور برا مال بیچ دے تو آپ لوگ اس تاجر کو کیا کہتے ہو؟ کیا ایسے تاجر کی دکان سے کوئی سودا منگواتا ہے؟ حکیم الامت مجدد زمانہ فرماتے ہیں کہ شیطان جس مُلّا اور جس صوفی کو برباد کرنا چاہتا ہے، جو سالک اللہ کی طرف چل رہا ہے شیطان نہیں چاہتا ہے کہ یہ ولی اللہ ہو جائے، وہ اس کو حسینوں کے گال اور بال دکھا کر ان خبیث حرکتوں میں مبتلا کر کے دنیا میں بھی رسوا کرتا ہے اور آخرت میں بھی اور جس ماحول میں اس کو حضرت حضرت کہا جارہا ہے، اس سے تعویذ لیے جارہے ہیں، اس سے جھاڑ پھونک کروائی جارہی ہے، اس ماحول میں بھی اسے رسوا کر دیتا ہے۔ شیطان عورتوں کو جال بناتا ہے:

﴿اَلنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانِ﴾

(عمدۃ القاری شرح بخاری، ج: ۲۰، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شؤم، ص: ۸۹)

شیطان کبھی عورتوں کے جال میں صوفیوں کو پھانستا ہے، کبھی بے ڈاڑھی مونچھ کے لڑکوں کو دکھاتا ہے حتیٰ کہ ڈاڑھی والے لڑکوں کو بھی نہیں چھوڑتا، آج کل ان کے عشق میں بھی لوگ مبتلا ہیں۔ مولانا رومی کے زمانہ میں تو یہ بات تھی کہ جس کے دو تین بال بھی آجاتے تھے اس کی طرف رغبت نہیں ہوتی تھی، لیکن آج پانچ پانچ سو بال بلکہ ہزار ہزار بالوں کے باوجود بھی لوگ ان کے عشق میں مبتلا ہورہے ہیں، ایسے لوگ مجھے خط لکھ رہے ہیں کہ میرے معشوق کی ڈاڑھی اتنی بڑی ہے، مگر اس میں اتنا نمک ہے کہ میں روحانی ہائی بلڈ پریشر میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

روحانی بلڈ پریشر

اگر ڈاکٹر کہتا ہے کہ تم کو ہائی بلڈ پریشر ہے، تم نمک مت کھاؤ تو نمک چھوڑ دیتے ہیں لیکن خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جن میں نمک ہو ان کو مت دیکھو ورنہ تم کو روحانی ہائی بلڈ پریشر ہو جائے گا تو اس کی کچھ

پروانہیں کرتے، (نہایت درد بھرے لہجہ میں فرمایا کہ) آہ! جان کی پروا ہے ایمان کی پروانہیں ہے، اس پر میرے دو شعر ہیں جس کو جسمانی بلڈ پریشر ہو ایک شعر اس کے لیے بنایا ہے اور جس کو روحانی بلڈ پریشر ہو اس کے لیے دوسرا بنایا ہے، ایک ڈاکٹر میرے مرید ہیں، میرے خلیفہ بھی ہیں، جسمانی بلڈ پریشر والا شعر انھوں نے اپنے مطب میں لکھ کر ٹانگ لیا ہے، وہ شعر ہے؎

جس غذا میں بھی ہو نمک شامل
واجبُ الاحتیاط ہوتی ہے

کیا ہائی بلڈ پریشر والے نمک کھاتے ہیں؟ ڈاکٹر منع کرتا ہے کہ نمک مت کھاؤ ورنہ بلڈ پریشر ہائی ہو جائے گا، فالج ہو جائے گا، برین ہیمرج ہو جائے گا، دماغ کی رگ پھٹ جائے گی، بے ہوش ہو جاؤ گے، ختم ہو جاؤ گے اور روحانی ہائی بلڈ پریشر کیسے تیز ہوتا ہے؎

جن کی صورت میں ہو نمک شامل
واجبُ الاحتیاط ہوتی ہے

دل کے سمندر میں طغیانی کب آتی ہے؟

دیکھو جس دن چودہ تاریخ چاند کا ہوتا ہے اس دن اس کا ردِ عمل یعنی ری ایکشن زمین پر رونما ہوتا ہے، اس کے نتیجہ میں ایک تو گاؤں میں کتے بہت بھونکتے ہیں کیونکہ وہاں بجلی نہیں ہوتی، زمین پر چاند کی پوری روشنی پڑتی ہے تو رات بھر کتے بہت بھونکتے ہیں، ایسے ہی جن کی کتے والی خصلتیں ہوتی ہیں ان کے نفس میں بھی چاند جیسے حسینوں کو دیکھ کر بھونکنے کی عادت ہوتی ہے اور جو اہل اللہ ہیں وہ نظر بچا کر اپنے قلب و جان کو اللہ سے چپکائے رکھتے ہیں، بتاؤ! خدا سے چپکنے والے زیادہ مزے میں رہیں گے یا مرنے والوں سے لپٹنے والے؟

مُردوں سے چپٹنے والا زیادہ باغ و بہار رہے گا یا خدائے تعالیٰ سے، جو خالق و مالک ہے، اس کی آغوشِ رحمت میں بیٹھنے والا زیادہ مزے میں رہے گا؟ لہٰذا ایسے زمین والے چاندوں کو ہرگز مت دیکھو۔

جب چودہ تاریخ کا چاند ہوتا ہے تو اس کا دوسرا ردِعمل یہ ہوتا ہے کہ سمندر میں جوار بھاٹا آجاتا ہے، سمندر میں طغیانی آجاتی ہے، وہ کئی فرلانگ آگے بڑھ جاتا ہے، اسی طرح چاند جیسے چہروں کو دیکھنے سے دل کے سمندر میں طوفان آجائے گا، اسی لیے شریعت نے بدنظری کو حرام قرار دیا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے سیدالانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو بدنظری کرتا ہے، حسینوں کو تاک جھانک کرتا ہے، لڑکا ہو یا لڑکی، آنکھوں کا زِنا کرتا ہے، یہ آنکھوں کا زِنا کار ہے۔ اب برکت کے لیے الفاظِ نبوت بھی پیش کرتا ہوں تاکہ نورِ نبوت بواسطہ الفاظِ نبوت ہمارے دلوں میں اتر جائے:

﴿زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ وَ زِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ﴾

(صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، ج:۲، ص: ۹۲۲، باب زنا الجوارح دون الفرج)

آنکھوں سے حسینوں کو دیکھنا، نظربازی کرنا یہ آنکھوں کا زِنا ہے، یہ آپ کو گندے مقامات تک پہنچادیتا ہے۔ وَ زِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ حسینوں سے گپ شپ لگانا، لڑکا ہو یا لڑکی، چچی ہو یا ممانی، بھابھی ہو یا سالی، جن سے شریعت میں پردہ واجب ہے اُن کو دیکھنا، اُن کو مرنڈا پلانا، اُن سے مزے لے لے کر باتیں کرنا اِن سب کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ زِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ نامحرموں سے گفتگو کرنا زبان کا زِنا ہے۔ اچھے اچھے باریش حج وعمرہ کرنے والے ذرا کوئی نمکین شکل پا جاتے ہیں، آہ! پھر وہ اللہ تعالیٰ کو کہاں یاد رکھتے ہیں، پھر ان ظالموں کو بیت اللہ، روضۂ مبارک سب بھول جاتا ہے۔ مرنے والوں پر مرنے والو! کب تک اپنی زندگی برباد کروگے۔ خواجہ صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر

دے فرماتے ہیں ؎

ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں ہے

اسی لیے خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

کلمہ کی بنیاد کیا ہے؟

دل میں یا تو اللہ ہوگا یا حسین ہوں گے، دونوں چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ کلمہ کی بنیاد ہی میں حسینوں سے دوری کو فرض کردیا۔ لَا اِلٰـہ کے کیا معنیٰ ہیں باطل خداؤں کو دل سے نکالو، پتھر کا بت بھی نکالو اور یہ جو چلتے پھرتے بت ہیں ان کو بھی نکالو، پتھر کے بت اتنے خطرناک نہیں ہیں جتنا چلتے پھرتے بت ہیں، کوئی مسلمان پتھر کے بت کے سامنے سر نہیں جھکا سکتا، لیکن چلتے پھرتے یہ جو حسین بت ہیں ان کے لیے بڑی بڑی ڈاڑھی والوں کی آبرو لٹتے ہوئے دیکھی ہے، آہ نکل جاتی ہے جب رسوائی کے یہ منظر دیکھتا ہوں۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اگر لا الٰہ کا حق ادا کردو گے تو اِلاَّ اللہ پوری کائنات میں ملے گا، ہر ذرّہ میں اِلاَّ اللہ ملے گا، ہر ذرّہٴ کائنات خدائے تعالیٰ کے وجود کی نشانی اور ثبوت ہے بشرطیکہ لا اِلٰہ کا حق ادا کرو، باطل خداؤں کو دل سے نکال دو، اگر خود سے نہ نکلے تو کسی اللہ والے سے رابطہ کرو جہاں آپ کو مناسبت ہو، ان کو اپنے حال کی اطلاع دو اور اس خانقاہ میں چالیس دن لگالو، چالیس دن کسی اللہ والے کے پاس رہ لو، مگر اللہ کے لیے رہو، وہاں بھی گندی حرکتیں نہ کرتے رہو، اگر کوئی شیخ کے پاس جائے اور وہاں بھی لڑکوں کو تلاش کرتا

رہے اور ان کے خیالات میں گم رہے، تو اسے کیا فائدہ ہوگا، ڈاکٹر کے پاس رہے اور بد پرہیزی نہ چھوڑے تو صحت مند کیسے ہوگا؟ چالیس دن کسی اللہ والے کے پاس تقویٰ سے رہ لو، ان شاء اللہ نسبت مع اللہ حاصل ہو جائے گی۔

عشقِ مجازی دونوں جہان کی بربادی ہے

حکیم الامت مجدد زمانہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان کے دھوکے میں مت آؤ، جو تاجر اچھا مال دکھا کر خراب مال پیش کردے اس تاجر سے دوبارہ کوئی مال نہیں خریدتا، شیطان حسینوں کی آنکھ اور حسینوں کے گال دکھا کر پاخانے کے مقام پر دھکیلتا ہے، مال کیسا دکھایا اور پہنچایا کہاں پر؟ حسین شکل دکھا کر پیشاب اور پاخانے کے غلیظ مقام پر پہنچا دیا، بتائیے شیطان دھوکے باز تاجر ہے کہ نہیں؟ پھر اس سے سودا کیوں خریدتے ہو؟ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو کیوں بھول جاتے ہو؟ نظر کی حفاظت کرو، چاہے جان چلی جائے۔ نظر کی حفاظت کرنے پر آج اختر یہ اعلان کرتا ہے اور واللہ کہتا ہے، خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ نظر بچانے پر اگر جان بھی چلی جائے تو جان دے دو مگر اللہ کو ناراض نہ کرو، ان شاء اللہ آپ کو اللہ ضرور مل جائے گا اور اگر آپ نے اللہ کو چھوڑا اور ان مرنے والوں پہ مرے تو دنیا اور آخرت دونوں جہان میں بربادی ہوگی، ویسے بھی نظر بازی حماقت کا گناہ ہے، ذرا نظر بازوں سے پوچھو کہ تم کو نظر بازی سے آج تک کیا ملا؟ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو انٹرنیشنل گدھا ہوتا ہے، بین الاقوامی بیوقوف ہوتا ہے وہی حسینوں کو دیکھتا ہے، لیکن دیکھنے سے کیا پاجاتا ہے؟ جو چیز نہ ملنے والی ہو اس کو دیکھ دیکھ کر اپنے دل کو تڑپانا نادانی نہیں ہے؟ بس اپنی حلال کی بیوی پر راضی رہو۔

جنت میں مسلمان عورتوں کی شانِ حُسن

جب مسلمان عورتیں جنت میں جائیں گی تو حوروں سے زیادہ حسین کردی جائیں گی۔ تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی السیّد محمود بغدادی نے لکھا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں حوریں زیادہ حسین ہوں گی یا مسلمان بیویاں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بیویاں جنت میں حوروں سے زیادہ خوبصورت کردی جائیں گی۔ ام المومنین نے عرض کیا کہ بِمَ ذَاکَ انہیں یہ فضیلت کیوں ملے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿بِصَلَاتِهِنَّ وَ صِيَامِهِنَّ وَ عِبَادَتِهِنَّ اَلْبَسَ اللهُ وُجُوْهَهُنَّ النُّوْرَ﴾

(روح المعانی، ج:۲۷، ص:۱۲۶)

اللہ اپنی عبادت کا نور ان کے چہروں پر ڈال دے گا کیونکہ ہماری بیویوں نے نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں، بچہ جننے کی تکلیفیں اٹھائی ہیں، شوہروں کی خدمت کی ہے، اللہ کے لیے تکلیفیں اٹھائی ہیں اور حوروں نے نہ نماز روزہ کیا، نہ اللہ کے لیے کوئی اور تکلیف برداشت کی اس لیے ہماری عورتیں جنت میں حوروں سے زیادہ حسین ہوں گی۔

دنیا کے چند دن کے لیے اپنی کم حسین بیویوں پر راضی رہو، جیسے سفر کرتے ہو تو اسٹیشن کی چائے پیتے ہو یا نہیں یا وہاں بھی گھر والی چائے ملتی ہے؟ دنیا اسٹیشن کا پلیٹ فارم ہے، پردیس میں ہو جیسی بیوی بھی مل جائے اس کو ساری دنیا کی حسیناؤں سے بہتر سمجھو، اگر آپ کہیں کہ کیوں صاحب اپنی بیوی کو سب سے حسین کیوں سمجھیں؟ اس بات کی کیا دلیل ہے؟ تو دلیل یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، اللہ کی طرف سے نعمت ملتی ہے تو تقدیر میں جو بیوی لکھی ہے وہی ملتی ہے، آپ لاکھ ہاتھ پیر مارو، تعویذیں دباؤ، وظیفے پڑھو،

لیکن ملے گی وہی جو قسمت میں ہے۔

میرے مرشد شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بہت حسین تھے، اتنے حسین تھے کہ جب امام ابو حنیفہ سبق پڑھاتے تو نظر کی حفاظت کے لیے ان کو پیچھے بٹھایا کرتے تھے، ایک دن چراغ کی روشنی میں عبارت پڑھتے ہوئے جب ان کی ڈاڑھی ہلتے دیکھی تو فرمایا ارے بھئی! تمہاری تو ڈاڑھی آ گئی، اب سامنے آ جاؤ۔

لیکن اتنے حسین شخص کی جب شادی ہوئی تو بیوی ایسی ملی کہ اس کے لیے حسین کا لفظ بولنا جائز نہیں تھا، بس عورت تھی، عورت کا ڈھانچہ اور اسٹرکچر تھا، حسن کا ڈسٹمپر نام کو بھی نہیں تھا، لیکن امام صاحب نے کبھی اس کو طعنہ نہیں دیا کہ میں اتنا حسین ہوں تو مجھے کہاں سے مل گئی؟ کیونکہ اللہ والے اپنی بیوی کو دنیا کے تمام حسینوں سے زیادہ حسین سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں ہمارے مولیٰ نے عطا کی ہے۔

عطائے مولیٰ کی قدر و قیمت

دوستو! ایک سوال کرتا ہوں اگر لیلیٰ مجنوں کو سوکھی روٹی بھیج دے اور ساری دنیا کی عورتیں مجنوں کو حلوہ بھیجیں تو بتاؤ مجنوں کیا پسند کرے گا؟ اگر مجنوں اصلی مجنوں ہے، حلوہ والا مجنوں نہیں ہے تو وہ لیلیٰ ہی کے ہاتھ کی روٹی پسند کرے گا، اُس کی دی ہوئی سوکھی روٹی ہی کھائے گا بلکہ اس عطا پر وجد کرے گا، اپنی خوش قسمتی پر رقص کرے گا اور دنیا کی عورتوں کے حلوے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا کہ یہ سوکھی روٹی میری لیلیٰ نے مجھے بھیجی ہے۔ بس سمجھ لو کہ ہماری بیویاں جو ہیں یہ عطائے مولیٰ ہیں، مولیٰ کے دستِ مبارک کی عطا ہیں لہٰذا مجنوں کی لیلیٰ سے افضل ہیں۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دن کھانا کھا رہے تھے، ارہر کی دال تھی اور حضرت ہر لقمے پر مست ہو رہے تھے. فرمایا حکیم اختر! الحمدللہ! اس دال روٹی میں بریانی کا مزہ آرہا ہے، میں نے عرض کیا کہ کیوں حضرت؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھوں سے کھلا رہے ہیں، میرا مولیٰ مجھے اپنے ہاتھوں سے کھلا رہا ہے، یہ رزق ایسے ہی تھوڑی مل جاتا ہے، آسمان سے اُترتا ہے:

﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ﴾

(سورۃ ذاریات، آیت: ۲۲)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمہارا رزق آسمانوں سے اُترتا ہے جو میرا مولیٰ مجھے کھلا رہا ہے، میں نے کہا کہ حضرت آپ تو اپنے ہاتھ سے کھا رہے ہیں، اللہ میاں کہاں کھلا رہے ہیں؟ تو فرمایا میرے ہاتھ میں ان کا ہاتھ چُھپا ہوا ہے، اگر ہاتھ پر فالج گر جائے تو یہ ہاتھ منہ تک نہیں جاسکتا، ان کی طاقت ہاتھ کے اندر کارفرما ہے جس کی برکت سے یہ ہاتھ منہ تک آرہا ہے۔

بیویوں سے حسنِ سلوک

تو اپنی بیویوں کو بھی اللہ کی عطا کردہ لیلیٰ سمجھو، بلکہ ان کا گھریلو نام بھی پوشیدہ طور پر لیلیٰ رکھ دو، سب کو بتاتے مت پھرو۔ ری یونین میں میرا ایک مرید ہے، اس نے بتایا کہ میری بیوی کا نام لیلیٰ ہے، میں نے کہا تم نے اپنی بیوی کا نام مجھے کیوں بتایا تو اس نے کہا چونکہ آپ اکثر مثنوی مولانا روم میں مجنوں لیلیٰ پیش کرتے رہتے ہیں، عشقِ لیلیٰ سے عشقِ مولیٰ سمجھاتے ہیں اس لیے میں نے بتا دیا۔ میں نے سب دوستوں سے کہا کہ تم بھی اپنی اپنی بیویوں کا نام لیلیٰ رکھ لو اور دل سے یہی سمجھو کہ میری بیوی سے بڑھ کر دنیا کی کوئی عورت نہیں ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے، مولیٰ کی طرف نسبت کی وجہ سے اس سے محبت کرو، اسے حقیر مت سمجھو، اسے جھڑکو مت، جنھوں نے اپنی بیویوں کی تکلیف اور

مزاج کی کڑواہٹ کو برداشت کرلیا اللہ نے ان کو بہت بڑا ولی اللہ بنادیا۔

آپ سے ایک سوال کرتا ہوں، اگر آپ کی بیٹی مزاج کی کڑوی ہو، زبان کی تیز ہو اور حسن میں بھی کم تر ہو اور داماد حسین ہو، اچھے اخلاق والا ہو، آپ کی بیٹی کو مارتا نہ ہو، اس کی کڑوی باتوں کو برداشت کرتا ہو تو آپ خوش ہوتے ہیں یا نہیں؟ بلکہ آپ ایسے داماد کی ہر ایک سے تعریف کریں گے کہ میرا داماد بہت شریف ہے، میری بیٹی حسن میں بھی کم ہے اور زبان کی بھی تیز ہے، لیکن میرا داماد فرشتہ ہے، تو جس طرح ابا اس داماد سے خوش ہو کر اسے خوب شاباشی اور انعام دیتا ہے تو ربا بھی اپنے ایسے بندوں کو جو اس کی بندیوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں اپنی ولایت کا اعلیٰ مقام دیتا ہے۔

میں اعظم گڑھ پھولپور میں اپنے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہتا تھا، اللہ تعالیٰ نے سولہ سال مجھے میرے شیخ کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائی، ایک دن حضرت نے فرمایا کہ حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے ایک بزرگ تھے، ایک دن آسمان سے ان کے دل میں الہام ہوا کہ دہلی میں ایک عورت رہتی ہے، نمازی ہے، قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہے مگر مزاج کی کڑوی ہے، تم اس سے شادی کرلو، کیونکہ تمہارا مزاج بہت نازک ہے لہٰذا اس کا اعتدال ہوجائے گا۔

حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ اتنے نازک مزاج تھے کہ بادشاہ نے پانی پی کر پیالہ صراحی پر ٹیڑھا رکھ دیا تو ان کے سر میں درد ہوگیا، دہلی کی جامع مسجد جارہے تھے، راستے میں چارپائی ٹیڑھی دیکھی تو سر میں درد ہوگیا، رضائی اوڑھی دیکھا کہ سلائی ٹیڑھی ہے تو سر میں درد ہوگیا، ایسے نازک مزاج کو ایسی بیوی ملی کہ ہر وقت کڑوی کڑوی باتیں سنارہی ہے اور وہ مسکرا رہے ہیں کہ

یہ بیوی اللہ نے میرا درجہ بلند کرنے کے لیے مجھے دی ہے۔

ایک دن ان کا ایک مرید کسی کام سے ان کے گھر گیا، ان کی بیوی کی کڑوی کسیلی باتیں سن کر حضرت مظہر جانِ جاناں کے پاس گیا اور رونے لگا کہ آپ نے ایسی کڑوی مزاج والی عورت سے کیوں شادی کی؟ حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کڑوی مزاج والی بیوی کو برداشت کرنے کے صدقے میں اللہ نے سارے عالم میں میرا ڈنکا پٹوادیا، آج مجھے جو عزت ملی ہے سب اسی کی برکت سے ہے۔

ایک شخص ہزار میل کا سفر طے کر کے حضرت شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت گھر میں نہیں ہیں، اس نے ان کی بیوی سے پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں؟ بیوی نے جواب دیا حضرت؟ کون سے حضرت؟ ارے وہ تو بڑے حضرت ہیں، اس کے بعد مزید گستاخی کی کہ تو انہیں کیا جانے؟ رات دن تو میں ساتھ رہتی ہوں۔ بیوی کی باتیں سن کر وہ شخص بہت مایوس ہوا کہ میں تو ان کی بڑی شہرت سن کر آیا تھا، لیکن حلّہ والوں نے اسے تسلی دی کہ ان کی بیوی بڑی بدمزاج ہے، ہر وقت کڑوی کسیلی باتیں کرتی ہے، اس کے چکر میں نہ آنا، حضرت تو بہت بڑے ولی اللہ ہیں، جاؤ! اس وقت جنگل میں ملیں گے۔ وہ شخص جنگل کی طرف گیا تو دیکھا کہ شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ شیر پر بیٹھے آرہے ہیں، شیر کی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھا لدا ہوا ہے اور ان کے ہاتھ میں سانپ کا کوڑا ہے۔ اگر یہ واقعہ کسی ڈائجسٹ میں ہوتا تو میں اسے ہرگز پیش نہ کرتا، لیکن جلال الدین رومی جیسے محبوب الاولیا اور محبوب العلماء والمشائخ نے مثنوی میں اس قصہ کو لکھا ہے کہ وہ شیر پر بیٹھے چلے آرہے ہیں، اس شخص کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ میری بیوی سے مل کر آرہا ہے، انہوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ غم

مت کرو، اللہ نے بیوی کی کڑوی کسیلی باتیں برداشت کرنے کی برکت سے مجھے یہ کرامت دی ہے کہ میں شیر کی سواری کر رہا ہوں۔

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن
کے کشیدے شیرِ نر بیگارِ من

اگر میں اپنی بیوی کی تکلیفوں کو برداشت نہ کرتا تو یہ شیر نر میری بیگاری نہ اٹھاتا، یہ شیر میرا مزدور جو بنا ہوا، مجھے یہ کرامت اللہ نے بیوی کی باتوں پر صبر کرنے کی برکت سے دی ہے۔ آج جس کو دیکھو بیویوں سے برا سلوک کر رہا ہے، بظاہر صوفی بنا ہوا ہے، لمبی ڈاڑھی، ہاتھ میں تسبیح لیکن بیویاں بیچاری مظلوم ہیں، کہتی ہیں کہ گھر آتے ہی ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دیتے ہیں، کوئی وظیفہ بتایئے، چلو وظیفہ بھی بتا دیتا ہوں، لگے ہاتھوں یہ کام بھی ہو جائے، آپ اپنی بیویوں کو سکھا دیجئے کہ تم یہ وظیفہ پڑھا کرو، میں تم پر نرم رہوں گا اور خود بھی پڑھا کریں کہ اللہ اس کی برکت سے مجھے بیوی کی محبت نصیب فرمادے۔ اگر کوئی مسجد کا امام ہے اور کمیٹی والے اسے ستاتے ہیں یا افسر ہے اور ماتحت مخالفت کرتے ہیں یا کسی مرید کا شیخ ناراض ہوگیا ہو یا کوئی شاگرد ہو اس کا استاد ناراض ہوگیا ہو یا بیٹا ہو اور باپ ناراض ہوگیا ہو یا بیوی بچے قابو میں نہیں آرہے ہوں سب کے لیے یہ وظیفہ بتاتا ہوں، اس کی برکت سے ان شاء اللہ سب مہربان ہو جائیں گے۔ ہر نماز کے بعد سات مرتبہ یہ وظیفہ پڑھ لیجئے **یَا سُبُّوْحُ یَاقُدُّوْسُ یَاغَفُوْرُ یَاوَدُوْدُ** اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ یا اللہ! اپنے ان چار ناموں کی برکت سے میری بیوی کو، میرے بچوں کو، میرے نوکروں کو، میرے استاد و شیخ کو مجھ پر مہربان کردے اور اگر آپ کے مزاج میں غصّہ ہو تو اللہ کے ان چار ناموں کو سات مرتبہ پانی پر دم کر کے پی لو اور بیوی بچوں کو بھی پلا دو، ان شاء اللہ سارا گھر جنت کا نمونہ بن جائے گا، لڑائی جھگڑے غصّہ کی بیماری سب ختم ہو جائے گی۔ میں

اپنے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کو جب خط لکھتا ہوں تو تین مرتبہ یہ وظیفہ پڑھ کر خط پر دم کرتا ہوں کہ میرے ہر لفظ سے حضرت کو محبت معلوم ہو، کسی لفظ، کسی غلطی سے تکدر نہ ہو اور حضرت کے سامنے بھی دل دل میں پڑھتا رہتا ہوں تا کہ شیخ مجھ پر مہربان ہو، اللہ والوں کی محبت لینا معمولی بات ہے؟ بعض لوگ اس پر بہت ہنستے ہیں کہ اچھا! حضرت کا بتایا ہوا وظیفہ آپ حضرت ہی پر استعمال کر رہے ہیں، میں نے کہا کیا میں کوئی گناہ کر رہا ہوں، اپنے شیخ کو اپنے اوپر مہربان کرنے کا وظیفہ پڑھ رہا ہوں، بتاؤ! یہ عبادت ہے یا نہیں؟

ولی اللہ بننے کا طریقہ

تو میں کہہ رہا تھا کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیطان صوفیوں کو ہمیشہ نظر کی بیماری میں مبتلا کر کے برباد کرتا ہے حسین لڑکوں سے یا حسین لڑکیوں سے، ان دو چیزوں نے بہت سے لوگوں کو خدا تک پہنچنے کے راستہ ہی میں برباد کر دیا، چونکہ یہ مجمع سالکین کا ہے، صوفیوں کا ہے، اکثر لوگ بزرگوں سے بیعت بھی ہیں اس لیے اس مجمع میں یہ بات پیش کر رہا ہوں۔

میرے پیارے دوستو اور عزیزو اور محترم بزرگو! بعض لوگ اس مجمع میں عمر میں مجھ سے بھی بڑے بیٹھے ہوئے ہیں، اس لیے ہم محض عزیزو اور دوستو نہیں کہہ سکتے، یہاں بڑی عمر کے لوگ بھی موجود ہیں، ان کو بزرگو! کہتا ہوں کہ اگر خدا تک پہنچنا ہے تو نظر کی حفاظت، قلب کی حفاظت اور جسم کی حفاظت ان تین چیزوں کی حفاظت کریں، جن کو یہ تین عبادتیں نصیب ہو گئیں وہ ولی اللہ ہو جائے گا۔ سب سے پہلے نظر بچاؤ پھر دل میں گندے خیالات نہ آنے دو، بعض لوگ نظر تو ہٹا لیتے ہیں مگر دل کی آنکھ سے دیکھتے رہتے ہیں یعنی اس حسین کا خیال کر کے دل میں حرام مزہ لیتے ہیں تو نظر بھی بچاؤ، دل بھی بچاؤ اور جسم بھی

حسینوں کے پاس مت لے جاؤ، یہ تین چیزیں ہوگئیں نظر، قلب اور قالب، جو ان تین چیزوں کی حفاظت کرلے تو اگر وہ صرف فرض، واجب اور سنت مؤکدہ ہی ادا کرلے تو ان شاء اللہ ولی اللہ ہو جائے گا، ولی اللہ وظیفوں سے نہیں بنا جاتا، گناہوں کے چھوڑنے سے آدمی ولی اللہ بنتا ہے۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ آیت پڑھا کرتے تھے:

﴿اِنْ اَوْلِیَآءُ هٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾

(سورۃ الانفال، آیت: ۳۴)

اللہ کا کوئی ولی نہیں مگر وہ جو تقویٰ سے رہتا ہے، اللہ کا غضب اپنے اوپر حلال نہیں کرتا ہے، خدا کے غضب کے ساتھ ولایت کا تصور کیے ہوئے ہو، بزرگی کا خیال لگائے ہوئے ہو اور نظر نہیں بچاتے ہو، بدنظری احمقانہ بیماری ہے، آپ بتائیں کچھ دن کے بعد صورت بگڑ جاتی ہے یا نہیں؟ تو ایسے بگڑنے والے پر کیوں مرتے ہو، دو چار سال میں شکل بدل جاتی ہے یا نہیں؟ جغرافیہ بدل جاتا ہے یا نہیں؟

عشقِ مجازی کی بربادیاں

جب حسینوں کا جغرافیہ بدل جاتا ہے تو عاشقوں کی تاریخ بھی بدل جاتی ہے، پہلے جن کے حسن کے قصیدے پڑھتے تھے، شکل کا جغرافیہ بدل جانے کے بعد ان معشوقوں کو دیکھتے بھی نہیں۔ جغرافیہ بدلنے پر میرا ایک شعر ہے ؎

اِدھر جغرافیہ بدلا، اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

جن حسینوں پر ایمان تباہ کرتے ہو ایک دن اپنی رسوائیوں اور برباد شدہ زندگی پر خون کے آنسو روؤ گے تو بھی تلافی نہیں ہو سکے گی، اتنی زندگی جو ضائع کردی، اتنے دن میں اللہ کا کتنا راستہ طے ہو جاتا، تم اللہ کا نام لے کر کہاں سے کہاں پہنچ جاتے، لیکن بدنظری کے باعث کولہو کے بیل بنے ہوئے ہیں، جہاں سے چلے

تھے وہیں کے وہیں کھڑے ہیں۔ دنیا کے معشوقوں کے فانی حسن پر میرے اشعار ہیں۔

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی
ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

اگر لڑکوں پر مرے تو وہ ایک دن نانا ابا بن جائیں گے اور لڑکیوں پر مرے تو وہ نانی اماں بن جائیں گی، کمر جھک جائے گی، سیاہ بال سفید ہو جائیں گے۔ میری ایک کتاب ہے "روح کی بیماریاں اور ان کا علاج" جو اس کو پڑھ کر اس پر عمل کرے گا تو اس کے ایمان پر ڈاکہ نہیں پڑ سکتا ان شاء اللہ۔

میں نے اپنی زندگی میں عشقِ مجازی کے ہاتھوں بہت سے عاشقوں کو برباد ہوتے دیکھا ہے، بڑی عبرت کی بات ہے، حسینوں کے سیاہ بالوں پر جب سفیدی غالب ہونے لگی، معشوق صاحب کی ڈاڑھی کھچڑی ہوگئی، کچھ بال سفید کچھ بال سیاہ ہو گئے تو اس معشوق سے بھاگے، لیکن کب تک بھاگتے رہو گے، قبر میں اترنے کے بعد آنکھیں کھلیں گی، لیکن مرنے کے بعد آنکھیں کھلیں تو کیا فائدہ؟ اب تو عمل کا وقت ختم ہوگیا۔ جب بال کھچڑی یعنی سفید اور کالے ہو جائیں گے اس وقت کا میرا شعر سُن لیں۔

ان کے چہرے پہ کھچڑی ڈاڑھی کا
ایک دن تم تماشہ دیکھو گے
میر اس دن جنازہ اُلفت کا
اپنے ہاتھوں سے دفن کر دو گے

مجدّدِ ملّت حضرت تھانوی کا تقویٰ

واللہ کہتا ہوں کہ کتنے صوفیوں کو حسن کے چکر نے غارت کردیا۔ حکیم الامت کے بھتیجے مولانا شبیر علی نے ایک طالبِ علم کو حضرت کے پاس کسی کام سے بھیجا، حضرت اس وقت تنہا بیٹھے باوضو بیانُ القرآن لکھ رہے تھے، فوراً نیچے اُتر آئے، اس لڑکے کے ساتھ ایک لمحہ بھی خلوت نہیں کی اور مولوی شبیر علی صاحب سے فرمایا کہ میری تنہائیوں میں بے ڈاڑھی مونچھ کے لڑکوں کو مت بھیجا کرو اور پھر فرمایا کہ جو مجھ کو حکیم الامت سمجھتے ہیں اس واقعہ سے سبق لیں۔

نفس پر کبھی بھروسہ نہ کریں

اپنے ایمان پر بھروسہ کرنے والوں کا حشر میں دیکھ چکا ہوں، جنھوں نے اپنے تقویٰ، اپنی سفید ڈاڑھی اور اپنی آہ وزاری پر بھروسہ کیا اور نفس کو ڈھیل دے دی ان کا ایمان خطرہ میں پڑ گیا، دعاؤں میں بعض لوگ بہت روتے ہیں، لیکن رونے کے بعد منہ کالا کر لیتے ہیں، اس لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر بگرید ور بنالد زار زار
ایں نہ خواہد شد مسلماں ہوش دار

اگر تمہارا نفس بہت روئے زارزار نالہ کرے تو یاد رکھو نفس کبھی مسلمان نہیں ہوگا، یاد رکھو یہ نفس دشمن ہے ؎

نفس فرعون است ہیں سیرش مکن

نفس کا مزاج فرعون جیسا ہے، اگر تم نے اس کو گناہوں کا مزہ چکھایا تو تمہیں اور گنہگار بنائے گا اور تمہاری رفتارِ معصیت کو تیز کردے گا، ایسے لوگ بھی نظر آئے کہ سجدے میں روئے اور رونے کے بعد منہ کالا کیا، کیونکہ رونے کے بعد

گناہوں سے بے فکری ہوگئی اور سمجھے کہ ہم فرشتہ ہو گئے۔ اس لیے نفس صرف رونے سے قابو میں نہیں آتا، محض عبادتوں اور مجاہدوں سے بھی قابو میں نہیں آتا۔ جب تک کسی مرشدِ کامل کا دامن مضبوطی سے نہیں پکڑو گے نفس قابو میں نہیں آئے گا۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِ پیر
دامنِ آں نفس کش را سخت گیر

یعنی شیخ کامل کے سایۂ تربیت کے بغیر نفس نہیں مٹ سکتا لہٰذا کسی مرشدِ کامل کا دامن مضبوطی سے پکڑ لو اور دل و جان سے اس سے محبت کرو۔ جتنا زیادہ تعلق شیخ سے ہوگا اتنا ہی زیادہ فیض ہوگا۔

خواجہ صاحب کی فنائیت

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق مریدوں میں سے تھے۔ عاشق اپنے معشوق سے زیادہ بولنا چاہتا ہے، خواجہ صاحب محبت کی وجہ سے حضرت تھانوی سے بہت زیادہ بات کرتے تھے۔ ایک بار حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب آپ بہت زیادہ باتیں کرتے ہیں، چالیس دن تک بات بند کیجئے اور خانقاہ سے باہر نکل جائیے۔ خواجہ صاحب خانقاہ سے نکل گئے، فٹ پاتھ پر بستر لگا دیا، اب خانقاہ کے باہر فٹ پاتھ پر ڈپٹی کلکٹر کا بستر لگا ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے پرچہ پر ایک شعر لکھا اور حضرت کو بھجوا دیا۔

اُدھر وہ در نہ کھولیں گے، اِدھر میں در نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے، کہیں اُن کی کہیں میری

خانقاہ میں آپ کی حکومت ہے، آپ ہمیں وہاں سے بھگا سکتے ہیں، بھگانے کی حکومت آپ کی ہے، نہ بھاگنے کی حکومت ہماری ہے۔ عاشق اس کو کہتے ہیں،

آج کل کیا پیری مریدی ہے، کسی کو ڈانٹ لگادی تو کہتے ہیں کہ ارے ہمیں بہت سے اللہ والے مل جائیں گے، خالی آپ ہی اللہ والے ہیں؟ جایئے! میں نہیں مانتا آپ کو، ایسے مرید بھی ملتے ہیں، یہ مرید ہیں کہ ایک ڈانٹ میں بھاگ گئے؟ اور ایک خواجہ صاحب تھے کہ شیخ نے خانقاہ سے نکال دیا تو خانقاہ کے باہر بستر لگا کر بیٹھ گئے۔ آہ! خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے، خواجہ صاحب نے اپنے شیخ کے ہاتھوں فنا ہونے کا، اپنے نفس کو مٹانے کا حق ادا کر دیا، فرماتے ہیں ؎

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجئے مٹا دیجئے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

شیخ کے ناز اٹھانے کی برکت سے خواجہ صاحب کہاں سے کہاں پہنچ گئے کہ علماء کے شیخ ہوئے، حالانکہ انگریزی داں تھے، مسٹر تھے، لیکن مسٹر نے جب اپنی ٹر مِس کی تو ولی اللہ بن گئے، صاحبِ نسبت ہوگئے، مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم جیسے بڑے عالم کے شیخ ہوئے، یہ ملتا ہے اہل اللہ کی صحبت سے۔ جب خواجہ صاحب کو حکیم الامت کی صحبت کی برکت سے نسبت عطا ہوگئی اور اللہ کے ولی بن گئے تو حکیم الامت سے عرض کیا ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں، پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

علامتِ ولایت

ایک بار خواجہ صاحب نے حضرت حکیم الامت تھانوی سے پوچھا کہ حضرت! جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی نسبت عطا کرتے ہیں، ولی اللہ بنا لیتے ہیں، دل میں آجاتے ہیں تو کیا اس کو پتا چل جاتا ہے کہ آج میں صاحبِ نسبت ہوگیا،

آج میرے دل میں خدا آ گیا؟ حکیم الامت نے جواب دیا کہ جی ہاں! جب اللہ تعالیٰ نسبت عطا کرتا ہے تو پتا چل جاتا ہے۔ عرض کیا کیسے پتا چلتا ہے؟ فرمایا کہ جب آپ بالغ ہوئے تھے تو کیا آپ کو پتا نہیں چلا تھا کہ میں بالغ ہوگیا ہوں یا دوستوں سے پوچھا تھا کہ بتانا یارو ہم بالغ ہوئے ہیں یا نہیں۔ جب جسم بالغ ہوجاتا ہے تو رگ رگ میں نئی جان آجاتی ہے، عالمِ شباب طاری ہوجاتا ہے اور جب روح بالغ ہوتی ہے، اللہ تک پہنچ جاتی ہے تو روح میں ایک نئی شان آجاتی ہے۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جب خدا دل میں آتا ہے یعنی اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہوتا ہے تو دنیا نگاہوں سے گر جاتی ہے، چاند اور سورج نگاہوں سے گر جاتے ہیں، بادشاہوں کے تخت و تاج نگاہوں سے گر جاتے ہیں، مالداروں کی مال و دولت نگاہوں سے گر جاتی ہے، اسی مضمون کو خواجہ صاحب نے اِس شعر میں بیان کیا ہے۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

میرے مرشدِ اوّل حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس شعر کو پڑھ کر بہت روتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ نسبت عطا ہونے کی علامت ہے کہ دنیا اس کی نگاہوں سے گر جاتی ہے اور شاہ عبدالغنی صاحب ایک دوسرا شعر بھی فرماتے تھے کہ جب خدا اپنی نسبت عطا کرتا ہے تو کیا ہوتا ہے۔

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

جب اللہ دل میں آتا ہے تو اپنا دل بھی نہیں معلوم ہوتا کہ کہاں ہے۔

نہ دل ماند نہ من مانم نہ عالم
اگر فردا بدیں خوبی در آئی

جب سارا عالم نگاہوں سے گر جائے تو اپنا کیا ہوش رہے گا۔ خواجہ صاحب نے کیا پیارا شعر فرمایا۔

حال میں اپنے مست ہوں غیر کا ہوش ہی نہیں
رہتا ہوں میں جہاں میں یوں جیسے یہاں کوئی نہیں

خدا کے عاشقوں کا عالم

خدا کا ہر عاشق اپنی دنیا الگ بناتا ہے، اس کے آسمان وزمین الگ ہوتے ہیں، اس کے چاند وسورج الگ ہوتے ہیں، میں نے الٰہ آباد میں ایک بہت بڑے بزرگ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت اللہ کا ہر عاشق ایک الگ دنیا بناتا ہے، اس کا عالم الگ ہوتا ہے اور پھر اپنا ایک مصرع عرض کیا جو اسی وقت موزوں ہوا تھا کہ۔

اپنا عالم الگ بناتا ہے

حضرت نے فرمایا کہ اس پر میرا ایک مصرع لگادو۔

عشق میں جان جو گنواتا ہے
اپنا عالم الگ بناتا ہے

زندگی ایک ہی دفعہ ملی ہے

لیکن اس ظالم سے کیا جان دینے کی توقع ہو جسے مرنے والوں سے فرصت نہیں، جو پیشاب اور پاخانے کے مقامات میں گھسنے کے لیے پاگلوں کی طرح بے چین ہے، واللہ! میں روتے روتے مر بھی جاؤں تب بھی میری آہ کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ بہت ہی بدبختی کی بات ہے، ایک ہی دفعہ تو زندگی ملی ہے،

کب تک ان مُردوں پر مرتے رہو گے، اللہ پر کب مرو گے؟ آپ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ زندگی ان حسینوں پر ختم ہوگئی تو کیا آپ امید رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد اللہ آپ کو دوبارہ زندگی دے کر دنیا میں بھیجے گا کہ اچھا اس دفعہ تو تم بتوں پر مرے، جاؤ! اب مجھ پر مر کے آنا، کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ یہ حسین آپ کے کچھ کام نہیں آئیں گے، اگر خدا فالج گرادے، بلڈ کینسر پیدا کردے، گردے بیکار کردے تو یہ حسین جن کو دیکھ دیکھ کر لوگ پاگل ہورہے ہیں کیا ہاسپٹل میں جا کر خیریت پوچھیں گے؟

اللہ تعالیٰ سے کیسی محبت کریں؟

کاش ہمیں اپنے اللہ سے ایسا عشق ہوجائے جس طرح چھوٹا بچہ اپنی ماں کے بغیر بے چین ہوجاتا ہے۔ حج کے زمانہ میں ایک بچہ بیت اللہ میں اپنی ماں سے بچھڑ گیا اور چلا چلا کر رونے لگا، ساری دنیا کی ماؤں نے اس کو گود میں لیا، ان میں گوری اور سرخ سفید مائیں بھی تھیں جو صاف ستھرے قیمتی کپڑے پہنے ہوئے تھیں، لیکن بچہ کسی سے چپ نہیں ہوا، چلاّتا رہا، یہاں تک کہ اس کی اصلی ماں آگئی جو کالی بھی تھی اور اس کے کپڑے بھی میلے تھے جب اس نے گود میں لیا تو بچہ خاموش ہوگیا اور فوراً سو گیا، کیونکہ اصلی ماں کے پاس پہنچ گیا تھا، دوسری ماؤں کے پاس اس کی بے چینی دور نہیں ہوئی۔ اے خدا! ہم سب کو اپنی ایسی محبت دے دے کہ آپ کے بغیر ہمارا چین چھن جائے اور آپ کی یاد ہی سے چین ملے کیونکہ اللہ کی یاد ہی میں چین ملتا ہے اور بتوں کے عشق میں نیندیں حرام ہوجاتی ہیں، ویلیم فائیو کھاؤ گے پھر بھی نیند نہیں آئے گی، دل بے چین رہے گا، عرقِ بید مشک پیتے رہو گے پھر بھی چین نہ پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد میں ہمارے دل کے اطمینان کا وعدہ فرمایا ہے، ہم اللہ کو چھوڑ کر کہاں چین تلاش

کررہے ہیں؟ جیسے وہ بچہ جب اپنی ماں کو پا گیا تو روتے روتے سوگیا، ایسے ہی جب بندہ تسبیح اٹھاتا ہے، اللہ کا نام لیتا ہے تو اسے نیند آجاتی ہے۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ذاکر نے خط لکھا کہ حضرت جب میں اللہ اللہ کرتا ہوں تو نیند آجاتی ہے، فرمایا فوراً سر کے نیچے تکیہ رکھ کر سو جاؤ، پھر مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی:

﴿ لَيْسَ فِي النَّوْمِ التَّفْرِيطُ ﴾

(سنن ابی داؤد، باب من نام عن الصلوٰۃ او نسیھا)

نیند میں کمی مت کرنا، جب نیند پوری ہوجائے تو اُٹھ کر ذکر پورا کرلو۔ جب بندہ اللہ اللہ کرتا ہے تو کیسی پُرسکون نیند آتی ہے، اس پر میرا ایک شعر ہے ۔

آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے
ان کے کرم نے گود میں لے کر سلا دیا

بے لذت ذکر سے بھی نسبت عطا ہوجاتی ہے

سالکین حضرات کی خدمت میں دو باتیں عرض کرتا ہوں، آپ کو اپنے بزرگوں کی بات سناؤں گا، اختر کوئی چیز نہیں مگر اپنے اکابر کی بات پیش کرتا ہے۔ ایک شخص نے حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ آج کل مجھ کو ذکر میں مزہ نہیں آرہا ہے اور کوئی فائدہ بھی محسوس نہیں ہورہا ہے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے لکھا کہ ظالم! اتنے بڑے مالک کا نام لیتا ہے پھر بھی کہتا ہے کہ کوئی فائدہ نہیں ہوا، کیا یہ کم فائدے کی بات ہے کہ اتنے بڑے مالک کا نام لینے کی توفیق مل گئی۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مزہ آئے نہ آئے ذکر پورا کرو۔ حکیم الامت کا جملہ نقل کرتا ہوں کہ جس سالک کو، اللہ اللہ کرنے والے کو ذکر میں کچھ مزہ نہ آئے مگر ذکر کرتا رہے تو بے لذت ذکر سے بھی اس کو نسبت مع اللہ عطا ہوجاتی ہے اور قلب کو صحت نصیب ہوجاتی ہے یعنی بیمار دل چنگا بھلا ہوجاتا

ہے، تندرست ہوجاتا ہے چاہے مزہ آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ مزہ آیا تو آپ نے اللہ کا نام لیا اور مزہ نہ آیا تو اللہ کا نام لینا چھوڑ دیا تو بتایئے! آپ مزے کے غلام ہیں یا اللہ کے؟ عبداللُطف ہیں یا عبد اللطیف ہیں؟ یہ شیطان کی بہت خطرناک سازش ہے، وہ پٹی پڑھاتا ہے کہ ذکر میں مزہ نہیں آرہا ہے لہٰذا ذکر چھوڑ دو لیکن آپ اس کے کہنے میں نہ آئیں۔ ہمارے بزرگوں نے ہمیں جتنا ذکر بتایا ہے اس میں ناغہ مت کرو، جو ناغہ کرتا ہے فاقہ کرتا ہے، ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہے، اگر بیمار ہو تو آدھا ہی پڑھ لو، ورنہ جتنی ہمت ہو اتنا کرلو اور نفس سے کہہ دو کہ اگر آج تو نے ذکر نہیں کیا تو تجھے فاقہ کراؤں گا، روٹی نہیں چھوڑی تو روٹی دینے والے کا نام کیسے چھوڑوں؟

ذکر میں اعتدال ضروری ہے

اللہ کا نام تو ایسا ہے کہ ہر وقت لیتے رہو، مگر اس زمانہ میں چونکہ اعصاب کمزور ہوگئے لہٰذا اتنا زیادہ ذکر بھی مت کرو کہ پاگل ہوجاؤ، اپنے شیخ سے مشورہ کرتے رہو۔

ایک صاحب کی اسّی سال عمر تھی، انہوں نے ہر وقت ذکر کرنا شروع کردیا، رات بھر جاگتے تھے، صرف دو تین گھنٹے سوتے تھے نتیجہ یہ نکلا کہ بلڈ پریشر ہائی ہوگیا، چکر آنے لگے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق تھا، ان کے انتقال کے بعد اختر سے رجوع ہوئے، میں نے کہا آپ ذکر ملتوی کردیں اور خوب سوئیں، کم از کم چھ گھنٹہ نیند ضرور پوری کریں ورنہ آپ اور زیادہ بیمار ہوجائیں گے، اگر شیخ کی بات مانتے ہیں تو مجھ سے تعلق رکھیں ورنہ دوسرا پیر تلاش کرلیں، کہنے لگے آپ کی ہر بات مانوں گا۔ میں نے کہا آپ عشا کے فرض کے بعد دو سنت پڑھ کر وتر سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ لیں، ان شاء اللہ قیامت کے دن تہجد گذاروں میں اٹھائے جائیں گے۔ اگر وتر

سے پہلے دو رکعت پڑھنا بھول گئے تو وتر کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن افضل یہی ہے کہ وتر سے پہلے پڑھ لیں، ان دو رکعات میں نمازِ توبہ کی نیت، نمازِ حاجت کی نیت اور نمازِ تہجد کی نیت یعنی صلوٰۃ التوبہ، صلوٰۃ الحاجت اور صلوٰۃ التہجد تینوں نیت کر سکتے ہیں، نماز پڑھ کر اللہ سے معافی مانگ لیں یہ صلوٰۃ التوبہ ہوگئی، صلوٰۃ الحاجت یہ کہ اپنی حاجت اللہ کے سامنے پیش کریں کہ اے اللہ! ہماری سب سے بڑی حاجت یہ ہے کہ آپ ہمیں مل جائیں، ہم آپ سے دور ہو کر یتیم بنے ہوئے ہیں اور دعا کر لیجئے کہ اے خدا میری یہی دو رکعت تہجد بنا دیجئے۔ امداد الفتاویٰ میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ شامی لکھا ہے کہ جو دو چار یا چھ رکعات جتنی بھی توفیق ہو وتر سے پہلے پڑھ لے گا قیامت کے دن تہجد گذار اُٹھایا جائے گا، علامہ شامی نے فتاویٰ شامی میں اس کی باقاعدہ دلیل دی ہے جو فقہ کی بہت بڑی کتاب ہے۔

تو میں نے ان صاحب سے کہا کہ ہر وقت ذکر کرنے سے آپ کے دماغ میں خشکی بڑھ گئی ہے، لہٰذا کچھ عرصہ کے لیے ذکر ملتوی کر دیں، بس فرض، واجب اور سنتِ موکدہ کا اہتمام کریں اور عشاء کی نماز میں جو شخص چار فرض، دو سنت اور تین وتر پڑھ لے تو وہ بھی پاس ہو جائے گا کیونکہ ضروری عبادت یہی ہے اور کالج کے بعض لڑکے عشاء کی سترہ رکعات سن کر نماز ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ بس آپ وتر سے پہلے صرف دو رکعات تہجد کی نیت سے پڑھ لیں، ایک ہفتہ کے بعد کہنے لگے کہ میرا بلڈ پریشر نارمل ہو گیا اور چکر جو آرہے تھے وہ بھی ٹھیک ہو گئے، میں بالکل صحت مند ہو گیا ہوں اور قلب پہلے سے زیادہ اللہ کے قریب معلوم ہو رہا ہے۔ جیسے کوئی باپ اپنے بچے سے اتنی زیادہ خدمت نہیں لیتا کہ بچے کو چکر آجائیں، اس کا بلڈ پریشر لو ہو جائے، باپ کی رحمت چاہے گی کہ بیٹا میری اتنی خدمت کرے کہ خود بیمار نہ ہو تو کیا اللہ تعالیٰ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن ہو کر

اپنے بندوں سے اتنی عبادت کروائیں گے کہ بندے بیمار ہو جائیں، اس لیے زیادہ عبادت سے ان کو بجائے حضوری کے دوری ہو رہی تھی، اسی لیے شیخ کی ضرورت ہے، اگر شیخ کا انتقال ہو جائے تو فوراً دوسرا شیخ کرلو اور خط و کتابت کے ذریعہ اسے اپنے حالات بتاتے رہو۔

اصلاح زندہ شیخ سے ہوتی ہے

ایک صاحب نے کہا میں قبر پر جاتا ہوں اور شیخ کا سارا فیض مل جاتا ہے۔ میں نے کہا تمام اولیاء اللہ کا اس پر اجماع ہے کہ شیخ کے انتقال کے بعد دوسرا شیخ کرنا چاہیے۔ اگر ڈاکٹر کا انتقال ہو جائے تو کیا ڈاکٹر آپ کو قبر کے اندر سے انجکشن لگائے گا، گلوکوز چڑھائے گا؟ بس روحانی معالج یعنی اللہ والوں کی بھی یہی شان ہے، اگر شیخ کا انتقال ہو جائے تو ان کا حقِ محبت تو ادا کرو، ان کو ایصالِ ثواب کرو، لیکن اپنی اصلاح کے لیے کوئی زندہ شیخ تلاش کرو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو عجیب طریقہ سے حل فرمایا کہ اگر کنوئیں میں کوئی ڈول گر جائے تو آدمی دوسرا ڈول رسی سے باندھ کر کنوئیں میں گراتا ہے اور اپنے ڈول میں پھنسا کر گرے ہوئے ڈول کو نکال لیتا ہے، اگر اس ڈول کا بھی انتقال ہو جائے یعنی وہ ڈول بھی گر جائے، تو گری ہوئی ڈولوں کو گری ہوئی ڈول نکال سکتی ہے؟ ڈول نکالنے والا کنوئیں سے باہر ہونا چاہیے، زندہ ہونا چاہیے۔

اہل اللہ کے روحانی مراتب

اللہ والے باعتبار جسم ہمارے قریب ہیں اور باعتبار روح کے ہم سے دور ہیں اور اللہ سے قریب ہیں، روحانی مرتبے میں وہ اس دنیا سے الگ ہیں، مجھے اپنا اُردو کا ایک شعر یاد آ گیا جس میں اختر نے اللہ والوں کی شان بیان کی ہے کہ اللہ والے چاہے کاروبار کریں، چاہے تجارت کریں ان کا دل ہر وقت

خدائے تعالیٰ کے ساتھ رہتا ہے، آپ نے کبھی مچھلیوں کو پانی کے بغیر زندہ دیکھا ہے؟ وہ جہاں ہوتی ہیں ان کے ساتھ پانی ہوتا ہے، شہر کی دکانوں میں ہوتی ہیں تو شیشے کے اندر پانی میں رہتی ہیں، اسی طرح اللہ والے بھی جہاں جاتے ہیں اللہ کے نام اور قرب کا دریا ان کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی روح بھی مچھلی جیسی ہوتی ہے، مومن کی روح کا یہی مقام ہونا چاہیے کہ جہاں بھی رہو اللہ کے نام کا دریائے قرب ساتھ رکھو ورنہ بغیر اللہ کی یاد کے دل مردہ ہو جائے گا، اللہ والے ہر وقت خدا کے ساتھ ہوتے ہیں، دنیا کے مشغلوں میں بھی وہ اللہ سے غافل نہیں ہوتے۔ اسی پر میرا شعر ہے ؎

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

اللہ والے جسم کے اعتبار سے ہمارے ساتھ ہیں، مگر اپنی روح کے اعتبار سے ہم سے الگ ہیں، اللہ کے ساتھ ہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت سے فرمایا مولانا اشرف علی صاحب سن لو! جب امداد اللہ کسی سے بات بھی کر رہا ہو تو بھی آپ یہ سمجھئے کے میرے قلب سے آپ کے قلب میں نور داخل ہو رہا ہے کیونکہ امداد اللہ اگرچہ مخلوق کے ساتھ بات کرتا ہے مگر میرا دل اپنے خالق کے ساتھ وابستہ رہتا ہے، میرا دل خدا سے دور نہیں ہوتا۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ حضرات اللہ کے ولی بننا چاہتے ہیں تو بغیر گناہ چھوڑے ولایت نہیں مل سکتی، ولایت اور گناہ جمع نہیں ہو سکتے، لیکن معصیت سے اجتناب کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے گناہ ہی نہ ہو، کبھی کوئی گناہ ہو جائے تو اللہ سے توبہ کر کے رو لو، لیکن یہ نہیں کہ گناہ کو غذا ہی بنا لو، اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لو، خاص طور پر بدنظری بہت خطرناک مرض ہے، یہ اتنا شدید مرض ہے کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس سے دل کا کتنا ستیاناس ہوتا ہے، جب سڑک پر چلو ارادہ کر لو کہ

ہمیں کسی حسین پر نظر نہیں ڈالنی ہے، آپ جب تک نظر بچانے کا ارادہ نہیں کریں گے نظر نہیں بچ سکتی، بعض لوگ عدمِ قصدِ نظر کرتے ہیں قصدِ عدمِ نظر نہیں کرتے۔ عدمِ قصدِ نظر کے معنی ہیں کہ دیکھنے کا ارادہ ان کے دل میں نہیں ہے مگر قصدِ عدمِ نظر یہ ہے کہ ارادہ کرو کہ کسی کو نہیں دیکھنا ہے، جب موٹر پر بیٹھئے، سڑکوں پر جایئے ارادہ کر لیجئے کہ اے اللہ! کسی حسین کو نہیں دیکھنا ہے، شیطان اور نفس جیسے دشمنوں کی وجہ سے میں آپ کا غضب نہیں خرید سکتا۔ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا عمدہ شعر فرمایا کہ خدا کب ملتا ہے؟ جب دنیا کے چاندوں کو چھوڑ وگے تو اللہ کا چاند مل جائے گا، کتنا پیارا شعر ہے ؎

میں نے لیا ہے داغِ دل کھو کے بہارِ زندگی
ایک گلِ تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

اللہ کی محبت کا درد کب ملتا ہے؟

اللہ کی محبت کا درد کب ملتا ہے؟ جب دنیا کی فانی بہاروں کو چھوڑ دو خاص کر جو ناجائز بہار ہے۔ گلِ تر سے مراد اللہ کی ذات ہے، آسمان کی طرف نظر ہے ؎

توڑ ڈالے مہہ و خورشید ہزاروں ہم نے
تب کہیں جا کے دِکھایا رُخِ زیبا تو نے

ایک پیاسا دریا کے کنارے پیاس سے مر رہا تھا، اس کے اور دریا کے درمیان دیوار حائل تھی، کسی بزرگ سے مشورہ لیا کہ میں دریا تک پہنچنا چاہتا ہوں، بزرگ نے کہا کہ یہ دیوار تیرے اور دریا کے پانی کے درمیان حائل ہے، اس دیوار کو گرا دے، اس نے ایک اینٹ گرائی، وہ دریا میں گری تو چھم کی آواز آئی، یہ مست ہو گیا ؎

از کجا می آید ایں آوازِ دوست

جو اپنے نفس کو گرانا شروع کرتا ہے تو ہر اینٹ کے گرنے سے خدا کا قرب بڑھتا رہتا ہے اور دریائے قرب سے آواز آتی رہتی ہے کہ اللہ قریب ہوتا جارہا ہے، میں اللہ سے قریب ہوتا جارہا ہوں ؎

نکھرتا آرہا ہے رنگِ گلشن
خس و خاشاک جلتے جارہے ہیں

مولانا رومی فرماتے ہیں جس دن وہ دیوار گر جائے گی یہ پیاسا دریا میں جھم سے کود جائے گا، خوب پانی پیئے گا، خوب نہائے گا، مست ہو جائے گا ؎

پستی دیوار قربے می شود
فصلِ او درمانِ وصلے می شود

جب تک ہم نفس کی دیوار نہیں گرائیں گے اللہ نہیں مل سکتا، نفس کے فصل سے اللہ کا وصل ملے گا، یہی ظالم نفس اللہ سے دور کیے ہوئے ہے، مگر جن لوگوں نے نفس کی دم پکڑی ہوئی ہے ان پر روتا ہوں، جنھوں نے نفس کی دُم کو ایسا مضبوط پکڑا ہے کہ شیخ رو رو کے مرجائے مگر کیا مجال ہے کہ وہ اس کو چھوڑ دیں، بس اللہ کی توفیق کا سہارا ہے، خدائے تعالیٰ ہم کو اور آپ سب کو توفیق دے کہ ہم اس نفس دشمن کی دُم چھوڑ دیں اور جان کی بازی لگا کر اللہ کو راضی کریں، واللہ! قسم کھا کر اپنے بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں اعلان کرتا ہوں کہ جس نے حرام خوشیوں کو چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی محبت کی خوشیاں، اپنے قرب کی خوشیاں اور تعلق مع اللہ کی دولت سے اسے وہ خوشیاں دیتا ہے کہ بادشاہوں کو اس کی خبر نہیں، دنیائے رومانٹک کی فلم دیکھنے والوں، ناچنے گانے والوں کو اس کی خبر نہیں، مالداروں کو اس کی خبر نہیں، بادشاہوں کو اس لذت کی خبر نہیں۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب میں اللہ کا نام لے کر مست ہوتا ہوں تو ایران کی سلطنت ''کاؤس'' اور ''کے'' کو ایک جو کے بدلے خریدنے

کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

عاشقانہ ذکر کا ثبوت

بیان کے شروع میں جو آیتیں میں نے تلاوت کی تھیں ان کا ترجمہ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا نام لو وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ مگر میں تمہارا رب ہوں، میرا نام محبت سے لینا، جیسے ماں باپ کو پالنے کی وجہ سے ان کا نام محبت سے لیتے ہو تو اصلی پالنے والا تو میں ہوں، اگر میں ماں باپ کو روٹی نہ دوں تو تم کو کاٹ کر کھا جائیں، کلکتہ میں جب قحط پڑا تھا تو ماں باپ بچوں کو کاٹ کر کھا گئے تھے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ میں رب کا لفظ نازل فرما کر اللہ نے اپنے ذکر کو عاشقانہ ذکر سے تعبیر فرما دیا کہ ہمارا نام لینا مگر مست ہو کر، اپنے پالنے والے رب العالمین کا تصور کرنا کہ اس اللہ کا نام لے رہا ہوں جو میرا پالنے والا ہے، جس نے سورج چاند بنائے ہیں، وہ اللہ کھیتوں میں غلّہ اُگاتا ہے تب ہمیں غلّہ ملتا ہے، غلہ نوٹوں سے نہیں ملتا، اگر اللہ غلّہ پیدا نہ کرے تو نوٹ کیا کرے گا؟ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا خدا کی طرف بالکل رجوع ہو جاؤ، دل کے اعتبار سے غیر اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاؤ، جسم شہر میں رہے، کاروبار میں رہے مگر دل میں یار رہے تَبَتُّلْ کہتے ہیں کہ خدا کے تعلق کو اپنے اوپر غالب کر دو، غیر اللہ کے تعلق کو مغلوب کر دو، جس دن خدا کا تعلق ہم پر غالب ہو گیا تو سارے زمانے پر ہم غالب ہو جائیں گے۔ جگر مراد آبادی شاعر صاحبِ نسبت بزرگ ہو کر دنیا سے گئے، حکیم الامت کے ہاتھوں پر توبہ کی، شراب چھوڑ دی اور ایک مٹھی ڈاڑھی بھی رکھی، جب ڈاڑھی ایک مٹھی رکھ لی تب اس ظالم نے کیا پیارا شعر کہا۔

چلو دیکھ آئیں تماشہ جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

اور جگر صاحب فرماتے ہیں ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

جب تعلق مع اللہ غالب ہوجائے گا تو ہم زمانہ پر غالب ہوجائیں گے، پھر دنیا بھر کی گمراہ کن ایجنسیاں ہمیں مغلوب نہیں کرسکیں گی، کہیں مرنے والوں پر مرنے والے بھی زمانہ پر چھا سکتے ہیں؟ جس وقت کوئی بدنظری کرتا ہے اس وقت اس کی شکل دیکھو، شیطان کی سی معلوم ہوتی ہے، اس کی شکل پر لعنتیں برستی ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ جو بدنظری میں مبتلا ہوتا ہے اللہ اس پر لعنت برساتا ہے، اگر آپ اس کی شکل کو دیکھیں گے تو بے وقوف اور انٹرنیشنل الّو معلوم ہوگا، جس چہرہ پر خدا کی لعنت برسے گی بھلا اس چہرہ پر چمک دمک رہے گی؟

قرآن پاک سے ذکرِ اسمِ ذات کا ثبوت

تو علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ میں کہ اپنے رب کا نام لیجئے کیا اس میں اسم ذات کا ذکر موجود نہیں ہے؟ کیا تصوف کا یہ مسئلہ قرآن پاک سے ثابت نہیں؟ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ اپنے رب کا نام لیجئے ،اِسْم کے معنی ہیں نام یعنی اللہ کا نام لینا چنانچہ اللہ اللہ کرنا اسی آیت سے ثابت ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے اللہ پر جل جلالہ کہنا واجب ہے۔ یہ مسئلہ بہشتی زیور میں بھی ہے۔

حکیم الامت مجدد زمانہ ہمارے دادا پیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں رب کا لفظ کیوں نازل فرمایا؟ یہ تو نہیں فرمایا کہ اللہ اللہ کرو فرمایا اپنے رب

کا نام لیا کرو، تو فرمایا کہ رب اس لیے نازل کیا کہ اللہ کا نام عاشقانہ لینا جیسے اپنے ماں باپ کا نام محبت سے لیتے ہو کیونکہ وہ بظاہر پالنے والے ہوتے ہیں حالانکہ اصل پالنے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں لہٰذا بعض یتیموں کو اللہ نے ایسا پالا کہ ماں باپ والے ان پر رشک کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یتیمی کو اللہ تعالیٰ نے ایسا نوازا کہ سارے عالم کے ماں باپ والے رشک کرتے ہیں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھتے تھے ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانہ صد ملت بشست

وہ یتیم بچہ جس پر قرآن پاک ابھی پورا نازل نہیں ہوا، صرف چند آیتیں نازل ہوئی ہیں مگر سارے عالم کے کتب خانے منسوخ ہوگئے، توریت منسوخ، زبور منسوخ، انجیل منسوخ، حالانہ ابھی قرآن پاک مکمل نازل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا سایۂ رحمت جس کے سر پر ہو کوئی اس کو کیا پاسکتا ہے، ماں باپ ہمارے رب العالمین نہیں ہیں، مولیٰ ہیں، پالنے والے ہیں مگر علی سبیل التولیۃ متولی ہیں، اصل پالنے والا اللہ ہے تو رب کا لفظ اس لیے نازل فرمایا کہ اپنے اللہ کا جب نام لو، جب تسبیح اٹھاؤ تو بے دلی سے ان کا نام نہ لو۔

محبت انگیز ذکر کا نفع

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اللہ اللہ کہتے ہیں مگر ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس کا نام لے رہے ہیں ؎

آں می خوانند ہر دم نامِ پاک
ایں اثر نکند چوں نہ بود عشق ناک

مولانا رومی نے عشق ناک فرمایا ہے، ذکر عشق ناک ہونا چاہیے، یہ دنیا میں اس

لفظ کا پہلا استعمال ہے، مولانا جلال الدین رومی نے اس لغت کو وضع کیا ہے، غمناک، دردناک، افسوس ناک، وحشت ناک اور عبرت ناک وغیرہ تو آپ نے سنا ہوگا مگر عشق ناک سنا تھا کبھی؟ مولانا رومی نے مثنوی میں اس لفظ کو ایجاد فرمایا۔ ناک کے معنی ہیں بھرا ہوا، دردناک یعنی درد سے بھرا ہوا، عبرت ناک عبرت سے بھرا ہوا، افسوس ناک افسوس سے بھرا ہوا، غم ناک غم سے بھرا ہوا اور عشق ناک عشق سے بھرا ہوا تو عشق سے بھرا ہوا ذکر کرو، جب اللہ اللہ کرو تو مولانا رومی کا یہ شعر بھی بیچ میں پڑھ لیا کرو ؎

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

اے اللہ آپ کا نام کتنا میٹھا ہے، میری جان تو دودھ چینی ہوگئی، بندہ اور خواجہ دونوں دودھ چینی ہوگئے، دودھ اور شکر دونوں مل جاتے ہیں تو مزہ بڑھ جاتا ہے، آہ! بندہ کی بندگی کی لذت اور خواجہ کی خواجگی کی لذت دونوں مل کر کچھ اور ہی مزہ دیتی ہیں ؎

نشہ بڑھتا ہے شرابیں جو شرابوں میں ملیں
مے مرشد کو مے حق میں ملا لینے دو

شیخ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی محبت جب مل جاتی ہے تب نشہ تیز ہو جاتا ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب اللہ کا نام لو عاشقانہ لو کہ وہ میرا پالنے والا ہے، مجھے وجود بخشا ہے، مسلمان گھر میں پیدا کیا ہے، سلامتی اعضاء کے ساتھ پیدا کیا ہے، لنگڑا لولا اور اندھا پیدا نہیں کیا، اسلام اور ایمان عطا فرمایا، اپنا نام لینے کی توفیق دی۔ ایک وقت میں ایک بندہ اللہ اللہ کر رہا ہے اسی وقت میں کتنے زِنا اور شراب میں مبتلا ہیں اور سور کا گوشت کھا رہے ہیں کیا یہ ہماری خوش نصیبی نہیں ہے کہ ہم ان کا نام لیں بس اس آیت سے

اسمِ ذات کا ثبوت مل گیا یا نہیں اور یہ تقاضائے عشق بھی ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے آدمی بار بار اس کا نام لیتا ہے۔

حدیث پاک سے ذکرِ اسمِ ذات کا ثبوت

اب میں حدیث سے ذکر اسم ذات کو ثابت کرتا ہوں:

﴿مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ﴾

(المرقاة، کتاب الادب، ج:۹، ص:۲۱۲، دار الکتب العلمیة)

جس کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے تو بار بار اس کا نام لیتا ہے تو اللہ سے جس کو محبت ہوتی ہے وہ بار بار اللہ کا نام لیتا ہے، یہ ذکرِ اسمِ ذات دلیلِ عاشقی ہے، دلیلِ محبت ہے۔ تھانہ بھون میں ایک بچہ عاشقِ لڈو تھا۔ اس سے کسی نے کہا کہ تیرا نام کیا ہے؟ تو اس نے کہا عبدالرحمٰن لڈو، پوچھا کہ تیرے باپ کا نام کیا ہے تو کہا عبداللہ لڈو، پوچھا کتنے بھائی ہیں کہا تین بھائی ہیں لڈو غرض لڈو چھوڑتا ہی نہ تھا۔

آپ نے وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً کی تفسیر سمجھ لی کہ اللہ کا نام عاشقانہ لو۔ ظاہری علم رکھنے والے خشک قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کا نام لینے کا ثبوت کہاں ہے؟ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے امام بیہقی تفسیر مظہری میں جو عربی زبان میں ہے لکھتے ہیں کہ اس آیت سے اللہ اللہ کرنا ثابت ہوتا ہے، بتائیے! ہمارے رب کا کیا نام ہے؟ اللہ ہے یا نہیں؟ تو وَ اذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ سے اللہ کا نام ثابت ہوگیا، ذکرِ اسمِ ذات کا ثبوت اس سے مل گیا۔

تبتل کی حقیقت

آگے ہے تبتل کا مسئلہ، تصوف کا ایک مسئلہ ہے وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً کہ سب سے کٹ کر اللہ سے جڑنا۔ اس آیت کے ذیل میں حکیم الامت تفسیر

بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد جنگلوں میں جا کر جوگی اور سادھو بننا نہیں ہے، بال بچوں کی پرورش میں، تجارت گاہوں میں اور اپنے احباب میں آپ تبتـــل کا مقام اس طرح حاصل کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تعلق کو، علاقۂ خداوندی کو، تعلق مع اللہ کو، اللہ کی محبت اور تعلق کو تمام تعلقات ماسوا اللہ پر تمام مخلوق کے تعلق پر غالب کر دیں، کھانے پینے کی محبت، مرغی اُڑانے اور ٹھنڈے پانی کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو غالب کر لو یعنی اللہ کی محبت اکیاون فیصد کر لو بس تبتل کا مقام مل گیا، اللہ کے تعلق کو اپنے اوپر غالب کر لو تا کہ زمانہ تم کو مغلوب نہ کر سکے۔ علاقۂ خداوندی کو تعلقاتِ مخلوق پر غالب کرنے کا نام تبتـــل ہے جو آپ مخلوق میں حاصل کر سکتے ہیں، اس کے لیے جنگل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، اسلام میں سادھو بننا نہیں سکھایا۔ لہٰذا اس آیت سے دو مسئلے ثابت ہو گئے، نمبر ایک ذکرِ اسمِ ذات اور نمبر دو وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً کہ سب سے کٹ کر آپ اللہ سے جڑ جایئے یعنی قلب کے اعتبار سے۔ یہ حکم جسم کے اعتبار سے نہیں ہے، بس قلب کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے چپکائے رکھو۔

بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ بیٹی کی شادی ہو جائے، مکان کی چھت ڈل جائے، پھر اطمینان سے اللہ کا نام لیں گے، ابھی تو ذہنی سکون ہی نہیں ہے، بے حد مشغولی ہے، اس مشغولی میں اللہ کا نام لینے میں کیا مزہ آئے گا؟ ذرا دو چار اہم اہم کام کر لوں پھر خدا کا نام لوں گا اور دوسری بات یہ سوچتے ہیں کہ ابھی فلاں گناہ کی عادت ہے، ابھی اس گناہ کو چھوڑنے کی ہمت نہیں ہے، جب یہ گناہ چھوٹ جائیں گے پھر صوفی بنیں گے۔

پہلی بات کا جواب تو قرآن پاک کی آیت دے رہی ہے، حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ غیر اللہ سے کٹ جاؤ، بس میرا نام لینا شروع کر دو، بتاؤ! وَ اذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ پہلے ہے یا وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً پہلے

ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ میرا نام لینا شروع کردو، میرے نام ہی کے صدقہ میں غیر اللہ سے کٹ سکو گے، اس پر اپنا ایک مصرع یاد آگیا ؎

نعم البدل کو دیکھ کے توبہ کرے گا میر

گھٹیا والی چیز کب چھوٹتی ہے؟ جب بڑھیا چیز ملتی ہے تو اللہ نے فرمایا کہ مُردوں کے عشق سے نجات نہیں ملے گی جب تک میرا نام نہیں لو گے، لہٰذا پہلے میرا نام لو، جب بڑھیا والی پیو گے تو گھٹیا والی خود ہی چھوٹ جائے گی اور وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً غیر اللہ سے کٹنا موقوف ہے ہمارے ذکر پر، جب تک ہمیں یاد نہیں کرو گے غیر اللہ سے نہیں کٹ سکو گے، میرا نام لیتے جاؤ، لَا اِلٰہ سے غیر اللہ سے کٹتے جاؤ، اور اِلَّا اللہ سے ہم کو پاتے جاؤ۔

دوسری بات کا جواب مولانا رومی نے دیا ہے کہ ایک آدمی ناپاک ہوگیا، اس پر غسل فرض تھا، اب وہ دریا کے کنارے کھڑا ہوکر دریا سے کہہ رہا ہے کہ اے دریا! میں ناپاک ہوں، تیرے اندر کیسے آؤں؟ تیرا پانی اتنا مقدس، اتنا پاک ہے، مجھے شرم آتی ہے، میں آؤں گا تو تیرا پانی ناپاک ہوجائے گا، دریا نے ہنس کر کہا ارے بے وقوف، انٹرنیشنل نادان، بین الاقوامی بدھو، اگر یہ سوچتا رہا تو قیامت تک ایسے ہی ناپاک کھڑا رہے گا، اسی حالت میں میرے اندر کود پڑ، میرے پانی نے تیرے جیسے ہزاروں کو پاک کردیا، میرا پانی ہمیشہ پاک رہتا ہے لہٰذا جس حالت میں بھی ہو فوراً اللہ کا نام لینا شروع کردو، اللہ کے دریائے قرب میں داخل ہوجاؤ، خود بھی پاک ہوجاؤ گے اور اللہ کا دریا تو ہمیشہ پاک رہے گا، اللہ خود فرمارہے ہیں کہ جب بندے کہتے ہیں سبحان اللہ، یعنی اللہ پاک ہے تو اے بندو! کیا تمہاری پاکی بیان کرنے سے میں پاک ہوتا ہوں؟ میں تو ہوں ہی پاک لیکن جو میری پاکی بیان کرتا ہے اس کے صدقے میں وہ خود پاک ہوجاتا ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا درسِ مثنوی ہو رہا تھا، حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی بیٹھے تھے، حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولانا اشرف علی جب میں اپنے دوستوں سے باتیں کروں تب بھی آپ میرے قلب کی طرف متوجہ رہیں کہ میرے شیخ کے دل سے میرے قلب میں اللہ تعالیٰ کا نور آرہا ہے کیوں کہ میں جب اپنے دوستوں میں بات چیت کرتا ہوں اس وقت بھی میرا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہتا ہے، یہ نہ سمجھو کہ میں مخلوق میں مشغول رہتا ہوں، زبان مشغول رہتی ہے مگر دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت غالب رہتی ہے۔

جب مہر نمایاں ہوا، سب چھپ گئے تارے
وہ مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آئے

جب سورج نکلتا ہے تو ستارے چھپ جاتے ہیں، حالانکہ آسمان پر موجود رہتے ہیں، وجود کے اعتبار سے فنا نہیں ہوتے لیکن ان پر سورج کا غلبہ ہو جاتا ہے یعنی جب سورج نظر آتا ہے، پھر ستارے نظر نہیں آتے تو کیا ستارے موجود نہیں ہوتے؟ اسی طرح اللہ والوں کے بال بچے ہوتے ہیں، تجارتیں چلتی ہیں، کاروبار ہوتا ہے مگر دل میں یار کا غلبہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت غالب رہتی ہے، اسی غلبۂ عشقِ الٰہی، غلبۂ علاقۂ خداوندی کے لیے خانقاہوں میں اللہ والوں کی جوتیاں سیدھی کرنی پڑتی ہیں کہ ہم پر اللہ کا تعلق غالب ہو جائے۔ اسی تعلق کو غالب کرنے کے لیے میں سہ روزہ لگا رہا ہوں، آج عصر کے بعد سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر کے جنگل میں جاؤں گا مگر یہ وہ جنگل نہیں جہاں موتی نہ ہو، ان شاء اللہ تعالیٰ سنیچر، اتوار، پیر تین دن وہیں رہوں گا، جن لوگوں کو فرصت ہو وہ تین دن میرے ساتھ وہاں رہیں اور میں ان کے ساتھ رہوں، مزہ جب ہے جب دونوں بے قرار ہوں۔

دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

یہ سہ روزہ میں کیوں لگا رہا ہوں؟ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عورت نے دوسری عورت سے پوچھا کہ بہن ری بہن فوج کسے کہیں ہیں؟ تو دوسری نے کہا اری بے وقوف! تیرا مردوا، میرا مردوا، اِس کا مردوا، اُس کا مردوا یعنی اُن کے شوہر جب سب مل گئے فوج تیار ہوگئی تو صوفی کیسے بنتے ہیں؟ چند لوگ جمع ہو کر اللہ کا نام لیں بس صوفی ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سندھ بلوچ سوسائٹی گلستانِ جوہر میں اتنی عظیم خانقاہ بنوادی ہے جس کی امید بھی نہیں تھی، بہت مشکل کام تھا، اب اللہ کی نعمت کا شکر کرتا ہوں سہ روزہ لگا کر اور یہ پہلا سہ روزہ ہوگا وہاں کا، جس کو میں اپنے قلب وروح سے آزماؤں گا کہ کتنا نفع ہوا اور ان شاء اللہ امید ہے کہ جو اللہ کے لیے قدم نکالتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں اور اتوار کو ۹ بجے سے گیارہ بجے تک عام جلسہ ہوگا جتنے لوگوں کا دل چاہے وہاں پہنچیں مگر ناشتہ اپنے گھر کر لیں تاکہ میرا وقت بچ جائے اور وہی وقت دین کے کام آئے، یہاں پیر کا جو بیان ہوتا ہے وہ بھی وہیں ہوگا اور یہ وہاں کا پہلا پیر ہوگا۔

قرآن پاک سے ذکرِ نفی اثبات کا ثبوت

اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ جب بندہ اللہ اللہ کرتا ہے تو شیطان فوراً پہنچتا ہے کہ روٹی لانی ہے، بکری جانا ہے، انڈے نہیں ہیں، مکھن نہیں ہے، بیوی نے کہا تھا کہ ایک مرنڈا بھی لے آنا غرض ساری دنیا کی فکریں جمع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کے لیے فرمایا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ یہ آیت عاشقانِ خداوند تعالیٰ کی راہ کے روڑے ہٹاتی ہے کہ اگر تم دن میں میرا ذکر کرتے ہو، اگر دن میں مجھے یاد کرتے ہو تو دن کی

فکروں کو چھوڑو، میں رَبُّ الْمَشْرِقِ ہوں میں سورج کو نکالتا ہوں، دن کو پیدا کرتا ہوں، میں دن کا صرف خالق نہیں ہوں بلکہ دن میں میرے بندوں کی جتنی بھی ضروریات ہیں اور پرورش کے متعلق اُمور ہیں ان کا انتظام بھی میرے ذمہ ہے لہٰذا فکر نہ کرو، جو دن پیدا کرسکتا ہے وہ دن کی تمام ضروریات کی کفالت بھی کرسکتا ہے۔ جب ذکر پورا ہوجائے تب آٹا لے آؤ، بیکری چلے جاؤ کوئی منع نہیں ہے مگر حالتِ ذکر میں انڈا امت خریدو، یہ نہ ہو کہ جسم ذاکر ہے اور دل بیکری میں ہے، زبان سے اللہ اللہ اور دل انڈا اور بیکری میں ہے، ڈبل روٹی خرید رہا ہے۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس وقت دن کی تمام فکروں کو دماغ سے نکال دو اور رب پر اعتماد کرو کہ دن کے پیدا کرنے والے کو یاد کررہا ہوں وہ میری دن کی ضروریات کے لیے کافی ہے اور اگر اللہ کو رات میں یاد کررہے ہو تہجد یا اوّابین یا ذکر کی صورت میں تو وَالْمَغْرِبِ کہ میں رب المغرب بھی ہوں، سورج میرے ہی حکم سے ڈوبتا ہے. میں رات کا بھی رب ہوں، جب میں رات کو پیدا کرسکتا ہوں تو تمہارے رات کے کاموں کی کفالت بھی قبول کرسکتا ہوں۔ جب میں دن اور رات پیدا کرسکتا ہوں تو تمہارے دن اور رات کے کاموں کی ذمہ داری بھی قبول کرسکتا ہوں لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ اور ان کے سوا کوئی ہمارا معبود نہیں ہے، اس میں ذکرِ نفی اثبات کا ثبوت ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ کی حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا عمدہ تفسیر کی ہے، اس آیت پر حضرت کا پورا ایک وعظ ہے، میں اس وعظ کا خلاصہ پیش کررہا ہوں کہ جو اللہ دن پیدا کرسکتا ہے وہ اللہ تمہارے دن کے کاموں کی کفالت اور ذمہ داری بھی قبول کرسکتا ہے لہٰذا جب اللہ کا نام لو تو شیطان سے کہہ دو کہ اے شیطان! تو آٹے کی یاد دِلا رہا ہے؟ ارے! میں اللہ کا نام لے رہا ہوں، جو دن پیدا کرسکتا ہے، وہ ہمارے دن کے کاموں کا کفیل بھی

ہے اور اگر رات میں وسوسہ آئے تو کہہ دو اللہ رَبُّ الْمَغْرِبِ بھی ہے اسی نے رات پیدا کی، جو رات پیدا کر سکتا ہے وہ رات کے کاموں کا کفیل بھی ہو سکتا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت

حدیث شریف میں ہے کہ جو روزانہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ کی ایک تسبیح پڑھ لے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ چودہ تاریخ کے چاند کی طرح چمکا دیں گے اور جس کا چہرہ اللہ چمکائے گا تو اس کے گناہوں کو اللہ معاف کر دے گا اور منہ کالا کرنے والے اعمال سے اس کی حفاظت کرے گا اور گناہوں کو معاف کر کے ندامت کی برکت سے اتنے عالی مقام پر پہنچائے گا کہ بعض تقدس پر ناز کرنے والے اس مقام پر نہیں پہنچ سکتے کیوں کہ اللہ کو ناز پسند نہیں ہے، زور سے خدا نہیں ملتا زاری سے ملتا ہے لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ کا عاشقانہ ترجمہ کیا ہے اور ان کے سوا ہمارا کون ہے، بتاؤ! یہ ذکر نفی اثبات تصوف کا مسئلہ ہے کہ نہیں؟ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ صوفیاء لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کی جو ضربیں لگاتے ہیں اس آیت سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

تصوّف کے مسئلۂ توکّل کا ثبوت

آگے فرمایا فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا جب ان کے سوا تمہارا کوئی نہیں ہے تو تم اسی کو اپنا وکیل بنا لو جو تمہارا ہے، پہلے ہم سے کہلوایا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کہ اے میرے غلامو! کہو کہ اللہ کے سوا ہمارا اور کون ہے اور اس کے بعد سکھایا کہ جب اللہ کے سوا کوئی تمہارا ہے نہیں فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا تو پھر تم انہی کو اپنا کارساز بنا لو، وکیل بنا لو کیوں کہ جتنا اعلیٰ درجہ کا وکیل ہوتا ہے اتنا ہی اعلیٰ درجہ کا موکل ہوتا ہے، اگر ہمیں اپنا وکیل بنا لو گے تو تم بھی شاندار ہو جاؤ گے اور تمہارے اعمال بھی شاندار

ہوجائیں گے اور وہ کتنا بڑا وکیل ہے؟ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ دنیا میں کوئی وکیل ہے جو سورج پیدا کرکے دن پیدا کردے کوئی وکیل ہے جو سورج ڈبو کر رات پیدا کردے، تمہارا وکیل تو بے مثل ہے۔

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا میں وسوسہ کا علاج بھی ہے، آدمی ابھی تسبیح سنبھالتا نہیں کہ شیطان وسوسے ڈالنا شروع کردیتا ہے کہ گھر میں آٹا دال نہیں، کھانے کو کچھ نہیں، ناشتہ کیسے کریں گے؟ ایسے ہی جب وضو کرکے نماز کے لیے چلتے ہیں تو کسی کو خارش نہیں ہوتی لیکن جہاں نیت باندھنے کے لیے اللہ اکبر کہا تو کان میں خارش ہورہی ہے، کان مل رہے ہیں، ٹوپی بھی اسی وقت ٹھیک کررہے ہیں اور ناک سے میل نکال کر دیکھتے بھی ہیں، نماز میں یہ حالت ہے، اب خشوع کہاں رہا؟

نماز میں خشوع کی تعریف

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں خشوع کی تعریف یہ ہے کہ دل میں خدا کا خوف ہو اور جسم ساکن ہو خَائِفُوْنَ سَاكِنُوْنَ یہ ہے خَاشِعُوْنَ کی تعریف، دیکھئے تفسیر روح المعانی۔ آج امت اسی لیے فلاح نہیں پارہی ہے کہ نماز میں خشوع نہیں رہا، نیت باندھنے سے پہلے تو کوئی حرکت نہیں ہے لیکن نیت باندھتے ہی نماز کی حالت میں کان بھی مل رہے ہیں اور ڈاڑھی بھی ٹھیک کررہے ہیں، بتائیے! یہ خَائِفُوْنَ سَاكِنُوْنَ کے خلاف ہے یا نہیں؟ نماز کے دوران کوئی حرکت جائز نہیں ہے، اللہ اکبر کہنے کے بعد کوئی حرکت جائز نہیں اِلّا یہ کہ مچھر کاٹ رہا ہو مگر اس کو بھی برداشت کرلے تو اعلیٰ درجہ ہے، مچھر آپ کا کتنا خون پیئے گا، اتنا خون تو روزانہ شکر ٹیسٹ کرنے کے لیے نکال لیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم تسبیح اٹھاتے ہو تو تمہیں وسوسہ

آتا ہے کہ گھر میں آٹا نہیں ہے، شیطان اسی وقت یاد دلائے گا کہ گھر میں انڈا بھی نہیں ہے، مکھن بھی نہیں ہے، ناشتہ کیسے ہوگا؟ ارے! جب تک ذکر کرنا ہے ذکر کرلو، اس کے بعد آٹا لانے کا بہت ٹائم ملے گا۔

توکّل کا طریقہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ جو رَبُّ الۡمَشۡرِقِ ہے یعنی سورج پیدا کر کے دن بنا سکتا ہے وہ تمہارے دن کے آٹا دال کا انتظام نہیں کرسکتا؟ کیا اندازِ خطابت ہے، کیا اندازِ بیان ہے میرے مالک کا رَبُّ الۡمَشۡرِقِ فرمارہے ہیں کہ جب تک ذکر کرو، دل کو خالی رکھو، اگر دن کے کاموں کا وسوسہ آئے تو یہ خیال کرو کہ جو دن پیدا کرسکتا ہے وہ ہمارے دن کے کاموں کا کفیل ہوسکتا ہے، ذمہ دار ہوسکتا ہے اور اگر رات میں ذکر کرو تو فرمایا کہ میں رَبُّ الۡمَغۡرِبِ بھی ہوں، میں سورج ڈبوتا ہوں اور رات پیدا کرتا ہوں جو رات پیدا کرسکتا ہے، وہ تمہارے رات کے کاموں کا کفیل نہیں ہوسکتا؟ لٰہذا کیوں فکر کرتے ہو؟ فَاتَّخِذۡهُ وَكِيۡلًا اللہ پر بھروسہ کر کے ذکر کو یکسوئی کے ساتھ پورا کرو، پھر آٹا بھی لاؤ، دال بھی لاؤ منع نہیں ہے، مگر سارا ذکر آٹا دال کے حوالے مت کرو۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب خانقاہ تھانہ بھون سے اپنے گھر تشریف لے جارہے تھے، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب بھی ساتھ تھے۔ حضرت نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کاغذ پنسل نکالی اور کچھ لکھ کر واپس جیب میں رکھ لی اور ارشاد فرمایا مولانا شفیع صاحب بتاؤ! میں نے کیا کیا؟ عرض کیا، آپ نے جیب سے کاغذ نکالا، پنسل نکالی پھر کچھ لکھ کر جیب میں رکھ لیا، لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا راز ہے؟ فرمایا راز یہ ہے کہ ایک چیز کی یاد بار بار دل میں آرہی تھی، دل اس میں مشغول ہوگیا تھا تو دل کا بوجھ میں نے کاغذ پر رکھ دیا اور

دل کو اللہ کے لیے خالی کرلیا۔ اس سے اندازہ کریں کہ اللہ والے دل کس طرح خالی رکھتے ہیں۔ جو ظالم حسینوں کے چکر میں پڑا ہوا ہے وہ دل کو خدا کی یاد کے لیے خالی کررہا ہے یا دل کو مرنے والوں کی لاشوں سے بھر رہا ہے۔ اگر کوئی آپ کی دعوت کرے اور دسترخوان کے قریب ایک مردہ بھی لیٹا ہو تو شامی کباب اور بریانی کی کتنی ہی خوشبو ہو لیکن اس مردے پر آپ کی نظر پڑ رہی ہے تو آپ کو کھانے میں مزہ آئے گا؟ ہے کوئی ایسا آدمی جو کہے کہ ہمیں تو مردہ دیکھ کر بڑا مزہ آئے گا، تو جس کے دل میں مردے گھسے ہوئے ہیں، مرنے والوں کے عشق میں جو مبتلا ہے، اس کے قلب میں کیا بہار آئے گی؟ اس ظالم کو اللہ تعالیٰ کے تعلق کی دولت کا کیا احساس ہوگا؟ وہ شخص اللہ کی محبت کی بریانیاں اور شامی کباب کیا کھائے گا جس نے اپنے دل میں مردوں کو بٹھایا ہوا ہو۔

نکالو یادِ حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

یہ شعر لا اِلٰہ کی تفسیر ہے، اس کو معمولی مت سمجھو، میں لا الٰہ کی تکمیل عرض کررہا ہوں، میں نے عشقِ مجازی کے ہاتھوں زندگیوں کی بربادی دیکھی ہے اس لیے درد بھرے دل سے وہ بات کہتا ہوں جو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شعر میں فرمائی۔

سنیں یہ بات میری گوشِ دل سے جو میں کہتا ہوں
میں ان پر مر مٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

جو اپنی بری خواہشات کو نہیں مٹائے گا اللہ کو نہیں پاسکتا، چاہے غصہ ہو، چاہے شہوت ہو، غصہ کو بھی پینا پڑے گا، علماء کے سامنے اپنے غصہ کو اہمیت مت دو، علماء سے پوچھ کر کام کرو، اگر اپنے غصہ یا اپنے مال دولت کے نشہ میں کوئی عمل کیا تو سمجھ لو کہ ابھی تمہارا نفس زندہ ہے، اس کے اندھیرے تمہارے دل

کو برباد کردیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکرِ اسمِ ذات کا ثبوت، تبتل کا ثبوت کہ غیر اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جائے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا اس آیت میں اللہ کو اپنا وکیل بنانا اور اسی پر توکل کرنا سکھایا تو توکل، تبتل، ذکرِ اسمِ ذات اور ذکرِ نفی اثبات اس آیت میں سب مسائل تصوف کے آگئے۔

دشمنوں کی ایذا رسانی پر صبر کی تلقین

آگے ایک مسئلہ اور فرمایا کہ کچھ دشمن بھی ہوں گے جو تمہاری برائی کریں گے لیکن گھبراؤ مت کَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن بنایا تو جب ہم اپنے پیاروں کو دشمن دیتے ہیں اور تم ہمارے پیارے بننا چاہتے ہو تو تم دشمنوں سے بچ نہیں سکتے، پیاروں کا راستہ چل رہے ہو، نبوت کے راستہ پر، سنت کے راستہ پر چل رہے ہو، اللہ والا بننا چاہتے ہو تو تمہارے کچھ دشمن بھی ہوں گے جو تمہیں ستانے کی کوشش کریں گے تو تم کیا کرو گے؟ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ جب کچھ لوگ تمہاری برائی کریں اس پر صبر کرو، جواب نہ دو اگر کتا کسی کے پیر میں کاٹ لے تو وہ کتے کا پیر نہیں کاٹتا کیوں کہ اس کی کھال گوشت اور خون سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، کتے کے پیر سے ہم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا لہٰذا جب کوئی تمہاری برائی کرے تو وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ تم صبر کرو لیکن صبر کیسے کرو؟ اس کو برا بھلا کہہ کر؟ نہیں وَاھْجُرْھُمْ ھَجْرًا جَمِیْلًا صبر کرو ہجرانِ جمیل کے ساتھ، ان سے جدا ہو جاؤ، الگ ہو جاؤ مگر خوب صورتی کے ساتھ، ہجرانِ جمیل کی تفسیر حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے:

﴿اَلْهِجْرَانُ الْجَمِيْلُ الَّذِیْ لَاشِكْوٰی فِيْهِ وَلَا اِنْتِقَامَ﴾

اس کی شکایت بھی نہ کرو، اتنی دیر اللہ کو یاد کرلو اور نہ اس سے انتقام لو۔

آیت يَضِيْقُ صَدْرُكَ......الخ پر ایک الہامی علمِ عظیم

اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ﴾

(سورة الحجر، آيت: ۹۷)

تحقیق ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ گھٹ رہا ہے، غم زدہ ہے ان نالائقوں کی بکواس سے، یہ آپ کو پاگل کہہ رہے ہیں، جادوگر کہہ رہے ہیں وَلَقَدْ نَعْلَمُ ہم یقیناً جانتے ہیں، آدھا غم تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسی سے دور ہوگیا کہ میرا رب، میرا پالنے والا میرے غم سے باخبر ہے اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ کہ آپ کا سینہ غم زدہ ہے، گھٹ رہا ہے، آپ ضیقِ صدر میں مبتلا ہیں، تو آپ کیا علاج کریں؟ آپ ان نالائقوں کو کچھ جواب نہ دیں، آپ میری یاد میں مشغول ہوجائیں، اگر کڑوے خربوزے پر سکرین لگادیا جائے تو وہ میٹھا ہوجاتا ہے تو میں سکرین کا خالق ہوں، آپ کے غم کو میرا نام شیریں اور میٹھا کردے گا۔ لہٰذا کہیے فَسَبِّحْ آپ سبحان اللہ کہیے، اسی میں جواب ہوگیا ان نالائقوں کا جو آپ کو پاگل اور جادوگر کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پاگلوں کو، جادوگروں کو نبوت دینے سے پاک ہے۔ پاکی بیان کرنے کی یہ وضاحت اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر منکشف فرمائی ہے کہ اس میں ان خبیثوں کا جواب ہوگیا کہ سبحان اللہ تم ہم کو پاگل کہتے ہو، اللہ پاک ہے اس عیب سے کہ پاگلوں کو نبی بنادے بِحَمْدِ رَبِّكَ اور اپنے پالنے والے کی تعریف بھی کیجئے جس نے آپ کو پالا اور ایسا پالا کہ آپ کو نبی بنادیا، انسانیت کی ایسی معراج عطا کی کہ آپ سے بڑھ کر کوئی انسان نہیں ہوسکتا۔ پس یہ حمد اس بات کی ہے کہ آپ حقیقت میں سچے نبی ہیں،

میں نے آپ کو نبوت عطا فرمائی ہے، عطائے نبوت کا شکریہ ادا کیجئے۔ آگے ہے وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ اور آپ نماز شروع کر دیجئے یہاں سجدہ سے مراد نماز ہے، سجدہ تو جز ہے مگر اس جز پر اطلاق کل کا یعنی نماز کا فرمایا اس کا نام مجازِ مُرسل ہے تسمیۃ الکل باسم الجز کا علاقہ ہے پوری نماز کا نام سجدہ سے رکھا جو کہ جزءِ نماز ہے۔ یہ نبوّت کی دلیل ہے کہ وہ یتیم بکریاں چَرانے والا جس نے مدرسہ کا منہ نہ دیکھا ہو، جس نے مختصر المعانی و بلاغت کی کوئی کتاب نہیں پڑھی، اس کی زبان سے اللہ مجاز مرسل بیان کرا رہا ہے تا کہ جو ظالم آپ کو پاگل اور جادوگر کہہ رہے ہیں ان کو معلوم ہو جائے کہ آپ سچے نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بول رہے ہیں۔

تو ندیدی گہے سلیماں را
چہ شناسی زبانِ مرغاں را

وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ سجدہ میں چونکہ قرب زیادہ ملتا ہے اس لیے یہاں سجدہ ہی سے تعبیر فرمایا تو غم کے تین علاج ہو گئے، اگر صوفی ذکر کریں اور لوگ ان کی غیبتیں شروع کر دیں، خاندان والے کہنے لگیں کہ دیکھو کیسا اچھا خاصا ماڈرن اور اپ ٹو ڈیٹ تھا، اب بالکل بے وقوف ہوتا جا رہا ہے۔ میں نے ملاوی میں ایک جگہ ایس لکھا دیکھا، اس پر سرخ لکیر لگی تھی تو میں نے مولانا عبد الحمید صاحب سے پوچھا جو جنوبی افریقہ کے عالم ہیں کہ ایس لکھ کر کراس کیوں ڈالا گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ایس اسٹاپ کا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ یہاں آکر بے وقوف ہو جائیں یعنی یہاں وقوف نہ کریں، موٹر کو نہ روکیں، بے وقوف ہو جائیں، یہ بے وقوف ہونے کا حکم دے رہا ہے تو دنیا والے جب آپ کو بے وقوف ہونے کا حکم دیں تو آپ وقوف نہیں کریں، وہاں آپ بے وقوف ہو جائیں، اگر اللہ کی راہ میں کوئی بے وقوف کہے تو بکنے دو ان کو یہی اصلی بے

وقوف ہیں۔

تو سبحان اللہ بھی پڑھتے رہو، الحمد للہ بھی پڑھتے رہو اور نماز بھی پڑھ لو یہ اس کا علاج ہو گیا وَ کُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ کے بعد کیا ہے وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ یہ کتے پیچھے لگے رہیں گے، یہ دشمن پیچھے رہیں گے کب تک جب تک کہ آپ کو موت نہ آجائے اور یہ موت اتنی یقینی چیز ہے کہ اس کا نام ہی اللہ تعالیٰ نے یقین رکھ دیا ہے وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ سارے عالم کے علماء سے ترجمہ پوچھ لو، یقین کے معنی موت کے ہیں یعنی موت اتنی یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام یقین نازل کر دیا۔ بس موت تک اللہ کی یاد میں لگے رہو۔

مولانا اشرف علی تھانوی کو ایک شخص نے خط میں گالیاں لکھیں۔ حضرت نے اپنی مجلس میں وہ گالیاں سنا دیں کہ تم ہم کو مجدد لکھتے ہو، دیکھو! ایک شخص نے ایسی ایسی گالیاں لکھی ہیں پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کونین بھیجتا ہے تاکہ بڑائی اور تکبر کا ملیریا نہ چڑھ جائے تو دین کے خادموں کے کچھ دشمن ہوتے ہیں، جب وہ ستاتے ہیں تو نفس بالکل بھیگی بلّی بن جاتا ہے، کونین کا یہ انتظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، کونین کڑوا ہوتا ہے لیکن ملیریا دور کرتا ہے اس سے تکبر اور عجب ختم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے لیے یہ کونین بھیجتا ہے تاکہ ان کے نفس میں عجب یا بڑائی نہ آجائے اور اللہ تعالیٰ کے تعلق اور نسبت کا چاند عجب اور کبر کے بادلوں میں نہ چھپ جائے، اس لیے مخلوق کی ایسی دشمنی اللہ سے دوستی کا ذریعہ ہے، خواجہ صاحب کا کتنا پیارا شعر ہے ؎

بڑھ گیا ان سے تعلق اور بھی
دشمنی خلق رحمت ہو گئی

لیکن اگر اللہ کی یاد میں بیٹھ گئے تو یہ غم بھی دور ہو جائے گا ان شاء اللہ، اس حالت پر خواجہ صاحب کا دوسرا شعر ہے ؎

سوگ میں یہ کس کی شرکت ہوگئی
بزمِ ماتم بزمِ عشرت ہوگئی

سوگ کے معنی غم کے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی! ہم جانتے ہیں کہ کافروں کی بری بری باتوں سے آپ کا سینہ تنگ ہو رہا ہے، آپ دکھ اور غم میں ہیں، آپ اس غم کی طرف توجہ نہ کیجئے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ اپنے رب کا نام لیجئے، تسبیح پڑھئے، سبحان اللہ، الحمدللہ کہیے وَ کُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جائیے، یعنی آپ بھاگ کر میرے قدموں میں گر پڑیں آپ کا سب غم دور ہو جائے گا، یہاں ساجدین نازل فرمایا نماز کا نام نہیں لیا، حالانکہ یہاں پر ساجدین کی تفسیر مفسرین نے نماز کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مُصلّین کو چھوڑ کر ساجدین فرمایا کیونکہ سجدہ میں زیادہ قرب ہوتا ہے، جب انسان کسی مصیبت میں ہوتا ہے تو اپنے مالک کے پاؤں پر گر پڑتا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی! میں آپ کا مالک ہوں، اگر دشمن آپ کو ستاتے ہیں تو آپ سجدے میں گر جائیے، بین قدمی الرحمٰن آپ کا سر ہوگا، میرے قدموں میں آپ کا سر ہوگا یعنی نماز شروع کر دیجئے، سجدہ تو اس میں ہے ہی لیکن ساجدین فرما کر مزہ بڑھا دیا کہ میرے پاؤں پر گر پڑیئے ہم آپ کا سب غم دور کر دیں گے لہٰذا غم کا علاج بھی یہی ہے کہ اگر کوئی ستائے تو دو رکعت نماز پڑھو اور سجدے میں اللہ سے روؤ، ان شاء اللہ سب غم دور ہو جائے گا تو وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ کا یہ علاج فرمایا۔ یہ سب تصوف کے مسائل ہیں، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ

نے اسم ذات کا سبق دیا، نفی اثبات یعنی لاَ اِلٰہ الاَّ اللہ کا سبق دیا، تبتل کا سبق دیا، توکل کا سبق دیا، مخالفین کے قول پر صبر کرنے کا سبق دیا اور ہجرانِ جمیل کا سبق دیا وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلاً جو تمہیں ستائے ان سے جمال کے ساتھ الگ ہو جاؤ، اگر انتقام لے کر الگ ہوئے اور گالیاں بک کر بھاگے تو یہ جدائی جمال والی نہیں کہی جائے گی، ہجران میں جمال کب آئے گا؟ جدائی جمال والی کب ہو گی؟ جس میں انتقام نہ ہو، شکایت نہ ہو، غیبت نہ ہو، لاَشَکْوٰی فِیْهِ وَلاَ اِنْتِقَامَ یہ ہے ہجرانِ جمیل کی تفسیر وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلاً اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کافروں سے الگ ہو جائیں جمال کے ساتھ اور جمال کیسے آئے گا؟ نہ ان کی شکایت کرو اور نہ ان سے انتقام کا ارادہ کرو۔

سلوک کے آخری اسباق ابتداء میں کیوں نازل کیے گئے؟

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ تصوف کے پانچ مسئلے سورۂ مزمل شریف میں بیان کیے گئے ہیں، نمبر ا ذکر اسمِ ذات یعنی اللہ اللہ کرنا، نمبر ۲ ذکر نفی اثبات یعنی لا الٰہ الاَّ اللہ، نمبر ۳ تبتل، نمبر ۴ اللہ پر توکل، نمبر ۵ مخالفین کے اقوال پر صبر۔ یہ پانچ سبق ہو گئے اور دو سبق اس سورت کے بالکل میں شروع میں دیئے گئے ہیں یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اے چادر اوڑھنے والے! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غم میں چادر اوڑھے ہوئے تھے، غم میں چادر اوڑھنے سے بہت سکون ملتا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غم کی حالت میں چادر اوڑھے ہوئے تھے لہٰذا غم میں چادر اوڑھنا سنت ہے، یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ اے چادر اوڑھنے والے قُمِ اللَّیْلَ راتوں کو اٹھیے، یہ بھی علاج ہے غم کا کہ تہجد پڑھو، قُمِ اللَّیْلَ اِلاَّ قَلِیْلاً مگر رات بھر مت جاگتے رہیے اور وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً قرآن شریف کو ترتیل کے ساتھ یعنی تجوید کے ساتھ تلاوت

کیجئے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جملہ صوفیائے کرام یہ بتاتے ہیں کہ تلاوتِ قرآن اور رات کو تہجد میں اٹھنا سلوک کا آخری سبق ہے اور ابتدائی سبق کیا ہے؟ ذکرِ اسم ذات یعنی اللہ اللہ اور ذکرِ نفی اثبات یعنی لا الٰہ اِلَّا اللہ ہے، یہ سب شروع کے اسباق ہیں، آخر میں دو چیزیں رہ جاتی ہیں تلاوتِ قرآنِ پاک اور تہجد کی نماز۔ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورۂ مزمل نبوت کے بالکل ابتدائی دنوں میں نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے آخری سبق سب سے شروع میں کیوں دیئے؟ بتایئے! پہلے نورانی قاعدہ پڑھایا جاتا ہے یا پہلے قرآن شریف پڑھاتے ہیں؟ پہلے موقوف علیہ پڑھایا جاتا ہے یا بخاری شریف؟ پہلے میٹرک کرتے ہیں یا بی اے؟ ترتیب تو یہ ہونی چاہیے تھی کہ پہلے نیچے کے سبق ملتے بعد میں آخری سبق نازل ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سب سے اونچا سبق دے دیا کہ تلاوتِ قرآن کیجئے اور رات کو تہجد کے لیے اٹھیے۔

اس کا جواب علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں دیتے ہیں کہ جس پر قرآن نازل ہو رہا تھا، جس پر یہ سبق نازل ہو رہا تھا وہ منتہی تھا، اس کا مقام تمام انبیاء کے مقام سے اونچا تھا اس لیے اللہ نے اونچا سبق پہلے نازل کر دیا اور متوسطین اور مبتدین کے لیے یہ سبق بعد میں نازل فرمایا، آہ!

اُولٰٓئِکَ اٰبَآئِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِھِمْ یہ ہیں ہمارے باپ دادا کے علوم!

پھر اعلان کرتا ہوں کہ تین دن میں آپ کو سندھ بلوچ سوسائٹی میں ملوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور یہ پہلا سہ روزہ ہے میرا۔ جو لوگ تین دن وہاں مستقل رہیں گے وہ اعلیٰ درجہ کے صوفی ہوں گے ان شاء اللہ مگر بعض مجبور ہیں فیکٹری اور دفتر سے انہیں چھٹی نہیں ملتی، جن کو چھٹی مل سکتی ہے وہ چھٹی لینے میں

کوتاہی نہ کریں اور جن کا کام ان کے فیکٹری جائے بغیر منیجر لوگ کرلیں تو وہ وہیں خانقاہ سندھ بلوچ سوسائٹی سے منیجر کو جنرل منیجر کو ٹیلی فون سے، موبائل سے ہدایات دے کر کام چلالیں کہ وہ انکم کھینچتا رہے۔ منیجر کے کیا معنیٰ ہیں؟ جر معنی کھینچنا اور منی معنی انکم یعنی انکم کھینچنے والا مگر جو مجبور ہیں وہ فیکٹری جا کر ہی کام کریں، انہیں اجازت دیتا ہوں مگر مجبوراً، دل سے اجازت نہیں دیتا۔ ایسے ہی بعض لوگوں نے کہا کہ میری بیوی نہیں چاہتی کہ میں رات وہاں گذاروں کیوں کہ وہ کہتی ہے کہ تم جتنا اپنے پیر پر عاشق ہو اتنا ہی میں تم پر عاشق ہوں تو ایسے لوگوں کو میں اجازت دیتا ہوں کہ عشاء پڑھ کر اپنے گھروں کو آجائیں لیکن میں خواتین سے کہتا ہوں کہ میں ساری زندگی سفر پر رہا ہوں، مولانا مظہر میاں کی والدہ ہماری اہلیہ نے کبھی ہم پر اعترض نہیں کیا بلکہ کہا کہ جائیے دین پھیلایئے لیکن میرا بھی اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر حصہ لگوایئے کیوں کہ آپ کے بغیر یہاں خانقاہ میں سناٹا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اٹھارہ جنگیں لڑی ہیں تو بتاؤ جنگیں گھر بیٹھ کر لڑی جاتی ہیں؟ کیا آپ نے سفر نہیں فرمایا؟ اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کہے کہ تمہارے نہ رہنے سے مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے، اختلاج ہوتا ہے، آملے کا مربہ اور موتی کا خمیرہ کھانا پڑتا ہے، ڈراؤنے خواب نظر آتے ہیں لیکن اگر شوہر کہے کہ مجھے دبئی میں شاہ نے بلوایا ہے اپنی بیٹی کے زیورات ہم سے بنوانے کے لیے اور پچاس لاکھ روپیہ ایک ہفتہ میں نفع ملے گا اور میں ایک کروڑ روپیہ لے کر آؤں گا تو اب وہی بیوی کہے گی کہ دیر کیوں کررہے ہو، جلدی کیوں نہیں جاتے؟ آخر میں دھمکی دیتی ہے کہ نہیں جاؤ گے تو دھکے دے دوں گی، جلدی جاؤ۔ شوہر نے کہا کہ تم کو میرے بغیر ڈراؤنے خواب نظر نہیں آئیں

گے؟ تو کہا بالکل نہیں۔ شوہر نے پھر پوچھا کہ اور میرے بغیر گھبراہٹ بھی نہیں ہوگی؟ کہا ایک کروڑ لاؤ گے اب گھبراہٹ کہاں؟ ابھی سے خوشیاں شروع ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں بھی اپنے شوہروں کو خود بھیجو، جتنا وہ اللہ والا بنیں گے اتنا ہی زیادہ تم کو پیار کریں گے۔

تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ جن دو بچوں کی اللہ پاک نے حضرت خضر علیہ السلام سے دیوار سیدھی کروادی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحاً تو اس سے ساتواں باپ مراد ہے، اگر ایک شخص اللہ والا ہوجائے تو ساتویں پشت تک اولاد پر اللہ رحمت نازل کرتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ اولاد کے لیے زیادہ کمانے کی فکر نہ کرو، بس نیک بنانے کی کوشش کرو، اگر نیک بن جائیں گے تو اللہ تعالیٰ خود ان کا کفیل اور ذمہ دار ہوگا اور اگر برے ہوں گے تو تمہارا مال گناہ میں استعمال کرکے تمہیں اور پکڑوا دیں گے۔

لیکن پھر بھی میں بشری کمزوریوں کی رعایت کرتا ہوں کہ اگر کسی کی بیوی کو زیادہ گھبراہٹ ہو، عرقِ بیدِ مشک اور خمیرہ چاٹنے کی نوبت آجائے تو میری طرف سے اجازت ہے لیکن میں خواتین سے کہتا ہوں کہ اپنی سات پشت تک کی اولاد پر رحم کرو، اپنے شوہر کو اللہ والا بنانے کی کوشش کرو۔

بس اب دعا کرو کہ اللہ پاک عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ دعا کرو کہ اللہ مجھ کو بھی صحت دے، میں کافی بیمار رہنے لگا ہوں، کھانسی بلغم کمزوری ہے، دعا کرو کہ اللہ مجھ کو عالمِ شباب دوبارہ دے دیں اور میں اُسے خالقِ شباب پر فدا کردوں اور آپ کو، مجھ کو، میرے گھر والوں کو، میری اولاد کو، آپ کو، آپ کے گھر والوں کو، آپ کی اولاد کو اور سب کو اللہ پاک نسبتِ اولیاءِ صدیقین عطا فرمائے اور جو غائبین ہیں ان کے لیے بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت نصیب

فرمائے، عافیتِ دارین نصیب فرمائے، دونوں جہاں کی کامیابیاں نصیب فرمائے اور دونوں جہاں میں خوشیاں دکھائے اور غم سے بچائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنی محبت کا ذرہ عطا فرمادے، اے اللہ! آپ نے ہمارے اسلاف کو، ہمارے بزرگوں کو اپنی رحمت سے جو دردِ محبت بخشا تھا، ہم بے وطن ہیں ہم آپ کے لیے اپنا گھر چھوڑ کر لاہور آئے ہیں، بے وطن ہیں، دین سیکھنے والے بھی بے وطن ہیں اور سنانے والا بھی بے وطن ہے، ہم پر رحم فرمایئے کہ ہم آپ کے لیے غریب الوطن ہوئے ہیں، اس سفر کو قبول فرمایئے اور سب کو اپنی محبت کا وہ ذرۂ درد عطا فرمایئے جو آپ نے اپنے دوستوں کو عطا کیا، اگرچہ آپ کے نزدیک ہمارے سینے اس قابل نہیں ہیں مگر آپ کا ایک نام کریم ہے، محدثین نے لکھا ہے کہ کریم کے معنیٰ ہیں کہ جو نالائقوں پر بھی مہربانی کرے، اے خدا! آپ کریم ہیں، آپ لائق ہیں، ہمارے مولیٰ ہم جیسے نالائقوں پر بھی مہربانی کردیں، اپنی رحمت سے ہم سب کو اللہ والی نسبت عطا فرمادیں، اللہ والی زندگی نصیب فرمادیں، نفس و شیطان مردود کی لعنتی غلامی سے نجات عطا فرمادیں اور ہماری دنیا اور آخرت بنادیں، آپ دونوں جہاں کے مالک ہیں، خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

دونوں جہاں کا دُکھڑا مجذوب رو چکا ہے
اب اس پہ فضل کرنا یا رب ہے کام تیرا

اے اللہ! ہمارے بال بچوں کو، رشتہ داروں کو، خاندان کو، کسی کو محروم نہ فرما، اختر کو بھی، میرے سب سامعین حضرات کو جتنے لوگ بیٹھے ہیں اے خدا! اپنی رحمت سے، کریم ہونے کے صدقے سب کو صاحبِ نسبت بنادے، اگر نسبت نہیں ہے تو عطا فرمادے، اگر ضعیف نسبت ہے تو قوی فرمادے، اگر قوی

ہے تو اقوی کردے۔

ہم آپ سے زیادہ نہیں مانگ سکتے، ہم کمزور ہیں، ضعیف ہیں، وقت بھی تھوڑا ہے لہٰذا آپ بے مانگے ہمیں دے دیں، اب مانگنے کی طاقت تھک چکی ہے اور وقت بھی نہیں ہے، جیسے ابا کے اندر دریائے رحمت کا جوش ہوتا ہے کہ بچوں کو بے مانگے دیتے ہیں تو ہمارے آپ ربا ہیں ہم کو بے مانگے سب عطا فرمادیجئے جو ہمارے لیے دنیا میں بھی مفید ہو اور آخرت میں بھی مفید ہو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ایک اسمِ اعظم پڑھتا ہوں تاکہ دعا قبول ہوجائے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یہ عبارت جو ابھی پڑھی اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی ہے کہ قسم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی جو اس کو پڑھے گا اس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے۔ یا اللہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کے صدقہ میں ہماری دعاؤں کو قبول فرمالیجئے۔اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ، اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَلِیْکٌ مُّقْتَدِرٌ مَا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَّکُوْنُ، اَسْعِدْنَا فِی الدَّارَیْنِ وَکُنْ لَنَا وَلَا تَکُنْ عَلَیْنَا وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیْنَا وَاَعِذْنَا مِنْ ھَمِّ الدَّیْنِ

وَقَهْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرو، اللہ ان کو مظلومیت سے بچائے اور ان کی مدد فرمائے اور سیلاب زدگان کی مصیبتوں کو دور فرمائے، نقصانات کی تلافی فرمائے، پورے عالم میں جہاں کوئی مسلمان مصیبت زدہ ہو، مظلوم ہو اس کا دکھ راحت سے بدل دے، اس کے غم کو خوشیوں سے بدل دے، اس کی بیماری کو صحت سے بدل دے، بس دونوں جہاں اے مالکِ دو جہاں آپ سے مانگتے ہیں اور جو گناہوں کے سیلاب میں ہیں ان کے لیے بھی دعا کرو، جو کسی گناہ کے سیلاب میں ہیں اللہ اس سے ان کو نجات دے، ہم سب کو تمام گناہوں سے نجات دے اور اللہ والی زندگی عطا فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

نہیں اٹھتی ہے تیرے سنگِ در سے اب جبیں ساقی

کسی کی یاد میں ہے مضطرب جانِ حزیں ساقی
گریباں چاک ہے اشکوں سے تر ہے آستیں ساقی

توجہ تیری مجھ پر تام شاید ہوگئی ہے اب
خلش دل سے جو اِک پل کو بھی اب جاتی نہیں ساقی

عجب لذت تری آغوشِ رحمت میں ملی دل کو
نہیں اٹھتی ہے تیرے سنگِ در سے اب جبیں ساقی

دِکھادوں تجھ کو اپنے عشق و مستی کا ابھی عالم
تو پہلے ہاتھ پر رکھ دے شرابِ آتشیں ساقی

پلائی تو نے جو مے شبلی و عطار و رومی کو
مرے حصے میں دُردِ جام بھی کیا اب نہیں ساقی

بفیضِ عشق تیری یاد میں یہ حال ہے دل کا
مرے اشکوں سے تر ہے آج تیری سرزمیں ساقی

مقامِ قرب کی لذت اگر کردے عیاں دل پر
مجھے پھر منّ و سلویٰ ہو مری نانِ جویں ساقی

عبث کرتا ہے ناصح مجھ کو تعلیم جہاں داری
مجھے جب ہوش اپنا ہی یہاں باقی نہیں ساقی

کہاں اختر کہاں یہ ذکرِ جام و ساغر و مینا
کرم ہے تیرا ورنہ میں کسی لائق نہیں ساقی

(شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب)

مواعظ حسنہ نمبر ۷۶

روحِ سلوک

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال کراچی پاکستان

به فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے ہی نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: روحِ سلوک

نامِ واعظ: عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
دام ظلالهم علينا الى مأة و عشرين سنة

تاریخِ وعظ: ۱۲/شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ مطابق ۴/جنوری ۱۹۹۶ء بروز جمعرات

وقت: بعد نمازِ فجر ۲/۵۱ بجے

مقام: مدرسہ مفتاح العلوم اوخس (جنوبی افریقہ) کی مسجد میں

موضوع: مقامِ اولیاء صدیقین کا حصول

مرتب: یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی (سید عشرت جمیل میرؔ صاحب)

کمپوزنگ: مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال، کراچی

اشاعت اوّل: صفر المظفر ۱۴۳۰ھ مطابق فروری ۲۰۰۹ء

باہتمام: ابراھیم برادران سلمہم الرحمٰن
کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال نمبر۲، کراچی

فہرست

نمبر شمار	عُنوان	صفحہ نمبر
۱	عرضِ مرتب	۲۹۵
۲	ہدایات برائے مہتممین مدارس	۲۹۶
۳	مجددِ ملت حضرت تھانوی کی امارد سے احتیاط	۲۹۷
۴	گناہ کے مدارج و منازل	۲۹۸
۵	تزکیہ کی تعریف	۲۹۸
۶	نفسِ امارہ کے شرور سے تحفظ کا طریقہ	۲۹۹
۷	توبہ و استغفار گناہوں کے زہر کا تریاق ہے	۳۰۱
۸	اصلی پاس انفاس	۳۰۲
۹	اولیاء صدیقین کی آخری سرحد کا مقام	۳۰۳
۱۰	وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ الخ کی عاشقانہ تفسیر	۳۰۴
۱۱	گناہ کے کام نہ کرنے کا انعام	۳۰۵
۱۲	دنیا کی اصل کمائی	۳۰۶
۱۳	وسائلِ حیات اور مقاصدِ حیات کیا ہیں؟	۳۰۸
۱۴	تقویٰ بھی سنت کے مطابق ہونا چاہیے	۳۰۹
۱۵	جنت سے بڑھ کے مزہ کا حصول	۳۱۱
۱۶	**ملفوظات**	**۳۱٤**
۱۷	مقصدِ زندگی	۳۱۴
۱۸	لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ الخ پڑھنے کی فضیلت	۳۱۵
۱۹	کھانے کے بعد کی دعا کی عجیب شرح	۳۱۶
۲۰	قربِ عبادت اور قربِ ندامت	۳۱۶
۲۱	بشارتِ منامیہ	۳۲۱
۲۲	حدیث اَللّٰھُمَّ وَاقِیَةَ الخ کی شرح کی عجیب تمثیل	۳۲۷

عرضِ مرتب

پیشِ نظر وعظ وہ مہتم بالشان بیان ہے جو مرشدی ومولائی شیخ العرب و العجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ادام اللہ ظلالھم و فیوضھم و برکاتھم نے ۱۲؍شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ مطابق ۴؍جنوری ۱۹۹۶ء بروز جمعرات بعد نمازِ فجر ساڑھے پانچ بجے صبح مدرسہ مفتاح العلوم اوخس جنوبی افریقہ کی مسجد میں بیان فرمایا جس میں حضرت والا نے بندگی کی معراج حق تعالیٰ کے قربِ اعظم یعنی مقامِ اولیاء صدیقین کے حصول کا طریقہ اپنے مخصوص سہل و دلنشین انداز میں بیان فرمایا جس کے ایک ایک لفظ میں محبت کی مے دو آتشہ بھری ہوئی ہے۔ اس کا نام حضرت والا نے روحِ سلوک تجویز فرمایا اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور قیامت تک امتِ مسلمہ کے لیے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔

وعظ کے بعد ایک بشارت بھی نصیب ہوئی۔ وعظ کے بعد ناشتہ کرکے سب لوگ آرام کے لیے لیٹ گئے۔ حضرت والا کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب نے خواب دیکھا کہ مسجدِ نبوی میں حضرت والا دامت برکاتہم صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات شیخین کے ساتھ تشریف لاتے ہیں اور مسکرا کر حضرت کو دیکھتے رہتے ہیں پھر فرمایا کہ دیکھو میرے اختر کو دیکھو۔ وعظ کے آخر میں ملفوظات کے بعد خود مولانا کی زبانی یہ خواب مذکور ہے۔

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ
خادمِ خاص حضرت والا دامت برکاتھم
۱۸؍صفر المظفر ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۴؍فروری ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روحِ سلوک

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ہدایات برائے مہتممینِ مدارس

مدارس کا مقصد محض پڑھنا پڑھانا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد حاصل کرنا ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

دار العلوم دل کے پگھلنے کا نام ہے
دار العلوم روح کے جلنے کا نام ہے

مہتمم کو چاہیے کہ رات دن دعا کرے کہ ہمارے اساتذہ وطلباء سب سو فیصد اللہ والے بن جائیں۔ ان کو تقویٰ خاص طور سے نظر کی حفاظت سکھائیے۔ ان کی نگرانی کا خاص اہتمام ہونا چاہئے۔ دار الاقامہ میں رات کو بھی معاینہ کرائیے اور ہر طرح ان کی اخلاقی نگہداشت کا خیال رکھیں۔ بڑے لڑکے چھوٹے لڑکوں سے ربط نہ رکھیں، اساتذہ بے ریش طلباء سے خصوصی تعلق نہ رکھیں مثلاً ''اسپیشلسٹ'' نہ بنیں کہ تم رات کو بھی ہم سے کچھ پڑھا کرو۔ جرائم کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے کہ میں آپ کو خصوصی طور پر کچھ زیادہ مشق کرانا چاہتا ہوں، رات کو مجھ سے پڑھا کرو اور کچھ پیر بھی دبا دیا کرو۔ درس گاہ میں جو پڑھا دیا بس ٹھیک ہے۔ کوئی خاص بات ہو تو درس گاہ میں ہی سب کے سامنے

بتادے۔ خلوت مع الامارد جائز نہیں جیسے کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت جائز نہیں ایسے ہی امرد کے ساتھ بھی جائز نہیں۔

مجددِ ملت حضرت تھانوی کی امارد سے احتیاط

مولانا شبیر علی صاحب نے جو حضرت کے بھتیجے اور خانقاہ کے مہتمم تھے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک امرد طالبِ علم کو کسی کام سے بھیجا۔ حضرت فوراً نیچے اُتر آئے۔ فرمایا کہ مولوی شبیر علی آئندہ سے کسی لڑکے کو جس کے ڈاڑھی مونچھ نہ ہو میرے پاس تنہائی میں مت بھیجا کرو اور اب اس زمانہ میں ڈاڑھی مونچھ کی بھی قید نہیں ہے، قربِ قیامت کا زمانہ ہے، اب چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی اور مونچھ کے باوجود لوگ مبتلا پائے جارہے ہیں، اب سے دوسو سال پہلے علامہ شامی نے اس کا احساس کیا تھا جو اب مزید بڑھتا جارہا ہے، پچاس سال پہلے جو گناہ نہیں تھے اب دیکھو کتنے بڑھتے جارہے ہیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ بَعْضَ الْفُسَّاقِ یُقَدِّمُ ذَا اللِّحْیَۃِ الْقَلِیْلَۃِ عَلَی الْاَمْرَدِ الْحَسَنِ﴾

یعنی بعض فساق امرد حسین پر تھوڑی ڈاڑھی والے کو ترجیح دیتے ہیں۔ لہٰذا اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ارشادات واحکام کو کبھی کبھی سنایا جائے اس میں شرم وحیاء نہیں کرنی چاہیے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسے احکام سنانے میں شرم معلوم ہوتی ہے۔ اگر یہ ایسی شرم کی بات تھی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیوں نازل فرمایا۔ شرم تو وہ ہے جو گناہ کرنے سے روک دے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

﴿فَاِنَّ حَقِیْقَۃَ الْحَیَاءِ اَنَّ مَوْلَاکَ لَا یَرَاکَ حَیْثُ نَهَاکَ﴾

(المرقاۃ، کتابُ الصلوۃ، ج:۱، ص:۱۳۵، دار الکتب العلمیۃ)

شرم کی حقیقت یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے گناہ کی حالت میں نہ دیکھے۔

بعض طلباء جب ہمارے یہاں سے بعض دوسرے مدرسوں میں گئے تو کہا کہ یہاں جو تقویٰ کا اہتمام تھا وہ اب ہم کو نہیں ملتا۔

گناہ کے مدارج ومنازل

اور گناہ کے بھی مدارج اور منازل ہیں۔ اگر کسی کو گناہ میں صرف ایک آنہ مزہ آرہا ہے تو وہ بھی زہر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرو کہ اے خدا آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ایک ذرّہ خوشی سے بھی ہم پناہ مانگتے ہیں کیونکہ یہ خوشی خلافِ عبدیت ہے، شرافتِ بندگی کے خلاف ہے کہ جس خدا نے ہم کو پیدا کیا اور پالا اس پالنے والے کی ناخوشی کی راہوں سے ہم خوش ہو رہے ہیں، یہ کون سی وِلایت اور اللہ تعالیٰ کی دوستی کا یہ کون سا مقام ہے؟ اس لئے اصل دوستی یہ ہے کہ دل کی ہر وقت نگرانی کیجئے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کی راہوں سے کوئی خوشی تو نہیں آرہی ہے۔ جو دل کی نگرانی کرے گا تو اس کے جسم کی نگرانی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اس شخص سے گناہ نہیں ہو سکتے جو اپنے دل کی نگرانی کرتا ہے کیونکہ قلب بادشاہ ہے اور اعضائے جسم اس کی رعایا اور ماتحت ہیں تو جب قلب گناہ سے محفوظ رہے گا تو جو اس کے ماتحت ہیں وہ اس کے تحت میں رہیں گے اور اسی کا نام تزکیہ ہے کہ قلب وجسم گناہوں کی نجاست سے پاک ہو جائیں۔

تزکیہ کی تعریف

کل میں نے بیان کیا تھا کہ تزکیہ تین چیزوں سے مرکب ہے لَهَا اَجْزَاءُ الثَّلٰثَةِ۔ طَهَارَةُ الْقُلُوْبِ وَ طَهَارَةُ النُّفُوْسِ وَ طَهَارَةُ الْاَبْدَانِ یَعْنِیْ طَهَارَةُ الْقُلُوْبِ عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ وَ عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِغَیْرِ اللهِ وَ طَهَارَةُ النُّفُوْسِ عَنِ الْاِخْلَاقِ الرَّذِیْلَةِ وَ طَهَارَةُ الْاَبْدَانِ عَنِ الْاَنْجَاسِ وَالْاَعْمَالِ الْقَبِیْحَةِ یعنی قلب پاک ہو جائے عقائد باطلہ سے اور غیر اللہ سے

اور نفس پاک ہوجائے برے اخلاق سے اور بدن پاک ہوجائے نجاستوں سے اور برے اعمال سے۔ اللہ تعالیٰ علامہ آلوسی کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے تزکیہ کی کیا عمدہ تفسیر فرمائی۔

اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طہارت کی حقیقت یہ ہے کہ ہمارا باطن غیر اللہ سے پاک ہوجائے حَقِیْقَۃُ الطَّھَارَۃِ طَھَارَۃُ الْاَسْرَارِ مِنْ دَنَسِ الْاَغْیَارِ۔ وضو کے بعد اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ کی دعا پڑھنے کی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیم دی اس میں کیا حکمت ہے؟ مُحدِّث عظیم ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ اے میری امت کے لوگو! وضو سے اپنا ظاہری بدن تو تم نے دھولیا لیکن اپنا دل تم نہیں دھو سکتے ہو لہٰذا توابیت مانگ لو، طہارتِ باطنی بھی مانگ لو۔ وضو غسل الاعضاء یعنی اعضاء کے دھونے کا نام ہے۔ وضو کے بعد جو دعا سکھائی اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمارا دل بھی دُھل جائے، دل تک اے اللہ آپ ہی کا ہاتھ جاسکتا ہے ہمارا ہاتھ نہیں جاسکتا اور دل کو وَساوِس اور گندے خیالات اور گناہ سے روکنا اللہ کی توفیق پر ہے اس لئے کہ گناہ سے نفسِ امّارہ کو مزہ آتا ہے، نفس امارہ کے خلاف کرنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

نفسِ امّارہ کے شرور سے تحفظ کا طریقہ

جن پر حق تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے، وہ نفسِ امارہ کے شر سے محفوظ ہوتے ہیں۔ تصوف کے اس مسئلہ کی دلیل کیا ہے؟ یعنی وہ بندہ جس پر حق تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہو اس کو نفس کے شرور سے تحفظ مل جاتا ہے اس کی دلیلِ شرعی کیا ہے؟ نصِ قرآن ہے:

﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ﴾

(سورۃ یوسف، آیت: ۵۳)

یعنی نفس کَثِیرُ الۡاَمۡرِ بِالسُّوۡءِ ہے۔ جو بچھو کی طرح کاٹتا ہے۔ لیکن اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ اور یہ اِلَّا کا اِستثنیٰ کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے نفس کو اَمَّارَۃٌ بِالسُّوۡءِ پیدا فرمایا ہے۔ پس جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے وہ محفوظ ہوجاتا ہے۔

اور اس رحمت کا سایہ مانگنے کا سرکاری مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمادیا اور یہ دعا سکھادی:

﴿اَللّٰھُمَّ ارۡحَمۡنِیۡ بِتَرۡکِ الۡمَعَاصِیۡ وَ لَا تُشۡقِنِیۡ بِمَعۡصِیَتِکَ﴾

اے اللہ! ہم پر وہ رحمت نازل فرمائیے جس رحمت کا آپ نے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ میں استثناء فرمایا ہے تاکہ نفس کے شر سے ہم بچ جائیں، تب ہی تو گناہوں سے بچیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رحمت کو مانگنے کا دوسرا سرکاری مضمون یہ عطا فرمایا:

﴿یَا حَیُّ یَا قَیُّوۡمُ بِرَحۡمَتِکَ اَسۡتَغِیۡثُ اَصۡلِحۡ لِیۡ شَأۡنِیۡ کُلَّہٗ وَ لَا تَکِلۡنِیۡ اِلٰی نَفۡسِیۡ طَرۡفَۃَ عَیۡنٍ﴾

(مجمع الزوائد)

اے حی و قیوم آپ کی رحمت سے فریاد ہے کہ مجھ کو نفس کے ح : لے نہ فرمائیے چونکہ نفس کو آپ نے کثیر الامر بالسوء پیدا کیا ہے۔ پس اگر آپ نے ہم کو نفس کے حوالے فرمادیا تو وہ تو برائی کی انتہاء پر لے جائے گا۔ لہٰذا اپنی رحمت عطا فرمادیجئے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ یہ ما مصدریہ ظرفیہ زمانیہ ہے۔ یہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلامِ پاک کی بلاغت کے ضمن میں ہمارے مفسرین نے کتنی خدمت کی ہے کہ اس ما کے تینوں مفہوم مصدریہ ظرفیہ زمانیہ کو سامنے رکھ کر

علامہ آلوسی ترجمہ کرتے ہیں اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّیْ یعنی میرے رب کی رحمت کے زمانے میں مجھ سے گناہ نہیں ہوسکتا۔ توفی سے ظرفیہ ہوگیا، وقت سے زمانیہ ہوگیا اور رحم جو ماضی تھا اسے رحمۃ بنا کر مصدریہ کردیا۔ علامہ آلوسی نے کیا عمدہ ترجمہ کیا، پہلے دعویٰ کیا کہ یہ ما مصدریہ، ظرفیہ، زمانیہ ہے۔ پھر ترجمہ میں اس کی کیسی پیاری رعایت کی اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّیْ کہ میرے رب کی رحمت کے وقت نفس کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ نفس بہت زیادہ برائی کا تقاضا کرنے والا ہے۔ مگر اے بندو! اے میرے غلامو! کہو کہ اے رب جب تک آپ کی رحمت کا سایہ رہے گا یہ نفس ظالم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ جملہ آپ لوگ یاد رکھئے، اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔

توبہ واستغفار گناہوں کے زہر کا تریاق ہے

اور میرے ساتھ سفر کا حاصل یہ ہے کہ سب لوگ ارادہ کرلیں کہ ہم حق تعالیٰ کی ناخوشی کی راہوں سے ایک ذرّہ خوشی کو درآمد نہ کریں گے اور اگر کبھی آجائے تو اُگل دیں گے جس طرح زہر کھانے کے بعد قے کردیتے ہیں اسی طرح جب گناہ کا زہر روح میں چلا جائے تو استغفار وتوبہ سے اس کو نکال دیں۔ اب بتایئے کیا یہ پرچہ مشکل ہے یا آسان ہوگیا؟ اور یہ کیسے ہوگا؟ دل کی نگرانی کرنے سے کیونکہ دل گودام ہے، یہ حرام خوشیوں کا گودام بھی ہے اور حلال خوشیوں کا بھی یہ گودام ہے۔ عبادت، حج، عمرہ، اہل اللہ کی صحبت سے جو روحانی خوشی آتی ہے اس کا بھی دل مرکز ہے، ہیڈ کوارٹر ہے اور جسمانی سرور ہو کہ روحانی سرور سب حواسِ خمسہ سے ہی آتا ہے۔ جیسے مجھ سے دین کی باتیں آپ سن رہے ہیں تو کانوں کے ذریعہ سے روحانی نور اور روحانی خوشبو آرہی ہے کہ نہیں؟ اور نالائقوں کے لئے مرکزِ خواہشاتِ محرمہ یعنی حرام خوشیوں کا مرکز بھی قلب ہے

مثلاً کسی نامحرم عورت کو دیکھ لیا تو یہ مزہ کہاں سے آیا؟ آنکھوں سے آیا مگر جمع کہاں ہوا؟ دل میں ۔تو یہ دل گودام ہے۔اس لئے اس کو حرام کا بادام نہ دیں۔ یہ جملہ آپ لوگ یاد کر لیجئے اور دعا کیجئے کہ اے خدا آپ کی ناراضگی اور ناخوشی کی راہوں سے ہم اپنے اندر ایک ذرّہ خوشی استیر اد درآمد اور امپورٹ کرنے سے پناہ چاہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ہمارا ایک ذرّہ خوش ہونا ہمارے لئے باعثِ شرم ہے کیونکہ آپ ہم کو پالتے ہیں، رزق دیتے ہیں، اس رزق سے ہم کو طاقت ملی جس کو ہم غلط استعمال کرتے ہیں تو ہمیں شرم آتی ہے، ہمیں بے حیاء، بے غیرت اور کمینہ ہونے سے بچا لیجئے کہ ہم کبھی بھی ایک ذرّہ خوشی آپ کو ناخوش کر کے حاصل نہ کریں۔ ہاں جن خوشیوں سے آپ خوش ہوں ہم اس خوشی کو اپنے لئے مبارک سمجھتے ہیں، بلکہ ہم ان خوشیوں کے حریص ہیں کہ جن خوشیوں سے آپ خوش ہوں۔

اصلی پاس انفاس

آہ! دوستو یہ بات جو پیش کر رہا ہوں حاصلِ تصوف ہے یا نہیں؟ بتاؤ یہ تعلیمِ روحِ سلوک ہے یا نہیں؟ روحِ بندگی ہے یا نہیں؟ اگر ہم اپنی ہر سانس کی اس طرح حفاظت کریں کہ ہماری کوئی سانس اللہ تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے اعمال میں مصروف نہ ہو، حرام خوشیوں میں مشغول نہ ہونے پائے یہ اصلی پاس انفاس ہے۔ انفاس جمع ہے نَفَس کی اور پاس کے معنیٰ ہیں دیکھ بھال کرنا۔ ہر سانس کی دیکھ بھال کرنا کہ کوئی سانس اللہ کی ناخوشی کی راہ سے لذت نہ اُٹھائے اصلی پاس انفاس یہ ہے ؎

نہ کوئی راہ پاجائے نہ کوئی غیر آجائے
حریمِ دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

اولیاء صدیقین کی آخری سرحد کا مقام

دوستو! قدر کرو، جو مقام اختر پیش کر رہا ہے یہ فقیر سالکین کا ادنیٰ خادم جس مقام کی طرف نشاندہی کر رہا ہے یہ اولیاء صدیقین کی آخری سرحد ہے کہ بندہ قلباً و قالباً ایک سانس بھی اپنے مالک کو ناراض نہ کرے اور ہر سانس اپنے مالک کی خوشیوں پر فدا کرے۔ اگر اس مقام پر ہم لوگ پہنچ گئے تو پھر دیکھئے کہ قلب کے عالم کا کیا عالم ہوگا۔ جس بندہ کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اپنے اللہ کو ناراض نہ کرے تو اس کے لمحاتِ حیات اور اس کے انفاسِ حیات، اس کے اوقاتِ حیات، اس کے لحظاتِ حیات کے عالم کا کیا پوچھنا کہ سارا عالم اس پر فدا ہوگا۔ کیونکہ اس نے اپنے دل کا عالم اللہ پر فدا کیا ہے اس لئے اللہ سارے عالم کو اس کا تابع دار اور خادم بنادے گا۔

جو تو میرا تو سب میرا، فلک میرا، زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شئے نہیں میری

جس وقت بندہ اللہ کی ناخوشی کی راہ سے ایک ذرّہ اپنے دل کو خوش کرتا ہے آہ! وہ قابلِ رحم ہے، یتیم ہو رہا ہے، اپنے ربّا سے دور ہو رہا ہے۔ بتاؤ! بچہ اگر ابا سے دور ہو جائے تو مثلِ یتیم ہو جاتا ہے یا نہیں؟ یہ شخص اپنے ربّا سے دور ہو رہا ہے اس کی محرومی کی تو انتہا نہیں۔ اللہ کی ناراضگی و ناخوشی میں جو خوشی ہے وہ خوشی نہیں ہے، اس خوشی پر بے شمار لعنتیں اور تلخیاں برستی ہیں۔ اس لئے آپ دیکھ لیجئے ان سے پوچھ لیجئے جن سے جوانی کے نشہ میں کوئی خطا ہو جاتی ہے کہ ان کا وہ زمانہ چین کا ہوتا ہے یا بے چینی کا، خوشی کا ہوتا ہے یا غم کا؟ اگر گناہوں سے چین ملتا تو جتنے رومانٹک والے ہیں یہ سب بڑے آرام سے رہتے مگر میں مسجد میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور میری معلومات الحمدللہ کئی حیثیت سے زیادہ ہیں، ایک تو روحانی

معالج کی حیثیت سے دوسرے جسمانی معالج کی حیثیت سے۔ میرے پاس رومانٹک والے بھی آتے ہیں، کہتے ہیں کہ نیند نہیں آتی اگر چہ ویلیم فائیو کھاتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ کیوں دیکھی کسی کی وائف کہ کھانی پڑی ویلیم فائیو اور جگر میں گھس گیا اس کا نائف اور خراب ہو گئے تمہارے کو ائف۔

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ الخ کی عاشقانہ تفسیر

اور اگر ہماری ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم اللہ کو ناراض نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں وہ ہمیں اپنی آغوشِ رحمت میں ایسا چپکا لیں گے جیسے ماں اپنے بچہ کو چپکا لیتی ہے۔ لہٰذا اس جملہ کو غور سے سنیں اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ سے مانگ لیا کریں کہ اے خدا ہم کو ہمارے قلب و جاں کو اپنی ذاتِ پاک سے اس طرح چپکا لیجئے جیسے ماں اپنے بچے کو چپکا لیتی ہے۔ اور ماں کیسے چپکاتی ہے؟ پہلے تو گود میں لیتی ہے اس کے بعد اُس پر ایک ہاتھ رکھتی ہے پھر دونوں ہاتھ رکھتی ہے پھر ٹھڈی بھی اس کے سر پر رکھ لیتی ہے پھر بالکل دوپٹے سے چھپا لیتی ہے کہ کوئی دیکھے بھی نہیں میرے بچے کو۔ آہ! اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلب و جاں کو اس طرح چپکا لیتے ہیں، پھر ان کی لذتِ حیات کا کیا کہنا! کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ ان کے دل کو اللہ اپنی محبت کا کیا رس پلا رہے ہیں، کیا شربت پلا رہے ہیں۔ آخرت میں جو جنت ملے گی وہ تو بڑی نعمت ہے ہی لیکن ایک جنت ان کو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں عطا فرماتے ہیں **وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ** کی عاشقانہ تفسیر ہے کہ **جَنَّۃٌ فِی الدُّنْیَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰی وَ جَنَّۃٌ فِی الْعُقْبٰی بِلِقَآءِ الْمَوْلٰی۔**

دنیا میں اپنی ذاتِ پاک سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو حضوری ان کے قلب وروح کو حاصل ہے وہ دنیا کی جنت ہے کہ ان کے قلب وروح کو اللہ تعالیٰ اپنی ذاتِ پاک سے چپکائے ہوئے ہیں جیسے ابھی میں نے بتایا کہ جس بچہ کو ماں اپنے سینہ سے چپکا لیتی ہے اس کی لذت وسکون کا کیا کہنا۔ پس ان اولیاء کی لذتِ حیات کا کیا پوچھنا جن کو اللہ تعالیٰ اپنی آغوشِ رحمت میں چپکائے ہوئے ہیں۔ میں آپ کو اسی لذتِ حیات کی دعوت دیتا ہوں، اپنے تمام ساتھیوں کو جو کہ ہمیشہ اختر کے ساتھ رہتے ہیں یا کبھی کبھی ساتھ رہتے ہیں، میں اللہ تعالیٰ کے اسی قربِ اعظم اور اولیاء صدیقین کے اعلیٰ مقام کی طرف نشاندہی کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اختر کو اور اس کے تمام دوستوں کو یہ مقام بدونِ استحقاق محض اپنے کرم سے نصیب فرمائے۔

گناہ کے کام نہ کرنے کا انعام

اور اس مقام کو حاصل کرنے میں کچھ محنت بھی نہیں بس کچھ کام نہ کرو اور یہ مقام حاصل کرلو یعنی گناہ کے کام نہ کرو۔ بتاؤ گناہ کرنے میں محنت زیادہ ہے یا نہ کرنے میں؟ بھئی گناہ کرنے میں تو کوئی حرکت کرنی پڑے گی اور حرکت بھی ناشائستہ۔ مگر گناہ نہ کرنے میں کوئی محنت نہیں۔ نہ دیکھو، نظر نیچی کرلو بتاؤ اس میں کون سی محنت کرنی پڑی۔ ہمارے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایسے کریم مالک ہیں جو کام نہ کرا کے مزدوری دیتے ہیں، گناہ کے کام نہ کرو اور مزدوری لے لو۔

بتاؤ! دنیا میں کوئی ایسا مل مالک ہے جو اپنے مزدور سے کہے کہ کام نہ کرو اور مزدوری لے لو۔ اور پھر کام نہ کرنے میں بھی اور آسانیاں پیدا فرمادیں۔ دیکھنے کو آنکھیں دیں تو ساتھ ہی پلکوں کا پردہ دے دیا کہ جب کوئی

نامحرم سامنے آئے تو یہ آٹو میٹک پردہ ڈال لو اور کانوں میں کوئی ڈھکن نہیں لگایا کیونکہ وہاں ضرورت نہ تھی، کسی حسین کی آواز ہر وقت کان میں نہیں آسکتی لیکن آنکھوں کے سامنے حسین ہر وقت آسکتے ہیں اس لئے آنکھوں میں پلکوں کا پردہ لگا دیا کہ اگر میں تم کو حکم دے رہا ہوں کہ نظر نیچی کرو تو نظر نیچی کرنے کا میں نے تم کو سامان بھی تو دیا ہے کہ پلک بند کرلو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام سچا مذہب ہے کہ ہمیں جو حکم دیتا ہے اس کے آلات بھی عطا فرماتا ہے۔ سجدہ کا حکم دیا تو سر بھی عطا فرمایا، رکوع کے لیے کمر ایسی بنائی کہ جھک جائے، مسجد جانے کے لیے پیر عطا فرمائے، غضِ بصر کا حکم دیا تو آسانی کے لیے پلکوں کا پردہ بھی لگا دیا۔

دنیا کی اصل کمائی

لہٰذا جس نے اللہ تعالیٰ کی نہ مانی اور ظالم خوب کماتا رہا، کروڑوں رین کمالئے، بزنس خوب چمک گئی لیکن آپ اس سے کیا وصول کریں گے؟ پیٹ بھر کھائیں گے اور جسم بھر کپڑا پہنیں گے لیکن موت آگئی تو سب ختم، سب مال دوستوں کے لیے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ایک دن موت آجائے گی اور گناہوں کے دروازے سب بند ہوجائیں گے، پھر کہاں جاؤ گے۔ اپنا ایک عجیب شعر یاد آگیا ؎

کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
زحل مشتری اور مریخ لے کر یہ عالم نہ ہوگا تو پھر کیا کرو گے

بعضے نادان، بے وقوف سالکوں کے دل میں شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ جب دیکھو ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ نظر بچاؤ۔ ہم کو مصیبت میں ڈالنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ بتایئے بھائی میں مصیبت میں آپ لوگوں کو ڈالنا چاہتا ہوں؟ میں تو آپ کو گناہوں کی مصیبت سے نکال کر حق تعالیٰ کے قربِ

اعلیٰ کے اُس مقام پر پہنچنے اور پہنچانے کی فکر کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی اور آپ کو بھی اُس مقام پر پہنچا دے جو اولیاء صدیقین کی آخری سرحد ہے، جو وِلایت کی انتہا ہے۔ میرا حوصلہ دیکھو جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ ہے کہ میں معمولی ولایت کے لیے نہ اپنے لئے قانع ہوں نہ آپ لوگوں کے لیے قناعت چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں وِلایت کی جو آخری سرحد ہے، دنیا میں اللہ والوں کی آخری سرحد ہے، یعنی اولیاء صدیقین کی جو منتہیٰ ہے وہاں تک پہنچنے کی کوشش ہم کیوں نہ کریں۔ اب نہ کریں گے تو کیا پھر مرنے کے بعد کریں گے؟

میں تو کہتا ہوں کہ یہ زندگی بہت بڑی نعمت اللہ نے دی ہے کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی دوستی کا سب سے اعلیٰ مقام منتہاء صدیقین کی ولایت حاصل کر کے پھر واپس جاؤ اور اَبَدُ لآباد تک آرام سے رہو۔ دنیا کے پردیس میں اللہ نے ہمیں کمانے کے لیے بھیجا ہے۔ کون سی نعمت کمانے کے لیے؟ یہی اولیاء صدیقین کی منتہیٰ تک پہنچنے کی کوشش۔ یہ کمائی اصلی کمائی ہے۔ اور یہ جو دنیا کی کمائی ہے، روٹی، کپڑا، مکان یہ مقاصدِ حیات نہیں ہیں، وسائلِ حیات ہیں۔ سن لو اس کو! اللہ تعالیٰ نے حقائق کو اختر پر کس طرح منکشف فرمایا۔ یہ کوفتہ، کباب، بریانی اور ہری مرچ جو میر صاحب کو مرغوب ہے اور برف کا ٹھنڈا پانی اگر میر صاحب کو نہ ملے تو انہیں متلی چھوٹنے لگے تو ٹھنڈا پانی پینا مذاق الاولیاء ہے، میر صاحب مذاقِ اولیاء پر قائم ہیں، برف کا پانی ان کے لیے اکسیر ہے۔ حدیثِ شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں ٹھنڈا پانی دور سے منگواتے تھے، آپ کے لئے صحابہ تلاش کر کے اس کنوئیں سے پانی لاتے تھے جو خوب ٹھنڈا ہوتا تھا۔ حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میاں اشرف علی جب پانی پیو ٹھنڈا پیو تا کہ بال بال سے شکر نکلے۔

وسائلِ حیات اور مقاصدِ حیات کیا ہیں؟

لیکن جو بات میں کہہ رہا ہوں غور سے سنو! یہ سب مراغبِ ماکولات اور مراغبِ مشروبات وسائلِ حیات ہیں مقاصدِ حیات نہیں لہٰذا میں ان حضرات سے جو وسائلِ حیات میں اعلیٰ مقام چاہتے ہیں، اعلیٰ قیام چاہتے ہیں، اعلیٰ طعام چاہتے ہیں مگر ربُّ الانام کے ساتھ قربِ تام کی فکر نہیں رکھتے ان سے پوچھتا ہوں کہ مقصدِ حیات کیا ہے؟ مقصدِ حیات تو وِلایتِ عُلیاء ہے جہاں پر وِلایت ختم ہوجائے اُس مقام پر پہنچنا زندگی کا مقصد ہے۔ یہ مقامِ وِلایت کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے بنایا ہے؟ نہیں! ہم انسانوں ہی کے لیے بنایا ہے۔ لہٰذا وسائلِ حیات میں اعلیٰ قیام، اعلیٰ مقام، اعلیٰ طعام سب چیزیں اعلیٰ ہوں بے شک کوئی حرج نہیں، لیکن ربُّ الانام کے ساتھ بھی اعلیٰ مقام حاصل کرو۔ عقل سے سوچو کہ ہماری زندگی کی وہ سانس جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حرام لذت کو درآمد کرتی ہے بتاؤ وہ سانس کیسی ہے؟ مومن کی وہ گھڑی سب سے منحوس ہوتی ہے جس گھڑی میں وہ عورت کو دیکھتا ہے۔ V.C.R. دیکھتا ہے، سینما فلمیں دیکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی راہوں سے حرام خوشی کو درآمد کرتا ہے۔ یہ حکیم الامت کا جملہ ہے کہ مومن کے لیے سب سے منحوس گھڑی وہ ہے کہ جس میں وہ نافرمانی سے حرام خوشی کو درآمد کرتا ہے۔ اور جس گھڑی میں وہ اللہ پر فدا ہوتا ہے ارے اس کی حیات کا کیا پوچھنا؟ اس سے مبارک کوئی گھڑی نہیں، اس وقت فرشتے اس پر رشک کرتے ہیں۔

یہ چند باتیں میں نے عرض کردیں بس میرا ایک جملہ میرے لئے اور آپ لوگوں کے لیے کافی ہے۔ لیکن بشرطِ عمل، نسخہ بشرطِ عمل ہوتا ہے۔ میں لاکھ بادام کا حلوہ پیش کردوں لیکن کوئی اسے کھائے نہیں تو کیا فائدہ۔ بس یہ ایک ہی

جملہ کافی ہے اور وہ کیا ہے؟ کہ اے خدا! آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ایک ذرّہ خوشی سے ہم پناہ چاہتے ہیں، زیادہ نہیں ایک ذرّہ! زیادہ خوشی تو حرام کاری ہوگی۔ ایک ذرّہ ہم آپ کو ناخوش کرکے خوش ہونا نہیں چاہتے۔ آپ کو ایک ذرّہ ناخوش کرکے اپنے اندر خوشی درآمد کرنے سے ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ بس جس بات سے آپ خوش ہوں اسی پر ہماری زندگی فدا کردیجئے، توفیق و ہمت دے دیجئے اور جس بات سے آپ ناخوش ہوں، اپنی ناخوشی کی راہوں سے ہم کو اپنی حفاظت میں لے لیں۔ بس! اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہی ایک مضمون آپ کو دے رہا ہوں۔ جو کام اللہ تعالیٰ اختر سے لے رہے ہیں روئے زمین پر سفر کرو مگر یہ جملہ شاید ہی کہیں سنو کہ اے اللہ! میری ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناخوش نہ کریں اور آپ کی ناخوشی کی راہوں سے خوش نہ ہوں۔ اپنے مالک کو ناخوش کرکے خوش ہونا یہ کوئی خوشی ہے؟ لعنتی خوشی ہے، غیر شریفانہ خوشی ہے، کمینہ پن کی خوشی ہے، بے حیائی کی خوشی ہے۔ بتاؤ شرافت اس کا نام ہے؟ اس کا نام شرافت نہیں ہے یہ شر اور آفت ہے۔

تقویٰ بھی سنت کے مطابق ہونا چاہیے

بتاؤ! اس وقت کی یہ تقریر کیسی رہی؟ بتاؤ یہ میں اللہ والوں کی غلامی کا انعام دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس وقت ایسے مضامین بیان کرارہے ہیں۔

میں اُن کا نہ ہوتا تو یہ ملتا مجھے انعام

سارے عالم کے اولیاء صدیقین اگر بیٹھے ہوں تو ان کو بھی میری تقریر سے وجد آجائے گا کہ واقعی اس سے زیادہ کیا بندگی اور اطاعت ہوسکتی ہے کہ بندہ کی ہر سانس اللہ تعالیٰ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اپنے مالک کو ناخوش نہ کرے، یہ اولیاء صدیقین کا آخری مقام ہے، جس کے آگے بس نبوت ہے جس کا دروازہ

بند ہے جو اس مقام تک پہنچ گیا وہ منتہائے ولایت تک پہنچ گیا۔ اس میں دعوۃ الحق بھی شامل ہے، اسی میں تمام امتثالِ اوامر موجود ہے اسی میں اجتنابِ نواہی موجود ہے، اسی میں اتباعِ سنت موجود ہے کہ ہر سانس اللہ کو خوش کریں تو سنت کے مطابق کریں اور اللہ تعالیٰ کی ناخوشی سے بچیں تو سنت کے مطابق بچیں۔ اپنے دل پر غم اٹھا کر ہم اللہ کے لئے خوش ہوں یہ بھی سنت کے مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناخوش کر کے کسی وقت ہم اپنا دل خوش نہ کریں یہ بھی سنت کے مطابق ہے اور اللہ کی ناخوشی سے بھی سنت کے مطابق بچیں ورنہ ہم گناہوں سے غیر سنت کے مطابق بھی بچ سکتے ہیں لیکن اس پر کوئی ثواب نہ ہوگا۔ کیسے؟ بدنظری سے بچنے کے لیے آنکھ ہی نکلوا دی آپریشن کر کے، نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، اڈہ ہی ختم کر دیا کہ یہ نالائق نافرمانی کرتی ہیں تو یہ تقویٰ سنت کے مطابق نہیں اس لیے اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے ورنہ آپ آنکھ نکلوا کے کہیں میں تو آنکھ نکلوا کر آپ کے شعر پر عمل کر رہا ہوں کہ نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو لہٰذا نہ کالی کو دیکھتا ہوں نہ گوری کو دیکھتا ہوں۔ یا کوئی شخص کسی کے عشق میں مبتلا ہو جائے کہ ہر وقت اس کی یاد ستا رہی ہو۔ لہٰذا اس نے کہا کہ میں غیر اللہ کے چکر میں پھنسا ہوا ہوں اس سے بہتر ہے کہ خودکشی کرلوں، یا اس معشوق کو قتل کر دیا کہ نہ تم رہے نہ ہم رہے۔ بتائیے یہ عمل سنت کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ پس چونکہ سنت کے خلاف ہے اس لیے مقبول نہیں مردود ہے۔

کلمہ کے معنیٰ ہیں غیر اللہ سے دل کو چھڑانا اور اللہ سے دل کو چپکانا۔ غیر اللہ سے دل چھڑانا یہ لا الٰہ ہے اور اللہ سے دل کو چپکانا یہ الا اللہ ہے لیکن یہ چھڑانا اور چپکانا کیسے ہوگا؟ محمد رسول اللہ، غیر اللہ سے دل کا چھڑانا بھی سنت کے مطابق ہو اور اللہ سے دل کو چپکانا بھی سنت کے مطابق ہو یعنی رسالت کے

احکام کے مطابق ہر کام کرنا۔ اس راستہ سے دل غیر اللہ سے چھڑاؤ جو راستہ نبی نے سکھایا اور اسی راستہ سے اللہ سے چپکو جو راستہ نبی نے بتایا۔ یعنی ہماری ہر سانس اللہ پر فدا ہو سنت کے مطابق اور ہماری ہر سانس کو اللہ کی ناراضگی سے تحفظ حاصل ہو سنت کے مطابق۔ آہ! کلمہ کی ایسی تفسیر سنی تھی آپ نے؟ کہ ہماری زندگی کے دو ہی کام ہیں (۱) ہر سانس غیر اللہ سے جان چھڑانا اور (۲) ہر سانس جان کو اللہ سے چپکانا۔ مگر یہ چھڑانا اور چپکانا دونوں تابع فرامین سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ یہی اصل پاس انفاس ہے۔ پاس انفاس یہ نہیں ہے کہ ہر سانس میں الا اللہ کی ضربیں مار رہا ہے مگر کہیں بدنظری کر رہا ہے، کہیں گانا سن رہا ہے، کہیں حرام نمک چکھ رہا ہے۔ یہ ہرگز پاس انفاس نہیں۔ اصلی پاس انفاس یہ ہے کہ ہر سانس اللہ پر فدا کر رہا ہے اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہیں کرتا۔ بتاؤ کیا بندگی کی عظیم الشان معراج پر یہ تقریر نہیں ہے کہ بندہ اپنی بندگی اس مقام تک لے جائے جہاں بندگی اور ولایت کی انتہا ہے جس کے آگے ولایت کا کوئی مقام نہیں؟ اس سے اعلیٰ کوئی مقام ہو تو ہمیں بتاؤ۔ جتنے بھی دین کے شعبے ہیں سب کا آخری مقام اولیاء صدیقین کا یہی مقام ہے **یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رَضَا مَحْبُوْبِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ** کہ دونوں جہاں اللہ پر فدا کر دے۔

جنت سے بڑھ کے مزہ کا حصول

مولانا حسن صاحب! اس وقت آپ کی مسجد میں جو یہ مضمون ہوا ہے کہ اس زور و شور کے ساتھ اس سفر میں پہلی مرتبہ بیان کیا۔ میر صاحب بتاؤ یہ مضمون کیسا لگا؟ میر صاحب ہمارے رفیق سفر والحضر اور قدرداں ہیں۔ یہ خوب سمجھتے ہیں میری بات کو۔ بس اگر یہ مقام ہم نے حاصل کرلیا تو قلب میں وہ انعامات پائیں گے کہ دنیا ہی میں جنت کا مزہ پا جائیں گے بلکہ جنت سے بڑھ

کے مزہ پائیں گے کیونکہ جنت مخلوق ہے، حادِث ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم ہیں واجب الوجود ہیں پس جنت اللہ کی برابری کیسے کرسکتی ہے۔

مانا کہ میر گلشنِ جنت تو دور ہے
عارف ہے دل میں خالقِ جنت لئے ہوئے

اختر جو بات پیش کررہا ہے اس پر عمل کرلیں تو سچ کہتا ہوں کہ ہم اور آپ جینے کا مزہ پاجائیں گے۔ ان ظالموں نے جینے کا کوئی مزہ نہیں پایا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کی راہوں سے چوری چھپے حرام خوشیوں کی عادت ڈالی ہوئی ہے، وہ حیات کی لذت سے کبھی آشنا نہیں ہوسکتے، خالقِ حیات کو ناراض کرکے لذتِ حیات سے آشنا ہونا چاہتے ہو؟۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

مَعِیْشَةً ضَنْکًا کا جس پر نزول ہو، جس کی حیات مظہرِ حیاتِ معیشۃ ضنکا ہو وہ کیا جانے حیاتِ طیبہ کو اور جس کی حیات حیاتِ طیبہ سے وابستہ ہو کیا پوچھتے ہو اس کی زندگی کو۔

میر صاحب! کیا کریں اب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ مولانا رومی کا وہ شعر پیش کرکے اب میں ختم کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

بوئے آں دلبر چوں پراں می شود
ایں زباں ہا جملہ حیراں می شود

جتنی زبانیں عالم میں ہیں اللہ تعالیٰ کی لذتِ غیر محدود کو بیان کرنے سے حیران اور قاصر ہیں۔

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے، علم کے ساتھ عمل کی توفیق بھی ضروری ہے۔ علوم و معارف کی بارش ہو مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت بھی ساتھ ہو

تب کام بنتا ہے:

﴿وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا﴾

(سورۃ النُّور، آیت: ۲۱)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ فضل ورحمت نصیب فرمادیں۔ یا کریم یا اللہ آپ نے اپنے اس فضل ورحمت کو ہمارے تزکیہ کا موقوف علیہ بیان فرمایا ہے۔ اے اللہ آپ نے قرآنِ پاک کی اس آیت وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ الخ میں جس رحمت اور جس فضل کو ہم سب کے تزکیہ کا قیامت تک کے لیے موقوف علیہ ارشاد فرمایا اس رحمت کو اور اس فضل کو اپنی رحمت و فضل ہی سے عطا فرمادیجئے کہ ہمارا استحقاق نہیں ہے، ہم نالائق ہیں، اس فضل ورحمت کو اے خدا اپنے فضل ورحمت ہی سے عطا فرمادیجئے کہ ہم سب مسافر ہیں اور اے اللہ آپ مسافر کی دعا کورد نہیں فرماتے۔

اختر کو، میری ذُرِّیات کو، میرے جملہ احباب حاضرین و غائبین کو، میں اپنے غائب دوستوں کو بھی یاد رکھتا ہوں کہ میرے حاضرین احباب کو اور غائبین احباب کو اپنی رحمت سے اولیاءِ صدیقین کی منتہیٰ تک پہنچادیجئے یعنی ایسا ایمان و یقین عطا فرمادیجئے کہ ہماری ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔ جو مانگا اللہ نے قبول فرمایا اور جو دعا قبول نہیں ہوئی اس میں میرا دردِ دل نہیں تھا۔ جو دعا اللہ تعالیٰ قبول فرمانا چاہتے ہیں اسی کی توفیق دیتے ہیں، یہ بات میں خاص بتا رہا ہوں۔ جب ان کو قبول کرنا ہوتا ہے تب ہی توفیق بھی مانگنے کی دیتے ہیں ورنہ تو خیال بھی نہیں جاتا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ مانگو۔ اے خدا! ہم سب کو اولیاءِ صدیقین کی منتہیٰ تک پہنچادے اور ہماری زندگی کی ہر سانس کو اپنی ذاتِ پاک پر فدا کرنے کی توفیق دے اور ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی میں استعمال کرنے سے اپنا تحفظ عقلاً، شرعاً، طبعاً، تکمیلاً نصیب فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ یہ مقام اختر کو بھی اور آپ سب کو نصیب فرمائے اور آپ سب کو

ہمارے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور مجھ کو، میرے مشائخ کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے اور یہ تمام عمل سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی صدقۂ جاریہ بنائے کیونکہ امت کے نیک اعمال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ بلند ہوتا ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوں گے اور ہمارا کام بن جائے گا۔

ہمارے مدارس اور مساجد اور خانقاہوں کو اور دینی خدمتوں کو اللہ قبول فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پاک کو اس کا ثواب عطا فرمادے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کو ہم سب سے خوش فرمادے اور ہم کو ہمارے ماں باپ، اساتذہ و مشائخ کے لئے بھی اس کو صدقۂ جاریہ بنا۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ملفوظات

وعظ کے بعد حضرت مرشدی دامت برکاتہم مع احباب مولانا غلام حسن صاحب کے مکان پر تشریف لائے جہاں مولانا نے ناشتہ کا انتظام کیا تھا۔ حضرت والا نے حسبِ عادتِ شریفہ ناشتہ کے دوران ملفوظات ارشاد فرمائے جن میں سے بعض یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ (مرتب)

مقصدِ زندگی

ارشاد فرمایا کہ شیخ وہ ہے جو ہر وقت اللہ پر فدا رہے، رفقاء شیخ کو بھی اللہ پاک یہی مقام عطا فرمائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں کہ ہماری حیات من و عن ہر سانس، ہر نَفَس مالک پر فدا رہے، ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پر فداکاری کے لئے دنیا میں بھیجا ہے کیونکہ وہاں اسبابِ فداکاری نہیں تھے، سر نہیں تھا کہ سجدہ کرتے، پیٹ نہیں تھا کہ روزہ رکھتے، پیر نہیں تھے کہ طواف کرتے، زبان نہیں تھی کہ ذکر کرتے، دل نہیں تھا کہ ہر وقت

قلب میں ان کو یاد رکھتے اور ان کی نافرمانی سے دل کو بچاتے۔ دل کو گناہوں کی لذت سے تحفظ کی فکر کرنا آسان نہیں ہے۔ شیطان کہتا ہے ارے ملا! ارے صوفی! اب آئندہ تو تو گناہ نہیں کرے گا مگر کم از کم پچھلے گناہوں کو یاد کرکے ان کا مزہ تو لوٹ لے اور گاڑی کو ریورس (Reverse) کرلے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دل میں گناہوں کے خیالات پکانے کو بھی حرام قرار دیا ہے یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ لیکن دیکھا آپ نے کہ شیطان کس طرح گاڑی ریورس کراتا ہے۔

لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ الخ پڑھنے کی فضیلت

ارشاد فرمایا کہ جب بندہ لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے فرشتو سن لو! میرے بندے جو لاحول پڑھ رہے ہیں یہ سب کے سب فرماں بردار ہو گئے۔ حدیث کی عبارت ہے اَسۡلَمَ عَبۡدِیۡ وَاسۡتَسۡلَمَ اس کی شرح کیا ہے؟ اَسۡلَمَ عَبۡدِیۡ اَیۡ عَبۡدِیۡ اِنۡقَادَ وَ تَرَکَ الۡعِنَادَ یعنی میرا بندہ فرماں بردار ہو گیا اور نافرمانی چھوڑ دی لہٰذا جب لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ پڑھو تو یہ مراقبہ کرو کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے میرے لیے فرما رہے ہیں کہ اے فرشتو سن لو! میرا یہ بندہ فرماں بردار ہو گیا۔ عَبۡدِیۡ اِنۡقَادَ وَ تَرَکَ الۡعِنَادَ اور وَاسۡتَسۡلَمَ کا کیا مطلب ہے؟ اَیۡ فَوَّضَ عَبۡدِیۡ اُمُوۡرَ الۡکَآئِنَاتِ بِاَسۡرِھَا اِلَی اللہِ عَزَّ وَجَلَّ میرے بندے نے اپنی کائنات کی تمام ضروریات کو میرے سپرد کر دیا۔ تو لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کا ایک عظیم انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ذکر فرشتوں سے فرماتے ہیں۔ مالکِ کائنات ہم غلاموں کو وہاں یاد فرمائیں کیا کرم ہے اُن کا! اس لئے جب لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ پڑھو تو اس میں یہ

مراقبہ بھی کرلیا کرو تا کہ ہمارا دل خوش ہوجائے کہ زمین والوں کا ذکر عرشِ اعظم پر ملائکہ مقربین اور ارواحِ انبیاء و مرسلین کے سامنے ہورہا ہے عِنۡدَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ الۡمُقَرَّبِیۡنَ وَعِنۡدَ اَرۡوَاحِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ۔

کھانے کے بعد کی دعا کی عجیب شرح

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں مجرمین کے لیے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿کُلُوۡا وَتَمَتَّعُوۡا قَلِیۡلًا اِنَّکُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ﴾

(سورۃ المرسلات، آیت:۴۶)

اس لیے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو مجرموں کے کھانے سے الگ فرمایا اور ہمیں یہ دعا سکھائی کہ جب تم کھانا کھاؤ تو یہ دعا پڑھ لیا کرو:

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَطۡعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسۡلِمِیۡنَ﴾

(سنن الترمذی، باب ما یقول اذا فرغ من الطعام، ج:۲، ص:۱۸۳)

اے اللہ! تیرا احسان ہے کہ ہم مسلمین ہوکر کھارہے ہیں۔ کھانا تو کافر بھی رہے ہیں لیکن ان کا کھانا مجرمانہ ہے، اس دعا میں اس کا شکر ہے کہ ہمارا کھانا مسلمانہ ہے اور اگر کوئی پوچھے کہ مسلمین کے کیا معنیٰ ہیں تو مشکوٰۃ شریف کی شرح پیش کردوں اَیۡ مِنَ الۡمُوَحِّدِیۡنَ وَ الۡمُنۡقَادِیۡنَ فِیۡ جَمِیۡعِ اَمۡرِ الدِّیۡنِ بظاہر تو یہ جملۂ خبریہ ہے مگر معنیٰ میں جملۂ انشائیہ ہے کہ توحیدِ کامل اور تمام اُمورِ شریعت میں پابندی کرنے کے بعد تم کو کھانا کھانا چاہیے ورنہ تمہارا کھانا غیر شریفانہ کھانا ہوگا۔ اور اگر نالائق ہو تو مستغفرین بن کر کھاؤ، اگر منقادین نہیں ہو تو کم از کم تائبین و مستغفرین تو بنو۔

قربِ عبادت اور قربِ ندامت

ارشاد فرمایا کہ بعض نعمت بعضوں کے لیے خاص ہے۔

عبادت مشترک ہے ملائکہ میں اور ہم لوگوں میں، وہ بھی عبادت کرتے ہیں اور ہم بھی عبادت کرتے ہیں مگر استغفار و توبہ اور ندامت کا لطف ہمارے ساتھ خاص ہے، فرشتے استغفار اور توبہ وندامت نہیں جانتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان سے خطا نہیں ہوتی، تو توبہ کرنے میں اور معافی مانگنے میں جو مزہ انسانوں کو ملتا ہے وہ فرشتوں کو نہیں ملتا کیونکہ وہ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ہیں یعنی ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کے خلاف نہیں کرتے اور ہم اس کے خلاف خطا کر جاتے ہیں پھر ندامت طاری ہوتی ہے کہ ہم نے اپنے پالنے والے سے کیا نالائقی کی۔ پس توبہ میں اور استغفار میں اتنا مزہ آتا ہے کہ جب بندہ گڑگڑا کر کہتا ہے کہ اے اللہ مجھے معاف کر دیجئے، میں بہت ہی نالائق ہوں کہ آپ کا کھا کر آپ ہی کے خلاف طاقت استعمال کرتا ہوں اور پھر بھی آپ میری روٹی بند نہیں فرماتے، آپ کی دی ہوئی روٹی سے جو خون بنا اور خون سے جو طاقت پیدا ہوئی اُس کو آپ کی نافرمانی اور گناہ میں استعمال کرتا ہوں اور آپ کے کرم کی انتہا ہے کہ پھر بھی آپ روٹی دیتے ہیں۔ اگر ہمارا کوئی دنیاوی دوست ہو اور ہماری روٹی کھا کر الیکشن میں ہمارے خلاف چلے تو ہم پہلا کام یہ کریں گے کہ اس کی روٹی بند کر دیں گے کہ اس نالائق کو روٹی مت دو تاکہ مخالفت کی طاقت ہی نہ رہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے گنہگاروں کی روٹی بند نہیں فرماتے۔ توبہ اور استغفار کا دروازہ اللہ نے نہ رکھا ہوتا تو شاید ہی کسی انسان کا سوائے انبیاء علیہم السلام کے جنت میں جانا آسان ہوتا۔ اس لئے استغفار اور توبہ بہت بڑی نعمت ہے اور اس کی لذت عبادت سے زیادہ ہے۔ عبادت میں عجب و کبر ہو سکتا ہے، عبادت تو شیطان نے بھی بہت کی تھی مگر ندامت سے محروم رہا، عبادت میں وہ ہمارے ساتھ شریک ہے مگر ندامت میں ہمارے ساتھ شریک نہیں اس لیے ندامت ہمیں شیطان

سے ممتاز کرتی ہے اور باوفا قرار دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اپنی رحمت سے ندامت اور استغفار و توبہ کی دولت بھی نصیب فرمائی جو ہمارے ساتھ خاص ہے۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ توبہ اور معافی مانگنے کی لذت تمام عبادتوں سے الذ ہے اور اللہ کو محبوب ہے، حدیثِ پاک ہے:

﴿لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ﴾

(تفسیر روح المعانی، ج:۳۰)

اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ﴾

(سورۃُ البقرۃ، آیت:۲۲۲)

معلوم ہوا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے توبہ اور معافی کا مزہ عطا فرمایا۔ تو جس وقت بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے اور معافی مانگتا ہے اور گڑگڑاتا ہے کہ مالک مجھے معاف کردیجئے تو اس کا مزہ وہی جانتا ہے جیسے کوئی بچہ باپ کی نافرمانی کرکے نادم ہوجائے اور ابا کے پیر پکڑ کر رونے لگے کہ ابا مجھے معاف کردیجئے تو ابا مارے خوشی کے اس کو لپٹا لیتا ہے تو اس کا مزہ وہی جانتا ہے، یہ ہے لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ اس لئے اللہ تعالیٰ نے معافی مانگنے کی بہت بڑی نعمت دی ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے عشاء کے بعد سجدہ میں جو سر رکھا تو فجر کی اذان تک یہ شعر پڑھتے رہے ؎

اے خدا ایں بندہ را رُسوا مکُن
گر بدم من سِرّ من پیدا مکُن

اے خدا! امداد اللہ کو رُسوا نہ کرنا، اگرچہ میں گنہگار ہوں لیکن میرے گناہوں کو ظاہر نہ کرنا، میری رسوائی کو مخلوق پر ظاہر نہ کرنا۔

گر بدم من سِرّ من پیدا مکُن

فارسی میں پیدا کے معنیٰ ظاہر کرنے کے ہیں لہٰذا توبہ اور معافی مانگنے کی لذت عبادت کی لذت سے الگ ہے جو اللہ نے فرشتوں کو بھی نہیں دی، شیطان بھی اس سے محروم رہے، یہ صرف انسانوں کو عطا فرمائی۔ شیطان نے جو اللہ تعالیٰ سے کہا تھا اَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ مجھ کو مہلت دے دیجئے تاکہ قیامت تک میں آپ کے بندوں کو بہکاتا رہوں تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ کاش یہ ظالم اَنۡظِرۡنِیۡ کے بجائے اُنۡظُرۡ اِلَیَّ کہہ دیتا کہ اے اللہ مجھ پر مہربانی کی ایک نظر ڈال دیجئے تو اس ظالم کا بیڑا پار ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ توفیقِ توبہ علامتِ مقبولیت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ تَابَ عَلَیۡهِمۡ لِیَتُوۡبُوۡا﴾

(سورۃ التوبۃ، آیۃ:۱۱۸)

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی لِیَتُوۡبُوۡا تاکہ وہ توبہ کرلیں، معلوم ہوا زمین پر توفیقِ توبہ آسمان سے آتی ہے، لہٰذا جس کو توفیقِ توبہ ہوتی ہے سمجھو اُسے اللہ کی رحمت و مہربانی کا مال مل گیا۔ وہ مہربانی، عنایت و رحمت کا مظہر اور مورد ہوتا ہے، تو اللہ جس بندہ پر مہربانی کرتا ہے پھر وہ بندہ کیا کرتا ہے؟ وہ لِیَتُوۡبُوۡا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں لَا تَقۡرَبُوۡا رہو تو لَا تَفۡعَلُوۡا رہو گے اور تَقۡرَبُوۡا رہو گے تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی ایک دن قربانی ہو جائے گی۔ اس لیے اپنے نفس پر کبھی اعتماد مت کرو۔ کسی نامحرم لڑکی کو مت پڑھاؤ چاہے قرآن شریف پڑھانا ہو۔ ایسے ہی اگر کسی لڑکے میں نمک اور کشش ہے تو اس کو بھی مت پڑھاؤ، پیٹ پر پتھر باندھ لو، فاقہ کرلو، سبزی بیچ لو، اللہ کے راستہ کی یہ ذلت آپ کی عزت کا سبب ہوگی۔ جن کو عشق بازی کا شدید مرض ہو وہ طلبہ کو پڑھانے کی نوکری نہ کریں۔ یہ خاص بات بتاتا ہوں۔ ایک تو وسوسہ ہے، ایک یہ ہے کہ وہ وسوسہ پر عمل کرلیتا ہے اور گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے تو ایسے کو

جائز نہیں کہ وہ مُدَرِّسی کا کام کرے، پھر وہ کیا کام کرے؟ وہ مؤذنی کا کام کرے، امامت کرلے، مُبلّغی کرلے، واعِظ بن جائے۔ ورنہ کومچی (سوزوکی) لے کر مال سپلائی کرلے، کنبہ پالنے کے لیے کومچی کافی ہے، تجربہ کی بات بتارہا ہوں۔

بس مقصود یہ ہے کہ ہماری کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی ناخوشی میں استعمال نہ ہو اور ہر سانس اللہ پاک پر فدا ہو اور اگر کبھی لغزش ہوجائے تو اس کی تلافی توبہ واستغفار سے کرو، آنکھوں نے اگر حرام مزہ چکھ لیا تو اتنا روؤ کہ نفس بھی یاد کرے کہ دیکھو اس نے تو ہمیں اتنا رُلایا کہ جتنا مزہ لیا تھا اس سے زیادہ سزا دے دی، چھ رکعات توبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خوب روؤ اور نفس پر ناشتہ کی پابندی لگادو، ایک آدھ وقت کا فاقہ کروتا کہ نفس ڈر جائے کہ بھئی بڑا اجلا دملا ہے، دیکھو تو آج کھانا بھی نہیں دے رہا، دن بھر روزہ رکھوادیا۔

جسمانی ناشتہ تو ہوگیا، اب روحانی ناشتہ یہ ہے کہ جس کا ناشتہ کھایا ہے اس کے خلاف نہ کرو اور اگر خطا ہوجائے تو خطاءِ بندگی پر استغفار وتوبہ عطاءِ خواجگی کا سبب بن جاتا ہے۔ خطاءِ بندگی پر استغفار وتوبہ اور ندامت کے آنسو عطاءِ خواجگی کا ذریعہ ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو اور قریب کرلیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ندامت زیادہ پسند ہے کیونکہ مالک کے پاس عبادت کرنے والے تو بہت ہیں، فرشتے ہر وقت عبادت کرتے ہیں، وہاں عبادت کی کوئی کمی ہی نہیں لہٰذا ہماری عبادت سے زیادہ اللہ کو ہماری ندامت پسند ہے۔ لہٰذا ایسی توبہ کرو کہ جگر کا خون اس میں شامل ہو۔

در مناجاتم ببیں خونِ جگر

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ میری مناجات میں میرا خونِ جگر شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دردِ دل سے معافی مانگو۔ آپ خود سوچیے آپ کا کوئی بچہ ہے اور مسکرا کر کہہ رہا

ہے کہ ابا معاف کردو، مسکرا بھی رہا ہے اور منہ ٹیڑھا کر کے سگریٹ کا کش بھی لگا رہا ہے۔ تو آپ کو اچھا لگے گا؟ لیکن اگر وہ پیر پکڑ کر رونا شروع کردے اور ٹوپی اُتار کے زمین پر رکھ دے کہ ابا جتنے چاہے جوتے مارلو تو آپ خوش ہوجائیں گے۔ بس اللہ تعالیٰ سے معافی لینے کے لیے رونے والوں کی شکل بنالو۔

بشارتِ منامیہ

ناشتہ کے بعد سب لوگ استراحت کے لیے لیٹ گئے۔ دس بجے کے قریب جب سب بیدار ہوگئے تو حضرت والا نے سب کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اوڈحس کے اس مدرسہ میں آج مولانا عبدالحمید صاحب کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، اس مقام پر زیارت ہونا اس مدرسہ کی قبولیت کی علامت ہے۔ اور جیسے تین حضرات صحابہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کی خوش خبری ملی تھی تو انہوں نے اپنا کرتا اُتار کر خوش خبری لانے والے کو دے دیا تھا۔ تو مولانا عبدالحمید صاحب کے خواب کے ذریعہ ملنے والی خوشخبری پر میں نے اپنا کرتا ان کو عطا کر کے سنتِ صحابہ ادا کی اور یہ کرتا میرے اور کرتوں میں حسین وجمیل تھا جو مولانا کی کالی داڑھی پر ماشاء اللہ زیادہ اچھا لگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ان کے لیے مبارک فرمائے۔

مولانا عبدالحمید صاحب کا خواب سنانے سے پہلے ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے مرشد شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ بے چینی سے کروٹ بدل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ اتنا بے چین کیوں ہیں؟ تو فرمایا کہ مجھ پر سورۂ انفال کا نزول ہو رہا ہے۔ میں اُس وقت ہدایۃ النحو پڑھ رہا تھا، اُس وقت مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ کوئی سورۂ انفال بھی ہے۔ یہ اس خواب کے صادق ہونے کی دلیل ہے، تخیلات میں پہلے سے کوئی علم ہو تو اس کا

تخیل ہوسکتا ہے مگر میں جانتا ہی نہیں تھا کہ یہ بھی کوئی سورۃ ہے کیونکہ میں حافظ نہیں تھا تو میں نے بعد میں حضرت سے پوچھا کہ حضرت سورۂ انفال کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ سورۃ ہے جس میں فتح کا تذکرہ ہے اور مالِ غنیمت کا تذکرہ ہے۔

اس زمانہ میں ہمارے سرائے میر مدرسہ میں مولانا شبیر علی عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کا عظیم الشان جلسہ ہوا، تاریخ میں ایسا جلسہ کبھی نہیں ہوا تھا، لوگ تلواریں چمکا رہے تھے اور نعرے لگا رہے تھے، لے کے رہیں گے پاکستان بٹ کے رہے گا ہندوستان تو حضرت نے اس خواب کو سنتے ہی فرمایا کہ پاکستان بن جائے گا ان شاء اللہ اور پھر مجھ سے فرمایا کہ فوراً اپنے تمام پیر بھائیوں کو بلاؤ۔ جب سب آگئے تو فرمایا کہ اب اپنا خواب ان حضرات کو سناؤ۔ اس لیے آج میں نے بھی اپنے تمام دوستوں اور مولانا کے پیر بھائیوں کو بلوایا ہے۔

اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ اور **لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ** کی تفسیر ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ دنیا میں بشارت کی تفسیر یہ ہے کہ کوئی اپنے لئے یا اُس کے احباب اس کے لیے اچھا خواب دیکھیں یعنی یا خود دیکھے یا اُس کے احباب دیکھیں تو یہ **لَهُمُ الْبُشْرٰى** کی تفسیر ہے۔ پس اس وقت مولانا غلام حسن کے مدرسہ اوخس میں اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالحمید کے ذریعہ عظیم الشان بشارت عطا فرمائی، ہم اس کے شکر گذار ہیں، اس کے اہل نہیں ہیں، مالک کریم ہے وہ نااہلوں پر بھی مہربانی کرنے والا ہے۔ کریم کی شان ہی یہی ہے کہ جو کسی نعمت کا مستحق نہ ہو وہ اس کو بھی محروم نہ فرمائے، اس کو کریم کہتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی دلیل قرآنِ پاک کی اس آیت سے پیش کی ہے:

﴿اِنَّ اللهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾

(سورۃُ التوبۃ، آیۃ: ۱۱۱)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ دل اور روح اچھا سودا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اچھے سودے کا تذکرہ نہیں کیا اور جو خراب چیز تھی یعنی نفس اُس کی خریداری کا ذکر قرآن پاک میں نازل فرمایا، نفس خراب چیز ہے، امارہ بالسوء ہے، اللہ تعالیٰ نے امارہ بالسوء کو خریدا جو کثیر الامر ہے، خطا کار ہے، نالائق ہے، خطاؤں کا تعلق نفس سے ہے جبکہ مؤمن کا دل اور مؤمن کی روح بہت شاندار ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کا گھٹیا اور خراب مال خریدا ہے **بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ لَاعَیْبَ فِیْهَا** بعوض جنت کے جس میں کوئی نقص، کوئی عیب نہیں ہے یعنی جو چیز میں خرید رہا ہوں وہ عیب دار ہے مگر میرا ثمن جس کے بدلے میں خرید رہا ہوں اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے کریم ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے کہ عیب دار سودا خرید رہے ہیں اس ثمن کے عوض میں، اس جنت کے بدلے میں جس میں کوئی عیب نہیں وہاں کوئی کالی، لنگڑی، لولی نہیں نہ وہاں کسی قسم کا کوئی غم، کوئی پریشانی ہے، وہاں عیب ہے ہی نہیں، وہاں گنہگار بھی جائیں گے تو وہ بھی بے عیب کردیئے جائیں گے یعنی ان کو گناہ کا وسوسہ بھی نہ آئے گا۔ **غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ** وہاں غلمان ہوں گے جو بچے ہوں گے اور ہمیشہ بچے رہیں گے اور ایسے ہوں گے جیسے چمکتے ہوئے موتی مگر کسی کو ان کے متعلق وسوسہ بھی نہیں آئے گا، ایسے ہی حوریں ہیں کہ کسی کی حور دوسرے کے سامنے آجائے تو معاصی تو درکنار معاصی کا خیال بھی نہیں آئے گا۔

تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کریم ہونے کی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ ایسی جنت جو **لَا عَیْبَ فِیْهَا** ہے عیب داروں کو عطا فرما رہے ہیں، کریم وہی ہے جو نالائقوں پر بھی مہربانی کرے، بندہ کے اندر کوئی

کمال نہیں ہے مگر اُس کریم کا کمال ہے کہ بے کمالوں پر بھی مہربانی کرے، یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔

اب مولانا عبدالحمید صاحب کی زبان سے ان کا خواب سنیے۔ مولانا عبدالحمید صاحب (ساؤتھ افریقہ) نے مندرجہ ذیل خواب سنایا:

ابھی ناشتہ کرنے کے بعد ہم لیٹے تو بیچ میں آنکھ کھلی پھر آنکھ لگ گئی تو دیکھا کہ حضرت مدظلہم کے ساتھ ہم مدینہ منورہ میں ہیں، تقریباً آٹھ بجے صبح ہم سب حضرت مدظلہم کے ساتھ مسجد نبوی گئے۔ حضرت والا کی مجلس کی جگہ مسجدِ نبوی کے بالکل درمیان میں ہے، حضرت مدظلہم روضۂ مبارک پر صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہوئے، مواجہہ شریف اور قدمین شریف کے بیچ کے کونہ پر حضرت مدظلہم تشریف فرما ہوئے اور صلوٰۃ وسلام اور درد و نالہ اور آہ وفغاں شروع کیا، حضرت کافی دیر وہاں رہے۔ پھر مسجدِ نبوی کے بالکل درمیان میں حضرت والا کی مجلس کی جو جگہ ہے وہاں ہم چند ساتھی بیٹھے ہیں، میں وہاں خواب ہی میں سو گیا۔ اور پھر اس خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت والا بہت خوشی اور وجد کے عالم میں صلوٰۃ وسلام عرض فرما رہے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ دیکھو میرے اختر کو۔ پھر حضرت والا بارہ ایک بجے وہاں مجلس کے لیے تشریف لے آئے اور بہت مختصر مجلس ہوئی۔ پھر ہم سب دوست احباب مکہ شریف روانہ ہوئے تو حضرت والا کے لئے ایک خاص گاڑی لائی گئی جو کومچی سے کچھ بڑی اور بس سے کچھ چھوٹی تھی اور بہت آرام دہ تھی، اس میں حضرت والا بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور خدام پاؤں دبا رہے تھے اور میں اور مولانا یونس پٹیل صاحب پاؤں کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر کچھ احباب کہنے لگے کہ

حضرت کا کیسٹ اب سعودیہ میں بکنے لگا ہے اور مارکیٹ میں آگیا ہے تو مجھے تعجب ہوا۔ میں کچھ سمجھا نہیں تھا۔ تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو میری کیسٹ اب یہاں بھی بکنے لگی ہے۔ میں نے مولانا یونس صاحب سے پوچھا یہ کون سی کیسٹ ہے؟ انہوں نے چپکے سے بتایا کہ ویسے تو حضرت کی کئی کیسٹیں آچکیں مگر یہ خاص مضمون تھا جو بہت ہی نمایاں تھا۔ مولانا یونس صاحب نے بتایا یہ بیان جو حضرت کا ہوا ''روح البیان'' کی طرف اشارہ ہے۔ (یہ سن کر حضرت والا نے فرمایا کہ آج فجر کے بعد جو بیان ہوا اللہ تعالیٰ کا کرم ہی معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔) تو اس کا تأثر جو ہوا وہ یہ تھا کہ اب تصوف ممالکِ عربیہ میں مقبول ہے اور حضرت اس کا ذریعہ ہیں، اس کے فاتح ہیں۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَ الْمِنَّۃُ حضرت والا مدظلہم نے فرمایا کہ سب لوگ کہو اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ تین مرتبہ فرمایا اور فرمایا سب درود شریف پڑھو۔ یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

ماشاء اللہ مولانا عبدالحمید اور مولانا یونس پٹیل سے فی الحال سلسلہ کا کام بھی زیادہ ہو رہا ہے یعنی ان کے بھی مرید ہونے شروع ہوگئے اور ان کے بھی، میرے دل میں یہ بات رہتی ہے کہ جنوبی افریقہ میں ان دو عالموں کے ذریعہ میرا کام زیادہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے سارے ہی احباب سے کام لے لے۔ میں چاہتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ اختر کو، میرے سارے احباب کو بلا استثناء اپنے دردِ محبت کے لیے قبول فرمالے۔ سارے عالم میں ہر انسان اللہ پر فدا ہو جائے۔ اس کی کوشش کی جائے کہ ایک انسان بھی ایسا نہ ہو جو اللہ پر فدا نہ ہو۔ ہمارا کام کوشش کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا کام قبول کرنا ہے اور ہمارے ارادے کو مراد تک پہنچانا ہے۔ ہمارا کام اچھے ارادے کرنا ہے، ہمارے ارادے کو مراد

تک پہنچانا مالک کا کام ہے۔

میری جو خواہش ہے کہ ہم سب اور میری اولاد و احباب ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہ کریں، بتاؤ میرا یہ جذبہ اور میری یہ خواہش اچھی ہے یا نہیں؟ دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری زندگی کی ایک سانس بھی ایسی نہ گذرے جس میں آپ کی ناخوشی کی راہ سے ایک ذرّہ خوشی ہم قلب میں استیراد، درآمد اور امپورٹ کریں، جس سے مالک ناخوش ہو ایسی باتوں سے، ایسے الفاظ سے، ایسے اعمال سے، ایسی حرکات سے، ایسے سکنات سے، ایسے لمحات سے، ایسے اوقات سے، ایسے لحظات سے اللہ تعالیٰ ہم کو محفوظ فرمائے اور جو باتیں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی ہیں میری اور میری اولاد کی، میرے احباب کی زندگی اللہ تعالیٰ کی انہی خوشیوں پر فدا ہو جائے اور اس کی ناخوشی کی راہوں سے بچنے کی منفی یاد بھی ہم کو نصیب ہو جائے کیونکہ یادِ کامل جب ہوتی ہے کہ اپنے مالک کو ہم خوش کرلیں اور ان کی ناخوشی سے اپنے کو بچالیں۔ اگر خوشی والے اعمال ہم کرتے ہیں اور گناہوں سے نہیں بچتے تو ہم ذکرِ مثبت کرتے ہیں لیکن اگر ہمارا ذکرِ منفی کمزور ہے تو نیک عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق تو ادا ہوگا، مگر گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوگا۔ نیک عمل اور عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے اور گناہ سے بچنا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے، اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا حق ہے۔ بتاؤ اللہ تعالیٰ کی خوشی کا کیا ذریعہ ہے؟ خالی محبت کا حق ادا کرتے رہو؟ حج، عمرہ، ملتزم پر چمٹنا، روضۂ مبارک پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنا، تسبیح پڑھنا مگر نافرمانی سے نہ بچنا؟ محبت کا بھی حق ادا کرو، عظمت کا بھی حق ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا جو حق ادا نہیں کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ کا خاص تعلق نصیب نہیں ہوسکتا گو رائیگاں وہ بھی نہیں۔

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

یہ مطلب نہیں کہ کوئی نالہ، کوئی فریاد رائیگاں جائے گی، ثواب تو سب پر ملے گا بس ایک نالہ ایسا ہوجائے جو مالک کو قبول ہوجائے، اگر زندگی میں ایک حرکت یا سکوت، فعل یا قول قبول ہوجائے تو اللہ کے یہاں جو مقبول ہوتا ہے تو بِجَمِیْعِ اَجْزَاءِہٖ مقبول ہوتا ہے، ایسا نہیں کہ وقتی طور پر مقبول ہوگیا پھر نامقبول ہوگیا۔ اس کے تمام اعمال و اخلاق کی مقبولیت اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، جس کو اپنا بناتے ہیں اس کو بِجَمِیْعِ قُلُوْبِہٖ وَقَوَالِبِہٖ وَ بِجَمِیْعِ اَقْوَالِہٖ وَ اَعْمَالِہٖ وَ اَخْلَاقِہٖ اپنا مقبول بناتے ہیں، اگر وہ گناہ کرنا بھی چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ فرماتے ہیں جیسے چھوٹا بچہ گندی نالی میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو ماں اس کے ایک ہلکا سا تھپڑ لگاتی ہے اور کھینچ کر نالی سے دور کردیتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کی دودھ پیتے بچہ کی طرح گناہوں سے حفاظت فرمائے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ وَاقِیَةً الخ کی شرح کی عجیب تمثیل

حدیث شریف کی دعا ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ وَاقِیَةً کَوَاقِیَةِ الْوَلِیْدِ﴾

(مجمع الزوائد)

اگر بچہ نادانی سے کوئی مضر اور نامناسب کام کرنا چاہتا ہے تو ماں پہلا کام یہ کرتی ہے کہ اس کو اس کام سے بچالیتی ہے۔ اسی طرح اے اللہ! اگر ہم کوئی نامناسب فعل کرنے کی جرأت کریں تو ہمیں اپنی رحمت سے کھینچ کر بچالے اور اگر بچہ کوئی غلط چیز زہر وغیرہ کھالے تو ماں اپنی انگلی اس کے منہ میں ڈال کر قے کرادیتی ہے۔ اسی طرح اگر بندہ سے گناہ ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کی

رحمت کا ہاتھ ہمارے گناہوں کو قے کراتا ہے بذریعہ اشکِ ندامت وآہ وزاری اور اشکباری پھراس کے بعد اپنی یاری کو بحال کردیتا ہے۔اور اگر زہریلا مادّہ بچہ کے جسم میں آگے بڑھ گیا ہے جہاں تک ماں کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تو ڈاکٹر سے کہتی ہے کہ اس کو دوا دے دیجیے اور قے کرادیجئے، ماں کی انگلی تو صرف حلق تک جاسکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تو ہر جگہ پہنچا ہوا ہے، وہ مالک تو ایسے ہیں کہ جسم کے ذرّہ ذرّہ پر قادر ہیں۔پس جو بندہ گناہوں کے زہر کا عادی ہوگیا تو اللہ تعالیٰ اس کو روحانی ڈاکٹر یعنی مشایخ کے پاس جانے کی توفیق عطا فرماتے ہیں تاکہ اس بندہ کے گناہوں کی ظلمات کے پہاڑ اس اللہ والے کے صدقہ میں اور اس کی برکت سے، اُجالے سے، انوار سے بدل جائیں۔

آج صبح کا جو بیان تھا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے نہایت خوش ہوگئے ہوں گے۔جیسے کسی کے دس بچے ہیں، کچھ لائق ہیں کچھ نالائق ہیں، ایک بچہ سب کو لائق بنانے کی فکر کرتا ہے اور سب کو سمجھاتا ہے کہ دیکھو بھائیو! ابا کو ناخوش کرنا اچھا نہیں ہے، تم سب ابا کا کام تو کرتے ہو مگر ان کی ناخوشی سے نہیں بچتے۔دیکھو! ابا جس بات سے خوش ہوں وہی عمل کیا کرو اور جس بات سے ناخوش ہوں اے میرے بھائیو کتنا بھی مزہ آئے اس کام پر لعنت بھیجو، اپنے باپ اور پالنے والے کو ناراض نہ کرو تو ابا ایسے بچے سے خوش ہوں گے یا نہیں؟امید ہے کہ اختر کی اس تقریر سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوجائیں گے کہ میرا یہ بندہ میری خوشیوں کے اعمال پر بھی تقریر کررہا ہے اور میری ناخوشی سے بچنے کی بھی ترغیب دے رہا ہے۔امید ہے کہ ربا ایسے بندہ سے خوش ہوجائیں گے جو ایک سانس بھی اپنے اللہ کو ناراض نہ کرنے کی تعلیم دے رہا ہو اور سب کو ہر سانس اللہ پر فدا کرنے کے لیے کوشش کررہا ہو۔

بعض وقت شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ ہم تو بہت ہی نالائق ہیں ہمارے اوپر اللہ کی رحمت اور فضل کی کیا صورت ہوگی؟ شیطان حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کرتا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آفتابت برحد شہامی زند
لطفِ عام تو نمی جوید سند

اے خدا! آپ کا آفتاب اور سورج جو دنیا کے آسمان پر چمک رہا ہے یہ جنگل میں گائے اور بھینس کے گوبر پر اور لید اور نجس گندگی پر اثر ڈالتا ہے، اپنی شعاعیں نہیں ہٹاتا کہ تم جیسے خبیث اور لید اور پائخانہ اور گوبر پر میں اپنی پاک شعاعیں کیوں ڈالوں؟ تو اے اللہ! آپ کی رحمت کے آفتاب کا کیا ٹھکانہ ہے۔ اے آفتابِ کرم اگر آپ اپنی ایک شعاع ہم نالائقوں پر ڈال دیں تو ہماری نجاستیں پاکی سے اور ہمارے اخلاقِ رذیلہ اخلاقِ حمیدہ سے بدل جائیں گے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❀❀❀❀❀

منکشف راہِ تسلیم جس پر ہوئی
اس کا غم رازدارِ مسرت ہوا
راہِ تسلیم میں جس نے سر دے دیا
اس کا سر تاجدارِ محبت ہوا

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نئے جام و مینا عطا ہو رہے ہیں

جو ہر دم خدا پر فدا ہو رہے ہیں
وہ فانی بتوں سے جدا ہو رہے ہیں
وہ خمرِ کہن تو قوی تر ہے لیکن
نئے جام و مینا عطا ہو رہے ہیں
کبھی قلب دے کر کبھی جان دے کر
رہِ عشق میں باوفا ہو رہے ہیں
خوشی اپنی اُن کی خوشی پر لٹا کر
ہم اب اہل صدق و صفا ہو رہے ہیں
کبھی پی رہے ہیں لہو آرزو کا
مٹا کر خودی باخدا ہو رہے ہیں
تجھے ہوں مبارک یہ اشک ندامت
نئے باب الفت کے وا ہو رہے ہیں
یہ شانِ کرم ہے کہ نالائقوں پر
کرم ان کے ہر دم عطا ہو رہے ہیں
محبت کی اختؔر کرامت تو دیکھو
کہ سلطان ہو کر گدا ہو رہے ہیں

﴿شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم﴾

مواعظ حسنہ نمبر ۷۷

لازوال سلطنت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال، کراچی پاکستان

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

﴿ ضروری تفصیل ﴾

نامِ وعظ:	لازوال سلطنت
نام واعظ:	شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم وعمت فیوضہم
تاریخ وعظ:	۱۴؍صفر المظفر ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹؍اکتوبر ۱۹۸۶ء بروز اتوار
وقت:	بعد نمازِ فجر
مقام:	جامع مسجد جامعہ اشرفیہ لاہور
موضوع:	تعلق مع اللہ کے غیر فانی انعامات
مرتب:	یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی (سید عشرت جمیل میرؔ صاحب)
کمپوزنگ:	مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی
اشاعت اوّل:	صفر المظفر ۱۴۳۰ھ مطابق فروری ۲۰۰۹ء

باہتمام: ابراھیم برادران سلمہم الرحمٰن
کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال نمبر ۲، کراچی

فہرست

صفحہ نمبر	عُنوان	نمبر شمار
۳۳۶	قرآن پاک کا ترجمہ کرنا آسان کام نہیں ہے	۱
۳۳۷	قرآن پاک میں شانِ رحمت کی تعلیم	۲
۳۳۸	بچوں کو سزا دینے کے طریقے	۳
۳۳۸	بغیر سمجھے قرآن پاک پڑھنا بھی ثواب سے خالی نہیں	۴
۳۳۹	قرآن پاک سے فرقہ معتزلہ کے ایک عقیدہ کا رد	۵
۳۴۰	اہل اللہ سے تعلق کا ایک عظیم الشان ثمرہ	۶
۳۴۱	توبہ کرنا کسی حال میں نہیں چھوڑنا چاہیے	۷
۳۴۴	صحبتِ اہل اللہ کے فوائد کی عجیب مثالیں	۸
۳۴۶	اہل اللہ کا ذکر فرشتوں کے ذکر سے افضل ہے	۹
۳۴۷	اللہ کے نام کی لذت بے مثل ہے	۱۰
۳۴۸	تعزیت تین دن تک کیوں مسنون ہے؟	۱۱
۳۴۹	ہر گناہ میں دوزخ کی خاصیت ہے	۱۲
۳۴۹	عاشقِ مجاز اور عاشقِ خدا کے آنسوؤں میں فرق	۱۳
۳۵۱	قرآن پاک کا محض لغت سے ترجمہ کرنا گمراہی ہے	۱۴
۳۵۲	حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان کو عصیان سے کیوں تعبیر کیا گیا؟	۱۵

۱۶	حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ایک تفسیری غلط فہمی کا ازالہ	۳۵۳
۱۷	اہل علم کا علم کب مؤثر ہوگا؟	۳۵۴
۱۸	حقیقی محبت صرف اللہ کے لیے خاص ہے	۳۵۷
۱۹	بدنظری سنکھیا سے بڑا زہر ہے	۳۵۸
۲۰	اللہ والے سارے عالم سے بے نیاز ہوتے ہیں	۳۵۹
۲۱	ہر صاحبِ نسبت کا عالم الگ ہوتا ہے	۳۶۰
۲۲	مخلوق کو ایذا پہنچانے والا صاحبِ نسبت نہیں ہوسکتا	۳۶۱
۲۳	مذکورہ آیت میں ذکر اللہ کی تفسیر	۳۶۴
۲۴	ذکر اللہ کی پانچ تفسیریں	۳۶۵
۲۵	ذاکر اور غافل گنہگار میں کیا فرق ہے؟	۳۶۶
۲۶	اللہ کے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرسکتا	۳۶۸
۲۷	گناہوں پر اصرار کی شرعی تعریف	۳۶۹
۲۸	اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اثرات	۳۷۱
۲۹	خاصانِ خدا گناہوں پر اصرار کیوں نہیں کرتے	۳۷۱
۳۰	اللہ کا ذکر روح کی غذا ہے	۳۷۲
۳۱	گناہوں سے بچنے کا نسخہ	۳۷۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لازوال سلطنت

نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

قرآن پاک کا ترجمہ کرنا آسان کام نہیں ہے

ایک مرتبہ میرے مرشدِ اوّل شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ پڑھ کر اس کا ترجمہ یہ کیا کہ اے اہلِ بیت، اے نبی کے گھر والو! تاکہ اللہ نجاستوں اور گندگیوں کو تم سے دور رکھے۔ اس آیت کا ترجمہ بعض لوگوں نے یہ کردیا کہ اے اہل بیت تاکہ اللہ نجاستوں کو تم سے دور کردے، لیکن حضرت پھولپوری نے فرمایا کہ عَــنۡ جب صلہ آتا ہے تو مجاوزت کے معنیٰ آتے ہیں لہٰذا عربی بلاغت کے اعتبار سے اس کا صحیح ترجمہ یہی ہوگا کہ اے اہلِ بیت تاکہ اللہ گندگیوں کو تم سے دور رکھے یعنی اللہ چاہتا ہے کہ نجاست تمہیں لگے ہی نہیں جبکہ دور کردے کا ترجمہ عربی بلاغت کے اعتبار سے صحیح نہیں جس کے معنیٰ نعوذ باللہ یہ ہوں گے کہ نجاست لگ گئی تھی پھر الگ کیا لہٰذا دور رکھے بہترین ترجمہ ہے، اللہ جزائے خیر دے حضرت حکیم الامت تھانوی کو کہ کیا عمدہ ترجمہ فرمایا۔ لہٰذا قرآن پاک کا ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہیں، جیسے بعض لوگ لغت کے اعتبار سے ترجمہ کرتے ہیں مثلاً اِنۡ هِــيَ اِلَّا فِتۡـنَـتُكَ کا ترجمہ یہ ہے کہ یا اللہ! یہ آپ کی طرف سے امتحان ہے، یہاں فتنہ بمعنی امتحان ہے، اردو میں جو فتنہ کے معنیٰ مستعمل ہیں وہ مراد نہیں۔ چنانچہ جس

معنیٰ پر قرآن نازل ہوا، جس معنیٰ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمادیا بس وہی معنیٰ مقرر ہوں گے، لہٰذا جو لوگ یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اے اہلِ بیت تاکہ اللہ تم کو نجاستوں سے پاک کردے وہ بالکل غلط ترجمہ کرتے ہیں۔

قرآن پاک میں شانِ رحمت کی تعلیم

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ قرآن رحمٰن نے سکھایا ہے، جب قرآن اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے تو اسے صرف لغت سے مت حل کرو، قرآن کے درست معنیٰ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھائے۔ یہاں ایک بات یاد آئی کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ میں صفتِ رحمٰن ہی کو کیوں نازل فرمایا؟ اس لیے کہ قیامت تک کے معلمینِ قرآن کو یعنی قرآن پڑھانے والوں کو یہ سبق مل جائے کہ بچوں کو شانِ رحمت سے پڑھاؤ، قصائی کی طرح ان کی پٹائی مت کرو ورنہ وہ مدرسہ سے نفرت کرکے انگریزی اسکولوں میں بھاگ جائیں گے۔

مجھے یاد ہے کہ ۱۹۶۴ء میں مسجد شہداء لاہور میں صوفی غلام سرور صاحب کے یہاں ایک صاحب حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس روتے ہوئے آئے کہ حضرت میرا ایک ہی بیٹا تھا، قاری صاحب کے پاس حافظ ہونے کے لیے بھیجا تھا، ایک دن انہوں نے سبق یاد نہ ہونے پر بچہ کی گردن جھکائی اور پیٹھ پر ایک گھونسہ مارا، گھونسہ بائیں طرف عین دل کے مقابل لگا اور بچہ کا ہارٹ فیل ہوگیا، یہ کہہ کر وہ شخص زاروقطار رونے لگا۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسے قصائیوں کو خدا ہدایت دے۔ علامہ شامی ابن عابدین لکھتے ہیں کہ نابالغ بچہ کو ڈنڈے سے مارنا بھی جائز نہیں ہے، شدید ضرورت پر استاد ہلکے ہاتھ سے مارے وہ بھی تین

تھپڑ سے زیادہ نہیں اِیَّاکَ اَنْ تَضْرِبَ فَوْقَ الثَّلَاثِ فَاِنَّکَ اِذَا ضَرَبْتَ فَوْقَ الثَّلَاثِ اِقْتَصَ اللہُ مِنْکَ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ جو تین مرتبہ سے زیادہ مارے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے استاد سے قصاص لے گا اور غصہ کی حالت میں ہرگز سزا نہ دے۔ جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے پھر سوچے کہ کتنی سزا مناسب ہوں۔ غرض تین تھپڑ سے زیادہ مارنا یا بہت زور سے مارنا جائز نہیں، وہ بھی سخت ضرورت پر ورنہ عام حالات میں بہت رحمت اور محبت سے بچوں کو پڑھاؤ۔

بچوں کو سزا دینے کے طریقے

بچہ کو سزا دینے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں، اگر سبق یاد نہ ہو تو اسے کلاس میں ایک طرف کھڑا کر دو، کھانا بند کر دو کہ جب سبق سناؤ گے تب کھانا دیں گے یا چھٹی بند کر دو کہ جب سبق سناؤ گے تب چھٹی ملے گی، بچوں کو سب سے زیادہ تکلیف چھٹی بند ہونے سے ہوتی ہے، ان کے نزدیک چھٹی بند ہونے سے بڑھ کر کوئی پٹائی نہیں، اس وقت مدرسہ سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی سزا نہیں۔ اس پر ایک واقعہ یاد آ گیا، ایک بچہ مدرسہ جا رہا تھا اور ایک قصائی ذبح کرنے کے لیے گائے لے جا رہا تھا جو چل نہیں رہی تھی اور قصائی اسے ڈنڈے سے ہانک رہا تھا، یہ دیکھ کر اُس بچہ نے اپنے ابا سے پوچھا کہ کیا یہ گائے بھی مدرسہ جا رہی ہے؟ تو مدرسہ میں چھٹی کے بعد ان کو تھوڑی دیر کے لیے روک لینا ان کے لیے زبردست مجاہدہ ہے۔

بغیر سمجھے قرآن پاک پڑھنا بھی ثواب سے خالی نہیں

تو میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن کو محض لغت سے حل نہیں کیا جا سکتا بلکہ جن پر قرآن نازل ہوا ہے ان کی زبانِ نبوت سے اور صحابہ اور تابعین کے اقوال

کی روشنی ہی میں قرآن کو سمجھا جاسکتا ہے ورنہ الفاظ کچھ ہوتے ہیں اور معانی کچھ اور مراد ہوتے ہیں۔ یہاں پر ایک بات اور عرض کردوں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کو بغیر سمجھے تلاوت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تو ایسا کہنے والا شخص یا بددین ہے یا جاہل ہے۔ میرے مرشدِ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہندوستان میں ستر مدرسے چلارہے ہیں، ان کے مدرسہ کے بچہ بچہ کو یہ سبق یاد ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کے کیا فوائد ہیں؟ نمبرا ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، نمبر۲ اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھتی ہے اور نمبر۳ دل کا زنگ دور ہوتا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ بغیر معنیٰ سمجھے قرآن پاک کی تلاوت فضول ہے تو وہ یا تو جاہل ہے یا بددین ہے کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پاک کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ یہاں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے الم کی مثال دی جس کے معانی کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے زبانِ نبوت سے یہ مثال کیوں نکلوائی؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں مستقبل کا یہ فتنہ تھا کہ مستقبل میں ایسے لوگ آئیں گے جو یہ کہیں گے قرآن کو بغیر سمجھے پڑھنا فضول ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بواسطہ زبانِ نبوت الم کی مثال دی تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ بغیر معنیٰ سمجھے بھی قرآن پاک کے ہر حرف پر ثواب ملتا ہے کیونکہ بڑے سے بڑا عالم بھی اس کے معنیٰ نہیں بتاسکتا۔ یہی کہے گا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِ ذَالِکَ اللہ ہی اس کے معنیٰ جانتا ہے۔

قرآن پاک سے فرقہ معتزلہ کے ایک عقیدہ کا رد

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ نازل فرمایا تو توّاب کے بعد رحیم کیوں

نازل فرمایا؟ اس لیے کہ علمِ الٰہی میں تھا کہ مستقبل میں فرقہ معتزلہ پیدا ہوگا، جس کا گمراہ کن عقیدہ یہ تھا کہ توبہ کرنے کے بعد قانون اور ضابطہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کے ذمہ معاف کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے توابیت کی صفت کے بعد صفتِ رحمت نازل فرما کر بتادیا کہ میں جو تمہاری توبہ قبول کرتا ہوں وہ کسی قانون اور ضابطہ سے نہیں کرتا بلکہ اپنی شانِ رحمت سے کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں معتزلہ کے مردود عقیدہ کا رد فرمادیا، اسی لیے اکابر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مقبولیت کی دعا مانگو کیونکہ جو ایک مرتبہ اللہ کے یہاں مقبول ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کبھی مردود نہیں کرتے، دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی مجلس میں کسی صالح ولی کے صدقہ میں مقبول بنادے۔

اہل اللہ سے تعلق کا ایک عظیم الشان ثمرہ

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ حضرت دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضاء دائمی عطا کردے، مولانا گنگوہی نے حضرت تھانوی سے پوچھا کہ مولانا دائمی کی قید کیوں لگاتے ہو؟ انہوں نے کہا تاکہ وہ ہمیشہ خوش رہیں، فرمایا رضائے کامل مانگو، وہ جس سے ایک دفعہ خوش ہوجاتے ہیں پھر کبھی ناراض نہیں ہوتے، جس کو ایک دفعہ مقبول بناتے ہیں پھر کبھی مردود نہیں کرتے، اگر اس سے کبھی خطا ہو بھی جائے تو توفیقِ توبہ سے پاک وصاف کردیتے ہیں، اسی لیے حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ جو لوگ اہل اللہ کا دامن پکڑے ہوئے ہیں، اللہ والوں سے بیعت ہیں، مشائخ کے یہاں سلوک طے کررہے ہیں، اگرچہ ان سے لغزشیں بھی ہوجائیں، اگرچہ وہ کبھی کسی گناہ سے مغلوب بھی ہوجائیں لیکن آخر میں جب اُن کا خاتمہ ہوگا تو

اللہ تعالیٰ تمام ماسویٰ اللہ پر اپنے تعلق کو غالب کر کے کاملین میں نہ سہی تائبین میں ضرور اُٹھائیں گے۔

حکیم الامت تھانوی کے مُجازِ صحبت حافظ عبدالولی صاحب نے ایک دن مجھے ایک خط دِکھایا کہ اختر میں تجھے حکیم الامت کے الفاظ دِکھانا چاہتا ہوں، میں نے حضرت کو خط لکھا تھا کہ حضرت! میرے اعمال تو بڑے خراب ہیں، مجھے بہت ڈر لگتا ہے کہ نہ جانے قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا؟ اس کے جواب میں حضرت حکیم الامت نے اپنے دستِ مبارک سے حافظ عبدالولی صاحب کو جو جواب تحریر فرمایا اس کو میں نے خود پڑھا ہے، حضرت کے الفاظ یہ تھے کہ ان شاء اللہ بہت اچھا خاتمہ ہوگا، اگر کاملین میں نہ اٹھائے گئے تو تائبین میں ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ اور فرمایا کہ جو لوگ اللہ اللہ کرتے ہیں اور اللہ والوں کے پاس آتے جاتے ہیں ان سب کے ساتھ اللہ کا یہی معاملہ ہوگا کہ موت سے پہلے ماسویٰ اللہ پر اپنا تعلق غالب فرمادیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو رحم آتا ہے کہ ساری زندگی یہ مجاہدہ کرتا رہا، نفس سے کشتی لڑتا رہا، کبھی چت ہوگیا کبھی جیت گیا لہٰذا رحم فرما کر آخر میں اسی کو غالب فرمادیتے ہیں اور تعلقاتِ ماسویٰ اللہ پر اپنا تعلق غالب فرما کر اپنے پاس بلاتے ہیں۔ اس پر خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

تو دبالے کو بعد میں بیان کیا کہ آخر میں تو ہی دبائے گا ان شاء اللہ۔

توبہ کرنا کسی حال میں نہیں چھوڑنا چاہیے

خواجہ صاحب کی اس ترتیب میں حکیم الامت کا وہ ملفوظ بھی آگیا جو

ابھی بیان کیا۔ خواجہ صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

مان لیجیے! ایک آدمی توبہ کرتا ہے پھر اس کی توبہ ٹوٹ جاتی ہے پھر وہ اللہ سے معافی مانگتا ہے، دس دن ذکر کرتا ہے تین دن چھوڑ دیتا ہے، پھر شروع کر دیتا ہے بہر حال کام میں لگا ہوا ہے تو فرماتے ہیں ان شاء اللہ یہ بھی سلوک طے کر جائے گا، سلوک ان کا نامراد ہوتا ہے جو بیٹھ جاتے ہیں اور پھر چلتے ہی نہیں۔ اسی لیے مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ؎

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے، گر کر اُٹھے، اُٹھ کر چلے

تو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

دوستو! اگر مچھلی کو سو دفعہ پانی سے نکالو تو وہ پھر پانی میں جائے گی۔ اگر اس سے کہو کہ تجھے پانی میں جاتے ہوئے شرم نہیں آتی تو وہ کہے گی ایسی شرم پر مار و لات کیونکہ پانی ہے میری حیات، پانی کے بغیر تو مجھے موت آجائے گی۔ اسی طرح بندہ سے چاہے لاکھ دفعہ گناہ ہو جائے تو لاکھ دفعہ توبہ کرے اور توبہ سے نہ شرمائے کیونکہ توبہ سے شرمانا اللہ سے دوری کو برداشت کرنا ہے۔ جیسے غالب نے مسلمانوں کو توبہ کرنے سے شرم دلائی تھی ؎

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

اس شعر کے بارے میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے فرمایا کہ میں نے غالب کے اس شعر کی اصلاح کی ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے سلسلہ کے نہایت قوی النسبت بزرگ ہیں، ہمارے تمام مشائخ بھی ان کو صاحبِ نسبت کہتے ہیں۔ میں نے خود دیکھا کہ مصنف عبدالرزاق کا حاشیہ لکھنے والے مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا علی میاں ندوی اور مفتی محمود الحسن گنگوہی جیسے بڑے علماء اُن سے دُعائیں لیتے تھے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ غالب نے اس شعر میں اتنی شرم دِلائی ہے کہ شرم کی حقیقت ضائع کردی اور گنہگار مارے شرم کے کعبہ نہیں جائیں گے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی شرح میں حیا کی حقیقت بیان فرماتے ہیں فَاِنَّ حَقِیْقَۃَ الْحَیَا اَنَّ مَوْلَاکَ لَا یَرَاکَ حَیْثُ نَہَاکَ حیا کی حقیقت یہ ہے کہ تمہارا مولیٰ تمہیں ان باتوں میں مبتلا نہ دیکھے جن سے تمہیں منع کیا ہے۔ تو مولیٰ کو ناراض کرتے ہوئے تو شرم نہیں آئی، معافی مانگتے ہوئے شرم آرہی ہے، یہ شرم تو حرام ہے لہٰذا مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے غالب کے شعر کی اصلاح کردی اور فرمایا۔

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

دوستو! اگر مچھلی پانی سے نکل جائے تو کیا وہ یہ کہے گی کہ میں نے ایک دفعہ شکاری کا چارہ کھالیا اب مجھے پانی میں جاتے ہوئے شرم آرہی ہے، اگر ایک کروڑ بار

پانی سے نکلے گی تو ایک کروڑ بار پانی میں جائے گی۔ پس اگر کروڑہا گناہ ہو جائیں تب بھی اللہ کے سوا کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہے جہاں جاؤ گے، ایک ہی اللہ ہے، ایک ہی پالنے والا ہے، گنہگاروں کا خدا بھی وہی ہے اور صالحین اولیاء کا خدا بھی وہی ہے۔ ایک بزرگ نے تہجد کی نماز پڑھی تو غیب سے آواز آئی کہ تمہاری تہجد قبول نہیں، ان کے خادم نے بھی یہ آواز سن لی تو اس نے کہا جب تہجد قبول نہیں تو آرام سے سوئیے، تو وہ بزرگ رونے لگے، کہنے لگے قبول ہو یا نہ ہو، ہمارا ایک ہی خدا ہے، ایک ہی دروازہ ہے اسے چھوڑ کر کہاں جائیں، وہ چاہے قبول کریں یا نہ کریں ہمارے لیے اس کے علاوہ کوئی اور بارگاہ نہیں ہے کہ اس کو چھوڑ کر دوسری چوکھٹ پر سر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی اس بات پر ایسا پیار آیا کہ فوراً آسمان سے آواز آئی ؎

قبول است گرچہ ہنر نیستت
کہ جز ما پناہِ دِگر نیستت

اے شخص! تیرا سب تہجد قبول ہے اگرچہ تیرا ہنر اس قابل نہیں کہ اسے قبول کیا جائے پھر بھی ہم قبول کرتے ہیں، کیونکہ میرے سوا تیرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو
کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا

اور ایک بزرگ سے فرما رہے ہیں ؎

جس گلستاں کے تم گلِ تر ہو
خار اُس بوستاں کے ہم بھی ہیں

صحبتِ اہل اللہ کے فوائد کی عجیب مثالیں

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک کانٹا رو رہا

تھا کہ میں نے صلحاء کی زبان سے سنا ہے کہ آپ کا نام سَتَّارُ الْعُیُوْبِ ہے یعنی عیبوں کو چھپانے والا، لیکن آپ نے مجھے تو کانٹا بنایا ہے، میرا عیب کون چھپائے گا؟ مولانا رومی دیوانِ شمس تبریز میں فرماتے ہیں کہ اس کی زبانِ حال کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر پھول کی پنکھڑی پیدا کردی تاکہ وہ پھول کے دامن میں اپنا منہ چھپالے۔ بتایئے! گلاب کے پھول کے نیچے کانٹے ہوتے ہیں یا نہیں؟ مگر باغبان ان کانٹوں کو باغ سے نہیں نکالتا، باغ سے صرف وہ کانٹے نکالے جاتے ہیں جو خالص کانٹے ہیں، جنھوں نے کسی پھول کے دامن میں پناہ نہیں لی، اسی طرح جو اللہ والوں سے نہیں جڑتے ان کے لیے تو خطرہ ہے، لیکن جو گنہگار اللہ والوں کے دامن میں منہ چھپائے ہوئے ہیں وہ نہیں نکالے جائیں گے بلکہ ان اللہ والوں کی برکت سے ایک دن وہ بھی اللہ والے بن جائیں گے۔ دنیا کے کانٹے تو پھولوں کے دامن میں کانٹے ہی رہتے ہیں لیکن اللہ والے ایسے پھول ہیں کہ ان کی صحبت میں رہنے والے کانٹے بھی پھول بن جاتے ہیں۔

اگر دیسی آم لنگڑے آم کی قلم کے پیوند سے لنگڑا آم بن سکتا ہے تو دیسی دل یعنی غافل و گنہگار دل بھی اللہ والوں کے ذاکر دل کے پیوند سے اللہ والا بن سکتا ہے، لنگڑے آم میں تو یہ خاصیت ہو کہ وہ دیسی آم کو لنگڑا آم بنادے تو کیا اللہ والوں کی صحبت میں یہ خاصیت نہ ہوگی کہ ان کی صحبت گنہگار کو ولی اللہ بنادے۔ کیا اشرف المخلوقات اللہ والوں کی صحبت نباتات سے بھی کمتر ہے؟ جب نباتات جیسی مخلوق میں یہ خاصیت ہے کہ وہ اپنی صحبت میں رہنے والے کو اپنے جیسا بنادیتی ہے تو اللہ والوں کے دل میں اس خاصیت کو محال سمجھنا نہایت کم عقلی کی بات ہے۔

اہل اللہ کا ذکر فرشتوں کے ذکر سے افضل ہے

فتح الباری شرح بخاری میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کا اللہ کہنا فرشتوں کے اللہ کہنے سے افضل ہے اور اس کی دو وجہ بیان فرماتے ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ اللہ والے جو اللہ کا نام لے رہے ہیں تو وہ بغیر دیکھے اللہ کہہ رہے ہیں اور فرشتے دیکھ کر کہہ رہے ہیں اور ذکر عالمِ غیب کا افضل ہے ذکرِ عالمِ شہادت سے کیونکہ یہ بغیر دیکھے خدا پر مر رہے ہیں اس لیے اِن کا ذکر اُن کے ذکر سے افضل ہے جو دیکھ کر محبت کر رہے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشقِ من پیدا و دلبر ناپدید

میرا عشق تو ظاہر ہے مگر میرا محبوب پوشیدہ ہے یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ہے، نظر نہیں آتا ، اللہ کے عاشق ان کی خاطر ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے ہیں مثلاً اگر مری چلے جائیں اور گرم پانی نہ ملے تو بھی نماز قضاء نہیں کرتے، ٹھنڈے یخ پانی سے چاہے وہ بچھو کی طرح کاٹ رہا ہو وضو کرتے ہیں اور جہاد کے میدان میں گردن کٹوا رہے ہیں اور اپنا خون بہا رہے ہیں لیکن ان کا محبوب نظر سے پوشیدہ ہے۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

عشقِ من پیدا و دلبر ناپدید
در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

میرا عشق تو ظاہر ہے، میرا وضو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد سب ظاہر ہے لیکن جن کے لیے مر رہے ہیں وہ نظر نہیں آتے، لاؤ! دونوں جہان میں ایسا محبوب مجھے دکھاؤ کہ جس پر بغیر دیکھے جانیں دی جا رہی ہوں اور گردنیں کٹوائی جا رہی ہوں ۔

میں اُن کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتادے
لا مجھ کو دکھا اُن کی طرح کوئی اگر ہے

ان کا کوئی کفو نہیں وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ان کی برابری اور ہمسری کرنے والا کوئی نہیں ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت کا بھی کوئی ہمسر نہیں ہوسکتا۔

اللہ کے نام کی لذت بے مثل ہے

یہ بات خوب سمجھ لیجیے، اختر اپنے اکابر کے اقوال کی روشنی میں منبر سے اعلان کررہا ہے کہ اللہ کے نام کی مٹھاس اور اللہ کے نام کی لذت اور تعلق مع اللہ کی دولت اور تقویٰ کے نور کی نہ کوئی سلطنت ہمسر ہوسکتی ہے، نہ تخت وتاج ہمسر ہوسکتا ہے، نہ حوروں کی لذت ہمسر ہوسکتی ہے، نہ دنیا کی کوئی لذت ہمسر ہوسکتی ہے، نہ آخرت کی کوئی لذت ہمسر ہوسکتی ہے، اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس اور ان کے دیدار کی لذت کی کوئی لذت ہمسر نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ میرا کوئی ہمسر، کوئی برابری کرنے والا نہیں ہے، پس ان کے نام کی لذت کی بھی ہمسری کوئی نہیں کرسکتا، اس لیے جس کو بلا الیکشن سلطنت لینی ہو، جس کو بلا الیکشن وزارتِ عظمیٰ کی کرسی لینی ہو، جس کو بغیر پیسے کے ساری دنیا کے سیب کھانے ہوں کیونکہ پیسہ ہوتے ہوئے بھی ایک کلو سیب کھانے کے بعد معدہ جواب دے جاتا ہے لیکن جو ایک دفعہ محبت سے اللہ کہتا ہے ساری کائنات کے سیب وہ کھالیتا ہے، سارے جہان کی نعمتوں کی لذت اس کے قلب میں داخل ہوجاتی ہے۔ محبت سے اللہ کا نام لے کر دیکھو سارے عالم کی لذت اس میں موجود ہے۔ اللہ مرکزِ لذّات ہے، خالقِ لذّات ہے، سرچشمۂ لذّات ہے، اللہ کا نام ایسا کیپسول ہے جس کے اندر دونوں جہان

کی لذت موجود ہے، جنت کی حوروں کی لذت بھی ہے اور دنیا کے حسینوں کی لذت بھی ہے اور گنے کا رس بھی ہے اور انگور کا جوس (Juice) بھی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد
اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

اے دل! یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے، اے دل! یہ چاند زیادہ حسین ہے یا چاند کا بنانے والا زیادہ حسین ہے۔ جو لوگ ان حسینوں سے دل لگاتے ہیں ان کی پریشانی شروع ہو جاتی ہے، جہاں پری آئی وہیں شانی بھی آئی، پریشانی میں جہاں پری ہے وہاں شانی بھی ہے، یاء نسبتی ہے یعنی پری یہ کہتی ہے کہ میری شان ہے پریشانی۔ لہٰذا پہلی ہی نظر سے پریشانی شروع ہو جاتی ہے۔

تعزیت تین دن تک کیوں مسنون ہے؟

ایک صاحب نے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ نظر بچانے سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ نظر بازی کے بعد کتنی تکلیف ہوتی ہے اور کتنے گھنٹے رہتی ہے؟ ان صاحب نے لکھا کہ جب حسینوں پر نظر ڈال دیتا ہوں تو بہتر گھنٹے یعنی تین روز تک اس کی یاد میں قلب تڑپتا رہتا ہے۔ یہ طبعی غم ہے اسی لیے تعزیت بھی تین دن تک مسنون ہے کیونکہ تین دن تک غم کا اثر رہتا ہے اور تین دن کے بعد تعزیت جائز نہیں، تو ایک بدنظری کا اثر کم از کم بہتر گھنٹے رہتا ہے یعنی تین دن تک پریشانی رہتی ہے اور اگر نظر بچائی، حسینوں کو دیکھا ہی نہیں کہ اس کی آنکھ کیسی ہے، ناک کیسی ہے تو پریشانی آئی ہی نہیں بس تھوڑی سی وہمی تکلیف ہوئی کہ نہ جانے اس کی صورت کیسی ہوگی؟ گو ماضی احتمالی استعمال

کر رہا ہے (ماضی احتمالی میں ہوگا یا ہوگی لگانا ضروری ہے) کہ نہ جانے کیسا ہوگا یا نہ جانے کیسی ہوگی؟ اس لیے یہ وہمی تکلیف زیادہ سے زیادہ تین منٹ رہے گی لیکن پھر جان چھوٹ جائے گی، نظر بچا کر آگے بڑھ گئے اور تکلیف ختم۔ اسی لیے خواجہ صاحب فرماتے تھے ؎

ڈال کر ان پر نگاہِ شوق کو
جان آفت میں نہ ڈالی جائے گی

ہر گناہ میں دوزخ کی خاصیت ہے

نفس دوزخ کی برانچ ہے، جو کچھ برانچ میں جمع کیا جاتا ہے وہ ہیڈ آفس میں جمع ہو جاتا ہے، جو مزاج ہیڈ آفس کا ہوتا ہے وہی برانچ کا ہوتا ہے۔ لہٰذا جو گناہ و نافرمانی نہیں چھوڑتا اس کے دل میں دوزخ کی خاصیت یعنی بے چینی اور پریشانی شروع ہو جاتی ہے اور دوزخ کا مزاج ہے **لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَ لَا یَحْیٰی** دوزخی کو نہ موت آئے گی نہ زندگی ملے گی۔ اسی طرح گنہگاروں کی زندگی ہوتی ہے کہ نہ ان کو موت آتی ہے نہ زندگی ملتی ہے، اِنہی نادان عشاقِ مجازی کے لیے میں نے ایک شعر کہا ہے ؎

نہ نکلی نہ اندر رہی جانِ عاشق
عجب کشمکش میں رہی جانِ عاشق

عاشقِ مجاز اور عاشقِ خدا کے آنسوؤں میں فرق

اچھا ایک بات اور بھی عرض کردوں کہ اگر نظر بازی سے دنیا یا آخرت کا کوئی فائدہ ملتا تو کہہ دیتے کہ چلو بھائی نظر بازی کا کوئی فائدہ تو ہے مگر اس سے تو دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں خدا کا عذاب ملتا ہے، نہ یہاں آرام نہ وہاں آرام اور حسن اتنی فانی چیز ہے کہ چند ہی دن میں چہرہ کا جغرافیہ بدل جاتا ہے۔

کسی کی جوانی دیکھ کر شاعر غزل کہتا ہے اور ایک ایک شعر پر رات رات بھر روتا ہے لیکن اس کا ہر آنسو گدھے کے پیشاب سے بھی زیادہ حقیر ہوتا ہے کیونکہ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے دل لگا رہا ہے۔ ایک حدیث کا مضمون ہے کہ جو آنسو اللہ کے لیے نکلتے ہیں شہیدوں کے خون کے برابر ان کا وزن کیا جاتا ہے۔ بتائیے دونوں آنسوؤں میں کتنا فرق ہوگیا۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن با خونِ شہید

خدا کے خوف سے توبہ واستغفار میں یا اللہ تعالیٰ کی محبت میں بندہ کے جو آنسو نکلتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی پارہ نمبر ۳۰ میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی گنہگار روتا ہے تو اس کے آہ و نالوں کو سننے کے لیے ملائکہ آتے ہیں، گنہگاروں کا رونا اور توبہ واستغفار میں کانپنا اور گڑگڑانا کہ اے خدا! معاف کردیجیے، دوزخ کی آگ کی برداشت نہیں ہے، نالائقی ہوگئی مگر آپ کریم ہیں اپنے کرم کے صدقہ میں ہمیں معاف کردیجیے، ان کا یہ نالہ وفریاد اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ حدیثِ قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ جو گناہوں کو یاد کرکے توبہ واستغفار کررہے ہیں، اللہ کے عذاب کے خوف سے اور ندامت سے رو رہے ہیں، ان کا رونا اور ان کے آہ و نالے مجھے تسبیح پڑھنے والوں کے سبحان اللہ کہنے سے زیادہ عزیز ہیں۔ زَجَل کے معنیٰ اہلِ لغت نے لکھے ہیں کہ جو چیز بلند آواز سے پڑھی جائے تو زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ کے معنیٰ ہوئے تسبیح پڑھنے والوں کا زور زور سے سبحان اللہ کہنا یعنی جو زور زور سے تسبیح پڑھ رہے ہیں ان کی سبحان اللہ کی آوازوں سے گنہگاروں کا اشکبار آنکھوں سے

سجدہ گاہ کو تر کرنا اور توبہ و استغفار کرنا کہ اے اللہ! مجھ سے خطا ہوگئی اللہ کو زیادہ پسند ہے، ان رونے والوں کو حق تعالیٰ کی رحمت اسی وقت پیار کر لیتی ہے۔

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بادشاہ کے خزانے میں کوئی موتی نہیں ہوتا تو وہ اس کو کسی دوسرے ملک سے منگواتا ہے اور اس موتی کی بڑی قدر کرتا ہے، اللہ کے عالم ملکوت، عالم لاہوت اور عالم قدس میں فرشتوں کی تسبیح اور عبادتیں تو ہیں لیکن گنہگاروں کے آنسو نہیں ہیں کیونکہ فرشتوں سے خطا ہی نہیں ہوتی تو ندامت کے آنسو کہاں سے لائیں گے لیکن جب اس عالمِ ناسوت میں گنہگار بندے روتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے آنسو درآمد کرتے ہیں اور اپنے خزانے میں ان آنسوؤں کو موتی بنا کر رکھ لیتے ہیں، اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ وہ ہوتے مرے آنسو
تمنا کہکشاں کو ہے کہ میری آستیں ہوتی

میں نے کعبہ کے اندر ایک شعر کہا تھا ؎

جو گرے ادھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

قرآن پاک کا محض لغت سے ترجمہ کرنا گمراہی ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن پاک کو سمجھنے کے لیے صحابہ کے اقوال کا علم ضروری ہے جیسے کلام پاک کی آیت ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾

(سورۃ الاحزاب، آیت: ۷۰)

بتایئے! ڈکشنری کے حساب سے **یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ** کا کیا ترجمہ ہے؟ **اَصْلَحَ یُصْلِحُ** کے معنیٰ ہیں اصلاح کردینا، یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح کردیں گے، لغت سے تو یہ ترجمہ ہوا لیکن آپ تمام تفسیریں دیکھ لیجیے، صحابہ وتابعین کے اقوال کی روشنی میں اس کا ترجمہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ یہاں **یُصْلِحْ** کے معنیٰ اصلاح کے نہیں ہیں **یَتَقَبَّلْ** کے ہیں **یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ** یعنی **یَتَقَبَّلْ حَسَنَاتِکُمْ** تمہاری نیکیاں اللہ تعالیٰ قبول کرلیں گے۔ اب بتایئے! اگر کوئی اس آیت کو لغت سے حل کرے گا تو وہ کہاں جائے گا؟ قرآن کے حروف سے علمِ الٰہی میں جو مراد ہے وہاں سے ہٹ جائے گا، اگر مفسرین، صحابہ اور تابعین کے اقوال سامنے نہ ہوں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان کو عصیان سے کیوں تعبیر کیا گیا؟

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **عَصٰی اٰدَمُ** آدم سے عصیان ہوگیا، تو یہاں عصیان کے کیا معنیٰ ہیں؟ اس عصیان کو ہم لوگ اپنی طرح کا عصیان نہ سمجھ لیں کہ ہم سے بھی عصیان ہوا اور نبی سے بھی عصیان ہوا لہٰذا کوئی فرق نہیں۔ ارے دوستو! اگر ایسا سمجھا تو کفر ہوجائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ تمہارے بابا آدم سے جو عصیان ہوا تھا، وہ عصیان نہیں تھا نسیان تھا **فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا** وہ بھول گئے تھے، نکرہ تحت النفی واقع ہے جو فائدہ عموم کا دیتا ہے یعنی ان کے دل میں میری نافرمانی کے ارادہ کا ایک اعشاریہ، ایک ذرّہ تک نہ تھا، ان سے ذہول ہوگیا تھا، اللہ تعالیٰ نے نسیان کو عصیان سے تعبیر فرمایا۔ اب ایسا اہل قلم گستاخ ہوگا جو نسیان کو عصیان کہنے کی جراءت کرے۔ اسی لیے باادب اکابر مفسرین

لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے چوک ہوگئی، وہ عصیان کا ترجمہ نافرمانی سے نہیں کرتے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر نسیان سے فرمارہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نسیان کو عصیان سے کیوں تعبیر کیا؟ جواب یہ ہے کہ ان کی شانِ قرب کی وجہ سے، کیونکہ جو زیادہ مقرب ہوتا ہے اس کی ذرا سی چوک بھی بڑی غلطی قرار دی جاتی ہے، پس ان کی عظمتِ شان بیان کرنے کے لیے یہاں نسیان کو عصیان سے تعبیر فرمادیا لیکن نالائقوں کی نادانیوں کو دور کرنے کے لیے آگے عظمتِ شانِ نبوت بیان فرمادی کہ وہ عصیان نہیں نسیان تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ایک تفسیری غلط فہمی کا ازالہ

ایسے ہی حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں بعض نادان اور گستاخ اہلِ قلم نے لکھ دیا کہ وہ وحی کا انتظار کیے بغیر (نعوذ باللہ) بے صبر ہوکر اپنا مستقر چھوڑ گئے، جبکہ حضرت حکیم الامت تھانوی نے مسائل السلوک حاشیہ بیان القرآن میں صحابہ وتابعین اور جملہ باادب مفسرین کے حوالہ سے **ذَهَبَ مُغَاضِبًا** کی تین تفسیر کی ہے کہ وہ اپنی قوم سے خفا ہوکر چلے گئے **لِاَجْلِ رَبِّهٖ** اپنے رب کی خاطر **حِمْيَةً لِدِيْنِهٖ** اپنی دینی حمیت کی وجہ سے اور **اِعْتِمَادًا عَلٰى مَحَبَّةِ رَبِّهٖ** اپنے رب کی محبت پر اعتماد کرتے ہوئے وحی کا انتظار کیے بغیر چل دیئے۔ یہ ہیں باادب مفسرین اور بے ادب اہل قلم کو مفسر اور عالم کہنا بھی جائز نہیں۔ اس لیے کہ صحابہ پر سب سے پہلے منافقین کے طبقہ نے تنقید کی تھی اور یہ کہا تھا **اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ** کیا ہم ایسے ہی ایمان لائیں جیسے یہ بے وقوف لوگ ایمان لائے تو روئے زمین پر صحابہ کو سب سے پہلے جس نے برا کہا وہ منافقین کی جماعت تھی، اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں ان کو فرمایا کہ جو لوگ نبی کے صحابہ کو بے وقوف سمجھ رہے ہیں اور تنقید کا نشانہ بنارہے ہیں **اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ**

السُّفَهَآءُ اصلی بے وقوف تو یہ لوگ ہیں اور سفاہت کے معنیٰ ہیں خِفَّةُ الْعَقْلِ وَ الْجَهْلُ بِالْاُمُوْرِ یعنی عقل ہلکی ہو اور حقائقِ امور سے جاہل ہو، اصل میں یہ حقائقِ امور سے جاہل ہیں اور ہلکی عقل والے یہ ہیں، یہ عقل کی گہرائیوں سے محروم ہیں وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ اور ان کو اپنی بے وقوفی کا علم بھی نہیں۔ ان کے علم پر اللہ نے لا لگایا ہے، افسوس ہے اُن پر جو اِن کے ساتھ لگے ہوئے لا کو ہٹا کر علم کی نسبت اِن کی طرف کر رہے ہیں جن کے علم پر اللہ نے لا لگایا ہے کہ یہ جاہل اور لاعلم لوگ ہیں، ان کو عالم کہنا ظلم ہے۔ خالی کتابیں پڑھنے سے کیا ہوتا ہے۔

اہلِ علم کا علم کب مؤثر ہوگا؟

جدہ کا واقعہ ہے، میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب بھی موجود تھے، ہم نے دیکھا کہ ایک پیٹرول پمپ پر تیل کا ایک ٹینکر جس پر سینکڑوں گیلن پیٹرول لدا ہوا تھا پیٹرول پمپ سے چند گیلن پیٹرول مانگ رہا تھا، میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ حکیم اختر دیکھو! اس کی پیٹھ پر سینکڑوں گیلن پیٹرول لدا ہوا ہے لیکن پیٹرول پمپ سے چند گیلن پیٹرول مانگ رہا ہے کیونکہ اس کے انجن میں پیٹرول نہیں ہے، جب انجن میں پیٹرول نہیں ہے تو اوپر لدا ہوا سینکڑوں گیلن پیٹرول نہ اس کے کام آسکتا ہے نہ دوسروں کے کام آسکتا ہے کیونکہ گاڑی چل ہی نہیں سکتی لہٰذا جن علماء نے اپنے علم کو پیٹھ پر لادا اور اللہ والوں کی جوتیاں اٹھا کر قلب کے اندر خشیت اور اللہ کی محبت کا پیٹرول نہیں ڈالا ان کا علم نہ ان کے لیے مفید بن سکا نہ دوسروں کے لیے مفید بن سکا۔ اس لیے دوستو! جہاں آپ نے دس سال درسِ نظامی کا اہتمام کیا چھ ماہ یا چالیس دن کسی اللہ والے کے پاس لگالو۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد عبداللہ

شجاع آبادی سے فرمایا کہ تم نے بخاری شریف پڑھ لی اور آج دستار بندی بھی ہوگئی، اب جاؤ! اور چند دن کسی اللہ والے کی جوتیاں اٹھالو۔ پھر قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم! اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک کے ذرّات بادشاہوں کے تاجوں کے موتیوں سے افضل ہیں کیونکہ ان کے سینے میں درد بھرا دل ہے، ان سے تمھیں اللہ کا درد ملے گا پھر تمہارا منبر منبر بنے گا، تمہارا قَالَ اللّٰہُ قَالَ اللّٰہُ ہوگا اور قَالَ الرَّسُوْلُ قَالَ الرَّسُوْلُ ہوگا تمہارے الفاظ میں رس آجائے گا۔ نہیں تو پھر گولہ ہوگا رس نہیں ہوگا۔ اگر اہل اللہ سے محبت کا رس نہیں لیا اور خالی علم کا گولہ لے کر منبر پر بیٹھ گئے تو امت تمہاری باتوں میں رس نہیں پائے گی اور کہے گی کہ ملاؤں کے پاس جی گھبراتا ہے، ان کے پاس مزہ نہیں آتا، لیکن کسی درد بھرے دل والے اللہ والے مولوی کی صحبت میں بیٹھ کر دیکھو کہ کیا مزہ ملتا ہے، اس پر میرا ایک شعر ہے اور شعر سے اپنا تعلق اس لیے ظاہر کردیتا ہوں کہ جن کو مجھ سے محبت ہے ان کو میرے شعر میں زیادہ مزہ آئے گا۔

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

دوستو! روئے زمین پر جہاں کوئی اللہ کی محبت کا درد لے کر رات دن گذار رہا ہو واللہ! اس کی صحبت میں چند دن بیٹھ جاؤ پھر بادشاہوں کے تخت و تاج نگاہوں سے گر جائیں گے، چاند و سورج نگاہوں سے گر جائیں گے، مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

گر تو مہر و ماہ را گوئی خِفا
گر تو قدِ سرو را گوئی دوتا

اے خدا! آپ کی وہ شان ہے کہ اگر آپ سورج اور چاند کو کہہ دیں کہ تم بے نور

ہو، تمہارے اندر کوئی روشنی نہیں ہے، اے خدا! اگر آپ سرو کے درخت کو جو بہت سیدھا ہوتا ہے کہہ دیں کہ تمہارے قد وقامت میں کجی ہے، ٹیڑھا پن ہے اور ؎

گر تو کان و بحر را گوئی فقیر
گر تو چرخ و عرش را گوئی حقیر

اے خدا! اگر آپ سونے کی کان کو اور سمندر کو جہاں کروڑوں، اربوں روپے کے موتی پیدا ہوتے ہیں فرمادیں کہ تم فقیر ہو اور اے خدا! اگر آپ آسمان اور عرشِ اعظم جیسی عظیم الشان مخلوق کو کہہ دیں کہ تم حقیر ہو تو مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

ایں بہ نسبت با کمالِ تو روا است
ملک و اقبال و غناہا مر تو راست

اے خدا! آپ کے کمال اور آپ کی شان کے مقابلہ میں یہ سب واقعی ایسے ہیں، آپ کو زیبا ہے کہ اپنی مخلوق کو جو چاہے فرمادیں، ملک و اقبال و عزت آپ ہی کے لیے ہے اور کسی کے لیے نہیں ہے، مخلوق بہرحال مخلوق ہے، اسی لیے زمین و آسمان کے مقابلہ میں اگر **لا الٰہ الاّ اللہ** رکھ دیا جائے تو سارے زمین و آسمان سے زیادہ اس کا وزن بڑھ جاتا ہے، ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ آسمان و زمین سے **لا الٰہ الاّ اللہ** کا وزن اس لیے بڑھ جاتا ہے کہ اُدھر **لا الٰہ** ہے اور اِدھر **الاّ اللہ** ہے، ایک طرف اللہ ہے اور ایک طرف غیر اللہ ہے۔ اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ آجاتے ہیں، جس کے قلب کو تعلق مع اللہ کی دولت مل جاتی ہے تو اس کو سورج اور چاند پھیکے نظر آتے ہیں، اس کے دل کو سورج اور چاند سے روشنی نہیں ملتی، اس کو اللہ کے ذکر سے روشنی نظر آتی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

دن میں اُسی کی روشنی ہے، شب میں اُسی کی چاندنی ہے
سچ تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

اللہ تعالیٰ کے نامِ پاک کی حلاوت، اللہ تعالیٰ کا تعلق، نسبت مع اللہ اور اولیاء کو جو مقامِ قربِ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ اگر ہماری جانوں کو عطا ہو جائے تو سورج، چاند، سارے اور ساری کائنات ہماری نگاہوں سے گر جائے، اللہ والے گو دنیا میں نظر آتے ہیں مگر ان کی جانیں عرشِ اعظم کا طواف کرتی ہیں۔ حضرت فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو اتنا مزہ آتا ہے کہ جیسے اللہ نے میرا پیار لے لیا ہو۔ اسی کو ایک شاعر کہتا ہے ؎

پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں، اُن کی اِدھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما، سر بھی ہے، سنگِ در بھی ہے

حقیقی محبت صرف اللہ کے لیے خاص ہے

محبت کو فراق سے لُغۃً بھی مناسبت نہیں ہے لہٰذا جب لفظ محبت ادا کرتے ہیں تو دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں، محبت کا لفظ کوئی ادا کر ہی نہیں سکتا اگر دونوں ہونٹ نہ ملائے، اگر دونوں ہونٹوں میں فراق ہے تو محبت کا لفظ بھی ادا نہیں ہوسکتا تو عاشق محبوب کی جدائی کیسے برداشت کرسکتا ہے؟ لیکن دنیا میں جتنے بھی محبوب ہیں ان سب میں جدائی کی شان ہے، وہ ہر وقت ساتھ نہیں رہ سکتے لہٰذا محبت حقیقی کا لغۃً صدق بھی محبت مجازی پر نہیں ہوسکتا مثلاً اگر کسی کو بیوی سے محبت ہے تو وہ بیت الخلاء جائے گی یا نہیں؟ یا وہاں بھی اس کے ساتھ جاؤ گے؟ تو اتنی دیر کی جدائی تو ہوئی، کوئی کسی کا کتنا ہی محبوب ہو مر سکتا ہے یا نہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے کہ ہر وقت ساتھ ہے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ان کا ذکر کر سکتے ہیں، ان کو یاد کر سکتے ہیں، رات کو بے وضو سونے

کے لیے لیٹے تو بھی ان کو یاد کر سکتے ہیں، کروٹ بدلیں تو ان کا نام لیں یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ ہر وقت ان کو یاد کرنے کی اجازت ہے، ہر وقت اللہ کا نام لینے کی اجازت ہے البتہ بیت الخلاء میں منع ہے کیونکہ گندی جگہ ہے لیکن دل میں وہاں بھی دھیان رکھ سکتے ہیں تو ایک اللہ ہی کی ذات ہے جو کسی وقت بھی ہم سے جدا نہیں ہوتی لٰہذا محبت صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہے، اس کے برعکس جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر فانی صورتوں سے دل لگایا بتایئے! ان کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ میں بیوی کی محبت کو منع نہیں کرتا، بیوی سے محبت حلال ہے، باعثِ ثواب ہے مگر بیوی کی ذات سے بھی اتنی محبت ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس پر غالب رہے، اگر حلال محبت بھی اللہ کی محبت پر غالب ہوگئی تو وہ حلال بھی حرام ہو جاتی ہے اسی لیے حکیم الامت نے تَبَتُّلْ کی یہ تفسیر کی ہے کہ غیر اللہ پر اللہ کا تعلق غالب ہو جائے، یہ مطلب نہیں ہے کہ بال بچوں اور تجارت کو چھوڑ دو، تو جب حلال کا غلبہ حرام ہے تو حرام محبت کیسے جائز ہو جائے گی؟ دوستو! یہ سب نفس و شیطان کی چال ہے، اگر ہم نظر نہیں بچائیں گے تو ان کا شکار ہو جائیں گے۔

بدنظری سنکھیا سے بڑا زہر ہے

ایک دن بڑھئی خانقاہ میں اوپر کی منزل پر کام کر رہا تھا تو لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ذرّے اُڑ کر نیچے آنے لگے، لوگوں نے جلدی جلدی کھڑکیاں بند کردیں۔ میں نے کہا کہ آپ نے اپنی آنکھیں بچانے کے لیے کھڑکیاں بند کردیں تاکہ ذرّے آنکھوں میں نہ گھس جائیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ حسینوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ نامحرم عورتوں سے، امرد لڑکوں سے نگاہ بچاؤ تو یہاں کیوں اِشکال ہوتا ہے؟ یہاں اللہ کی حرام کردہ چیز سے بچنے کے لیے آنکھ کی

کھڑکی کیوں نہیں بند کرتے ہو؟ بدنظری سنکھیا زہر سے بڑھ کر ہے، سنکھیا تو جان لیتا ہے اور یہ ہمارا ایمان لے لیتا ہے۔

میں آپ کو اپنے چشم دید حالات عرض کررہا ہوں کہ ایسے لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ صورتوں کے عشق میں پاگل ہورہے تھے، رات دن ان کی یاد میں اشعار کہہ رہے تھے اور ان کا نام لے لے کر زار و قطار رو رہے تھے اور پھر میں نے انہی لوگوں کو دیکھا کہ دس سال بعد جب ان کے معشوقوں کی شکل بگڑ گئی تو اپنی لکھی ہوئی غزل پڑھتے ہوئے شرماتے تھے کہ لاحول ولاقوۃ یہ صورت کیسی ہوگئی؟ ایک صاحب نے اپنا حال بتایا کہ جب میرے معشوق کے چہرہ کا جغرافیہ بدل گیا تو میرا عشق بھی ٹھنڈا پڑ گیا، اب غزل خوانی کی جگہ مرثیہ خوانی کرتا ہوں، اس کے حسن کے قبرستان پر مرثیہ پڑھتا ہوں، اس پر میں نے فوراً ایک شعر کہا ؎

اُدھر جغرافیہ بدلا اِدھر تاریخ بھی بدلی
نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

اللہ والے سارے عالم سے بے نیاز ہوتے ہیں

جب معلوم ہوگیا کہ صورتوں کے جغرافیے بدل گئے ہیں تو اب اپنی محبت کی تاریخ بتاؤ! ایسے کتنے ہی واقعات ہیں کہ بیس تیس سال بعد جب معشوقوں کی شکلیں بگڑ گئیں تو عاشق اور معشوق ایک دوسرے کا منہ تک دیکھنا نہیں چاہتے، سارے افسانے ختم ہوگئے۔ بس ایک اللہ ہی کی ذات ہے کہ جو اس پر فدا ہوا دنیا میں باعزت رہا اور اگر کوئی یہ کہے کہ صاحب! اللہ کے نام میں یہ دنیاوی مزہ کہاں سے ملے گا؟ نفس دنیاوی مزہ بھی تو چاہتا ہے تو میں یہی کہتا ہوں کہ جو دنیا کے مزوں کا خالق ہے جب وہ دل میں آتے ہیں تو اپنی شانِ تخلیق

کو الگ کر کے نہیں آتے، اللہ کی صفات اللہ کی ذات سے الگ نہیں ہوتیں، لہٰذا جب وہ دل میں آتے ہیں تو حوروں کی لذت بھی لے کر آتے ہیں، حسینوں کا لطف بھی لے کر آتے ہیں، دونوں جہان کی لذتوں کے ساتھ آتے ہیں۔ جو اللہ کا نام محبت سے لینا سیکھ لے وہ سب سے بے نیاز ہوجاتا ہے، وہ غلامُ الصمد ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں نقل کیا ہے کہ صمد کے معنیٰ ہیں اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ وَّ الْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ جو سارے جہاں سے مستغنی ہو اور سارا جہاں اس کا محتاج ہو تو جو غلامِ صمد بن جاتا ہے وہ پھر ان حسینوں کا غلام نہیں رہتا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہوکر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

اور فرماتے ہیں ؎

دِکھاتے ہم تمہیں اپنے تڑپنے کا مزہ لیکن
جو عالم بے فلک ہوتا جو دنیا بے زمیں ہوتی
وہاں رہتے جہاں دودِ فغاں کا آسماں ہوتا
وہاں بستے جہاں خاکستر دل کی زمیں ہوتی
میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
میرے باغِ دل میں وہ گل، کاریاں ہیں

ہر صاحبِ نسبت کا عالم الگ ہوتا ہے

جس کے دل میں اللہ آتا ہے تو دنیا، سلطنت تو سلطنت حوروں کی لذت اس کے دل میں آنے لگتی ہے کیونکہ جس نے حوروں کو حسن بخشا ہے جب وہ دل میں آتا ہے تو اس صفت کو بھی ساتھ لاتا ہے، وہ اپنی صفت سے الگ

نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ والے رو کشِ بزمِ دو جہاں ہوتے ہیں، سارے جہاں کو خاطر میں نہیں لاتے، آسمان وزمین کو خاطر میں نہیں لاتے، سورج اور چاند کو خاطر میں نہیں لاتے، ہر صاحبِ نسبت کا سورج الگ ہوتا ہے، چاند الگ ہوتا، اس کے زمین و آسمان الگ ہوتے ہیں، اس کا عالم الگ ہوتا ہے۔ میں نے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب سے عرض کیا کہ خدا کے عاشقین کا عالم الگ ہوتا ہے اور پھر اپنا ایک مصرع پیش کیا ؎

اپنا عالم الگ بناتا ہے

حضرت نے فرمایا کہ اس پر میرا بھی ایک مصرع لگالو ؎

عشق میں جان جو گنواتا ہے
اپنا عالم الگ بناتا ہے

لہٰذا اللہ پر فدا ہو جاؤ، نظر بچانے میں جان کی بازی لگادو، اگر شیطان کہے کہ اگر اس حسین کو نہیں دیکھو گے تو جان نکل جائے گی تو شیطان سے کہہ دو کہ ہم جان دینے ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور جان دے کر بھی یہ کہیں گے ؎

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اگر جان جاتی ہے تو جانے دو، ایسی مبارک جان کہاں ملے گی جو اللہ کے راستے میں نکلے۔

مخلوق کو ایذا پہنچانے والا صاحبِ نسبت نہیں ہوسکتا

تو میں عرض کررہا تھا کہ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً کے معنیٰ ہیں جو مخلوق کے حقوق میں کوتاہی کرے حالانکہ فَاحِشَۃً قرآن پاک میں دوسری جگہ زِنا کے معنیٰ میں آیا ہے لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً لیکن تمام مفسرین

نے اور حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں فَاحِشَۃً کے معنیٰ ہیں کہ جن سے اللہ کے بندوں پر ظلم ہو جاتا ہے مثلاً معمولی سی خطا پر بلا وجہ بیوی کو پیٹ ڈالا اور وہ بیچاری تکلیف کے مارے ہر کروٹ پر رو رہی ہے تو خوب سمجھ لو! جو شخص اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے وہ صاحبِ معرفت نہیں ہو سکتا۔

ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت کی اہلیہ محترمہ رشتہ داروں سے ملنے گئیں، جاتے ہوئے حضرت سے کہہ گئیں کہ مرغی کا ڈربہ کھول دیجیے گا تاکہ مرغیاں دانہ پانی کھالیں، بتائیے! ڈیڑھ ہزار تصانیف کے مصنف کو ڈربہ یاد رہے گا؟ حضرت بھول گئے، اور تفسیر بیان القرآن لکھنے بیٹھے مگر دل میں مضامین کی آمد بند ہو گئی، سوچنے لگے کہ یا اللہ آج کیا بات ہے کہ مضمون کی آمد نہیں ہو رہی دل بے کیف ہے، یہ کیا ہو گیا۔ دیکھئے اگر اللہ تعالیٰ کی ذرا سی بھی ناراضگی ہو جائے، اللہ سے غفلت ہو جائے یا مخلوق کے حقوق میں کوتاہی ہو جائے اور مخلوق کے حقوق کو خدا نے اپنے حقوق میں شامل کیا ہے، مخلوق کے حقوق میں غفلت کو اللہ نے اپنے حقوق میں غفلت شمار کیا ہے، جو بیٹے کو ستاتا ہے باپ اس کو اپنے اوپر ظلم سمجھتا ہے لہٰذا ایک قیامت تو اجتماعی آئے گی جب اللہ اللہ کہنے والے نہیں ہوں گے تو زمین و آسمان سب گر پڑیں گے اور ایک قیامت انفرادی آتی ہے، جو اللہ کو بھول جاتا ہے اس کے دل کی دنیا اجڑ جاتی ہے، اس کے دل کے زمین و آسمان چاند ستارے سب گر پڑتے ہیں، اس کا شامیانہ اجڑ جاتا ہے، یہ انفرادی قیامت ہے، خدا سے غفلت انفرادی قیامت ہے۔ تو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ جلدی بتا دیجئے کہ اشرف علی سے کیا خطا ہو گئی

ہے میرے دل پر منکشف کر دیجئے تا کہ میں توبہ کرلوں اور بخاری شریف کی یہ دعا مانگی:

﴿اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَ اَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ﴾

(سنن الترمذی، کتابُ الدعوات، باب ماجآء فی جامع الدعوات، ج:۲، ص:۱۸۶)

یا اللہ! مجھ پر ہدایت کا اِلہام کر دیجیے، جس بات سے آپ راضی ہوں اس کا الہام کر دیجیے، میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ یہ دعا کرتے ہی فوراً دل میں آواز آئی، حضرت کو اِلہام ہوا کہ جاؤ! مرغیوں کو کھول دو، حضرت جلدی سے گئے، مرغیوں کو کھولا، اُنہیں دانہ پانی ڈالا، واپس آئے اور بیان القرآن لکھنے کے لیے قلم اُٹھایا تو مضامین کی آمد شروع ہوگئی ؎

تم سا کوئی ہمدم کوئی دم ساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

تو جب مرغی جیسی ادنیٰ مخلوق کی وجہ سے مجدد کا فیض بند ہو سکتا ہے تو ذرا ذرا سی بات پر بیویوں کو ستانے والے کا کیا حال ہوگا؟ وہ بے چاری اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر تمہارے پاس آئی اب ذرا ذرا سی بات پر منہ چڑھائے بیٹھے ہیں مثلاً غلطی سے نمک تیز ہوگیا، بستر ٹھیک سے نہیں بچھایا، کپڑے دھونا بھول گئی یا تولیہ صاف نہیں کیا اب جلال چڑھا ہوا ہے اور کہتے ہیں کہ کیا بتاؤں یہ ذکر اللہ کا اثر ہے۔ ارے یہ ذکر اللہ کا اثر ہے؟ اگر تم پر ارحم الراحمین کے ذکر کا اثر ہوتا تو رحمۃ للعلمین کے امتی ہو کر تم ارحم امتی بامتی ہو جاتے، تم پر شانِ رحمت غالب ہو جاتی۔ کیوں اتنا ذکر کیا شیخ کو لکھو کہ میرا مزاج بگڑ رہا ہے، اعتدال سے خالی ہو رہا ہے، بات بات پر غصہ آ رہا ہے تو شیخ ذکر میں کمی کرا دے گا۔ صوفی کے لیے

مناسب نہیں ہے کہ ہر شخص پر ڈنڈا اٹھائے اور کہے کہ جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں، فقیری تو صبر وتحمل کا نام ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جارہے تھے، ایک فاحشہ عورت نے ان پر راکھ پھینک دی، مریدوں نے مارنے کے لیے ڈنڈا اٹھایا تو حضرت بایزید بسطامی نے فرمایا کہ خبردار! اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو صبر کا پیالہ پینا پڑے گا بلکہ خدا کا شکر ادا کرو، مریدوں نے پوچھا کہ کس بات کا شکر ادا کریں؟ فرمایا کہ جو سر آگ برسنے کے قابل تھا اس پر خدا نے راکھ برسادی۔ یہ ہیں اللہ والے جو اپنے کو سب سے حقیر سمجھتے ہیں۔

مذکورہ آیت میں ذکر اللہ کی تفسیر

تو میں عرض کررہا تھا کہ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً سے مراد ہے کہ جس سے مخلوق کے حقوق میں غفلت ہوجائے اور جس نے اللہ کے حقوق میں کوتاہی کی تو ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذَکَرُوا اللہَ وہ لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں یعنی اللہ کو یاد کرتے ہیں تو یہاں ذکر سے کیا مراد ہے؟ جس سے مخلوق کے حقوق میں کوتاہی ہوئی مثلاً کسی کی گھڑی چرالی، کسی کو گھونسا ماردیا، کسی کو گالی دے دی تو اب صرف ذکر وتسبیح سے یہ گناہ معاف نہ ہوگا۔ حکیم الامت تفسیر بیان القرآن میں اور علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ جس نے مخلوق کے حقوق میں کوتاہی کی، مثلاً کسی کی گھڑی چرائی ہے تو اس کی گھڑی واپس کرے، جس کو ہاتھ یا زبان سے ایذا پہنچائی اس سے معافی مانگے، بیوی کو کچھ کہہ دیا تو اس سے معذرت کرے کہ معاف کردو مجھ سے خطا ہوگئی، اس کو خوش کرو، رس ملائی یا گلاب جامن اس کے منہ میں ڈالو، معافی مانگنے میں شرماؤ مت، اسے سینے سے لگا کر کہو مجھے معاف کردو، میں نے تمہارا دل دُکھایا ہے، اللہ مجھ سے ناراض ہوگیا اور اگر اللہ کے حقوق میں کوتاہی ہوئی

مثلاً بدنظری کی تو بدنظری کی معافی کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ اس سے جا کر معافی مانگو کہ کل میں تمہیں بری نظر سے دیکھ رہا تھا مجھے معاف کردو، یہ حقوق اللہ ہیں اس کی صرف اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور توبہ واستغفار کرو۔

ذکر اللہ کی پانچ تفسیریں

اس لئے یہاں ذَکَرُوا اللہَ کی پانچ تفسیریں ہیں۔ پہلی تفسیر ہے ذَکَرُوْا عَظْمَتَہٗ وَ وَعِیْدَہٗ جب اللہ کے خاص بندوں سے کوئی خطا ہوجاتی ہے تو اللہ کی عظمت اور اس کی وعید کو یاد کرتے ہیں۔ دوسری تفسیر ہے ذَکَرُوْا عَرْضَ عَلَیْہِ اللہ کے حضور اپنی پیشی کو یاد کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ پوچھے گا کہ تم جس کوٹھڑی میں چھپ کر گناہ کررہے تھے وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ وہاں میں بھی تھا وَاللہُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَکُمْ وَ مَثْوٰکُمْ جب شہر میں بس اسٹاپوں پر سے گذرتے ہوئے تم لڑکیوں کے اسکولوں کے سامنے کھڑے ہوکر جو بدنگاہی کرتے تھے تو تمہارا تقلب فی البلاد شہروں میں چلنا پھرنا بھی خدا دیکھ رہا تھا اور مثواکم جب تم اپنی قیام گاہوں میں چھپ کر گناہ کررہے تھے تو بھی خدا تمہیں دیکھ رہا تھا۔ تیسری تفسیر ہے ذَکَرُوْا سُوَالَہٗ بِذَنْبِھِمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ان پر اللہ تعالیٰ کے سوالات کا خوف طاری ہوجاتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ پوچھیں گے کہ دنیا میں کیا کیا اعمال کیے، چوتھی تفسیر ہے ذَکَرُوْا جلالَہٗ فَھَابُوْا اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کو یاد کرتے ہیں اور خوف زدہ ہوجاتے ہیں اور پانچویں تفسیر ہے ذَکَرُوْا جَمَالَہٗ فَاسْتَحْیُوْا اللہ تعالیٰ کے جمال کو یاد کرتے ہیں اور شرمندہ ہوجاتے ہیں کہ جو حوروں کا خالق ہے وہ خود کیسا ہوگا؟ ؎

چہ باشد آں نگارے کہ بند دایں نگارہا

جو حسینوں کو حسن کی بھیک دیتا ہے وہ خود کتنا حسین ہوگا، اس کے حسن کا کیا عالم

ہوگا کہ جس کو دیکھنے کے بعد حوریں بھی یاد نہ رہیں گی بلکہ حوریں ہم پر فدا ہونے لگیں گی، جنت میں اللہ کا دیدار کر کے اور اللہ کے جلووں کو اپنے چہروں میں جذب کر کے، جب ہم حوروں کے پاس جائیں گے تو وہ ہم پر فدا ہوں گی کہ آج تم کہاں سے اتنا حسن لے کر آئے ہو؟ جواب یہی ہوگا کہ جس نے تم کو حسن کی بھیک دی ہے ہم اسی بھیک دینے والے کے پاس سے آرہے ہیں۔

ذاکر اور غافل گنہگار میں کیا فرق ہے؟

یہاں ذَکَرُوا اللہَ کے بعد فاستغفروا کا ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ ذکر کی برکت سے حضوری نصیب ہوتی ہے اور حضوری کے بعد فوراً توبہ کی توفیق ہوتی ہے اسی لیے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ والوں سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں اگر ان سے کبھی غلطی ہو جائے تو ان کو جلد توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے کیونکہ جو روشنی میں رہنے کے عادی ہوتے ہیں، جب ان کا بلب فیوز ہوتا ہے تو فوراً پاور ہاؤس کو فون کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ والے گناہوں کی ظلمت کے عادی نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان سے اگر کبھی خطا ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے رابطہ کر کے توبہ و استغفار کر کے اپنا نور بحال کرا لیتے ہیں، کسی نے حکیم الامت سے عرض کیا کہ حضرت غافل شخص سے بھی گناہ ہوتا ہے، اور اللہ اللہ کرنے والوں سے بھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے تو پھر ذاکر اور غافل میں کیا فرق ہوا؟ حضرت نے فرمایا کہ غافل جو ذکر اللہ نہیں کرتا اس کے دل میں پہلے ہی سے اندھیرا ہوتا ہے، یہ جب بدنگاہی کرے گا تو اندھیروں پر اندھیرا چڑھ جائے گا، اس کو توبہ و استغفار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ کر کے گویا پاور ہاؤس فون کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوگی اور جو ذکر کے چراغ جلائے ہوئے ہیں وہ روزانہ توبہ و استغفار کر کے اپنا نور بحال کرا لیتے ہیں۔ جو اللہ کا نام لیتا ہے، اس

سے جب بدنگاہی ہوگی اور اس کے دل کے نور کا بلب فیوز ہوگا، دل میں اندھیرا آئے گا تو وہ اللہ کے پاور ہاؤس میں توبہ واستغفار کے آنسوؤں سے وائرلیس کرے گا کہ اے خدا! دل میں اندھیرا آگیا ہے، جلدی سے دوبارہ روشنی بھیج دیجیے، ہمارے گناہوں کے اندھیرے اپنی رحمت سے دور کردیجیے۔ ذاکر کو گناہ سے پریشانی ہوجاتی ہے اور غافل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ذاکر اور غافل گنہگار میں یہی فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہ کی لذت میں بھی فرق ہوجاتا ہے۔ جو غفلت سے گناہ کرتا ہے وہ گناہ کا پورا مزہ لیتا ہے یعنی انتہائی غفلت سے گناہ کرتا ہے اسی لیے اس کو گناہ چھوڑنا مشکل ہوتا ہے اور جب ذاکر سے گناہ ہوتا ہے تو دھڑکتے ہوئے دل سے ہوتا ہے کیونکہ اس کو اللہ کا استحضار ہوتا ہے، ذکر کے نور کی برکت سے اس کا قلب اندھیرے کا عادی نہیں ہوتا، گناہ کرتے وقت اس کا دل گھبرایا گھبرایا سا رہتا ہے لہٰذا گناہ کی لذت بھی ناقص ہوجاتی ہے اور ناقص مزے کو چھوڑنا آسان ہوتا ہے، توبہ کی توفیق جلد نصیب ہوجاتی ہے، جلد قابلِ واپسی ہوتا ہے اور اگر غافل بہت دن تک غفلت سے گناہ کرتا رہے تو ناقابلِ واپسی بھی ہوسکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے **ذَکَرُوا اللّٰہَ** کے بعد **فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ** فرمایا کہ میرے ذکر کے بعد اگر تم کو استغفار کی توفیق ہوجائے تو سمجھو کہ تمہارا ذکر قبول ہے۔ اگر تم ذکر خوب کرتے ہو، لیکن گناہ نہیں چھوڑتے تو تمہارا ذکر کامل نہیں ہے، ذکر کامل اور مقبول کب ہوگا؟ **ذکروا اللہ** کا مقام تمہیں کب نصیب ہوگا؟ جب تم **فَاسْتَغْفِرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ** کے مصداق ہوگے یعنی اپنے گناہوں سے استغفار کروگے اور استغفار جب کامل ہوگا جب **ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ** کے مصداق ہوکر آئندہ کے لیے عزم کروگے کہ اب کبھی گناہ نہیں کریں گے، چاہے یہ عزم ہزاروں دفعہ ٹوٹ جائے، آپ ٹوٹنے کے ذمہ دار نہیں ہیں توڑنے کے

ذمہ دار ہیں، توبہ قصداً نہ توڑیں ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ گناہ کے تقاضے کے وقت پوری ہمت کرو کہ جان دے دیں گے مگر گناہ نہیں کریں گے، خود ہمت کرو، خدا سے ہمت کی دعا مانگو اور خاصانِ خدا سے ہمت کی دعا کی درخواست کرتے رہو ان شاء اللہ تعالیٰ سلوک طے ہو جائے گا۔

اللہ کے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرسکتا

آگے فرماتے ہیں وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللہ اللہ کے سوا کوئی تم کو معاف نہیں کرسکتا، اگر سارا عالم امریکہ، روس، جاپان کیا بلکہ بالفرض ساری دنیا کے اولیاء اللہ اور قطب مل کر کہہ دیں کہ تمہاری بدنگاہی ہم نے معاف کردی تو ان کے کہنے سے یہ گناہ ہرگز معاف نہیں ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ معاف نہ فرما دیں۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے والے بھائیوں سے کہا کہ میں نے تمہیں معاف کردیا اور تمہارے لئے استغفار کردیا تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اے بابا! آپ نبی تو ہیں مگر خدا نہیں ہیں، بھائی یوسف نے ہمیں معاف کردیا، بابا نے بھی معاف کردیا لیکن بابا کے اوپر جو بڑے مالک رب العالمین ہیں اگر انہوں نے ہمیں معاف نہیں کیا، تو پھر معلوم نہیں ہمارا کیا ہوگا لہٰذا خدا سے بھی معاف کرادیجیے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بیسیوں برس تک روتے رہے کہ اے اللہ! میرے بیٹوں کی مغفرت کے لیے وحی نازل فرمادیجیے۔ ایک دن جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ بذریعہ وحی آپ کے بیٹوں کی توبہ قبول ہونے کی بشارت آگئی۔ پھر فَقَامَ الشَّیْخُ انہوں نے سب آگے حضرت یعقوب علیہ السلام کو کھڑا کیا، ان کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام کو کھڑا کیا ثُمَّ قَامَ اِخْوَانُہٗ خَلْفَ یُوْسُفَ پھر حضرت یوسف علیہ السلام

کے ان مجرم بھائیوں کو کھڑا کیا جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا تھا، اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سرکاری مضمون سے دعا کرائی، فرمایا کہ آپ سب یہ دعا مانگیے جس کا مضمون میں آسمان سے لے کر آیا ہوں یَا رَجَآءَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَآئَنَا اے ایمان والوں کی آخری امید! اپنی رحمت سے ہماری امیدوں کو نہ کاٹیئے کہ آپ کے بعد ہماری کوئی آخری عدالت اور سپریم کورٹ نہیں ہے، یہاں کے بعد مجرم پھر کہیں نہیں جا سکتا، یَا غِیَاثَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَغِثْنَا اے ایمان والوں کی فریاد کو سننے والے! ہماری فریاد سن لیجیے، یَا مُعِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِنَّا اے ایمان والوں کے مددگار! ہماری مدد فرما دیجیے، یَا مُحِبَّ التَّوَّابِیْنَ تُبْ عَلَیْنَا اے توبہ کرنے والوں سے محبت فرمانے والے! ہم پر توجہ فرما دیجیے، ہماری توبہ کو قبول فرما لیجیے۔ بس اُسی وقت اُن کا کام بن گیا اور توبہ قبول ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ ذکر مقبول اُسی کا ہے جسے توبہ و استغفار کی توفیق ہوجائے اور جو گناہوں کو چھوڑ دے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے سوا ہم کو کوئی معاف نہیں کرسکتا جو قرآن پاک سے ثابت ہے یعنی وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللہُ۔

گناہوں پر اصرار کی شرعی تعریف

اللہ تعالیٰ آگے فرمارہے ہیں وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ اور وہ لوگ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔ اور اصرار کا ترجمہ وہ نہیں ہے جو عام لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر دوبارہ خطا ہوگئی تو سمجھتے ہیں کہ بس میں مردود ہوگیا۔ دوستو! خطاؤں کا بار بار ہونا مردودیت کی علامت نہیں ہے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ نبوت کے الفاظ نقل کررہے ہیں گویا اس آیت کی تفسیر فرمارہے ہیں مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَ

لَوْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً جو استغفار و توبہ کرلیتا ہے اگر چہ اس سے پھر ستر دفعہ گناہ ہو جائے تو وہ اصرار کرنے والوں میں شامل نہیں ہوتا بشرطیکہ توبہ کرتے وقت آئندہ گناہ سے بچنے کے لیے جان کی بازی لگا دینے کا پکا ارادہ ہو کہ یا اللہ! میں جان دے دوں گا مگر گناہ کر کے آپ کو ناراض نہیں کروں گا اور اللہ والوں سے گناہوں کو چھوڑنے کی تدبیر بھی پوچھتا ہے، اپنی اصلاح کے لیے فکرمند رہتا ہے کہ ہماری کوئی سانس گناہ کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں نہ گذرے۔ اس کے باوجود اگر کبھی سال چھ مہینہ میں کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر کے پھر سے کمر باندھ لے ؎

نسیم جاگو کمر کو باندھو
اٹھاؤ بستہ سحر ہوئی ہے

تو اصرار کی تفسیر بتادی تا کہ لوگ اصرار کے اردو معنیٰ نہ سمجھ لیں یعنی ضد کرنا، بار بار کرنا، یہاں اصرار کے لغوی معنیٰ مراد نہیں ہیں۔ اَصَرَّ کا اردو مطلب نہ سمجھ لینا۔ علامہ آلوسی اصرارِ شرعی کی تفسیر بیان کرتے ہیں اَلْاِصْرَارُ الشَّرْعِیُّ اَلْاِقَامَۃُ عَلَی الْقَبِیْحِ بِدُوْنِ الْاِسْتِغْفَارِ وَ التَّوْبَۃِ جو توبہ واستغفار کیے بغیر گناہ پر قائم رہے، گناہ پر گناہ کیے جا رہا ہو توبہ ہی نہ کرتا ہو، یہ ہے گناہوں پر اصرار کرنے والا۔ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ یہاں وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ کیوں نازل فرمایا؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ حال ہے، یہاں ایک لفظ پوشیدہ یعنی محذوف ہے وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ قُبْحَ فِعْلِھِمْ یعنی جو اپنے گناہوں کے عذاب اور وبال کو جانتے ہیں کہ ان برے اعمال سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے اور اگر اللہ ناراض ہو جائے تو کہیں چین نہیں ملتا۔

نگاہِ اقرباء بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اِک اُن کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اثرات

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے حق میں کوئی کوتاہی ہوجاتی ہے تو میری بیوی بھی نافرمان ہوجاتی ہے، میرے بچے بھی نافرمان ہوجاتے ہیں، میرا گھوڑا بھی نافرمان ہوجاتا ہے، جس سے خدا ناراض ہوتا ہے وہ دنیا میں کہیں چین نہیں پاسکتا اور جس نے اللہ کو راضی کرلیا ساری کائنات اس کے چین کو چھین نہیں سکتی چاہے وہ کانٹوں میں لیٹا ہو مگر دل کی بہار کو کانٹے بھی نہیں چھین سکتے میرا شعر ہے ؎

صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

خاصانِ خدا گناہوں پر اصرار کیوں نہیں کرتے

اگر کلیاں کانٹوں میں کھِل سکتی ہیں، مسکرا سکتی ہیں تو وہ دل جو اللہ کو راضی کیے ہوئے ہے غموں میں بھی اللہ کی اس کو تبسم کا مقام دے سکتا ہے۔ تو علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ **وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ** حال ہے **فَاِنَّ الْحَالَ قَدْ يَجِيْئُ فِيْ مَعْرِضِ التَّعْلِيْلِ** اللہ تعالیٰ نے یہاں علت بیان کرنے کے لیے فرمایا کہ یہ گناہوں پر اس لیے قائم نہیں رہتے کہ میری ناراضگی اور میرے غضب سے بہت ڈرتے ہیں گو کبھی نفس سے مغلوب ہوجاتے ہیں لیکن گناہ کے بعد ان پر ندامت طاری ہوجاتی ہے، خون کے آنسوؤں سے روتے ہیں کیونکہ ان کو یقین ہے کہ اگر میرا اللہ ناراض ہوگیا تو میرا ٹھکانہ نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں ہے۔ پھر نہ بیوی مجھے چین دے سکتی ہے نہ بچے چین دے سکتے ہیں اگر کینسر ہوجائے یا

گردے میں پتھری پڑ جائے تو نہ بیوی یاد آتی ہے نہ بچے یاد آتے ہیں بس اللہ ہی یاد آتا ہے، جب تک ہم لوگ چین سے ہیں اللہ کو کم یاد کرتے ہیں حالانکہ علامہ آلوسی نے حدیث نقل کی ہے:

﴿اُذْكُرُوا اللهَ فِي الرَّخٰى يَذْكُرُكُمْ فِي الشِّدَّةِ﴾

(مصنف ابن ابی شیبۃ)

کہ سکھ اور عیش میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو وہ دُکھ میں تمہیں یاد رکھے گا، تمہاری ہر آہ فوراً قبول ہو جائے گی۔ آہ پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آ گیا؎

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے مری آہِ بے نوا تو نے کمال کر دیا

اللہ کا ذکر روح کی غذا ہے

ایک بزرگ نے مسجد میں ڈیڑھ گھنٹے ذکر کیا، ان کے یہاں مہمان آیا ہوا تھا، اس کو جلدی چائے پینے کی عادت تھی، اس نے پوچھا کہ اتنی دیر سے مسجد میں کیا کر رہے تھے؟ بزرگ نے جواب دیا کہ اپنی روح کو ناشتہ کرا رہا تھا، یہ روحانی ناشتہ تھا، جسم میں روح نہ ہو تو چائے نہیں پی سکتے۔ اللہ کا نام روحانی غذا ہے جو جسمانی تکلیفوں کو راحت سے بدل دیتا ہے۔ میرا شعر ہے؎

ہر تلخیِ حیات و غمِ روزگار کو
تیری مٹھاسِ ذکر نے شیریں بنا دیا

گناہوں سے بچنے کا نسخہ

جب کوئی غم آئے چاہے بیوی بیمار ہو، بچہ بیمار ہو، دشمن ستا رہا ہو، کوئی بھی غم آئے یہاں تک کہ گناہ سے بچنے کا غم بھی ہوتا ہے، برائی کی عادت نہیں چھوٹتی تو دو رکعات صلوٰۃ الحاجت تین دفعہ پڑھئے اور تین دفعہ اس لیے کہتا ہوں

کہ تین عربی میں جمع کے لیے آتا ہے یعنی کثرت سے دعا کرنا ثابت ہوجائے۔ محدثِ عظیم ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی واپس آئی تو ان کی والدہ سے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا قَدْ رَدَّ اللہُ بَصَرَ وَلَدِکِ بِکَثْرَۃِ دُعَائِکِ اے امام بخاری کی والدہ! تیرے بیٹے کی بینائی خدا نے واپس کردی تیری کثرتِ دعا کی وجہ سے اور عربی میں تین سے کم کو کثرت میں شمار نہیں کیا جاتا لہٰذا روزانہ مختلف اوقات میں تین دفعہ صلوٰۃ الحاجات پڑھیے اور تین سے کم آنسو نہ بہائیے۔ ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ جہاں رونے کا حکم آیا ہے وہاں آنسو کے لیے کہیں دَمْعٌ کا لفظ آیا ہے اور کہیں دُمُوْعٌ آیا ہے اور دُمُوْعٌ جمع ہے دَمْعٌ کی تو عربی میں جب جمع استعمال ہوگا تو تین سے کم نہیں ہوگا لہٰذا کم از کم تین آنسو تو بہالو اور اگر تین آنسو بھی نہ نکلیں تو پھر ابن ماجہ والی حدیث کا دامن پکڑنا پڑے گا جس کے راوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو سترہ سال کی عمر میں ایمان لائے تھے اور جن کے لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِرْمِ یَا سَعد فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ اے سعد! تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان۔ اور پھر دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَہٗ وَ اَجِبْ دَعْوَتَہٗ اے اللہ! میرے سعد کے تیر کا نشانہ ٹھیک کردے اور اس کی دعا کو ہمیشہ کے لیے قبول کرلے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اَحَدُ الْعَشَرَۃِ بھی ہیں اور اٰخِرُ الْعَشَرَۃِ بھی ہیں، یعنی عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور ان کے انتقال کے بعد عشرہ مبشرہ میں سے کوئی دنیا میں باقی نہیں رہا، یہ اس حدیث کے راوی ہیں کہ اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنالو۔ دوستو! میں تو اس کو بزرگوں کا قول سمجھتا تھا لیکن جب ابن ماجہ کی یہ حدیث دیکھی تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ

رہی، کم از کم تین قطرہ آنسو تو نکل ہی آتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

سنا ہے سنگ دل کی آنکھ سے آنسو نہیں بہتے
اگر سچ ہے تو دریا کیوں پہاڑوں سے نکلتے ہیں

اگر آپ قیامت کے نقشہ کا، دوزخ کی آگ کا اور قبر کا مراقبہ کریں گے تو ان شاء اللہ آنسو نکل آئیں گے، لیکن حدیث نے رعایت کی ہے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت ہے کہ رونے والوں کی شکل بنالو تو بھی کام بن جائے گا۔

شکل بنانے پر ایک واقعہ یاد آ گیا، ایک سپاہی تھا۔ اس کا انگریز افسر کپتان تھا جو چھٹی دینے میں نہایت بخیل تھا، اس نے کپتان کے پاس جانے سے پہلے آنکھوں میں پیاز لگائی اور جعلی آنسو بہاتا ہوا اس کے پاس گیا کہ سر! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور پھر خوب آنسو بہائے، کپتان اس کے آنسو دیکھ کر اسے فوراً چھٹی دے دی، بعد میں خوب ہنسا کہ میں نے اپنے افسر کو بے وقوف بنا دیا لیکن اللہ تعالیٰ کا معاملہ دوسرا ہے، یہاں پیاز لگا کر آنسو بہانے کی بھی ضرورت نہیں، اگر آنسو نہ آئیں تو اُن کی شانِ رحمت کو لینے کے لیے رونے والوں کی شکل بنالو ان شاء اللہ اس سے ہی کام بن جائے گا۔

لہٰذا جب کبھی کوئی غم آئے مثلاً اصلاح نہ ہو رہی ہو، کوئی روحانی بیماری نہ جا رہی ہو، بچہ بیمار ہو یا خود بیمار ہوں غرض کوئی بھی پریشانی یا بیماری ہو تو ڈاکٹر پر یا تدابیر پر زیادہ بھروسہ مت کرو، یہ پیالے ہیں اور پیالوں سے کچھ نہیں ملے گا، پیالوں میں بھیک کوئی اور دیتا ہے صحت بھی اللہ کے یہاں سے ملے گی، تندرستی بھی وہاں سے ملے گی اور دشمن بھی وہیں سے مغلوب ہو گا لہٰذا جب کبھی کوئی دشمن ستائے تو سمجھ لو کہ یہ اُن کے اُبھارے ہوئے ہیں ؎

بھلا اِن کا منہ تھا میرے منہ کو آتے
یہ دشمن اُنہی کے اُبھارے ہوئے ہیں

لہٰذا جب ان کو راضی کرلو گے تو ہماری نالائقی اور گناہوں کے کتے پن کے سبب دشمنوں کے جو شیر ہم پر مسلط کیے گئے تھے وہ ہٹا لیے جائیں گے۔ مولانا رومی کی دعا ہے ؎

گرگی کردیم اے شیر آفریں
شیر را مگمار برمازیں کمیں

اے خدا! مجھ سے تو کتا پن ہوگیا، بدنظری ہوگئی، گناہ ہوگئے لیکن آپ ہم پر رحم فرمایئے، ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے اور اپنے شیر کو ہماری پیٹھ پر سے ہٹا دیجیے۔ ان شاء اللہ استغفار اور دعا کی برکت سے وہ دشمن کو نرم کردیں گے۔ جو شیروں کو مسلط کرنا جانتے ہیں وہ بھگانا بھی جانتے ہیں بلکہ انہیں مسخر کرکے آپ کا غلام بھی بنا سکتے ہیں۔

اب دعا کرلیجیے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ یا اللہ! سب سے پہلے اختر محتاج ہے، اس مجلس میں میرے بزرگ بھی موجود ہیں، حکیم الامت کو دیکھے ہوئے لوگ بھی ہیں، میں ان سے اور سارے صالحین سے عرض کرتا ہوں کہ سب سے زیادہ محتاج اختر ہے، دعا کیجیے کہ یا اللہ! جو کچھ اس مقرر نے کہا اس پر زیادہ سے زیادہ عمل کی توفیق عطا فرمادے۔ یہ مجلس صیانۃ المسلمین حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کی ہوئی ہے اِس کی برکت سے آج یہاں پورے ملک سے لوگ آئے ہوئے ہیں یا اللہ! اس مبارک مجلس کو قبول فرمالے اور حکیم الامت کے نام کی نسبت کے صدقہ میں ہم سب کو صاحبِ نسبت بنادے اور نہایت اقویٰ نسبت عطا فرمادے، ہم اللہ سے کم نسبت کیوں مانگیں؟ کم پر کیوں راضی رہیں؟ جب ہم اللہ سے مانگتے ہیں تو اپنے ربا کی شانِ کریمی پر نظر رکھ کر مانگتے ہیں اور ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ کریم اس ذات کو

کہتے ہیں اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ جو نالائقوں پر فضل کردے، اے خدا! ہم قسم کھا سکتے ہیں کہ ہم نالائق ہیں، نااہل ہیں لیکن ہمارے سینوں میں جو دل ہے آپ اسے پیار کر کے اپنا بنالیں، جب آپ ہمارے دل کو اپنا بنالیں گے تو قالب خود بخود آپ کا ہوجائے گا، جب بادشاہ آپ کا ہوگا تو جسم تو رعایا ہے، یہ خود ہی آپ کا ہوجائے گا، پس آپ ہمارے دلوں کو اپنی ولایت کے لیے، اپنی محبت کے لیے منتخب فرمالیں، اپنی شانِ کریمی کے صدقہ ہم سے سب گناہوں کو چھڑوادیجیے، تمام گناہوں سے توبہ صادقہ نصیب فرمایئے، استقامت علی الدین نصیب فرمایئے اور آپ نے اپنے اولیاء صدیقین کے سینوں میں اپنی محبت کا جو درد اور اپنی نسبت اور اپنے تعلق کی جو دولت عطا فرمائی ہے وہ ہمیں بھی اپنی رحمت سے عطا فرمادیجیے۔

آخر میں اختر آپ سے وہ دعا مانگتا ہے جو ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سکھائی تھی کہ جب دعا مانگتے مانگتے تھک جاؤ تو خدا سے یہ کہہ دو کہ اے خدا! ہم مانگتے مانگتے تھک گئے، اب بغیر مانگے اپنی رحمت سے ہمیں سرفراز فرما دیجیے، آپ کا نام بہت بڑا نام ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنا ہم پر کرم فرمادیجیے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم
وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم

مواعظ حسنہ نمبر ۷۸

محبتِ الٰہیہ کی عظمت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال کراچی پاکستان

بہ فیضِ صحبتِ ابرار، یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اُس کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ:	محبتِ الٰہیہ کی عظمت
نامِ واعِظ:	شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلالهم علينا الى مأة و عشرين سنة
تاریخِ وعظ:	۲۴؍جون ۱۹۹۷ء بروز منگل
وقت:	بعد نماز عشاء
مقام:	جزیرہ باربڈوز (ویسٹ انڈیز)
موضوع:	اللہ تعالیٰ کی شانِ عظمت ومحبت
مرتب:	یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی (سید عشرت جمیل میرؔ صاحب)
کمپوزِنگ:	مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی
اشاعتِ اوّل:	صفر المظفر ۱۴۳۰ھ مطابق فروری ۲۰۰۹ء
بااہتمام:	ابراھیم برادران سلمہم الرحمٰن

فہرست

نمبر شمار	عُنوان	صفحہ نمبر
۱	اللہ تعالیٰ سے اشد محبت کی وجہ کیا ہے؟	۳۸۲
۲	تاریخِ عظمتِ الٰہیہ کس روشنائی سے لکھی گئی؟	۳۸۴
۳	صحابہ کے خونِ شہادت سے وفاداری کا سبق	۳۸۵
۴	بدنظری کرنے والوں کے لیے حضور ﷺ کی بددعا	۳۸۷
۵	اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو نظر بچانے کی طاقت دی ہے	۳۸۷
۶	توبہ کا مرہم ہنگامی حالت کے لیے ہے	۳۸۸
۷	مومن جیتے جی خدا پر فدا ہوتا ہے	۳۸۹
۸	خونِ آرزو مطلعِ آفتابِ قرب ہے	۳۹۰
۹	اللہ تعالیٰ قلبِ شکستہ کو اپنا مسکن بناتے ہیں	۳۹۲
۱۰	اللہ کا حکم ہماری خواہشوں سے بڑھ کر ہے	۳۹۲
۱۱	عاشقِ مولیٰ غیر اللہ کا عاشق نہیں ہوسکتا	۳۹۳
۱۲	سچے عاشق کی نظر رضاءِ محبوب پر ہوتی ہے	۳۹۵

۱۳	اللہ تعالیٰ کے باوفا بندے کون ہیں؟	۳۹۷
۱۴	اللہ سے بڑھ کر کوئی محبت کرنے والا نہیں	۳۹۷
۱۵	عشقِ مجازی کی ہولناک تباہ کاریاں	۳۹۹
۱۶	محبتِ الٰہیہ کی مٹھاس حاصل کرنے کا طریقہ	۴۰۰
۱۷	قلبِ شکستہ میں اللہ کے آنے کے معنیٰ	۴۰۱
۱۸	لذتِ نامِ خدا بے مثل ہے	۴۰۳
۱۹	علم کے تین درجات	۴۰۴
۲۰	وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ کی ایک عاشقانہ توجیہ	۴۰۵
۲۱	اللہ تعالیٰ کی محبت مانگنے کی مسنون دعا	۴۰۶
۲۲	عشقِ الٰہی کے حصول کے چار کام	۴۰۷
۲۳	اللہ تعالیٰ کی محبت کا امتحان کیا ہے؟	۴۰۹
۲۴	صحبتِ اہل اللہ کا انعام	۴۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبتِ الٰہیہ کی عظمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ ○
وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ
وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَ اَھْلِیْ وَ مِنَ الْمَآءِ لْبَارِدِ
(سننُ الترمذی، کتابُ الدعوات، باب ما جآء فی عقدة التسبیح بالید، ج:۲، ص:۱۸۷)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولانا اشرف کی دعوت پر اس خطۂ ارض پر پہلی بار حاضری ہوئی ہے۔ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب دامت برکاتہم نے جو مولانا اشرف صاحب کے استاذ بھی ہیں میری محبت میں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت پیشِ نظر رکھتے ہوئے برطانیہ سے یہاں تک آنے کی تکلیف اٹھائی اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان علماء کرام کی زیارت نصیب کی۔

اللہ تعالیٰ سے اشد محبت کی وجہ کیا ہے؟

میں نے جو آیت تلاوت کی ہے اس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ایک خبر

دی ہے کہ جن لوگوں نے ہمیں پہچان لیا اور جن کے قلب میں ایمان و یقین اُتر گیا ان کا صرف حلقی اسلام نہیں ہے کہ وہ صرف حلق اور زبان تک رہے بلکہ ان کے دل میں ایمان اتر گیا یعنی مؤمن کامل ہیں ان کو تو دنیا میں سب سے زیادہ محبت ہماری ہے۔ شدید محبت اگر بیوی کی ہے، بچوں کی ہے کاروبار کی ہے، لیکن ان کے قلب میں ہماری محبت اشد ہے یعنی سب محبتوں سے زیادہ ہماری محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جملہ خبریہ سے ہمیں اس کی اطلاع فرمائی۔ اس میں ایک خاص نکتہ جو مجھے (انگلینڈ کے) اسی سفر میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا کہ مجھ سے محبت اشد کرو! امر نہیں فرمایا، خبر دی ہے جملہ انشائیہ سے نہیں جملہ خبریہ سے فرمایا، اس میں ایک خاص راز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سارے عالم کو بتا دیا کہ جس کے دل میں میرا ایمان اور یقین اُتر جاتا ہے اور جس کی آنکھیں ہمیں پہچان لیتی ہیں، جو دل کی آنکھوں سے ہماری تجلیات کا مشاہدہ کر لیتا ہے، ایمان کی بدولت جس کی آنکھوں سے اندھا پن ختم ہو جاتا ہے، جو صحیح طریقہ سے ہماری عظمتوں کو سمجھ لیتا ہے اور جس کو ہمارا جمال نظر آ جاتا ہے تو یقیناً اس کو ہم سے اشد محبت ہو جائے گی۔ لہٰذا اپنے جمال کے کمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا کہ مجھ سے محبت کرو۔ اگر میرے جمال سے تم باخبر ہو جاؤ گے تو یقیناً تمہارے دل میں یہ بات پیدا ہو جائے گی اور مجھ سے محبت پر مجبور ہو گے۔ باکمال اور باجمال آدمی سے یہ نہیں سنو گے کہ مجھ سے محبت کرو کیونکہ صاحبِ جمال جانتا ہے کہ میرے کمالِ حسن کی وجہ سے یہ خود مجھ سے محبت کریں گے۔ کیا لیلیٰ نے مجنوں سے کہا تھا کہ مجھ سے محبت کرو! یا وہ خود اس کے نمک سے پاگل ہو گیا تھا؟ تو جب لیلیٰ کو اس کی ضرورت نہیں تو مولیٰ کو اس کی ضرورت کیسے ہو گی جو تمام دنیا کی لیلاؤں کا خالق ہے اور ان کو نمک دیتا

ہے۔ بتاؤ دنیا کی لیلاؤں کو حسن کون دیتا ہے؟ تو جو مولیٰ سارے عالم کی تمام لیلاؤں کو نمک دیتا ہے، جس کا حسن مولیٰ کی بھیک ہے وہ لیلیٰ تو یہ نہیں کہتی کہ اے مجنوں! مجھ سے محبت کر، کیونکہ وہ جانتی ہے کہ میرا حسن خود اس کو پاگل کردے گا۔ تو جو اللہ تعالیٰ سے باخبر ہوجائے گا، جس کے دل پر ان کا جمال منکشف ہوجائے گا، جس کے قلب وجاں میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کی عظمت کا جھنڈا لہراجائے گا وہ خود بخود اللہ پر دیوانہ ہوجائے گا۔ اس لیے جملہ خبریہ سے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے کمالِ حسن اور کمالِ جمال اور کمالِ عظمت کا راز پوشیدہ ہے۔ جو باکمال ہوتا ہے اور باجمال ہوتا ہے حکم نہیں دیتا کہ مجھ سے محبت کرو! اللہ تعالیٰ تو مولائے کائنات ہیں اور خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات ہیں۔ پس جس نے اللہ کو پہچان لیا وہ خود بخود اللہ پر دیوانہ ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنا دیوانہ بننے کا حکم نہیں دیتے۔ بتاؤ! ستر شہیدوں کو اللہ نے حکم دیا تھا کہ دیکھو ہم پر جان دے دینا؟ خود بخود اپنی جان دے کر اپنے خونِ شہادت کی روشنائی سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت کی تاریخ لکھ گئے، ستر صحابہ ایک ہی دن شہید ہوگئے، ان کی نمازِ جنازہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ پاک میں اُحد کے دامن میں ادا فرمائی اور ہر جنازہ بزبانِ حال یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ بزبانِ حال یاد رکھنا ورنہ آپ کہیں گے کہ وہ اُردو کہاں جانتے تھے؟ ؎

ان کے کوچے سے لے چل جنازہ مرا جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے

بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

تاریخِ عظمتِ الٰہیہ کس روشنائی سے لکھی گئی؟

چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سات سمندر اور سات اور ایسے سمندر اگر روشنائی بن جائیں اور ساری دنیا کے درخت قلم بنادیئے جائیں تو ہماری غیر

محدود عظمتوں کی تاریخ لکھنے سے عاجز و قاصر ہیں۔ اب سوال یہ ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی عظمت کی تاریخ کس چیز سے لکھائیں، کس قلم سے لکھائیں کس روشنائی سے لکھائیں؟ جبکہ ایسے تمام سمندر جو آپ دیکھتے ہیں روشنائی بن جائیں اور سات ایسے اور سمندر روشنائی بن جائیں اور ساری دنیا کے درخت قلم بن جائیں تو بھی اللہ کی عظمت کو نہیں لکھ سکتے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اور اپنے فضل سے شہیدوں کی جماعت پیدا فرمائی اور اُحد کے دامن میں اور طائف کے بازار میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خونِ نبوت سے اور صحابہ کے خونِ شہادت سے اپنی تاریخِ عظمت اور تاریخِ محبت لکھا دی!

صحابہ کے خونِ شہادت سے وفاداری کا سبق

لیکن ایک چیز افسوس سے کہتا ہوں کہ صحابہ نے خونِ شہادت سے اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کیا اور ہم اپنی آنکھوں کو بھی ان حسین اور غیر حسین عورتوں سے نہیں بچاتے اور اس حکم پر وفاداری نہیں پیش کرتے۔ کیوں بھئی! کیا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا حکم نہیں ہے؟ **قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ** اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں سے فرمایئے کہ نظربازی سے اپنی آنکھوں کو محفوظ رکھیں! نظر نیچی کرلیں۔ اگر یہ گناہ مضر نہ ہوتا تو کیا ارحم الرحمین مفید کام سے ہم کو روکتے؟ کیا کسی کا ابا اپنے بچوں کو مفید کام سے روکے گا؟ تو ربا اپنے بندوں کو مفید کام سے کیسے روکے گا؟ اللہ تعالیٰ کا منع کرنا ہی دلیل ہے کہ یہ ہمارے لیے نقصان دہ ہے، مضر ہے۔ اور پھر اس میں ایک خاص نکتہ ہے کہ براہِ راست نہیں فرمایا کہ اے ایمان والو! نظر نیچی کرو۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہلایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حیاء کی دلیل ہے کہ جیسے ابا مارے حیاء کے اپنے بچوں سے ڈائریکٹ نہیں کہتا کہ دیکھو کسی کی بہو بیٹی کو مت دیکھنا بلکہ اپنے دوستوں

سے کہلا دیتا ہے کہ بھئی دیکھو میرے بچوں کو سمجھا دو کہ ذرا اِدھر اُدھر رومانٹک نظر نہ ڈالیں ورنہ بحرِ اٹلانٹک میں غرق ہو جائیں گے اور آؤٹ آف اسٹاک اور ڈینٹ فاراسٹک ہو جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کا اس میں عجیب معاملہ ہے، جو اللہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ کہہ سکتا ہے کہ تم نماز پڑھو تو وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ بدنگاہی نہ کرو لیکن سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ فرما دیجئے، بس کیا کہوں کہ اس میں کیا کرم ہے، کیا ہماری آبرو کا خیال رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہماری عزت کا خیال کیا کہ ان کو براہِ راست مت کہو! نبی سے کہلاؤ۔ صحابہ نے تو اپنی وفاداری صرف غضِ بصر سے نہیں خونِ شہادت سے پیش کی اور ہم خونِ تمنا کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ ایک آرزو کا خون کرنا خونِ شہادت کے برابر ہو سکتا ہے؟ یہ تو آپ کے لیے آسان بھی ہے، وہاں تو خون بہہ رہا ہے، ہم اپنی آرزو کا خون نہیں کر سکتے بتاؤ عبرت کی بات ہے یا نہیں؟ شہیدوں کے خونِ وفاداری سے سبق لینا چاہیے یا نہیں؟ کہ آج ہم اپنی آنکھوں کو بھی بچا نہیں سکتے یعنی آنکھ کی روشنی کو بھی اللہ پر فدا نہیں کر سکتے۔ جبکہ صحابہ نے اپنی جان، اپنا مال، اپنی آبرو اور اپنا خون بھی فدا کر دیا۔ یہ سبق بتاؤ! تازیانہ ہے یا نہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کی زیارت بھی نصیب فرمائی ان کو تو اور زیادہ رونا چاہیے۔ جس کو بھی زیارت نصیب ہو مدینہ شریف کی جب احد کے دامن میں زیارت کے لیے جائے تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ضرور مانگ لے کہ اے خدا! یہ ستر شہید آپ پر فدا ہوئے اور اپنے خونِ شہادت سے آپ سے وفاداری کا ثبوت دے گئے ہمیں بھی ان کی وفاداری سے کچھ حصہ عطا فرما کہ ہم اپنے لعنتی کاموں سے توبہ کر لیں۔

بدنظری کرنے والوں کے لیے حضور ﷺ کی بددعا

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سن لو:

﴿لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبۃ، ص: ۲۷۰)

اس ظالم پر جو اللہ کے حکم کو توڑتا ہے اور اپنا دل نہیں توڑتا اور دعوائے بندگی بھی کرتا ہے اس ظالم پر اے خدا لعنت فرما اب بتاؤ کہاں جاؤ گے؟ کیا ہم پیروں کی بددعا سے ڈریں اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے نہ ڈریں؟ جن کی غلامی کے صدقہ میں پیر بنتا ہے ان کی دعا سے نہ ڈرنا کتنی بڑی حماقت ہے، بولو بھئی! پیروں کی اذیت رسانی سے ڈرتے ہیں اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیشان

﴿زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ﴾

(صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب زنا الجوارح دون الفرج، ج: ۲، ص: ۹۲۲)

کہ کسی کی بہو، بیٹی کو بیوی کو دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے اس کو اہمیت نہیں دیتے۔ بعض بیوقوف لوگ سمجھتے ہیں کہ نہ لیا نہ دیا صرف دیکھ لیا تو اس میں کیا مضائقہ ہے، ایسے ذائقہ میں کیا مضائقہ ہے؟ کہ نہ لیا نہ دیا صرف دیکھ لیا۔ لیکن دیکھنے ہی کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ آنکھوں کا زِنا ہے۔ اب بتاؤ آنکھوں کا زِنا کار ولی اللہ ہوسکتا ہے؟ دوستو! آج ارادہ کرلو کہ جان دے دیں گے، نہ دیکھنے کے غم میں ہم جان فدا کردیں گے اللہ پر۔ بتاؤ جو جان خدائے تعالیٰ پر فدا ہو مبارک ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے طاقت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو نظر بچانے کی طاقت دی ہے

ایک عالم نے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ مجھ کو دیکھنے

کی طاقت ہے مگر نظر ہٹانے کی طاقت نہیں ہے۔تو حضرت نے لکھا کہ تم مولوی ہو کر ایسی غلط بات کرتے ہو؟ فلسفے کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ جو کام انسان کر سکتا ہے اس کو نہیں بھی کر سکتا ہے اگر کر سکتا ہے اور اس کام کو ترک نہیں کر سکتا تو اس کا نام طاقت اور قدرت نہیں ہے۔قدرت متعلق ہوتی ہے ضدین سے۔اگر ہم کو ہاتھ اٹھانے کی طاقت ہے تو ہاتھ گرانے کی بھی طاقت ہے اور اگر ہاتھ اُٹھانے کے بعد گرانے کی طاقت نہیں ہے تو اس کو دنیا ہاتھ اٹھانے کی قدرت تسلیم نہیں کرے گی بلکہ ڈاکٹر کہیں گے کہ اس کو ٹیٹینس ہے لہٰذا اس کو سرٹیفیکٹ فٹنس کا نہیں دیں گے۔جو بدنظری کرتا ہے اور اپنی نظر نہیں بچاتا اللہ تعالیٰ کے نزدیک، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اور ساری دنیا کے اولیاء اللہ کے نزدیک یہ شخص صالح اور ولی نہیں ہے، فاسقین کے رجسٹر میں ہے، اگر توبہ نہ کی۔اور جو شخص گناہوں سے توبہ کرلے وہ ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ﴾

(سنن ابن ماجة، کتاب الزهد، باب ذکر التوبة، ص: ۳۱۳)

گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔اور توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

توبہ کا مرہم ہنگامی حالت کے لیے ہے

لیکن توبہ کا مرہم ایمرجنسی ہے، ہنگامی حالت کے لیے ہے یہ نہیں کہ خوب نظر مارلو، خوب گناہ کرلو پھر دل میں سوچو کہ چلو بعد میں توبہ کرلیں گے۔ مرہم کے سہارے کوئی آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے؟ اگرچہ سو فیصد لکھا ہو کہ جو شخص جل جائے اور ہمارا یہ مرہم لگالے اگر نہ اچھا ہو تو دس لاکھ ڈالر اس کو ہم انعام

دیں گے۔ تو دس لاکھ ڈالر لینے کے لیے کیا کوئی آدمی جلاتا ہے؟ یا بیوی سے کہتا ہے تو ذرا آگ میں ہاتھ ڈال دے یہ ہنڈریڈ پرسنٹ مفید مرہم ہے! تو بیوی کہے گی میاں تم ہی آزمالو! آزمانے کے لیے کیا میرا ہی ہاتھ ہے؟ آپ اپنا ہاتھ کیوں نہیں بڑھاتے؟ یہاں یَد طولیٰ کیوں نہیں دِکھاتے ہو؟ دسترخوان پر تو یـد طولیٰ دِکھاتے ہو؟ ڈش دور بھی ہوتی ہے تو وہاں تک ہاتھ بڑھا دیتے ہو! یہاں بھی یدطولیٰ دکھایئے اور ہاتھ جلالیجئے۔ بس دسترخوان پر چاق و چوبند ہو اور اللہ کی محبت میں ڈھیلے بنے ہوئے ہو؟ سن لو اس کو! اللہ کے نزدیک ایسا شخص کون ہے؟ ؎

اے مخنث! نے تو مردی، نے تو زَن

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جو اللہ کے راستے میں اللہ کی دی ہوئی ہمت کو استعمال نہیں کرتا وہ نہ مرد ہے نہ عورت ہے، وہ تیسری مخلوق ہے۔

مومن جیتے جی خدا پر فدا ہوتا ہے

کب تک گناہوں میں رہو گے دوستو! ایک دن موت آجائے گی۔ موت آنی ہے یا نہیں؟ بتاؤ مرنے کے بعد پھر گناہ کرے گا کوئی؟ جس وقت سڑکوں سے کوئی جنازہ گذر رہا ہو اور ادھر سے کوئی ننگی ٹانگ والی بھی گذر رہی ہے تو کوئی کفن ہٹا کر دیکھے گا؟ مرنے کے بعد تو کافر بھی گناہ چھوڑ دیتا ہے۔ بتاؤ! کوئی ہندو، کوئی یہودی، کوئی عیسائی، کوئی کافر مرنے کے بعد عورتوں کو دیکھ سکتا ہے؟ لیکن مؤمن کی شان یہ ہے کہ جیتے جی اللہ پر فدا ہوتا ہے، اللہ زندگی چاہتا ہے مُردوں کو نہیں چاہتا۔ مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا ؎

نے ترا دل نے تری جاں چاہیے
اُن کو تجھ سے خونِ ارماں چاہیے

اللہ دل بھی نہیں مانگتا کہ آپریشن کرا کے مسجد کے طاق میں یا منبر پر رکھ دو اور جان بھی نہیں مانگتا کہ خودکشی کرلو۔

اُن کو تجھ سے خونِ ارماں چاہیے

خونِ آرزو مطلعِ آفتابِ قرب ہے

دیکھئے! ایک بات بتاتا ہوں اگر آسمان کا مشرقی حصہ لال نہ ہو تو سورج نکلے گا؟ اللہ تعالیٰ بھی چاہتے ہیں کہ تم خانقاہوں میں اللہ والوں سے اپنی حرام آرزو کا خون کرنے کی مشق کرلو۔ اللہ والوں کے ساتھ ان کے دستر خوان پر خالی سموسے مت اڑاؤ! ورنہ اس کا بھی مواخذہ ہوگا کہ تم نے خونِ تمنا کی مشق نہیں کی، بس پیٹ کے لیے ان کے ساتھ پھرتے رہے لہٰذا خونِ آرزو کی مشق کرو! جب خونِ آرزو سے دل لال ہو جائے گا تو دل کے ہر اُفق سے اللہ کی محبت اور اللہ کی نسبت اور اللہ کے قرب کا سورج طلوع ہو جائے گا۔ دنیا کو صرف ایک سورج ملتا ہے کیونکہ صرف مشرق سرخ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے قلب کے آفاقِ اربعہ کو یعنی دل کا مشرق، دل کا مغرب، دل کا شمال اور دل کا جنوب خونِ آرزو سے سرخ کر دیتے ہیں اور دل کے چاروں اُفق سے اللہ تعالیٰ کی نسبت کے بے شمار آفتاب طلوع ہوتے ہیں۔ اللہ کے عاشق اور دیوانے ری یونین، انگلینڈ، بارباڈوز، امریکا، اٹلانٹا، شکاگو، ڈیٹرائٹ، بفیلو، ٹورنٹو، ایڈمنٹن اور کینیڈا کی سڑکوں پر نظریں بچا کر ہر وقت خونِ تمنا کرتے ہیں ان جگہوں میں اختر جا چکا ہے۔

اس سیاحی سے مجھے سبق ملا کہ حلوۂ ایمانی اگر لینا ہے تو ان ملکوں میں دعوت الی اللہ کے لیے جاؤ، خالی حلوۂ ایمانی کے لیے مت جاؤ! یعنی اس لیے نہ جاؤ کہ وہاں عریانی زیادہ ہے نظریں بچا کر حلوۂ ایمانی لیں گے کیونکہ ہو سکتا ہے

کہ نظر نہ بچا سکو اور لعنت آجائے۔ لیکن دین کے پھیلانے کے لیے جب جاؤ گے تو اللہ کی مدد ہوگی لیکن ہر وقت چوکنا رہو اور ہر وقت خونِ تمنا کرو! کتنا ہی دل چاہے دل کی بات مت سنو! بتاؤ دل کی قیمت زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کی؟ آہ! اللہ تعالیٰ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو نور سے بھر دے۔ عجیب وغریب شخصیت ہیں، فرماتے ہیں یہ بتاؤ اگر حسینوں میں نمک زیادہ ہے اور ان کی شکل بہت ہی پیاری ہے تو اللہ پیارا نہیں ہے؟ یہ بتاؤ ابھی روح نکل جائے اور ان کا جسم پھول کر پھٹنے لگے اور ان کے جسم میں کیڑے پڑ جائیں پھر تمہاری عاشقی کہاں جائے گی؟ ارے کھوپڑی میں گوبر نہیں بھرا ہوا ہے۔ جلدی سبق لے لو اللہ پر فدا ہونے کا۔ کتنے پیارے انداز سے مولانا رومی نے بیان فرمایا؂

امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر

اے ایمان والو! اللہ کا حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ حسین زیادہ قیمتی ہیں؟ جن کو دیکھ کر ایک دن تم خود بھاگو گے۔ بتاؤ بھئی سولہ سال کی لڑکی ستر سال کی بڑھیا ہو کر آئی، جس کو آپ گڑیا سمجھ رہے تھے اور گڑیا ہی نہیں شکر کی پڑیا بھی سمجھ رہے تھے وہ جب ستر سال کی ہوگئی، پونے بارہ نمبر کا چشمہ لگا کر، کمر جھکی ہوئی، گال پچکے ہوئے، دانت باہر، ٹوتھ پیسٹ کر رہی ہے دانت نکال کر تو کیا اس کو دیکھو گے؟ اگر تم وفادار تھے شیطان نہیں تھے اور اللہ کے غدار نہیں تھے تو اب دیکھو اس کو۔ یہ کیا وفاداری ہے؟ میرا شعر سن لو؂

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

یہ دوست میں نے نہیں کہا ان کو۔ میں نے ان کے طمانچے اور تازیانے لگائے ہیں۔ لہٰذا اس پر عمل کرو جو اختر نے اس شعر میں پیش کیا ہے؂

ان حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بڑے اٹھائے ہیں

اللہ تعالیٰ قلبِ شکستہ کو اپنا مسکن بناتے ہیں

میں آج کل سارے عالم میں یہی تقریر کر رہا ہوں کہ سمندر میں جا کر لمبے لمبے وظیفے پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تم صرف نظر بچاؤ اور ہر وقت حلوۂ ایمانی کھاؤ، ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ آپ کو ولی بنا دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارحم الرحمین ہیں۔ جب انسان اپنا دل توڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کا احترام کرتا ہے تو اس ٹوٹے ہوئے دل کو اللہ اپنا گھر بنالیتا ہے۔ جس کے دل کو اللہ اپنا گھر بنائے وہ ولی اللہ نہیں ہوگا؟ بتاؤ بھئی علماء حضرات! حدیث قدسی ہے کہ ہم ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتے ہیں:

﴿اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ لِاَجْلِیْ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، باب عیادۃ المریض)

اللہ کا حکم ہماری خواہشوں سے بڑھ کر ہے

ملا علی قاری نے اس کی توثیق کی ہے۔ جو ظالم اپنے دل کو توڑنا نہیں چاہتا اور اللہ کے قانون کو توڑتا ہے بتاؤ یہ کیسا ہے؟ خوش نصیب ہے یا نالائق ہے؟ مولانا رومی کا یہ مصرعہ یاد کرلو ؎

امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر

اللہ کا حکم زیادہ قیمتی یا موتی زیادہ قیمتی ہے؟ آہ اب ایک قصہ سن لو!! شاہِ محمود نے ایک دن اپنا دربار سجایا اور خوبصورت لڑکیوں، جواہرات اور موتی اور سونا اور چاندی کا ڈھیر لگا دیا۔ اور ایک موتی وہاں ایسا رکھ دیا جو مملکت میں نایاب تھا اور سب وزیروں کو حکم دیا کہ اس موتی کو توڑ دو! وزیروں کا آپس میں مشورہ ہوا کہ

اس موتی کا سلطنت میں مثل نہیں ہے، شاہ محمود نے باہر سے منگایا ہے۔ شاہ امتحان لے رہا ہے اگر اس نایاب موتی کو توڑو گے تو شاہ ناراض ہو جائے گا۔ کہا حضور! ہم اس موتی کو نہیں توڑیں گے، کیونکہ یہ نایاب موتی ہے۔ شاہ محمود نے پرچہ سخت کرنے کے لیے نہ توڑنے والوں کو انعام بھی دیا۔ بولیے! یہودی، عیسائی کافروں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا خزانہ دے دیا، ان کے پاس مرسڈیز کاریں اور خوب سونا چاندی ہے۔ آہ! عام لوگوں کے لیے یہ امتحان سخت ہے مگر اللہ کے عاشقوں کے لیے کچھ سخت نہیں ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

دعویٰ مرغابی کردہ ست جاں
کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں

عاشقِ مولیٰ غیر اللہ کا عاشق نہیں ہوسکتا

اے دنیا والو! جلال الدین رومی کی روح نے مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، سمندر کے طوفان سے مرغابی نہیں ڈرتی، حسینوں کی فراوانی سے اللہ والے نہیں ڈرتے۔ یہ محرومِ مولائے کائنات ہیں جو لیلاؤں کے چکر میں آتے ہیں۔ آپ بتائیے! جس کے دل میں سورج آجائے یا جو سورج کا دوست ہو تو وہ ستاروں کو دیکھے گا؟ اس کو ستارے نظر ہی نہیں آئیں گے۔ بتاؤ جب سورج نکلتا ہے تو ستارے نظر آتے ہیں؟ جس کے دل میں اللہ آتا ہے تو لیلائیں اس کو نظر ہی نہیں آتیں کہ یہ سب کہاں گئیں؟ سب گومُوت کا ڈھیر معلوم ہوتی ہیں ؎

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آئے

اس لیے جس کے دل میں مولیٰ ہوگا یاد رکھو وہ لیلیٰ چور نہیں ہوسکتا۔ جو بدنظری کا شکار ہے یقین کرلو کہ اس کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی تجلی خاص اور نسبتِ خاصہ

اور ولایتِ خاصہ نہیں ہے، یہ محروم جان ہے جو اپنے مولیٰ کے غضب کو خرید رہی ہے اور مرنے والی لاشوں کو دیکھ رہی ہے۔ اس محرومی سے اللہ پاک ہم سب کو نجات عطا فرمائے، آمین۔

تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ جس کو مولیٰ مل جاتا ہے وہ لیلیٰ چور نہیں ہوتا۔ آپ بتائیے کوئی وزیراعظم اور بادشاہ کسی سبزی بیچنے والے کے ٹھیلے سے آلو چرا کر جیب میں رکھ سکتا ہے؟ آلو کی تو پھر بھی کوئی قیمت ہے جس کو مولیٰ مل جائے اس کے بعد ساری کائنات کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

اللہ تعالیٰ کی غیرت بھی اپنے عاشقوں کی حفاظت کی ضمانت لیتی ہے سن لو اس کو! مولانا رومی نے فرمایا کہ ایک عورت جا رہی تھی کہ ایک آدمی اس کے پیچھے لگ گیا اور کہا میں تمہارا عاشق ہوں۔ اس نے کہا میرے پیچھے میری ایک بہن آ رہی ہے جو مجھ سے بھی زیادہ حسین اور کم عمر ہے۔ سالیوں سے پردہ اسی لیے زیادہ ضروری ہے کیونکہ سالیوں کو دیکھنے والے کو شیطان آسانی سے اپنا سالا، اپنا برادر اِن لا بنا لیتا ہے۔ تو جب اس نے کہا کہ پیچھے ایک حسین اور آ رہی ہے تو وہ ظالم اُدھر دیکھنے لگا تو اس عورت نے ایک طمانچہ مارا اور کہا تجھے شرم نہیں آتی مجھ سے محبت کا دعویٰ کیا تھا اور دوسری کو دیکھتا ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے کہ میرا ہو کر کہاں دیکھتا ہے؟ جس کو اللہ تعالیٰ اپنا بناتا ہے پھر غیر کا نہیں ہونے دیتا۔ بتاؤ آپ ایک بلی پالتے ہیں تو کیا آپ پسند کریں گے کہ وہ دوسرے گھر میں جا کر رہے؟ اللہ تعالیٰ کو اپنے اولیاء سے محبت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دیتے ہیں کہ وہ اپنی نظروں کی حفاظت کریں۔

سچے عاشق کی نظر رضاءِ محبوب پر ہوتی ہے

تو مولانا رومی نے فرمایا کہ پینسٹھ وزیروں نے انکار کردیا کہ اس نایاب موتی کو ہم نہیں توڑیں گے اور ہر وزیر کو شاہ محمود نے انعام بھی دیا حالانکہ سب فیل ہورہے تھے۔ فیل ہونے والے کو اگر انعام مل جائے تو پھر امتحان اور سخت ہوجاتا ہے کہ نہیں؟ انعام لے کر سمجھتے ہیں کہ ہم پاس ہورہے ہیں حالانکہ فیل ہورہے ہوتے ہیں۔ تین چار وزیروں کو جب انعام ملا تو پینسٹھ کے پینسٹھ وزیر فیل ہوگئے۔ کسی نے اس موتی کو نہیں توڑا اور انعام بھی لے لیا۔ لیکن جو سچا عاشق ہوتا ہے وہ محبوب کی مرضی کو دیکھتا ہے کہ میرا محبوب کیا چاہتا ہے، اس کے سامنے صرف محبوب کی رضا ہوتی ہے، وہ اسرائیل کے یہودیوں کی دولت نہیں دیکھتا، وہ برطانیہ کے انگریزوں کی دولت نہیں دیکھتا، وہ امریکہ کے عیسائیوں کی دولت اور ان کے نمک اور حسن کو نہیں دیکھتا، اس کی نظر آسمان پر ہوتی ہے کہ میرا مولیٰ کیا چاہتا ہے۔ چنانچہ ایاز سچا عاشق تھا، وہ اُٹھا، پتھر لیا اور اس موتی کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ پینسٹھ وزیروں نے کہا کہ ایاز کیسا کافر نالائق ہے، کافر اصطلاحی نہیں لغوی معنوں میں بولا تھا کہ یہ کیسا ناشکرا ہے جو شاہ کی نعمت کا کفران کررہا ہے۔ شاہ محمود نے کہا کہ ایاز! اے میرے عاشق اور باوفا غلام تو نے میرا حکم مان کر موتی کو توڑ دیا لیکن یہ پینسٹھ وزیر تجھ کو نالائق اور بے وفا کہہ رہے ہیں اس کا تو ہی جواب دے ایاز نے کہا۔

گفت ایاز اے مہترانِ نامور
امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر

شاہِ محمود کی طرف سے اس کا عاشقِ باوفا جواب دے رہا ہے کہ اے معزز وزیرو! شاہی حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ موتی زیادہ قیمتی ہے؟ تو دنیاوی شاہ کے حکم سے موتی

کو توڑنے والا ایاز باوفا قرار دیا گیا۔ مولائے کریم کا قرآن پاک میں حکم ہے:

﴿یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾

(سورۃالنور، آیت: ۳۰)

اے ایمان والو! کسی کی بہو، کسی کی بیٹی، کسی کی وائف کو مت دیکھو! ورنہ تمہاری لائف خراب ہو جائے گی اور ویلیم فائف کھانی پڑے گی اور اس کا نائف (چاقو) تم کو ہر وقت چبھتا رہے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کا حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ ٹانگ کھولنے والی کرسچین لڑکیاں؟ بتاؤ بھئی کس کی قیمت زیادہ ہے؟ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر باربڈوز حکومت کا اعلان ہو جائے کہ جو شخص سڑکوں پر پھرنے والی لڑکیوں کو نہ دیکھے گا تو ہر نظر کے بچانے پر اس کو باربڈوز کا ایک لاکھ ڈالر ملے گا جو امریکہ کا پچاس ہزار ہوا تو بتاؤ وہ کیا کرے گا؟ مال کی لالچ میں ایک نظر بھی خراب نہیں کرے گا۔ بتاؤ اللہ کا وعدہ سچا ہے یا باربڈوز حکومت کا؟ بہر حال اللہ کے حکم کے سامنے ساری دنیا کے سورج اور چاند بھی مل جائیں اور ساری دنیا کا خزانہ مل جائے تو اس کی کوئی قیمت نہیں، جو اللہ کے حکم کو توڑتا ہے اس سے زیادہ بدنصیب کوئی شخص نہیں ہے، مولانا رومی اسی کو فرماتے ہیں ؎

امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر

شاہی حکم زیادہ قیمتی ہے یا موتی؟ اس لیے ان ملکوں میں یہی ایک کام کرلو تو سب کے سب سو فیصد ولی اللہ ہو جاؤ گے کیونکہ نظر بچانے پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم اپنی آنکھ کی مٹھاس ہم کو دے دو اور حرام مٹھاس سے اپنے کو بچالو اور میری وفاداری کا ثبوت پیش کردو تو میرے دوست ہو جاؤ گے اور جس کا میں دوست ہو جاؤں تو دونوں جہان اس کے ہیں ؎

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

اللہ تعالیٰ کے باوفا بندے کون ہیں؟

آہ! اہلِ وفا بندے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہیں توڑتے اور اللہ پر جان فدا کرتے ہیں۔ اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ نے گناہ سے بچنے کی ہم کو طاقت دی ہے۔ بولیے جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے حسینوں سے نظر بچانے کی طاقت نہیں ہے لیکن حسین لڑکی کا اور لڑکے کا باپ ایس پی ہو وہ پستول لگا کر کہتا ہو کہ میرے بیٹے بیٹی کو دیکھو بڑے حسین ہیں مگر جو ان کو دیکھے گا میں گولی ماردوں گا۔ بتاؤ پھر کوئی دیکھے گا؟ گولی تو دور کی بات ہے کوئی ذرا تگڑا اسٹنڈا باکسر ماسٹر ہو اور یہ نظر باز جانتا ہو کہ میں سیر ہوں تو یہ سوا سیر ہے ایک گھونسہ مارے گا تو کلہ پھٹ جائے گا تو بتاؤ مخلوق کی مار کے خوف سے دیکھے گا وہ آدمی؟ بولو بھئی! مخلوق کی مار سے ڈر گئے اور اللہ کے پیار سے محروم ہونے سے نہیں ڈرتے؟ اپنی جان پیاری سہی مگر وہ اللہ تمہاری جان سے پیارا ہے یا نہیں؟ ہماری آرزو اور ہماری جان اللہ کے سامنے کیا اہمیت رکھتی ہے؟ لہٰذا بڑے پیارے پر کم پیاری چیز فدا کردو، بس اللہ پر جان فدا کردو ؎

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اللہ سے بڑھ کر کوئی محبت کرنے والا نہیں

جو لوگ یہ بہانہ کرتے ہیں کہ ہم پرانے پاپی ہیں اس لیے ہم سے گناہ نہیں چھوٹتے یہ کہنے سے وہ قیامت کے دن بچ نہیں جائیں گے، وہ اپنے اس بہانے سے توبہ کریں۔ ہمیں گناہ چھوڑنے کی طاقت ہے، اگر گناہ چھوڑنے کی طاقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ گناہ چھوڑنے کا حکم ہی نہ دیتے کیونکہ کسی ایسے کام کا حکم دینا جو بندہ نہ کرسکے ظلم ہے اور اللہ ظلم سے پاک ہے۔ معلوم ہوا کہ مرتے

دم تک گناہ سے بچنے کی طاقت ہے مگر یہ نفس ہمت چور ہے، خبیث لذت کی عادت کی وجہ سے یہ ہمت چور ہے جیسے بھینس کے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اگر دس کلو دودھ دیتی ہے تو تین کلو اپنے بچے کے لیے اوپر چڑھا لیتی ہے کسان بیچارہ تھن پر ہاتھ مارتا ہی رہتا ہے مگر وہ چڑھائے رہتی ہے جب اس کا بچہ آتا ہے تو فوراً اتار لیتی ہے۔ یہی حال نفس کا اور اس قسم کے صوفیوں کا ہے جو نفس سے پوری طرح جان چھڑانا نہیں چاہتے، یہ اپنے دودھ کو اوپر چڑھا لیتے ہیں یعنی طاقتِ تقویٰ کو پورا استعمال نہیں کرتے، گناہ سے بچنے کے لیے پوری ہمت استعمال نہیں کرتے اور جب کوئی حسین شکل سامنے آتی ہے اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ یہ بیوفائی ہے یا نہیں؟ اس لیے دو رکعت توبہ روزانہ پڑھئے اور کہئے کہ اے میرے اللہ دن بھر میں گندا ہو گیا ہوں اب آپ اپنی رحمت سے میری استغفار و توبہ قبول فرما کر مجھ کو پاک کر دیجئے۔ روز کے روز معافی مانگئے، یہ ون ڈے سروس ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں۔ پس مجھ سے بڑھ کر کون باوفا ہوگا؟ یہ حسین کیا وفادار ہیں یہ تمہاری جان بھی لے لیں گے، تمہیں زہر بھی کھلوادیں گے اور اگر اللہ کا عذاب آئے گا تو تمہاری خیریت بھی پوچھنے نہیں آئیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ عذاب کے طور پر گردے کا فلٹر پلانٹ فیل کر دے تو یہ حسین پوچھنے آئیں گی؟ یا کوئی حسین ہسپتال میں آئے گا بلکہ ایک لات اور مارے گا کہ یہ خبیث تھا ہم لوگوں کو بری نظر سے دیکھا کرتا تھا۔ اللہ کے نام پر میری یہ فریاد سن لو! صرف ایک کام کر لو کہ کام نہ کرو اور ولی اللہ ہو جاؤ! یعنی گناہ کے کام نہ کرو اور آرام سے اللہ والے ہو جاؤ۔ بتاؤ نظر مارنا کام ہے یا نہیں؟ تو کام نہ کر کے ولی اللہ ہو جاؤ کتنا آسان راستہ بتا رہا ہوں۔

عشقِ مجازی کی ہولناک تباہ کاریاں

علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم آنکھ کی مٹھاس کو قربان کردو تو دل کی مٹھاس اللہ تعالیٰ تم کو دے گا اور جب دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے میٹھا ہوگا تو سب شکلیں بھول جاؤ گے۔ جب دل میں اللہ آتا ہے تو مولیٰ والا لیلیٰ چور نہیں ہوسکتا۔ یاد رکھو اس کو! جو لیلیٰ چور ہوتا ہے یعنی حسینوں کا نمک چراتا ہے یہ دلیل ہے کہ اللہ کی نسبت اس کی کمزور ہے۔ بھئی یہ جملہ سمجھ میں آرہا ہے میاں! کہ مولیٰ والا لیلیٰ چور ہوسکتا ہے؟ وزیرِ اعظم اور بادشاہ کسی کا آلو چرا سکتا ہے؟ جو آلو کی حیثیت ہے اس سے بھی کمتر ہے حسینوں کا حسن، کیوں؟ آلو چرانے میں تو چوری کا الزام تو لگتا ہے لیکن دل کا قبلہ نہیں بدلتا اور لیلاؤں کے نمک چرانے سے ایک دم دل کا قبلہ بدل جاتا ہے۔ اگر آلو چرا کر واپس کرکے توبہ کرلے گا تو آلو کی یاد بھی نہ آئے گی اور یہاں توبہ کرنے کے بعد بھی اس لیلیٰ کا خیال بار بار آتا رہتا ہے، برسوں تک اس کے خیال سے نجات نہیں ملتی، کتنا فرق ہے۔ اس نظر کی وجہ سے دل کا قبلہ بدل جاتا ہے، نیت باندھتا ہے نماز کی مگر سامنے وہی شکل ہے کہ آج کیسی شکل روڈ پر نظر آئی؟ تلاوت کررہا ہے تو وہی شکل سامنے ہے، ذکر کررہا ہے وہی شکل سامنے ہے حتیٰ کہ بیت اللہ کا طواف کررہا ہے لیکن دل میں اس حسین کا خیال ہے۔ بتاؤ کتنا نقصان پہنچا؟ ایک سو اسی ڈگری قلب اللہ سے دور ہوجاتا ہے۔ دیکھو یہ اللہ کی ذات ہے (ہاتھ سے اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا) اور مؤمن اپنے قلب کو نوے ڈگری زاویئے سے اللہ کی طرف کیے ہوئے ہے پھر اگر کوئی گناہ ہوگیا مثلاً نماز قضا ہوگئی، پھر توبہ کرکے دوبارہ پڑھ لی یا کسی پر ظلم ہوگیا معافی مانگ لی اب دوبارہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ صحیح ہوگیا گویا ۴۵ ڈگری رخ اللہ سے پھرا تھا توبہ کے بعد پھر رخ صحیح ہوگیا

لیکن جو کسی حسین کو کسی خوبصورت لڑکی کو دیکھتا ہے تو دل بالکل اس حسین کی طرف ہو جاتا ہے گویا ایک سو اسی ڈگری کا انحراف ہوتا ہے یعنی رخ اس حسین کی طرف اور پیٹھ اللہ کی طرف ہو جاتی ہے پھر تلاوت کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے مگر ہر وقت اسی حسین کا خیال ستاتا ہے۔ اتنا بڑا نقصان ہے اس میں۔ اگر یہ معمولی گناہ ہوتا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بدنظری کو آنکھوں کا زِنا نہ فرماتے۔

محبتِ الٰہیہ کی مٹھاس حاصل کرنے کا طریقہ

ہر وقت نظر بچا کر تو دیکھو اللہ تمہارے دلوں کا پیار لے لے گا۔ یاد رکھو جو اپنی نظر بچاتا ہے، دل توڑتا ہے، دل کی حرام خواہش کا خون کرتا ہے ایسے غمزدہ، زخمِ حسرت کھائے ہوئے اور ٹوٹے ہوئے دل کو اللہ پیار کرتا ہے، اپنے لیے قبول کرتا ہے، اللہ کو رحم آجاتا ہے کہ میرا بندہ ہر وقت غم اٹھا رہا ہے۔ بتاؤ اللہ کا پیار زیادہ بہتر ہے یا ان مرنے والی لاشوں کا؟ یہ کس کام آسکتی ہیں؟ سوال کرتا ہوں بتاؤ عزت اور ذلت کس کے اختیار میں ہے؟ غریبی اور امیری کس کے اختیار میں ہے؟ تندرستی اور بیماری کس کے اختیار میں ہے؟ موت اور زندگی کس کے اختیار میں ہے؟ حسنِ خاتمہ کس کے اختیار میں ہے؟ میدانِ قیامت میں بخشنا کس کے اختیار میں ہے؟ اتنے بڑے پیارے اللہ کو چھوڑ کر کہاں مرنے والی لاشوں پر مر رہے ہو۔

اس مقام پر احقر راقم الحروف کی آنکھ بند ہونے لگی تو فرمایا بھئی تم کو نیند آرہی ہے تو کیوں نہیں جاتے ہو وہاں۔ عرض کیا دوائی کھائی ہوئی ہے فرمایا کہ اچھا ٹھیک ہے ایسی بات بتا دینی چاہیے کہ آپ نیند کی دوا کھائے ہوئے ہیں، بلڈ پریشر کی دوا میں کچھ نیند کا بھی اثر ہوتا ہے لیکن میں کیا کروں میرے سامنے جب کوئی آنکھ بند کرتا ہے اگرچہ معذور ہے لیکن آنکھ بند ہونے سے مجھے

تشویش ہوتی ہے اس لیے پھر بھی آپ کسی آدمی کے پیچھے بیٹھیں۔ جس کی آنکھ ٹکا ٹک میری طرف دیکھے وہ سامنے بیٹھے لیکن کتنی ہی دوا کھائے ہوئے ہوا بھی دستر خوان بچھا کر دیکھو اور گرین مرچ رکھو اور برف کا پانی رکھو پھر دیکھو یہ وائس پریذیڈنٹ معلوم ہوگا۔ جب آئس دیکھتا ہے تو وائس پریذیڈنٹ ہوجاتا ہے، وہاں کوئی عذر نہیں ہوتا۔ میں یہی کہتا ہوں مولیٰ کی محبت سیکھو! کیا وجہ ہے کہ وہاں ان کو اس دوا کے باوجود نیند نہیں آئے گی۔ معلوم ہوا کہ نعمتِ الٰہیہ سے محبت زیادہ ہے اور نعمت دینے والے سے اس درجے کی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ یہی چاہتے ہیں کہ میری محبت نعمتوں سے زیادہ کرو۔ بزنس کو اللہ منع نہیں کرتا شادی کرنے سے اور بیوی کو دیکھنے سے منع نہیں کرتا، بال بچوں سے بھی پیار کرو، سب مسلمانوں سے پیار کرو لیکن اللہ کے پیار کو کچھ زیادہ کرلو۔ بیوی بچوں سے اور کاروبار سے شدید محبت بھی جائز ہے۔ بس اللہ کی محبت اشد ہو یعنی ۵۹ ڈگری اگر دنیا سے ہے تو ففٹی ون کرلو اللہ میاں سے۔ کچھ زیادہ ہو بس کام بن جائے گا۔

قلبِ شکستہ میں اللہ کے آنے کے معنیٰ

دوستو! بتاؤ میں نے کتنا مختصر راستہ بتایا ولی اللہ ہونے کے لیے۔ تو ایسے مالک کو پیار زیادہ کرنا چاہیے جس کا اختیار اور قدرت ابھی آپ لوگ تسلیم کرچکے ہیں۔ اور میں واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں، غور سے سن لو، دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اللہ نے دل ایسا بنایا ہے جو ہے تو آدھا پاؤ کا لیکن بتاؤ سارا سمندر اس میں آجاتا ہے کہ نہیں؟ ذرا سا خیال کرو پورا ایشیا اور انگلینڈ کا نقشہ دل میں آجائے گا۔ دل کی ساخت اللہ نے ایسی بنائی ہے جس میں ساری دنیا کیا اللہ تعالیٰ اپنی تجلیات خاصہ سے متجلی ہوجاتے ہیں۔ حدیثِ قدسی ہے کہ میں نہیں سمایا زمینوں اور آسمانوں میں لیکن مومن کے قلب میں مثل مہمان کے آجاتا

ہوں۔آہ ایک بات یاد آئی۔ایک غریب سے ایک بادشاہ نے کہا آج سے تم میرے دوست ہو میں تمہارے گھر آؤں گا۔اس غریب نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ حضور میرا گھر چھوٹا سا جھونپڑا ہے آپ ہاتھی پر بیٹھ کر آئیں گے تو نہ میں رہوں گا نہ میری جھونپڑی رہے گی۔بادشاہ نے کہا کہ میں بادشاہ ہوں، جس غریب سے محبت کرتا ہوں اس کے گھر کو بڑا بناتا ہوں، اتنا بڑا بناتا ہوں کہ میں ہاتھی پر بیٹھ کر اس کے گھر میں داخل ہوسکوں۔پس اللہ تعالیٰ بھی جس کے دل کو اپنی ولایت اور دوستی کے لیے قبول فرماتا ہے اس کے دل کو بھی بڑا بنا دیتا ہے، اس کی ہمت اور حوصلے کو بھی بڑا کر دیتا ہے کہ وہ ساری کائنات کو خاطر میں نہیں لاتا، سورج اور چاند کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔اللہ کے دل میں آنے کی دلیل یہی ہے کہ سورج اور چاند کی روشنی اس کو لوڈ شیڈنگ محسوس ہوتی ہے۔بتاؤ سورج اور چاند کی روشنی زیادہ ہے یا اللہ کی؟ ارے یہ تو بھکاری ہیں، نور کی ایک ذرّہ بھیک اللہ نے ان کو دی ہے اور اللہ والوں کے دل میں تو اپنا خاص نور عطا فرماتے ہیں کہ اگر اولیاء اللہ کا نور ظاہر ہو جائے تو سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑ جائے۔

اس لیے جس کے دل میں اللہ آتا ہے سلطنت اور سلاطین کے تخت و تاج اس کو نیلام ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں، لیلائے کائنات کا نمک اس کو جھڑتا ہوا نظر آتا ہے اور مولیٰ کی محبت کے سامنے ان کی محبت احمقانہ معلوم ہوتی ہے۔کائنات کی کوئی حقیقت اس کے سامنے نہیں رہتی، ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے ؎

جب کبھی وہ اِدھر سے گذرے ہیں
کتنے عالم نظر سے گذرے ہیں

لذتِ نامِ خدا بے مثل ہے

دوستو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا کوئی مثل نہیں ہے:

﴿وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾

(سورۃُ الاخلاص، آیت: ۴)

اللہ تعالیٰ بے مثل ہیں، ان کے جیسا کوئی نہیں لہٰذا جس کے دل میں اللہ آتا ہے اس کا دل بھی بے مثل ہو جاتا ہے۔ اللہ کے نام کی لذت بے مثل لذت ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لیے دعویٰ فرمایا ؎

اے دل، ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد
اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

اے شکر پر مرنے والو! یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا شکر پیدا کرنے والا، یہ چاند زیادہ حسین ہے یا چاند کو حسن دینے والا زیادہ حسین ہے جو لیلاؤں کو نمک دے کر قبرستان میں ان لیلاؤں کو ختم کر دیتا ہے پھر اگر قبر کھود کر دیکھو تو تم کو ان کے گال کا کوئی نمک، ان کی آنکھوں کی کوئی بناوٹ نظر نہیں آئے گی۔ مٹی کے ڈسٹمپروں پر اللہ نے کیا کرشمہ دکھایا اور اپنے کرم سے حکم دے دیا کہ دیکھنا مت۔ ان کو ہم نے نمکین، چمکین، دلکین اور حسین بنایا ہے لیکن دیکھنا مت کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ نہ دیکھنے کا تم غم اُٹھا لو پھر ہم تمہارے ہیں ؎

ہم تمہارے، تم ہمارے ہو چکے
دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

ذرا غم اٹھا لو پھر اللہ ایسی بے مثل لذت دے گا کہ ساری دنیا کی لیلائیں نگاہوں سے گر جائیں گی۔ مولائے کائنات ساری دنیا کی لیلاؤں کو نمک دیتا ہے۔

بس اب ترجمہ سن لو جلدی جلدی کیونکہ مجھے ڈاکٹروں نے کم بولنے کی

ہدایت کی ہے کیونکہ مریض ہوں میں لیکن کیا کہوں ؎

میں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اخترؔ
مگر میں کیا کروں چپ بھی نہیں مجھ سے رہا جاتا

اور ؎

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو! راہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

کیا کہوں بس سچ کہتا ہوں بعض وقت اللہ کی محبت بیان کرنے کے لیے مجھے لغت نہیں ملتی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں جن کا میں ادنیٰ شاگرد ہوں کہ جب اللہ کا ذکر کرتا ہوں عرشِ اعظم سے اللہ کے نام کی خوشبو میری روح کو مست کرتی ہے تو جلال الدین رومی انگریزی، فارسی، عربی اردو کسی زبان میں ان کی غیر محدود لذت کی تعبیر کے لیے الفاظ نہیں پاتا۔ شعر یہ ہے ؎

بوئے آں دلبر چوں پراں می شود
ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

اے دنیا والو! جب اللہ کے ذکر سے اس مولیٰ کی خوشبو عرشِ اعظم سے نزول کر کے میری جان کو مست کرتی ہے تو ساری دنیا کی لغت اللہ کی محبت کی لذت کو بیان نہیں کرسکتی۔ بیان میں کیسے آئے گا اس لیے کچھ اشارہ کر دیتا ہوں ؎

ہر شعر میرا، غم ہے تمہارا لیے ہوئے
اور دردِ محبت کا اشارا لیے ہوئے

اشارہ کر رہا ہوں اصلی مزہ تو جب پاؤ گے جب خود اللہ والے بن جاؤ گے۔

علم کے تین درجات

اس لیے علم کے تین درجے ہیں۔ یہ وہ تقریر کر رہا ہوں جس میں

میرے شیخ بھی موجود تھے جس کو سن کر حضرت بہت خوش ہوگئے۔علم کے تین درجے ہیں ایک تو ہے علم الیقین جیسے شامی کباب یا یہاں جو چیز بہت پسند کی جاتی ہے کھانے میں بتاؤ کیا ہے؟ (سامعین نے آواز لگائی) ''فلائنگ فش'' فلائنگ فش پسند ہے آپ لوگوں کو؟ اچھا بھائی ٹھیک ہے۔ایک شخص کو علم ہوگیا کسی سچے آدمی سے جو ثقہ ہے، جس کی روایت معتبر ہے کہ ''فلائنگ فش'' بہت مزیدار ہوتی ہے۔تو اس کو علم الیقین ہوگیا کیونکہ بتانے والا سچا ہے جھوٹا نہیں ہے جیسے کسی نے پوچھا What is this? تو اس کے دوست نے کہا This is Flying Fish, tasty dish اور راوی سچا اور معتبر ہے جس سے اس کو یقین آگیا اس علم کا نام ہے علم الیقین۔

اور دوسرا درجہ علم کا یہ ہے کہ آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ فلانہ فلائنگ فش کھارہا ہے اور جھوم رہا ہے واہ واہ! واہ رے فلائنگ فش! دس از دی بیسٹ ڈش! (This is the best dish) تو اس کو عین الیقین حاصل ہوگیا کیونکہ فلائنگ فش کھانے والے کو دیکھ لیا کہ مزہ لے لے کے کھارہا ہے۔لیکن ایک دن اس کی قسمت سے خود اس کے منہ میں کسی دوست نے فلائنگ فش ڈال دی اور مزہ فلائنگ فش کا پاگیا تو اس مزے کا نام ہے حق الیقین۔اللہ کے نام میں بہت مزہ ہے یہ سارے اولیاء اللہ سے سنتے آئے ہیں یہ علم الیقین ہے اور کسی ولی اللہ کو جب دیکھو گے کہ وہ اللہ کے نام سے مست ہورہا ہے یہ عین الیقین ہوگا اور جس دن اللہ ہمارے دل میں آئے گا وہ حق الیقین ہوگا۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کی ایک عاشقانہ توجیہ

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کا ترجمہ دیکھ لو جملہ خبریہ ہے یہ۔کیا مطلب؟ کہ جس کے دل میں ہم آتے ہیں ہمیں اسے حکم نہیں دینا پڑتا کہ ہم

سے محبت کرو بلکہ وہ خود ہی ہم پر دیوانہ ہو جاتا ہے اور محبت کیسی ہونی چاہیے، اللہ تعالیٰ سے اس کی بھیک مانگو۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور آپ کے عاشقوں کی محبت بھی مانگتا ہوں۔ اب اس ملا سے پوچھو جو کہتا ہے کہ صرف کتاب پڑھنے سے اللہ کی محبت مل جائے گی۔ اگر صرف کتاب کافی تھی تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ والوں کی محبت کیوں مانگی؟ اس پر میرے تین شعر سن لو؂

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا تیرے سنگ در پہ مرنا
کسی اہل دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختؔر
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

اس اختر نے جو آپ سے خطاب کر رہا ہے الحمدللہ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک عمر گذاری، جوانی تقریباً ساری گذر گئی یہاں تک کہ بال سفید ہو گئے۔ مجھے جو کچھ ملا بزرگوں کی صحبت سے نصیب ہوا۔ اسی لیے مولانا ایوب صاحب نے میرا نام ''تربینی'' رکھا ہے۔ تین بزرگوں کی صحبت اُٹھائی۔ دو دریا ملتے ہیں تو اس کو سنگم اور تین دریا کو تربینی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا احسان ہے وَلَا فَخْرَ یَارَبِّیْ۔

اللہ تعالیٰ کی محبت مانگنے کی مسنون دعا

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا آج سے مانگنا شروع کردو۔ آپ نے فرمایا:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ﴾

(سننُ الترمذی، کتابُ الدعوات، باب ما جآء فی عقدة التسبیح بالید، ج: ۲، ص: ۱۸۷)

یااللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا۔ جب نبی مانگے اللہ کی محبت تو ہم لوگ نہ مانگیں؟ اور اللہ والوں کی محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ والوں کی محبت مانگنا بھی سنتِ رسول ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت سے لوگ سنت کے عاشق ہیں مگر یہ سنت بھی تو ادا کرو کہ اللہ والوں کی محبت مانگو۔ اور نمبر تین یعنی ان اعمال کی محبت مانگو جن سے ہمیں اللہ کی محبت مل جائے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی محبت اور عمل کی محبت کے بیچ میں اللہ والوں کی محبت کیوں مانگنا سکھایا؟ تو فرمایا جس کو اللہ والوں کی محبت نصیب ہو جاتی ہے تو یہ محبت رابطہ کا کام کرتی ہے جس سے اللہ کی محبت بھی پیدا ہو جاتی ہے اور اعمال کی محبت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

عشقِ الٰہی کے حصول کے چار کام

اور حدیثِ قدسی کی رُو سے اللہ سے محبت کرنے والا چار کام کرتا ہے۔ حدیثِ قدسی ہے:

﴿وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ﴾

(المشکوۃ المصابیح، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، ص: ۴۲۶)

(مؤطا مالک، کتابُ الجامع، باب ماجآء فی المتحابین فی اللہ، ص: ۷۲۳)

جو آپس میں میری وجہ سے محبت رکھتے ہیں میں ان کے لیے اپنی محبت واجب کر دیتا ہوں۔ لیکن زبانی دعویٰ کافی نہیں ہے آپس میں بیٹھتے بھی ہیں اور بار بار

ملاقات بھی کرتے ہیں۔ زندگی میں ایک دفعہ ملاقات کرلینا کافی نہیں ہے مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ بار بار ملاقات کرو۔ اور کچھ خرچہ بھی کرو بخیل کنجوس اینڈ مکھی چوس نہ بنو تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو یہ چار کام کرتے ہیں میری محبت ان کے لیے واجب ہو جاتی ہے۔ پس جس کو اللہ والوں کی محبت مل جاتی ہے اس کو اللہ کی محبت بھی مل جاتی ہے اور اعمال کی بھی۔ اب محبت کی پلاننگ سن لو کہ کتنی ہونی چاہیے؟

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرتے ہیں اے اللہ اپنی محبت مجھ کو اتنی دے دے کہ آپ پر میری جان ایک دفعہ نہیں ہر سانس میں فدا ہو۔ کیسے؟ ہر نظر بچاؤ۔ ایسے ملکوں میں جہاں عورتیں بے پردہ گھومتی پھر رہی ہیں ٹانگیں کھولے ہوئے اور جب جہاز پر ائیر ہوسٹس آئے اور حاجی صاحب سے پوچھے حاجی صاحب! گرم چاہیے یا ٹھنڈا؟ تو حاجی صاحب کہتے ہیں دونوں چاہیے یعنی پہلے ٹھنڈا پلا دو پھر گرم گرم چائے لاؤ اور اس کو دیکھے بھی جا رہے ہیں اور تسبیح بھی جاری ہے اور بڑے مسکرا مسکرا کے باتیں کر رہے ہیں۔ وہ ائیر ہوسٹس بھی سمجھ جاتی ہے کہ یہ حاجی نہیں ہے پاجی ہے۔ نظر بچا کر بات کرو، چاہے وہ آپ کو بداخلاق سمجھے، یاد رکھو حسنِ اخلاق کی تعریف ملا علی قاری نے کی ہے مَدَارَاةُ الْخَلْقِ مَعَ مُرَاعَاتِ الْحَقِّ اللہ تعالیٰ کے قانون کی رعایت رکھتے ہوئے مخلوق پر احسان کرو۔ حسنِ اخلاق کی یہ تعریف مشکوٰۃ شریف کی شرح میں ملا علی قاری نے کردی۔ لہٰذا ائیر ہوسٹس کو یہ سمجھانے کے لیے کہ مسلمان بڑے اچھے اخلاق والے ہوتے ہیں مسکرا مسکرا کے باتیں مت کرو کہ ہم عمر ہے تو میری سسٹر ہے اور لڑکی ہے تو بیٹی اور ذرا عمر زیادہ ہے تو آپا، یہ آپا نہیں ہے شیطان تم کو اس کے پاپا پر چھاپا ڈلوا رہا ہے اور آنکھوں کا زِنا کرا رہا ہے، دل کو مضبوط رکھو ہرگز نظر مت ڈالو چاہے جیسی بھی چائے ملے۔ ابھی راستے میں ہمارے مولانا...... نے نظر

نیچی کر کے ائیر ہوسٹس سے کچھ کہا۔ اس نے سمجھا کہ یہ بیمار ہے اور آواز کمزور ہے تو اپنا کان اور گال ان کے منہ کے سامنے کر دیا۔ ان کا تو (Exam) اور مشکل ہو گیا۔ اس لیے منہ اُٹھا کر نظر نیچی کر لو اور آواز ذرا تیز کرو کیونکہ منہ اٹھا کر آواز جلدی پہنچتی ہے لیکن نظر نیچی کر کے سر اٹھاؤ تا کہ وہ سن لے ورنہ اپنا گال اور کان تمہارے اور قریب کر لے گی۔ کیونکہ ان کی ڈیوٹی ہے ان کو سمجھایا جاتا ہے کہ پسنجر کو خوش کرو چاہے اس کا انجر پنجر ڈھیلا ہو جائے ایسے موقع پر جان دے دو لیکن حرام مزہ نہ اُڑاؤ۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کا امتحان کیا ہے؟

یہ جو حدیث شریف کی دعا ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَ اَھْلِیْ وَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ﴾

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جآء فی عقدة التسبیح بالید، ج: ۲، ص: ۱۸۷)

کہ اے اللہ اپنی اتنی محبت دے دے کہ ہم اپنی جان سے زیادہ آپ کو پیار کریں! اس کا امتحان کیا ہے؟ کیسے معلوم ہو کہ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ آپ کی جان سے زیادہ پیارا ہے؟ کیا دلیل ہے؟ جب ائیر ہوسٹس گوری ہو یا کالی ہو یا سڑکوں پر ٹانگ کھولے ہوئے جا رہی ہے، یہ ٹانگ شیطان کی ٹانگ ہے، شیطان اسی سے ڈاڑھی والوں اور گول ٹوپی والوں کو ٹانگ دیتا ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ اے گول ٹوپی والو! اور ڈاڑھی والو! جب ننگی ٹانگ نظر آئے تو تم نظر مت ڈالو ورنہ ٹنگنا مچھلی کی طرح ٹانگے گی۔ اللہ کے جان سے پیارا ہونے کی بڑی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کو ناراض کر کے اپنی جان کو خوش نہیں کرتا مثلاً ایک کروڑ ڈالر حرام کا مل رہا ہے کیسے؟ مسافر کا مال چھوٹ گیا یا وضو خانے میں ایک کروڑ کی گڈی کوئی بھول گیا اور یہ نہیں چراتا۔ تب معلوم ہو کہ ہاں مال سے زیادہ اور جان سے

زیادہ اللہ پیارا ہے۔ مٹی کے کھلونوں میں اپنی زندگی ضائع نہ کرو۔ بعض لوگ بہت ضائع کرچکے، کچھ چین نہ پایا سوائے الو کی طرح شیطانی فعل میں کھوپڑی اس کی یاد میں گرم ہوئی اور نیند کے لیے ویلیم فائف کھاتے رہے پھر کھائی ویلیم ٹین پھر بھی نیند نہ آئی تو ٹین بجاتے ہوئے پاگل خانے میں چلے گئے۔ آپ پاگل خانے میں جا کے دیکھیں وہاں نوے فیصد لوگ رومانٹک والے ہیں، یہ رومانٹک دنیا بحر اٹلانٹک میں غرق کرتی ہے اور ڈینٹ فاراسٹک بھی کرتی ہے آؤٹ آف اسٹاک بھی کرتی ہے اور آؤٹ آف مائنڈ بھی کرتی ہے۔ مولیٰ کو چھوڑ کر کہیں چین نہیں ہے یاد رکھو! واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں اور میری قسم کی کوئی حقیقت نہیں اللہ تعالیٰ کا کلام یہ اعلان کر رہا ہے:

﴿اَلاَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

(سورۃ الرعد، آیت: ۲۸)

یاد رکھو! خبردار اللہ ہی کی یاد سے دلوں کو چین ملتا ہے۔ یہاں ''ہی'' کا لگانا فرض ہے۔ جو ترجمہ یہ کردے کہ اللہ کی یاد سے دل کو چین ملتا ہے اس کا ترجمہ صحیح نہیں ہے کیوں؟ بِذِکْرِ اللّٰہِ مقدم ہے اور اَلتَّقْدِیْمُ مَاحَقُّہُ التَّاخِیْرُ یُفِیْدُ الْحَصْرَ ۔قواعد عربی کے اعتبار سے اس کا ترجمہ ہے کہ اللہ ہی کے ذکر سے تم کو چین ملے گا۔ قرآن پاک پر ایمان لانے والو! چین کہاں تلاش کیا جارہا ہے؟ ننگی ٹانگوں میں؟ اس لیے دیکھو! رومانٹک دنیا بے چین اور پریشان ہے۔ ایسی کتے کی زندگی ہے دنیاوی عاشقوں کی کہ بس کچھ مت پوچھو۔ ایک پل چین نہیں ہے اور جب حسن بگڑ گیا تو اس کا حال میں نے اس شعر میں بیان کیا کہ ؎

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ میری ہسٹری باقی

تو بخاری شریف کی دعا ہے کہ اے اللہ اپنی اتنی محبت مجھے دے دے کہ میری

جان سے زیادہ آپ پیارے ہوجائیں جس کی کسوٹی یہ ہے کہ سڑکوں پر ان حسینوں کو مت دیکھو تو سمجھ لو پھر اللہ جان سے زیادہ پیارا ہے کیونکہ جان کو تکلیف ہورہی ہے اور یہ اللہ کی محبت میں جان کی پرواہ نہیں کرتا جان پر تکلیف جھیل لو اللہ کے غضب کو مت خریدو تو سمجھ لو اب جان سے زیادہ اللہ پیارا ہوگیا اور اہل و عیال اور بال بچوں سے بھی زیادہ اللہ پیارا ہوگیا۔ اور تیسری دعا ہے وَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ اور اے اللہ! پیاس میں ٹھنڈا پانی پی کر جو مزہ آتا ہے اس سے زیادہ تیرے نام سے مجھ کو مزہ آئے۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جز کو اپنے شعر میں بیان کیا ہے ؎

پیاسا چاہے جیسے آبِ سرد کو
تیری پیاس اس سے بھی بڑھ کر مجھ کو ہو

بتاؤ! شدید پیاس میں ٹھنڈا پانی کیسا لگتا ہے؟ ہمیں اللہ کی محبت کی پیاس اتنی لگ جائے کہ جب ہم اللہ کہیں تو اتنا مزہ آئے کہ بس کچھ مت پوچھو۔ اللہ کا نام دونوں جہان کی نعمتوں کا جوس ہے بلکہ دونوں جہان کی لذتوں سے بڑھ کر ہے اب اختر کا ایک شعر سن لو تقریر ختم ہورہی ہے ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

آپ بتائیے! جنت افضل ہے یا جنت کا پیدا کرنے والا تو جس کے دل میں خالقِ جنت آتا ہے اس کو جنت سے زیادہ مزہ دنیا ہی میں ملتا ہے۔ ایک شعر سناتا ہوں جو انگلینڈ میں موزوں ہوا ؎

مانا کہ میر گلشنِ جنت تو دور ہے
عارف ہے دل میں خالقِ جنت لیے ہوئے

صحبتِ اہل اللہ کا انعام

اللہ والوں کے دل میں خالقِ جنت ہوتا ہے اس لیے ان کے پاس بیٹھ کے دیکھ لو انشاء اللہ تجارت دماغ سے نکل جائے گی، بادشاہت کے تاج وتخت نیلام ہوتے نظر آئیں گے، اور سورج اور چاند کی روشنی میں لوڈ شیڈنگ معلوم ہوگی، ساری لیلاؤں کا نمک بھول جاؤ گے، کسی اللہ والے کے پاس کچھ دن رہ کے دیکھو اور کوئی اللہ والا نہ ملے تو ان کے غلاموں کے پاس رہ لو جس میں اختر بھی شامل ہے۔ کیوں بھئی اللہ والوں کی غلامی پر آپ کو اعتقاد ہے یا نہیں؟ سب سے پہلے مولانا ایوب گواہی دیں گے۔ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ خود کہے کہ میں اللہ والا ہوں، اپنی غلامی اور صحبت کی نسبت کرے کہ میں فلاں اللہ والے کا خادم ہوں۔ مگر جو لوگ مرید ہیں جتنا نیک گمان کریں کم ہے اور ان کے لیے اتنا ہی مفید ہے۔

بس تقریر ختم ہوگئی اب دعا کرلو۔ جو مضمون بیان ہوا اے اللہ ہم سب کو وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کا مقام عطا فرما، اے اللہ! اپنا یہ جملۂ خبریہ ہم سب پر اپنی رحمت سے صادق فرما دے کہ ہمارے قلب میں آپ کی محبت اشد ہو جائے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم سب نالائق امتی ہیں مگر اے اللہ! آپ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا ہم سب کے حق میں قبول فرمالیں۔ وہ کیا دعا ہے؟ (۱) اے اللہ مجھے اپنی محبت دے دے نمبر (۲) اپنے عاشقوں کی محبت بھی دے دے۔ نمبر تین (۳) ان اعمال کی توفیق دے دے جس سے آپ خوش ہوتے ہیں اور اس کے بعد اپنی محبت اتنی دے دے جتنی تیرے رسول نے تجھ سے مانگی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو محبت مانگی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی مگر اُمت کو سکھانے کے لیے عنوان، تعبیر

اور طریقۂ فریاد بتادیا کہ اے خدا تیرے نبی نے جو محبت مانگی کہ اے اللہ ہمیں اتنی محبت دے دے کہ ہماری جان سے زیادہ تو پیارا ہوجائے اور سڑکوں پر حسینوں اور نمکینوں کی ننگی ٹانگوں کو نہ دیکھنے سے کتنی ہی تکلیف ہو لیکن ہم تکلیف گوارا کرلیں اور آپ کو ناراض نہ کریں اور ہماری رُوباہیت اور لومڑیت کو شیریت سے بدل دے اور جتنی محبت سے ہم دنیاوی غذاؤں کو دیکھتے ہیں فلائنگ فش، سموسہ، پاپڑ، ٹھنڈا پانی، مرنڈا وغیرہ دنیا کی ساری نعمتوں سے آپ ہمیں زیادہ پیارے معلوم ہوں اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے رگ رگ میں جان آجاتی ہے، ہم سب کو ایسا عاشق بنادے کہ جب تیرا نام لیں تو ہماری رگ رگ میں کروڑوں جان آجائے، جب ہم آپ کا نام لیں تو معلوم ہو کہ ہماری حیات پر بے شمار حیات برس رہی ہے، ہماری جان پر بے شمار جان برس رہی ہے۔ آہ جو اللہ پر مرتا ہے واللہ اس پر بے شمار جان برستی ہے۔ جو غیر اللہ پر مرتا ہے ٹیڈیوں وغیرہ پر اس پر موت برستی ہے۔ جو نظر خراب کر کے آیا ہو اس کے چہرے کو دیکھ لو اگر موت برستی نظر نہ آئے تو کہنا اختر مسجد میں کیا کہہ رہا تھا اور جنہوں نے نظر کو بچایا ان کے چہرے کو دیکھ لو ان کے چہرے پر اللہ کی رحمت اور اللہ کی طرف سے حیات کی بارش محسوس ہوگی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ

وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

رَبِّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ شَقِیًّا

❁❁❁❁❁

مَیں نے غم بھی بہت اُٹھائے ہیں

داغ حسرت سے دل سجائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں

قلب میں جس کے جب وہ آئے ہیں
اپنا عالم الگ سجائے ہیں

ان حسینوں سے دل بچانے میں
مَیں نے غم بھی بہت اُٹھائے ہیں

حُسنِ فانی کے چکروں میں میر
کتنے لوگوں نے دن گنوائے ہیں

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سُنائے ہیں

منزلِ قرب یوں نہیں ملتی
زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں

کانپتا ہے فضل سے اختر
فضل کا آسرا لگائے ہیں

ہے عجم اس کا پھر مدینے میں

میرؔ رہتا تھا جو نگینے میں[1]
دیکھو بیٹھا ہے کس سفینے میں

زندگی گر فدا ہے مالک پر
کیا حلاوت ہے اس کے جینے میں

بے بیانی بھی ہے بیاں اس کا
دردِ نسبت ہے جس کے سینے میں

ہے خفا جس سے پالنے والا
کوئی جینا ہے اس کا جینے میں

دوستو سب کرم ہے مالک کا
خوبیاں کیا ہیں اس کمینے میں

راہِ سُنّت پہ جو چلے اختؔر
ہے عجم اس کا پھر مدینے میں

(ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ مطابق ۵ ستمبر ۹۵ کراچی)

[1] مُراد احقر ہے جس کا وطن نگینہ ضلع بجنور ہے۔ احقر اس نعمت عظمیٰ کا اگر ساری عمر کروڑوں بار شکر ادا کرے کہ حضرت والا مجھ جیسے ناپاک کو اشعار میں مخاطب فرماتے ہیں تو حق شکر ادا نہیں ہو سکتا ۔

الحمد للہ الذی بعزتہ تتم الصالحات (احقر میر عفا اللہ عنہ)

یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں

جس سے ہیں آپ خوش اس جہاں میں　　وہ شب و روز ہے گلستاں میں
دیکھ کر میرے اشکِ ندامت　　ابرِ رحمت کی بارش ہے جاں میں
آپ کا سنگِ در اور مرا سر　　حاصلِ زندگی ہے جہاں میں
سارے عالم کی لذت سمٹ کر　　آ گئی ہے ترے آستاں میں
لذتِ ذکرِ حق اَللّٰہ اَللّٰہ　　اور کیا لطف آہ و فغاں میں
کیا کہوں قربِ سجدہ کا عالم　　یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں
برق گرنا مگر رُخ بدل کر　　آہ سُنتا ہوں میں آشیاں میں
عالمِ غیب کا یہ کرم ہے　　چشمِ بینا دیا قلب و جاں میں
درسِ تسلیم و خونِ تمنا　　ہے نہاں عشق کی داستاں میں

لذتِ قربِ بے انتہا کو
کس طرح لائے اخترؔ زباں میں

مواعظ حسنہ نمبر ۷۹

بے پردگی کی تباہ کاریاں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۴۹۹۲۱۷۶

بہ فیضِ صحبتِ ابرار، یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے ہے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اِس کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: بے پردگی کی تباہ کاریاں
نامِ واعِظ: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلالھم علینا الی مأۃ و عشرین سنۃ
تاریخِ وعظ: ۴؍صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۶؍اگست ۱۹۹۱ء بروز جمعۃ المبارک
وقت: قبل نمازِ جمعہ
مقام: مسجد اشرف، گلشن اقبال نمبر۲، کراچی۔
موضوع: بے پردگی، بدنظری اور عشقِ مجازی کے مفاسد
مرتب: یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی (سید عشرت جمیل میرؔ صاحب)
کمپوزِنگ: مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی
اشاعتِ اوّل: صفر المظفر ۱۴۳۰ھ مطابق فروری ۲۰۰۹ء

بااہتمام: ابراھیم برادران سلمہم الرحمٰن

فہرست

نمبر شمار	عُنوان	صفحہ نمبر
۱	سب سے برکت والا نکاح کون سا ہے؟	۴۲۲
۲	صحابہ کرام اور اکابر کے نکاح میں سادگی	۴۲۳
۳	نکاح میں اسراف کا وبال	۴۲۴
۴	نکاح میں گناہ کی رسمیں	۴۲۴
۵	رزق میں بے برکتی کا سبب	۴۲۴
۶	عزت کس سے ملتی ہے؟	۴۲۵
۷	عقل پر عذاب کی علامت	۴۲۶
۸	عشقِ مجازی سے بچنے کا مراقبہ	۴۲۸
۹	عشقِ مجازی کی بربادیاں	۴۲۹
۱۰	عورت کی حرمت کس میں ہے؟	۴۳۰
۱۱	ائیر ہوسٹسوں کی ذلت آمیز ملازمت	۴۳۲
۱۲	بے پردگی کا عبرتناک انجام	۴۳۳
۱۳	بدنظری سے ازدواجی زندگی کی بربادی	۴۳۷

۱۴	مریض کو معالج پر اعتراض کا حق نہیں	۴۳۸
۱۵	حسنِ فانی کا پوسٹ مارٹم کرنا کسی کی بے حرمتی نہیں	۴۴۰
۱۶	متقی شوہر بیوی سے زیادہ محبت کرتا ہے	۴۴۱
۱۷	بے وقوفی خدا کا قہر ہے	۴۴۲
۱۸	شیخ پر اعتراض کرنا محرومی کی علامت ہے	۴۴۳
۱۹	عشقِ مجازی کا علاج	۴۴۴
۲۰	بدفعلی سے بچنے کا واحد راستہ حسینوں سے دوری ہے	۴۴۷
۲۱	صحبت اہل اللہ کی نعمت	۴۴۸
۲۲	پاکستان اسلامی سلطنت ہے	۴۴۹
۲۳	صلہ رحمی کے حق دار کون ہیں؟	۴۵۰
۲۴	زبان قابو میں رکھیں	۴۵۱
۲۵	نکاح کرنا کب سنت ہے؟	۴۵۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بے پردگی کی تباہ کاریاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا

(سورۃُ الفاطر، آیت:۸)

وَقَالَ تَعَالٰى قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ

(سورۃُ النور، آیت:۳۰)

آج سنت کے مطابق ایک نکاح ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ نماز سے پہلے نکاح ہو جائے لیکن اگر مضمون سمیٹنا مشکل ہو گیا تو پھر ان شاء اللہ بعد نمازِ جمعہ نکاح ہو گا اور نکاح کے متعلق بھی کچھ بات سنائی جائے گی بلکہ آج زیادہ تر نکاح کے متعلق مسائل بیان کیے جائیں گے۔

سب سے برکت والا نکاح کون سا ہے؟

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهٗ مَئُوْنَةً﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتابُ النکاح)

سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو اور سادگی ہو۔ بے جا

اخراجات میں پیسہ اُڑانے سے بہتر ہے کہ وہی پیسہ بچا کر اپنی بیٹی کو دے دو، داماد کو دے دو، مسجد میں دری بچھوا دو، کسی طالبِ علم کا خرچہ برداشت کرلو غرض اپنے شیخ سے مشورہ کرکے کسی صحیح مصرف میں لگادو۔ دعوتِ ولیمہ جو مسنون ہے وہ لڑکے کے لیے ہے جس کے گھر بیوی آتی ہے مگر آج اُلٹا معاملہ ہے، لڑکی والا بھی لڑکے کے ہمراہ آنے والے سینکڑوں باراتیوں کے کھلانے پلانے پر لاکھوں روپے خرچ کرتا ہے، جس کی پانچ لڑکیاں ہیں وہ چھ لاکھ کا انتظام سوچتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے چوری کرتا ہے، ڈاکہ مارتا ہے، رشوت لیتا ہے اور لڑکے والوں پر بھی اتنی بڑی دعوتِ ولیمہ کرنا ضروری نہیں کہ شامیانہ لگے، دس ہزار آدمی آئیں اور لاکھوں روپے کھلانے میں خرچ ہوں، پانچ آدمی سے بھی ولیمہ ہوسکتا ہے، اگر کسی خاندان والے کو کوئی نہ بلائے تو اس کو شکایت کا حق نہیں ہے۔

صحابہ کرام اور اکابر کے نکاح میں سادگی

کراچی تو بہت بڑا شہر ہے مدینہ شریف کی چھوٹی سی بستی میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنی دعوتِ ولیمہ میں نہیں بلایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے کپڑے پر خوشبو کا پیلا رنگ لگا دیکھ کر اندازہ لگایا اور پوچھا کہ شاید تم نے نکاح کرلیا لیکن آپ کو ذرا بھی ناگواری نہیں ہوئی کہ تم نے ہمیں دعوتِ ولیمہ میں کیوں نہیں بلایا۔

میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک بہت بڑے اور معزز خاندان میں اپنی بیٹی دی۔ پروفیسر حکیم عرفان اللہ صاحب مجلسِ شوریٰ دیو بند کے ممبر اور طبیہ کالج علی گڑھ کے بہت بڑے حکیم تھے، حضرت نے

ان سے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کو لانا اور ایک بچہ اور لے آنا یعنی علی گڑھ سے ہردوئی تین آدمی سے زیادہ نہ آئیں، بس ابا جان آئیں، بیٹا جو داماد بننے والا ہے اور ایک بچہ اور لا سکتے ہیں چوتھا آدمی نہیں آئے گا۔ اس کو کہتے ہیں سادگی لیکن آج کہتے ہیں کہ سادگی اختیار کرنے سے ناک کٹ جائے گی، ارے ناک تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اگر سادگی اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہماری عزت ہوتی۔

نکاح میں اسراف کا وبال

جب سے اُمت شادی بیاہ کے موقع پر خرافات اور تکلفات میں مبتلاء ہوئی ہے اس وقت سے مقروض ہونے، سودی قرضے اور رشوت لینے جیسی برائیوں میں مبتلا ہوگئی اور ان برائیوں کی جڑ یہی فضول خرچی اور اِسراف ہے۔ جب نکاح کی برکت کم خرچ کرنے میں ہے تو امت برکت کیوں نہیں لیتی، کیوں زیادہ خرچ کر کے نام ونمود کر کے برکت سے محروم ہوتی ہے۔

نکاح میں گناہ کی رسمیں

آج کل شادی بیاہ میں جو مووی بن رہی ہے میں اس کو موئی کہتا ہوں، پہلے زمانہ میں عورتیں جب کسی کو کوستی تھیں تو کہتی تھیں اری موئی یعنی مرنے والی، مووی میں بے حیائی کی حد ہے کہ دولہن اور دولہا کے ساتھ دولہا کے غیر محرم دوست اور رشتہ دار بھی کھڑے ہیں اور گھر گھر اس کی زیارت کرائی جاتی ہے، اپنی بیٹی اور بہو کو غیر مردوں کو دِکھا دِکھا کر انعام لیا جا رہا ہے، حد ہے اس بے غیرتی کی! پھر کہتے ہیں کہ صاحب پریشانی ہے، روزی میں برکت نہیں ہے۔

رزق میں بے برکتی کا سبب

جب اللہ تعالیٰ کے غضبِ اور ناراضگی کو خریدو گے تو روزی میں برکت

کہاں سے آئے گی؟ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وظیفہ پڑھنے سے برکت لے لیں گے تو سن لو! وظیفہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت تو آئے گی لیکن اگر ہم گناہ نہیں چھوڑیں گے تو اللہ کا غضب بھی آئے گا۔ جب رحمت اور غضب آمنے سامنے ہوں گے تو راستہ کیسے ملے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ گناہ کرنے سے اللہ کے غضب کا ٹرک آئے گا اور وظیفہ پڑھنے سے اللہ کی رحمت کا ٹرک آئے گا، دونوں ایک دوسرے کو راستہ نہیں دیں گے، غضب نہیں ہٹے گا تو رحمت بھی نہیں ملے گی، وظیفہ پڑھنے سے رحمت نہیں ملتی گناہ چھوڑنے پر رحمت ملتی ہے، گناہ چھوڑ کر پھر بے شک وظیفہ پڑھو۔

بتاؤ! کپڑوں پر پاخانہ لگا کر عطر لگاتے ہو یا کپڑا دھو کر عطر لگاتے ہو؟ اللہ کا ذکر عطر ہے مگر پہلے گناہوں کی بدبو دور کرلو لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب تک گناہ نہیں چھوٹتے آپ روزہ نماز ہی نہ کریں جو فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ ہے۔ نماز روزہ بھی کیجیے، اللہ کا نام بھی لیجیے لیکن اس عقیدہ کی اِصلاح ضروری ہے کہ گناہ چھوڑنا ضروری نہیں بس وظیفہ پڑھتے رہو سب کام ہو جائیں گے، نہیں! اللہ کی نافرمانی چھوڑنا سخت ضروری ہے، ایک سانس بھی خدائے تعالیٰ کی ناراضگی میں جینے والا اپنے اوپر خدا کے غضب کو حلال کرتا ہے اِلَّا اَنْ یَّتُوْبَ ہاں اگر توبہ کرلے۔

عزت کس سے ملتی ہے؟

ایک صاحب نے آج ہی مجھے بتایا کہ میں بیس سال کا جوان ہوں لیکن جب سے میں نے ڈاڑھی رکھی ہے تو ستر سال کی بڑھیا بھی مجھے چچا میاں کہہ کر میرا مذاق اڑا رہی ہے تاکہ چچا میاں سن کر ڈر جائے اور ڈاڑھی منڈا دے۔ میں نے اس نوجوان لڑکے سے کہا کہ ظالم! اگر ستر برس کی بڑھیا

تجھ کو چچا میاں کہتی ہے تو اس میں تیری عزت ہے یا ذلت ہے؟ تجھے تو اس عزت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اسی طرح آج اگر کوئی سترہ اٹھارہ سال کی لڑکی برقعہ پہن لے تو اس کے خاندان والے اس کو کیا کہتے ہیں؟ اماں ذرا راستہ دے دو، اب وہ اٹھارہ سال کی لڑکی ڈر جاتی ہے کہ برقعہ سے تو ہمیں اماں بننا پڑا ارے ظالم! تجھے اللہ عزت دے رہا ہے کہ بڑے بڑے تجھے اماں کہہ رہے ہیں، شکر ادا کر کہ اللہ نے تجھے عزت دی کیا تو یہ چاہتی ہے کہ لوگ تجھے چھوکری کہیں؟

میرے ایک دوست، علامہ شبلی کے بھتیجے، ساٹھ سال کی عمر تھی، ماشاء اللہ ان کی بڑی خوبصورت ڈاڑھی تھی، وہ بس پر سوار ہوئے تو جولڑکے بیٹھے تھے وہ کھڑے ہوگئے اور کہا کہ چچا میاں آپ میری سیٹ پر بیٹھ جائیں۔ ایک صاحب ان سے دس سال بڑے ستر سال کے اپ ٹو ڈیٹ ٹائی لگائے ڈاڑھی منڈائے ہوئے کسی اچھے دفتر میں ملازم تھے انہوں نے میرے دوست سے پوچھا کہ آپ کی کیا عمر ہے؟ انہوں نے کہا ساٹھ سال تو اس نے لڑکوں سے کہا میں ان سے دس سال بڑا ہوں تم لوگ مجھے کیوں نہیں بٹھاتے، مجھے چچا کیوں نہیں کہتے؟ تو لڑکوں نے کہا کہ تم تو بھتیجے لگ رہے ہو، چچا کہاں لگ رہے ہو، چچا تو جب لگو گے جب اتنی بڑی ڈاڑھی رکھو گے۔

عقل پر عذاب کی علامت

ایک غضب اور ہے، بس کیا کہوں غضب بالائے غضب ہے کہ نیک خاندان کی لڑکی نماز روزے والی، برقعہ اوڑھنے والی پیسے کے لالچ میں اس کے ماں باپ نے اسے امریکی تعلیم یافتہ بددین بے نمازی مسٹر کو دے دیا، جب وہ برقعہ اوڑھ کر اپنے شوہر کے گھر گئی تو شوہر نے برقعہ میں آگ لگا دی اور کہا کہ

تمہیں لپ اِسٹک لگا کر، میک اپ کر کے، ننگے لباس میں ٹیڈی بن کر میرے ساتھ کلفٹن چلنا پڑے گا، الفسٹن اسٹریٹ جانا ہوگا، میرے دوستوں اور رشتہ داروں سے ملنا ہوگا، یہ پرانے زمانہ کا برقعہ اوڑھا تو میری تو عزت اُڑ جائے گی، لوگ کہیں گے کہ یہ کیسی پرانے فیشن کی برقعہ والی بیوی لے آیا۔ آہ! جس چیز کو اللہ اور رسول نے عزت بخشی تھی آج مسلمان اس کو ذلت سمجھ رہے ہیں۔ بتاؤ! عورت کی عزت کس چیز میں ہے، پردے میں رہنے میں ہے یا ننگا پھرنے میں؟ کیا کوئی شریف اور باحیا عورت چاہتی ہے کہ غیر مرد اس کے بالوں اور گالوں کو بری نظروں سے دیکھ کر سیٹیاں بجائیں، عورت کا احترام یہی تھا کہ وہ نماز روزہ کرتی، شوہر کی خدمت کرتی، بچوں کی پرورش کرتی اور برقعہ پہن کر باہر نکلتی لیکن آج شوہر فیشن ایبل بیوی کو ساتھ لے کر بازاروں میں پھرنا اپنی عزت سمجھتا ہے، اگر بیوی برقعہ والی ہو تو انہیں شرم آتی ہے، یہ کیا عزت ہے کہ تمہاری بیوی کو دوسرے لوگ دیکھ رہے ہیں، بے شرمی اور بے غیرتی کی حد ہے۔ جب انسان اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کی عقل پر بھی عذاب آجاتا ہے اور اُسے اچھی بات بری لگنے لگتی ہے۔

اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾

(سورۃ الفاطر، آیت: ۸)

یعنی شیطان برائی کو اچھا کر کے دکھاتا ہے پھر بری باتوں کو لوگ اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔ جیسے خواتین بے پردگی کو اچھا سمجھ رہی ہیں، مگر جو خواتین نیک ہیں وہ پردے سے رہتی ہیں، برقعہ استعمال کرتی ہیں وہ اللہ والی ہیں، نماز روزہ والی ہیں، ان کا احترام ہم پر لازم ہے، ہم ان سے دعا لیتے ہیں لیکن جو عورت بے پردہ پھرتی ہے، اپنے گالوں اور بالوں کو دِکھا کر مردوں کا ایمان لوٹتی ہے ایسی

عورت کا احترام ہم ہرگز نہیں کریں گے۔ ہماری اکثر تقاریر کا موضوع یہی ہوتا ہے کہ بے پردہ عورتوں کے گال اور کالے بال ہمارے نوجوان بچوں کا ایمان نہ ضائع کردیں۔

عشقِ مجازی سے بچنے کا مراقبہ

میرا ایک دوست ہانگ کانگ گیا۔ ہانگ کانگ میں بے حد بے پردگی ہے، وہاں سرِ عام لڑکیاں مردوں کو بلاتی ہیں کہ یہاں آؤ، ہم حمام میں مالش کریں گے، نہلائیں گے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کی تقریریں ہم نے نہ سنی ہوتیں اور اللہ کے غضب اور قہر اور قبرستان میں حسن کی ویرانیاں اور اپنا قبر میں جانا سامنے نہ ہوتا تو ہم زِنا میں مبتلاء ہوجاتے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عشقِ مجازی کا مرض تین قسم کا ہوتا ہے، بعض لوگوں کو حسین لڑکوں سے عشق ہوتا ہے لڑکیوں کی طرف اُنہیں بالکل میلان نہیں ہوتا اور بعض کو حسین لڑکیوں کی طرف میلان ہوتا ہے، اُن کو لڑکوں سے گھن آتی ہے اور بعض کو دونوں طرف میلان ہوتا ہے یعنی لڑکا مل گیا اس سے منہ کالا کرلیا اور لڑکی مل گئی تو اس سے منہ کالا کرلیا۔ اب بتاؤ یہ حسن کی بے حرمتی ہے یا نہیں؟ میں صرف عورتوں کو نہیں کہتا حسین لڑکوں کا بھی نام لیتا ہوں جب میں کہتا ہوں کہ اگر تم کو کسی حسین لڑکے سے عشق ہے تو قبرستان میں جاکر دیکھو کہ اس کے گال اور بال کا کیا حال ہے اور گناہوں کے اعضاء کس طرح خاک ہوگئے، سب چیزیں مٹی ہوگئیں، تم جن گالوں کو بوسہ دیتے تھے اور جن آنکھوں سے متاثر تھے ذرا قبرستان میں تلاش کرو کہ وہ مٹیاں کہاں گئیں۔ اسی لیے میرا شعر ہے۔

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

عشقِ مجازی کی بربادیاں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے ہاں عشقِ مجازی اور بدنظری کا موضوع زیادہ رہتا ہے۔ میں اُن کو یہ جواب دیتا ہوں کہ کسی گاؤں میں ہیضہ پھیلا ہو تو زُکام اور نزلہ کی فکر کی جائے گی یا ہیضے کی؟ بدنظری، حسن کی عریانی، ویڈیو، سینما، فلمی گانے آج ہمارے نوجوان بچوں کو کس طرح تباہ کررہے ہیں، گھر میں مینڈک کی طرح بیٹھنے والو! تمہیں کیا پتا کہ کیا ہورہا ہے، جب تک حسن کی ویرانیاں اور قبرستان کے حالات نہیں بیان کیے جائیں گے ہمارے نوجوانوں کے ایمان ان ٹیڈیوں سے جو ننگی پھر رہی ہیں ضائع ہوتے رہیں گے۔

ایک بہت شریف سید نوجوان کو میں نے دیکھا کہ اس کا چہرا پیلا پڑ گیا تھا، چہرہ کی ہڈیاں اُبھر آئی تھیں اور آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں، میں نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہورہا ہے، ٹی بی ہورہی ہے؟ کہنے لگا کہ نہیں! ایک لڑکے نے مجھے حالتِ زنا کی ننگی فلم دِکھادی جس کو ویڈیو کہتے ہیں، اب چھ مہینے ہوگئے میں نے نماز نہیں پڑھی، ہر وقت ناپاک رہتا ہوں، میرا خیال ہر وقت وہیں لگا رہتا ہے، سجدے میں بھی وہیں خیال رہتا ہے، نماز پڑھتا ہوں تو سجدے میں وہی ننگی فلم سامنے ہوتی ہے۔ آہ! اُمت کی بربادی پر آج اگر یہ موضوع اختر زیادہ بیان کرتا ہے تو بعض احمق اور بیوقوفوں کو یہ اِشکال ہوتا ہے کہ صاحب یہ مرض یہاں کیوں زیادہ بیان کیا جاتا ہے۔ میں جسمانی حکیم بھی ہوں، میرے پاس ایسے اُجڑے ہوئے، ویران نوجوان آئے جنہوں نے کہا کہ ہم زہر کھالیں گے، بدکاری،

بدعملی سے اتنا زیادہ منہ کالا کیا کہ اب ہمارے اندر طاقت نہیں رہی اور شادی ہونے والی ہے، ہمارا علاج کرو۔ انہیں یہ زہر کیوں کھانا پڑا؟ اس پر میرا شعر ہے ؎

حسینوں سے جسے پالا پڑا ہے
اسے بس سنکھیا کھانا پڑا ہے

اس کے دو معنی ہیں۔ اگر جدائی ہوگئی اور حسین کو نہیں پایا تو اس کے غم میں سنکھیا کھا کر مر گئے اور اگر وہ معشوق مل گئی تو اسٹاک اتنا زیادہ ضائع کر دیا کہ نامرد ہو گئے اب سنکھیا کا کشتہ کھانا پڑا، دونوں حالتوں میں یعنی حالتِ وصل میں بھی اور جدائی میں بھی سنکھیا کھانا پڑا۔ عشقِ مجازی کی بربادیوں کی اتنی داستانیں میرے سینے میں ہیں کہ اگر حسن وعشق کے تصادم کی بربادیوں اور صحت کی خرابیوں اور ایمان کی ویرانیوں پر کتاب لکھوں تو پانچ ہزار صفحے کی کتاب ہوگی پھر بھی میں نے ایک مختصر سی کتاب لکھی ہے اس کا نام ''روح کی بیماریاں اور ان کا علاج'' ہے، کتب خانہ میں دستیاب ہے اس کو پڑھیے۔

عورت کی حرمت کس میں ہے؟

اگر کسی شخص کو میرا یہ موضوع پسند نہ آئے وہ میری خانقاہ چھوڑ دے، میرے پاس نہ وہ مرد آئے اور نہ وہ عورت آئے جس کو میری تقریر سے مناسبت نہ ہو اور وہ کہتی ہو کہ جب آپ حسن کی ویرانیاں اور عورت کی بے حرمتی بیان کرتے ہیں تو مجھے بہت پریشانی ہوتی ہے۔ آپ بتایئے! حسن کی ویرانیاں اور تباہ کاریاں پیش کرنا تا کہ نوجوانوں کا ایمان بچ جائے اور فلمی دنیا میں جو عورتیں ننگی پھر رہی ہیں ان کے فتنے سے ہمارے نوجوانوں کی زندگی بچ جائے یہ عورت کی بے حرمتی ہے یا اس کی حرمت اور عزت ہے کہ اس کے حسن کی فنائیت دکھا کر اس کو بوالہوس، لالچی، بدکار اور فاسق لوگوں سے بچایا جائے، یہ دوسری بات ہے

کہ کوئی ایسی آوارہ ہو جس کو خطرہ ہو کہ ایسی باتیں سن کر کہیں میرے آشنا کی نظر میں میرے حسن کی قیمت نہ گھٹ جائے تو ایسی نالائق عورتیں ہماری مخاطب نہیں۔

مجھے ایسی روحوں کی ضرورت نہیں ہے جن کو میری تقریر سے پریشانی ہوتی ہو، میں پھر اعلان کرتا ہوں کہ اگر کسی کو میری تقریروں سے فائدہ نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ اس کو مجھ سے مناسبت نہیں ہے لہٰذا میری تقریر کی اصلاح کرنے کی کوشش نہ کیجئے نہ مرد نہ عورت، جو مریض یا مریضہ ڈاکٹر کی اصلاح کرے ڈاکٹر پر فرض ہے کہ اس کو ہسپتال سے گیٹ آؤٹ کردے۔ آپ بتائیے! آلو بیچنے والی یا سبزی بیچنے والا کسی ڈاکٹر کو یہ مشورہ دے سکتے ہیں کہ آپ کا کیپسول ڈھائی ہزار ملی گرام کا کیوں ہے، اس سے کم میں بھی کام چل سکتا ہے۔ اسی طرح کسی روحانی مریض کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے روحانی معالج کو یہ مشورہ دے کہ صاحب یہاں یہ مضمون کیوں زیادہ بیان ہوتا ہے۔ میں بیس سال سے یہ کام کررہا ہوں اور لوگ میرا اتنا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آہ! آپ کی تقریر سننے سے قبل ہم بہت ہی خطرناک اور بہت ہی بھیانک زندگی میں تھے، اِن تقریروں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عشقِ مجازی اور عورتوں کے چکر سے نجات بخشی۔

وہ نیک بیویاں جو پردے دار ہیں، اللہ والی ہیں اِن تقریروں سے وہ ہماری مراد نہیں ہوتیں، ہم تو ان کی دعائیں لیتے ہیں۔ ایسی خواتین کے جب ٹیلیفون آتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں کہ میری صحت کے لیے دعا کیجئے گا، کوئی خاتون کہتی ہے کہ ہم عمرہ پر جارہے ہیں ہمارے لیے دعا کیجیے تو ہم بھی ان سے دعا کا کہتے ہیں، ایسی خواتین کو ہم اللہ والی سمجھتے ہیں۔ میں تو خود ان کی تعریف کرتا ہوں لیکن جن کی برائیاں بیان کرتا ہوں اس سے وہ خبیث عورتیں

مراد ہیں جو بازاروں میں بے پردہ ننگی پھرتی ہیں۔ کچھ تو عقل استعمال کریں، انسان کو اتنا پاگل اور احمق بھی نہیں ہونا چاہیے، میری مراد کو سمجھو، میں خواتین کی بے حرمتی نہیں کرتا، میں اللہ والی عورتوں کا بے حد احترام کرتا ہوں، ان کی دعاؤں کا میں محتاج ہوں، میں ان سے سوال بھی کرتا رہتا ہوں کہ ہم کو بھی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ جب ہم کسی کے حسن کی ویرانیاں بیان کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو بس اسٹاپوں پر ننگی پھر رہی ہیں، مخلوط تعلیم میں شامل ہیں، لڑکوں کو اشارے کررہی ہیں اور ہمارے نوجوان بچوں کا ایمان ضائع کررہی ہیں۔ میں اس حسن کا احترام کروں؟ ایسے حسن کے احترام پر میں لعنت بھیجتا ہوں جو ہمارے نوجوان بچوں کا ایمان ضائع کردے۔

ائیر ہوسٹسوں کی ذلت آمیز ملازمت

میرا ہوائی جہاز پر رات دن سفر کا اتفاق ہوتا ہے، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ معزز گھرانے کی لڑکیاں ہیں لیکن وہاں دوپٹہ اُتارے کھانا لے کر دوڑتی ہیں اور فضائی ماسیاں بنی ہوئی ہیں اور پائیلٹ اور ہوائی جہاز کے نوجوانوں اور غیر مردوں کے عملہ کے ساتھ سیٹ پر ٹانگ سے ٹانگ ملا کر بیٹھتی ہیں اور گپ شپ ہورہی ہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ میرے شیخ اور میں بیٹھے ہوئے تھے، عمرہ یا حج کا سفر تھا کہ ایک ائیر ہوسٹس اپنے گھٹنے میرے گھٹنے سے لگا کر قریبی سیٹ پر بیٹھ گئی تو ہم لوگوں نے فوراً عملے کو اطلاع کی اور جو حکام اور جاننے والے دوست تھے ان سے کہا کہ بھائی اس لڑکی سے کہہ دو کہیں اور جا کر بیٹھ جائے۔ تو یہ آپ کی بہو بیٹیوں کی نظارہ بازی ہورہی ہے، اب بتائیے کہ ان کے حسن کی وہاں بے حرمتی ہورہی ہے یا اختر کی تقریر سے بے حرمتی ہوتی ہے۔ تمہیں اس بات کا تو غم نہیں ہوا کہ بہو بیٹیاں باہر بے پردہ پھر رہی ہیں اور مرد

ان کو بری نظر سے دیکھ رہے ہیں، وہاں بے حرمتی نظر نہیں آتی، خدا اس کی عقل سے عذاب دور کردے جس نے مجھے ٹیلیفون کیا۔ اس بے پردگی اور عشقِ مجازی سے ایسے ایسے خطرناک حالات پیدا ہوئے جن کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، ایسے دو قصے سناتا ہوں۔

بے پردگی کا عبرتناک انجام

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ میں بیان کرتے ہیں تقسیمِ ہند سے پہلے ایک شوہر اپنی اپ ٹو ڈیٹ بیوی کو خوب عمدہ لباس پہنا کر شملہ پہاڑ کی ہوا کھلا رہا تھا، جیسے پاکستان میں مری ہے ایسے ہی ہندوستان میں شملہ ہے، اُس زمانے میں وہاں انگریزوں کے بنگلے ہوتے تھے، گرمی کا موسم تھا، ایک انگریز افسر کے بنگلے پر بندوق لیے دو گورے فوجی چوکیدار کھڑے تھے، یہ مسٹر اپ ٹو ڈیٹ ٹائی لگائے ہوئے اپنی بے پردہ نوجوان بیوی کو خوب بنا سنوار کر اس کے فیشن دِکھا رہے تھے کہ یہ زمانہ ماڈرن زمانہ ہے، ہم تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ لوگ ہیں، نعوذ باللہ اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پرانا زمانہ نہیں رہا۔ ذرا اب اس ترقی یافتہ زمانے کی بے پردگی کا عذاب سنیئے جو حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں بیان کیا اور جسے آج میں مسجد میں بیان کررہا ہوں، ان دونوں چوکیداروں کو لندن سے آئے ہوئے سال بھر ہوگیا تھا، شہوت کی آگ لگی ہوئی تھی، بے پردہ عورت کو دیکھا تو بتاؤ کیا حال ہوا ہوگا؟ ارے ظالمو! اسی لیے کہتا ہوں کہ اپنے اوپر رحم کرو، اب بھی میری تقریر کی قدر کرلو اور اگر پھر بھی تم کو فائدہ نہیں ہوتا تو خانقاہ میں آنا چھوڑ دو۔ عورت کو بے پردہ پھراتے ہو لیکن ایک پاؤ گوشت تھیلے میں چھپا کر لے جاتے ہو کہ کہیں چیل نہ اُڑا لے جائے، ایک پاؤ دودھ کو بلی سے چھپاتے ہو کہ کہیں بلی دودھ نہ پی

جائے اور ایک ہزار کے نوٹ جیب میں ہیں تو جیب پر ہاتھ رکھتے ہو کہ کوئی جیب کترا ہاتھ نہ دِکھا دے جبکہ ان چیزوں میں خود چل کر جانے کی صلاحیت نہیں ہے، نوٹ میں اتنی طاقت نہیں کہ چل کر جیب کترے کے پاس چلا جائے، دودھ میں اتنی طاقت نہیں کہ بلی کے پاس چلا جائے، گوشت میں اتنی طاقت نہیں کہ اڑ کر چیل کے پاس پہنچ جائے لیکن عورت کے اندر یہ خاصیت ہے کہ وہ خود سے کہیں چلی جائے۔ اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ عورتیں عاشق ہو کر گھر سے بھاگ گئیں تو ایک پاؤ دودھ کی قدر کرنے والو! ایک پاؤ گوشت کی حفاظت کرنے والو! جیب میں ایک ہزار کے نوٹ پر ہاتھ رکھ کر جیب کتروں سے بچانے والو! اپنی بہو بیٹیوں کو اکیلے بھیجتے ہوئے تمہیں شرم و غیرت نہیں آتی۔

میں ناظم آباد میں بیس سال رہا ہوں، وہاں میرے ایک دوست نے جو ایک کالج کے پرنسپل تھے ایک قصہ سنایا کہ میرے پاس ایک صاحب آئے انہوں نے کہا کہ میری لڑکی تین دن سے گھر نہیں آئی، دیکھئے کیا آپ کے رجسٹر میں اس کی حاضری لگی ہوئی ہے؟ میں نے کہا کہ تمہاری لڑکی روزانہ سارے سبجیکٹ میں حاضر رہتی ہے، اب یہاں سے تمہارے گھر نہ جائے تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں تو ابا جان کہتے ہیں OK,OK کوئی بھی اس کو نہ ٹوکے، ہماری طرف سے اوکے یعنی بس کالج کی غیر حاضری نہ ہو باقی کہیں بھی رہے، کسی بھی لڑکے کے پاس رہے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں، پرنسپل صاحب یہ کہہ کر رونے لگے کیونکہ باشرع نمازی اور اللہ والے آدمی تھے، لہٰذا اگر میں عشقِ مجازی کے مرض کو بیان کرتا ہوں تو جس شخص کو میری باتوں سے مناسبت نہ ہو اور اس کو بجائے فائدہ کے یہ اعتراض ہوتا ہو کہ یہاں بار بار یہی مضمون بیان ہوتا ہے تو جس کو یہ مضمون اچھا نہ لگے وہ مفتی رشید احمد صاحب کے یہاں، مولانا سحبان

محمود صاحب کے یہاں، مولانا تقی عثمانی صاحب کے یہاں یا مولانا مفتی ولی حسن صاحب غرض بہت سے بزرگوں کی مجلسیں ہورہی ہیں وہاں چلا جائے، اختر کو چھوڑ دے، ایسے شخص کو یہاں فائدہ بھی نہیں ہوگا، میں تو ہیضے کے مریض کو ہیضے ہی کا انجکشن لگاؤں گا لہٰذا جس شخص کو مجھ سے مناسبت نہ ہو وہ میری مجلس میں نہ آئے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزرگوں سے فائدہ ہمیشہ دو قسم کے لوگوں کو ہوتا ہے یا تو اس بزرگ سے انتہائی محبت ہو کہ اس کی ہر بات اچھی معلوم ہو یا انتہائی سمجھدار ہو کہ اس کو ہر بات سمجھ میں آجائے کہ اس میں یہ نکتہ ہے، اگر آدمی بے وقوف ہے یا غیر عاشق ہے جس کو حسنِ ظن نہیں ایسے لوگوں کو فائدہ نہیں ہوتا۔

میں پھر اعلان کرتا ہوں کہ میری اصلاح کی فکر چھوڑ دو، مریض کو حق نہیں ہے کہ وہ ڈاکٹر کی اصلاح کرے، اگر آپ کو میری بات اچھی اور مفید لگے آپ آیئے سر آنکھوں پر، ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں عرفات میں، منیٰ میں، مزدلفہ میں، روضۂ مبارک کے سامنے، بیت اللہ میں کہ اے خدا! جو خانقاہ میں آئے محروم نہ جائے، اس کو صاحبِ نسبت بنادے۔

میری دعا اور میری آہ و نالوں کی قدر کرو، بہت نالائق واحمق ہے وہ عورت جس نے مجھے یہ فون کیا ہے کہ صاحب حسنِ مجازی کا انجام بیان کرنے سے عورت کی بے حرمتی ہوتی ہے، اگر وہ عورت آج نہ آئی ہو تو جو خواتین آئی ہیں اس عورت تک میرا یہ پیغام پہنچادیں کہ وہ آئندہ ہرگز ہمارے یہاں نہ آئے، میں یہی مضمون ہمیشہ بیان کرتا ہوں جس کا آج کل ہیضہ پھیلا ہوا ہے، جس سے امت کے بچے تباہ ہورہے ہیں۔

کاش! اُس جوڑے کو جو شملہ گیا ہوا تھا کوئی مولوی، کوئی اللہ والا سکھاتا

کہ بیٹا اپنی بیوی کو باہر بے پردہ مت لے جاؤ ایسا نہ ہو کہ تمہاری بیوی کی حرمت لٹ جائے، چنانچہ ان دونوں فوجی چوکیداروں نے بندوق کے زور پر اس اپ ٹو ڈیٹ شخص کی بے پردہ بیوی کو زبردستی گھسیٹا اور شوہر کے سامنے منہ کالا کیا۔ دیکھو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں یہ قصہ ہے۔ اور ماڈرن بنو! اور اپنی بہو بیٹیوں کو بازاروں میں بے پردہ اور ننگا پھراؤ! اور یہ عذاب دیکھو یعنی شوہر ٹائی لگائے اپ ٹو ڈیٹ بنا ہوا کھڑا ہے اور اپنی بیوی کی ڈیٹ ایکسپائر ہوتے دیکھ رہا ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور کچھ کرنے کی ہمت نہیں تھی کیوں کہ وہ بندوق والے تھے۔

اگر یہ برقعہ میں ہوتی تو یہ انجام نہ ہوتا۔ آج تک کسی برقعہ والی عورت سے زِنا نہیں ہوا۔ اگر ہوا تو پہلے وہ بے پردہ ہوئی تب مبتلا ہوئی، اگر پردہ میں رہتی تو محفوظ رہتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ خبردار اپنی نگاہ کو کسی کی بیوی، کسی کی بیٹی، کسی کی بہو، کسی کی خالہ، کسی کی بہن، کسی کی ماں پر نہ ڈالو، یہ ہے عورت کا احترام، یہ احترام نہیں ہے کہ میں یہ مضمون بیان کرنا چھوڑ دوں اور تم سانڈ کی طرح پھرتی رہو، اگر تمہیں اپنی اصلاح مقصود ہے تو تم کو یہی سننا پڑے گا۔ بتاؤ! عورتوں کا احترام تقویٰ میں ہے یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ہے کہ عورت کے حسن کو اتنا زیادہ دِکھایا جائے جس سے لوگ اس کے عشق میں مبتلا ہو جائیں۔

جو خواتین پردہ سے رہتی ہیں، نماز روزے والی ہیں ان سے ہم خود دعا کے لیے کہتے ہیں۔ الحمدللہ یہاں مجمع میں بہت سی ایسی اللہ والی خواتین آتی ہیں جن کی دعاؤں کے ہم مشتاق ہیں اور وہ اس بات کی شہادت بھی دے سکتی ہیں کہ جب کبھی ان کا ٹیلی فون آیا تو میں نے کہا کہ مجھے بھی دعا میں یاد رکھنا، اگر

میرے قلب میں ان ماؤں بہنوں کا احترام نہ ہوتا تو میں ان سے دعاؤں کی درخواست کیوں کرتا لیکن میں چاہتا ہوں کہ کوئی آپ کی بیٹیوں کی عزت نہ لوٹے، آپ ان کو پردہ میں رکھیں، برقعہ اُوڑھائیں۔ یہ بے پردگی کا عذاب ہے کہ لوگ عورتوں کو اغواء کر کے ان کے ساتھ منہ کالا کر کے ان کو جان سے مار دیتے ہیں اسی لیے حکم ہے کہ اگر گھر سے نکلو تو پردہ سے نکلو، شادی بیاہ میں سادہ لباس میں جاؤ، تمہارے حسن پر کسی کی نظر نہ پڑے، تمہارا حسن تمہارے شوہر کو مبارک ہو۔

میں اپنے دوستوں سے یہی کہتا ہوں کہ جب کوئی حسین لڑکا نظر آئے تو فوراً کہو کہ اے خدا اس کے حسن کو اس کی بیوی کے لیے مبارک فرما، کیوں بھئی کوئی بیوی اپنے حسین نوجوان شوہر کا بوسہ لے تو جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی حسین لڑکی پر اچانک بلا ارادہ نظر پڑ جائے تو یہ دعا کرو کہ اے خدا! اس کے حسن کو اس کے شوہر کے لیے مبارک فرما۔

بدنظری سے ازدواجی زندگی کی بربادی

بہت سی خواتین بے چاری روتی ہوئی تعویذ لینے آتی ہیں کہ میرا شوہر فلمی دنیا میں پھنس کر غیروں کی طرف مائل ہے، مجھے بھنگن کی طرح سمجھتا ہے، آہ! گھر گھر شہوت پرستی کا عذاب ہے اور مجھے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ میں اس مضمون کو نہ بیان کروں۔ بتاؤ! مجھے پورے دو دن سے اس کی بے قوفی پر اتنا صدمہ، اتنا غم ہے کہ جس کی حد نہیں۔ اکثر عورتیں فون پر روتی ہیں کہ بازاروں میں حسن کی عریانی اور بے پردگی کی وجہ سے وہ اپنے شوہر کی نگاہِ عنایت سے محروم ہیں، دوسری عورتوں کو دیکھ کر شوہر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تو حسن میں کم ہے، میری تو قسمت پھوٹ گئی، رشتہ کے وقت میری ماں نے تجھے ٹھیک سے نہیں

دیکھا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ سڑکوں پر پھرنے والی عورتوں پر شیطان زیادہ لائٹ مارتا ہے، مسمیر یزم (Mesmerism) کر دیتا ہے جس کی وجہ سے سڑکوں پر پھرنے والی عورتیں زیادہ حسین لگتی ہیں اور اپنی بیوی کم حسین لگتی ہے، یہ شیطانی مکر ہے، اللہ نے جو دے دی اس پر راضی رہو، حدیثِ پاک میں ہے کہ ہماری یہ مسلمان بیویاں جنت میں ان شاء اللہ حوروں سے زیادہ حسین کر دی جائیں گی۔ پرائی چیز کو پرائی چیز سمجھو، کسی کی چیز کو دیکھ کر للچانا اور اپنے دل کو تڑپانا اس سے بڑا بے وقوف کون انسان ہو سکتا ہے؟

آج سے پندرہ سال پہلے ایک صاحب ہسپتال میں داخل ہوئے اور ایک بے پردہ کم عمر نرس سے دل لگا بیٹھے، ان کی بیوی اور خاندان والے میرے پاس آکر رونے لگے کہ ہم تو مر جائیں گے، اس شوہر کے لیے دُعا تعویذ کر دیں، میں بھی اللہ سے بہت رویا تب جا کر اس سے جان بچی اور خاندان جس میں غم کی آگ لگ گئی تھی وہ اس غم سے بچ گیا۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ اس وقت ان مضامین کے بیان کی اشد ضرورت ہے، بہت سی ایسی لڑکیاں جن کی ابھی شادی نہیں ہوئی مجھ سے اِصلاح کا تعلق رکھتی ہیں انہوں نے خط میں لکھا کہ آپ کی تقریروں سے ہمیں بے حد فائدہ ہوا اور ہم بدنظری سے بچ گئے اور اخباروں میں بھی مردوں کی تصویریں تک نہیں دیکھتیں۔ بتاؤ! نوجوان لڑکیوں کو فائدہ ہو رہا ہے کہ نہیں؟ الحمدللہ! اتنا فائدہ ہو رہا ہے کہ میرے پاس عورتوں کے خطوط آتے ہیں، ٹیلی فون آتے ہیں کہ ہم آپ کے لیے، آپ کی زندگی کے لیے دعا کرتے ہیں کیونکہ آپ کی مجلس میں آنے سے ہمارے بہت سے گناہ چھوٹ گئے۔

مریض کو معالج پر اعتراض کا حق نہیں

لیکن ایسی پاگل کو کیا کہوں جس نے میرے دل کو زخمی کر دیا ایسی

حماقت سے خدا سب کو بچائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ خدا اس کو ہدایت دے اگر اس کو مجھ سے مناسبت نہیں، میری باتوں سے فائدہ نہیں تو دعا کیجئے کہ وہ میرے یہاں کبھی نہ آئے کیونکہ اس کا یہاں آنا بے کار ہے، جب فائدہ نہ ہو تو کیوں اپنی زندگی ضائع کرتے ہو، دوسرے علماء کے پاس چلے جاؤ لیکن ڈاکٹر کی اصلاح کا حوصلہ مت کرو، اس عورت نے فون پر میری اصلاح کرنے کی کوشش کی حالانکہ مریض کو کیا حق ہے کہ ڈاکٹر کو مشورہ دے، اگر ہمارے علاج سے تم کو فائدہ نہیں ہو رہا تو کسی دوسرے ڈاکٹر کے یہاں چلی جاؤ، دوسرے ہسپتال میں داخلہ لے لو، یہ تو روحانی بیماری کا ہسپتال ہے، میری ان تقریریوں کو عام تقریر نہ سمجھو، آج جگہ جگہ تقریریں ہو رہی ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ جس کا دل چاہا اس مقرر کے کان پکڑ لیے؟ یہ روحانی ہسپتال ہے، یہاں کسی مریض کو اس کی اجازت نہیں ہے کہ وہ مجھے مشورہ دے، اگر کسی کو فائدہ ہوتا ہے تو رہو نہ فائدہ ہو تو جاؤ، خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

جائے جسے مجذوب نہ زاہد نظر آئے
بھائے نہ جسے رند وہ پھر کیوں اِدھر آئے
فرزانہ جسے بننا ہو جائے وہ کہیں اور
دیوانہ جسے بننا ہو بس وہ ادھر آئے
سو بار بگڑنا جسے منظور ہو اپنا
وہ آئے یہاں اور بچشم و بسر آئے

اختر تمہارا محتاج نہیں ہے، میری عزت اللہ کے ہاتھ میں ہے، شمس الدین تبریزی کو ایک ہی خلیفہ ملا مولانا جلال الدین رومی لیکن ساری دنیا میں ان کا ڈنکا پٹ گیا۔ بیس سال سے میں اپنی تقریر پر لوگوں کا شکریہ سن رہا ہوں اور

دعائیں لے رہا ہوں۔ بیس سال میں مجھے پہلی مرتبہ ایسا ٹیلی فون ملا کہ اپنی تقریر میں تم حسن کے جو پرخچے اڑاتے ہو اور حسن کا پوسٹ مارٹم کرتے ہو اس سے تو عورت کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

حسنِ فانی کا پوسٹ مارٹم کرنا کسی کی بے حرمتی نہیں

کیا یہ عورت کی حرمت ہو رہی ہے کہ وہ سڑکوں پر ننگی پھر رہی ہیں؟ میرا مقصد بے پردہ پھرنے والی عورتوں کے حسن کا پوسٹ مارٹم ہوتا ہے تاکہ لوگ ان کے چکر میں پھنس کر برباد نہ ہوں۔ میں حسنِ مجازی کے پوسٹ مارٹم میں لڑکوں کو بھی شامل کرتا ہوں، بہت سے لوگوں کو نوجوان لڑکوں سے عشق بازی کا مرض ہے، ان کے گال اور کالے بال بھی اس میں شامل ہیں، بوڑھا ہونے کے بعد ان جوانوں میں کیا رہے گا، اس پر میرا شعر ہے ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

اس شعر میں کسی کی بے حرمتی ہو رہی ہے؟ میں اس عورت سے جس نے مجھے یہ فون کیا تھا کہوں گا کہ قونیہ میں مولانا رومی کی قبر پر جا کر یہی بات کہہ دے جو مجھ سے فون پر کہی کہ حسنِ فانی کا پوسٹ مارٹم کرنے سے عورت کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ اب حسنِ فانی کے زوال پر مولانا رومی کا بھی شعر سنیئے ؎

زلفِ جعد و مشکبار و عقل بر
آخر او دم زشت پیر خر

اے انسانو، اے ایمان والو! جن کی زُلف کالی ہے، گھنگھریالی ہے، مشک بار ہے، مشک کی خوشبو آ رہی ہے، عقل بر ہے، عقل کو اُڑا لے جا رہی ہے، ان پر ایمان مت دو، ان پر جان مت دو، جب یہ کالی زلفوں والی عورتیں بڈھی

ہو جائیں گی تو ان کی چٹیا بڈھے گدھے کی دُم معلوم ہوگی۔ یہ کس کا کلام ہے؟ اختر، جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی شعر کا ترجمہ پیش کررہا ہے کہ خبردار! کسی کی کالی زلفوں پہ مت جانا، بڑھاپے میں اُن کی یہ چٹیا بڈھے گدھے کی دُم معلوم ہوگی۔

آخر او دم زشت پیر خر

یہاں پیر کے معنیٰ بڈھا ہے اور خر کے معنیٰ گدھا۔ کس پر ایمان دے رہے ہو، کہاں جان دے رہے ہو۔ اب اس پر بھی کہہ دو کہ بھئی اب ہم مولانا رومی کی کتاب بھی نہیں پڑھیں گے کیوں کہ اس میں بھی عورت کی بے حرمتی نظر آرہی ہے، ارے اپنا احترام لے کر تم یہاں سے کہیں اور چلی جاؤ، مجھے نہیں چاہیے ایسی سامعات، نہ ایسے سامعین جن کی کھوپڑی میں اتنی بھی عقل نہ ہو، ایسے نادانوں کو مجھ سے فائدہ نہیں ہوگا، وہ بلاوجہ اپنی زندگی ضائع کرتے ہیں، میں اس عورت سے کہتا ہوں کہ خبردار وہ ہمارے یہاں نہ آئے۔ بتاؤ! مولانا روم کے اس شعر سے نوجوانوں کو عقل آتی ہے یا نہیں؟ بتاؤ! ایسے شعر سے امت کے ایمان کی حفاظت ہوتی ہے یا نہیں؟

متقی شوہر بیوی سے زیادہ محبت کرتا ہے

اب میں ایک بات اور بتادوں اگر تمہارے شوہر بھی یہ شعر سن لیں تو اپنی بیوی کو تھوڑی حقیر سمجھیں گے، ارے ان کی نظر غیروں سے بچ جائے گی، یادرکھو ان اشعار سے، میری تقریروں سے اور خدائے تعالیٰ کے فضل وکرم سے جس کا شوہر جتنا زیادہ اللہ والا بنے گا اُس کو اِن بے پردہ پھرنے والی عورتوں کے بالوں اور گالوں سے نفرت ہوجائے گی اور تمہارا شوہر تمہاری عزت کرے گا۔ یہ مسئلہ بتارہا ہوں کہ شوہر جتنا متقی ہوتا ہے اتنی اس کو اپنی بیوی سے محبت

بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب اس کے قلب میں دوسری عورتوں کے گال اور کالے بال سے نفرت ہوگی تو تمہاری قدر اور بڑھ جائے گی اور اگر تمہارا شوہر تاک جھانک کرے گا اور دوسری عورتوں کے حسن کا احترام کرے گا تو پھر سمجھ لو تمہارا کیا حشر ہوگا۔

بے وقوفی خدا کا قہر ہے

حد ہوگئی اس بدگمانی کی، اب اگر میں کہہ دوں کہ گناہوں سے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جو عیش و عشرت ملے تو ایسے عیش و عشرت پر لعنت ہے تو یہ عشرت صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، یہ کھڑے ہوجائیں اور کہہ دیں کہ صاحب آپ نے میری بے حرمتی کردی۔ ارے مضمون کو بھی تو سمجھو کہ کون سی عشرت پر میں لعنت بھیج رہا ہوں جو اللہ کی نافرمانی کے راستے سے حاصل ہو۔ بے وقوفی دراصل کسی گناہ کی سزا میں عقل پر خدا کا قہر ہے، عذابِ الٰہی ہے، اس بے وقوفی کا کوئی علاج نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بے وقوف سے بھاگے جارہے تھے، ایک امتی نے کہا حضور آپ اس کی بے وقوفی دور کردیجئے، آپ کوڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو وہ اچھا ہوجاتا ہے، اندھے پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو اس کو آنکھیں مل جاتی ہیں اور آپ سفید داغ والوں کو بھی اچھا کردیتے ہیں لیکن یہ کیا بات ہے کہ آپ بے وقوف سے بھاگے جارہے ہیں، آپ اس پر بھی ہاتھ پھیر دیجئے اس کی بے وقوفی دور ہوجائے گی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بے وقوفی اللہ تعالیٰ کا عذاب اور قہر ہے، خدا کا قہر جب ہی ہٹے گا جب یہ توبہ کرے گا۔ لہٰذا میں نے کہہ دیا کہ آج سے مجھے کوئی صاحب ایسا ٹیلیفون نہیں کریں گے، نہ ایسا خط لکھیں گے، میری اصلاح کے لیے میرا شیخ کافی ہے، تم میری اصلاح کی فکر

چھوڑ دو، اگر آپ کو میری ڈاکٹری کام نہیں دے رہی ہے تو میرا مستشفیٰ، میرا ہسپتال، میری خانقاہ چھوڑ کر دوسری خانقاہوں میں چلے جاؤ ورنہ ایسے مریض کو کبھی شفا نہیں ملے گی جو ڈاکٹروں کی اصلاح کرنے لگے۔

شیخ پر اعتراض کرنا محرومی کی علامت ہے

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

﴿مَنِ اعْتَرَضَ عَلٰی شَیْخِہٖ وَنَظَرَ اِلَیْہِ احْتِقَارًا لَا یُفْلِحُ اَبَدًا﴾

(مرقاۃ المفاتیح، ج: ۱، ص: ۳۷۴)

جس نے دینی مربی پر اعتراض کیا اور اس کو حقیر سمجھا اس کو کبھی فلاح نہیں مل سکتی۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کو اپنے دینی مربی سے جتنا نیک گمان، جتنا ادب، جتنا اکرام ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ راستہ اللہ والوں کا ہے، یہ روحانی راستہ ہے، یہ جو عام لیڈر قسم کے مقررین پھر رہے ہیں اور چند تقاریر کر کے بزرگ بن بیٹھے ہیں مگر کسی بزرگ سے اصلاح نہیں کرائی اس قسم کے لوگوں کو بزرگوں کی ہر بات پر اعتراض ہوتا ہے، ان کی گھٹی میں شروع ہی سے بدتمیزی پلائی جاتی ہے، اعتراض کرنا ان کا عین دین ہوتا ہے، صحابہ سے لے کر انبیاء تک کسی کو نہیں چھوڑتے، سب پر اعتراض کرتے ہیں کہ اِن یہ میں خرابی ہے اُن میں وہ خرابی ہے، ہمارے بزرگوں کا راستہ ادب کا راستہ ہے، اس قسم کے لٹریچر پڑھنے لکھنے والوں کا راستہ نہیں ہے۔

اے خدا جوئیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

اے اللہ ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب اللہ کے فضل سے محروم ہوتا ہے۔

عشقِ مجازی کا علاج

اب عشقِ مجازی کا علاج بتاتا ہوں۔ بتاؤ وہ لڑکا جو چھ مہینے سے بے نمازی ہوگیا تھا، چہرہ پیلا ہوگیا تھا، ہڈیاں نکل آئی تھیں اگر میرے پاس نہ آتا تو مرنہ جاتا؟ پھر میں نے اس کو علاج بتایا، عشقِ مجازی کا مرض بڑی مشکل سے نکلتا ہے، جان لیوا ہے، قبرستان تک پہنچادیتا ہے لہٰذا سب لوگ سن لیں عشقِ مجازی کا علاج! حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک علاج بتایا کہ اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے اور اس کی محبت دل سے نہ نکل رہی ہو تو عشقِ مجازی، غیر اللہ کی محبت کو دل سے نکالنے کا علاج سن لیجئے۔ نمبر ا صاف کپڑے پہن کر، عطر لگا کر پانچ تسبیح لا الٰہ الا اللہ کی پڑھیں، جب لا الٰہ پڑھیں تو دل میں خیال کریں کہ دل میں جتنے غیر اللہ کے بت گھسے ہیں سب کو میں نے دل سے نکال دیا اور جب الا اللہ کہیں تو خیال کریں کہ دل میں اللہ کا نور آگیا اور میری لا الٰہ عرشِ اعظم پر پہنچ کر اللہ سے مل گئی۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ جب بندہ زمین پر لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے تو یہ لا الٰہ الا اللہ ساتوں آسمان پار کر کے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ﴾

(المشكوة، كتاب الدعوات، باب ثواب التسبيح والتحميد، ص: ۲۰۲)

تو جس کو لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کی توفیق ہوجائے تو وہ سمجھ لے کہ اس بہانے مولیٰ کریم سے ہماری ملاقات ہو رہی ہے، ہم ان تک نہ جاسکے تو ہمارا کلمہ تو اللہ سے مل رہا ہے، عاشقوں سے پوچھو اس کی قدر ؎

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

ان شاء اللہ لا الٰہ الا اللہ کے کلمہ کی برکت سے کچھ ہی دن میں دل کی کایا پلٹ

جائے گی، اگر پاگل بھی ہوگیا ہوگا تو ویلیم فائیو ویلیم ٹین سب چھوٹ جائیں گی اور اللہ کے نام سے نیند بھی آنے لگے گی۔ نمبر۲ تصور کرو کہ ہم مر چکے ہیں اور جن اعضاء سے گناہ کیا جاتا ہے قبر میں ان اعضاء کو جراثیم اور کیڑے کھا رہے ہیں اور اس لڑکے کا یا اس عورت کا تصور کرو کہ قبر میں ان کے اعضاء پر بھی ہزاروں کیڑے لپٹے ہوئے ہیں۔ دیکھو! میں ہمیشہ لڑکا اور لڑکی دونوں کے حسنِ فانی کے انجام کو بیان کرتا ہوں، نہ جانے کون سی ایسی پاگل اور احمق ہے جس کو یہ محسوس ہوا کہ حسنِ مجازی کا انجام بیان کرنے سے عورتوں کی بے حرمتی ہوتی ہے کہ ان کے گالوں کی توہین نہ کیجئے۔ تو اس معشوقہ یا معشوق کے بارے میں سوچو اور اپنے بارے میں بھی سوچو کہ ایک دن قبرستان میں کیا حال ہوگا، آنکھیں کیڑے لیے پھر رہے ہوں گے، گال کو کیڑے کھا رہے ہوں گے ایک ایک بال کو کیڑے لیے چکر لگا رہے ہوں گے، معشوق ہو یا معشوقہ سب کے جسمانی اجزا بکھر جائیں گے، یہ میں بے پردہ پھرنے والیوں کے لیے کہہ رہا ہوں کہ ان کے چکروں میں مت آؤ، ان شاء اللہ تعالیٰ اس مراقبے سے حرام جگہ سے بچنے کے لیے دل میں قوت آجاتی ہے، میں حلال سے منع نہیں کرتا، بے شک حلال بیوی کا خوب محبت سے حق ادا کرو، بس حرام سے بچو۔ میرا شعر ہے ؎

جب نہیں دی مجھے حلال کی مے
کیوں پیوں چھپ کے میں حرام کی مے

جن کی شادیاں نہیں ہوئیں یا ان کی بیوی بیمار ہوگئی یا بڈھی ہوگئی تو وہ اِدھر اُدھر دیکھ کر نظر خراب نہ کریں۔ تو علاج نمبر ایک کیا ہے پانچ تسبیح لا الٰہ الا اللہ کی پڑھنا، درمیان درمیان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھ کر کلمہ پورا کرلیں ان شاء اللہ اس کی برکت سے قلب غیر اللہ سے پاک ہوجائے گا اور اللہ

کی محبت سے بھر جائے گا۔ نمبر دو اپنے بارے میں بھی سوچیں کہ ایک دن مر کر قبر میں جانا ہے اور وہ معشوق یا معشوقہ بھی قبر میں جائے گی، دونوں کے جسم بگڑ گئے، مٹی ہو گئے، اب قبر کھود کر دونوں کی مٹیوں سے پوچھ لو، عاشق صاحب کی بھی اور معشوق صاحب کی بھی کہ ارے مٹیو! تمہاری وہ تمام چُمّے چاٹیاں کہاں چلی گئیں، تمہارے وہ اعضاءِ معصیت کہاں چلے گئے، تم دنیا سے لعنت لے کر گئے ؎

نیکواں رفتند و سنت ہا بماند
و از لئیماں ظلم و لعنت ہا بماند

نیک بندے دنیا سے چلے گئے اور ان کی سنتوں اور طریقوں کا ذکر ہو رہا ہے، اور کمینے بندے اور کمینی نالائق عورتیں چلی گئیں اور ان کے گناہ و بدکاری کے چرچے ہو رہے ہیں اور ان پر لعنت برس رہی ہے۔ دیکھ لو فلم ایکٹروں کا کیا حال ہے، یہ ننگی پھرنے والی عورتیں کتنے لوگوں کو بدنظری کی دعوت دے رہی ہیں، یہ ساری لعنتیں ان پر بھی پڑیں گی، جتنے مردوں نے انہیں بری نظر سے دیکھا یہ گناہ ان عورتوں کے سر بھی جائے گا جو اپنے کو بے پردہ دِکھا رہی ہیں۔

عشقِ مجازی سے نجات کا علاج نمبر ۳ یہ ہے کہ یہ مراقبہ کرو کہ قیامت قائم ہے اور اللہ تعالیٰ پوچھ رہے ہیں کہ تم نے اپنی جوانی کہاں ضائع کی؟ آنکھوں کو کہاں استعمال کیا؟ تمہیں یہ آنکھیں تمہارے ماں باپ نے دی تھیں یا میں نے ماں کے پیٹ میں تمہاری آنکھ بنائی تھی اور اس میں روشنی کا خزانہ رکھا تھا۔ تمہارے یہ ہونٹ بھی قیامت کے دن بولیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾

(سورۃ یٰسٓ، آیت: ۶۵)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زبان پر مہر لگا دیں گے اور ہاتھ اور پاؤں بولیں گے

اور کیا کہیں گے؟ سنو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نقشہ کھینچا ہے، فرماتے ہیں ؎

دست گوید من چنیں دُزدیدہ ام
لب بگوید من چنیں بوسیدہ ام

ہاتھ کہے گا اے اللہ ہم جیب کاٹا کرتے تھے، چوری کرتے تھے، ہونٹ گواہی دیں گے کہ ہم نامحرم عورتوں کا اور حسین لڑکوں کا چما لیا کرتے تھے۔ اب جاؤ ترکی، قونیہ میں مولانا رومی کی قبر پر اور مولانا رومی سے بھی کہہ دو کہ انہوں نے بھی حسن کی بے حرمتی کردی ؎

لب بگوید من چنیں بوسیدہ ام

ہونٹ بولیں گے کہ اے خدا یہ کمبخت ان ہونٹوں سے نامحرم لڑکیوں کا اور حسین لڑکوں کا چما لیا کرتا تھا، تب پتہ چلے گا قیامت کے دن کہ تمہارے ہونٹوں کا کتنا احترام ہو رہا ہے، جب تم سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم تھا کہ ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

بدفعلی سے بچنے کا واحد راستہ حسینوں سے دوری ہے

تو تین نسخے ہو گئے اور چوتھا نسخہ ہے کہ حسینوں کے قریب نہ رہو چاہے لڑکا ہو یا لڑکی کیونکہ سعدی شیرازی فرماتے ہیں کہ جب کیچڑ زیادہ ہوتی ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے **لَا تَفْعَلُوا الزِّنَا** زِنا مت کرو نہیں فرمایا بلکہ کیا فرمایا؟ **لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا** زِنا کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ حسینوں کے قریب رہے گا تو ایک دن بدفعلی میں بھی مبتلا ہو جائے گا۔ اب اگر کوئی لڑکی کو پی اے رکھ لے تو اس کے عشق سے بچ سکے گا؟

یاد رکھیے! حسن سے دور رہیے، لڑکا ہو یا لڑکی وہاں سے بھاگیے ورنہ بچیں گے نہیں، بار بار بتلا رہا ہوں کہ جو لوگ لڑکی اور لڑکوں سے قریب رہے آخر کار گناہ میں پکڑے گئے اور ڈاڑھیوں کی عزت بھی ختم ہوئی۔ اس لیے اپنی ہمت پر گھمنڈ نہ کریں کہ ہم گناہ میں ملوث نہیں ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ ہم کو کمزور قرار دے رہے ہیں:

﴿تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۸۷)

اللہ کی مقرر کردہ حدود کے قریب نہ رہنا کیوں کہ تم کمزور ہو لہٰذا جو پہلوانی دکھائے گا شیطان اس کا منہ کالا کر دے گا، ایک دن میں نہ سہی چھ مہینے بعد سہی، آہستہ آہستہ اس کی محبت کا زہر گھسے گا اور پھر اسی لڑکی یا لڑکے کے ساتھ بدفعلی کرتا پکڑا جائے گا اس لیے حسینوں سے دور رہو، لڑکیوں سے دور رہو، امرد لڑکوں سے دور رہو بلکہ چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی والے لڑکوں سے بھی دور رہو جن کو دیکھ کر میلان ہوتا ہو۔

صحبت اہل اللہ کی نعمت

اور دوستو پانچواں نسخہ بڑا مزے دار ہے، اس میں کوئی محنت بھی نہیں ہے اور بہت پُر لطف بھی ہے، وہ کیا ہے؟ جس اللہ والے سے آپ کو محبت ہو، مناسبت ہو، اس کی صحبت میں جانا اور بیٹھنا ہو اس سے اصلاحی تعلق قائم کرلیں، آپ بتائیے جس کو کسی دینی مربی سے محبت ہے اس کو دیکھنے میں مزہ آتا ہے یا نہیں؟ ارے اتنا مزہ آتا ہے کہ مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی، بہت بڑے حافظ، عالم اور مفتی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں کہ اے میرے شیخ! اگر میں ایک نظر آپ کو دیکھ لوں اور اس کے بعد

ہزار سال سجدۂ شکر میں سر رکھوں تو بھی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا، تو یہ پانچواں نمبر جو ہے یعنی صحبتِ اہل اللہ یہ دین کی روح ہے، دین اسی سے پھیلا ہے، اکبرالٰہ آبادی کہتے ہیں ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

سن لیجئے اسلام پھیلا ہی نظرِ نبوت سے ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے دین پھیلا، اس کے بعد صحابہ کی نظر سے دین پھیلا، اس کے بعد تابعین کی نظر سے دین پھیلا، اس کے بعد آج تک اولیاء اللہ کی نگاہوں سے دین پھیل رہا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ بس مضمون ختم ہوگیا۔

پاکستان اسلامی سلطنت ہے

۱۴؍اگست کو یہاں ایک پروگرام بنایا گیا تھا چونکہ آج کل لوگ نظام نہیں سمجھتے پروگرام سمجھتے ہیں اس لیے مجبوراً انگریزی بولنی پڑتی ہے لہٰذا آپ سب لوگوں کو مشورہ دے رہا ہوں کہ میرا ۱۴؍اگست کا کیسٹ کسی طرح سے حاصل کرو، اس میں میں نے دلیل سے جواب دیا ہے کہ پاکستان اسلامی سلطنت ہے۔ حکیم الامت مجدد الملت اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو مفتی محمد شفیع صاحب جیسے علماء کے شیخ ہیں کہ اسلامی سلطنت کی تعریف یہ ہے کہ وہاں کا بادشاہ یعنی سربراہِ مملکت مسلمان ہو اور اسلامی قانون جاری کرنے کی قدرت رکھتا ہو، پھر وہ اپنی بشری وایمانی کمزوری سے کسی بڑی مملکت سے ڈر جائے یا اپنے ملکی حالات سے ڈر جائے اور اسلامی احکامات نافذ نہ کر سکے تو وہ سلطنت اسلامی ہی رہے گی کیونکہ اس نے اپنی قدرت کو استعمال نہیں کیا تو وہ مسلمان بادشاہ یا وزیرِ اعظم یا صدر قدرت کے استعمال نہ کرنے کا تو مجرم ہوگا

لیکن وہ مملکت اسلامی ہی رہے گی جہاں حکمران کو اسلامی قانون نافذ کرنے کی قدرت حاصل ہو۔ اس تعریف سے تمام ممالک جہاں کے حکمران مسلمان ہیں وہ سب اسلامی مملکتیں ہیں۔ لہٰذا پاکستان اسلامی مملکت ہے اور ہمارے ان وزراء اعظم کو قدرت ہے یا نہیں؟ اس پاکستان کی ایک انچ زمین کے لیے جان دینا شہادت ہے، پاکستان بزرگوں، اولیاء اللہ کے آہ و نالوں اور دعاؤں سے بنا ہے، وہ علماء اور اولیاء اللہ میرے سامنے ہیں جنہوں نے اس کے بنانے میں محنتیں کیں، ان میں میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ اس سلطنت کی حفاظت فرمائے اور ہمیں ہندو کی غلامی سے بچائے۔ بعض بے وقوف ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اس سے تو اچھا ہے اس وطن کو ہندو لے لیں لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ کتنا بڑا جملہ ہے یہ، خدا ان کو توبہ کی توفیق نصیب کرے اور انہیں معاف کردے ورنہ یہ بہت خطرناک جملہ ہے۔

صلہ رحمی کے حق دار کون ہیں؟

ایک بات اور عرض کرنا ہے کہ صلہ رحمی کا بھی خاص خیال رکھو، آج کل اس معاملہ میں لوگوں میں بہت لاپرواہی پائی جاتی ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللہَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ﴾

(سورۃ النسآء، آیت: ۱)

ارحام رحم سے ہے، عام لوگ اپنے ہی ماں باپ سے نیک سلوک کرنے کو صلہ رحمی سمجھتے ہیں لیکن علامہ آلوسی السید محمود بغدادی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ شادی ہو جانے کے بعد بیوی کے ماں باپ بھی صلہ رحمی یعنی خونی رشتوں کے برابر ہو جاتے ہیں یعنی جس طرح اپنے ماں باپ کا ادب لازم ہے اور جیسے اپنے ماں باپ اور دادا دادی کے حقوق ہوتے ہیں ایسے ہی بیوی سے جو رشتے

بنتے ہیں ان کا حق بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے یعنی وہ بھی صلہ رحمی میں داخل ہو جاتے ہیں، اب تفسیر روح المعانی کی عبارت عرض کرتا ہوں:

﴿اَلْمُرَادُ بِالْاَرْحَامِ الْاَقْرِبَاءُ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ وَمِنْ جِهَةِ النِّسَآءِ﴾

(روح المعانی، ج:۴، ص:۱۸۵، داراحیاء التراث العربی)

یعنی وہ رشتہ دار جو خاندانی نسب سے ہیں اور جو رشتے بیوی سے بنتے ہیں وہ صلہ رحمی میں شامل ہیں۔

زبان قابو میں رکھیں

دوسری بات یہ کہ بات چیت کو درست کرو:

﴿وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْدًا﴾

(سورۃ الاحزاب، آیت:۷۰)

یعنی غصے کی کوئی بات منہ سے مت نکالو ورنہ بعد میں روتے روتے ناک میں دم ہو جاتا ہے اور جس کا کوئی علاج بھی نہیں ہوتا لہٰذا جو بات کہو ایسی کہو جس سے جوڑ پیدا ہو، ایسی دل دُکھانے والی بات مت کرو جس سے توڑ پیدا ہو۔

نکاح کرنا کب سنت ہے؟

اور آخری بات یہ کہ نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نکاح نہیں کرے گا فَلَيْسَ مِنِّيْ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو قدرت رکھتے ہوئے بھی نکاح نہ کریں اور اگر کوئی معذور ہے، مجبور ہے، بیوی کو روٹی کپڑا نہیں دے سکتا، مکان نہیں ہے، اس کا رشتہ ہی نہیں لگتا یا زیادہ بڈھا ہو گیا ہے کہ جہاں بھی رشتہ دیتا ہے تو وہاں بڈھی ملتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے ایسی سے مناسبت نہیں ہے تو ایسی صورت میں نکاح کرنا سنت نہیں رہتا۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے بھی گذرے

ہیں جنہوں نے شادی نہیں کی جیسے حضرت بشر حافی، مسلم شریف کی شرح لکھنے والے شیخ محی الدین ابوزکریا نووی اور علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ لہٰذا کسی کو حقیر بھی نہ سمجھو یعنی جس کی شادی نہ ہو تو یہ نہ سمجھو کہ یہ سنت کا تارک ہے، بہت سے اولیاء اللہ بھی ایسے معذور ہوئے ہیں جنہوں نے مجبوراً شادی نہیں کی، تو یہ سمجھ لو کہ ان کو کوئی مجبوری ہوگی۔

اچھا اب دعا کرتا ہوں کہ جو کچھ کہا گیا اور سنا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مواعظ حسنہ نمبر ۸۰

آدابِ محبت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون : ۳۴۹۹۲۱۷۶

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے | محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے | جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: آدابِ محبت

نامِ واعظ: عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
دام ظلالهم علينا الى مأة و عشرين سنة

تاریخِ وعظ: ۱۹؍صفر المظفر ۱۴۰۷ھ، ۲۴؍اکتوبر ۱۹۸۶ء بروز جمعہ

وقت: ساڑھے دس بجے صبح

مقام: مسجدِ اشرف، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

موضوع: اللہ والوں سے محبت کے آداب

مرتب: یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی (سید عشرت جمیل میرؔ صاحب)

کمپوزنگ: مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

اشاعت اوّل: جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ مطابق مئی ۲۰۰۹ء

باہتمام: ابراھیم برادران سلمہم الرحمٰن
کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال نمبر ۲، کراچی

فہرست

نمبر شمار	عُنوان	صفحہ نمبر
۱	عرضِ مرتب	۴۵۸
۲	رِیا (دکھاوا) کسے کہتے ہیں؟	۴۵۹
۳	سنت اور بدعت کی مثال	۴۶۲
۴	حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کا عاشقانہ ترجمہ	۴۶۴
۵	سائنسی تحقیقات کا بودا پن	۴۶۵
۶	اسلاف میں شیخ کی کیا عظمت تھی!	۴۶۸
۷	شیخ کی شفقت ومحبت کی مثال	۴۷۲
۸	مہربانی بقدر قربانی	۴۷۳
۹	راہِ حق کے مجاہدات اور اس کے انعامات	۴۷۵
۱۰	تعمیلِ احکامِ الٰہیہ کی تمثیل	۴۷۶
۱۱	نفس کا ایک خفیہ کید	۴۷۸
۱۲	دلِ شکستہ کی دولتِ قرب	۴۷۹
۱۳	ذکر اللہ سے روحانی ترقی کی مثال	۴۸۱
۱۴	موت کے وقت دنیا داروں کی بے کسی	۴۸۲
۱۵	دنیاوی محبت کی بے ثباتی	۴۸۲

۱۶	خدا کے مجرم کی کوئی پناہ گاہ نہیں	۴۸۳
۱۷	مقرب بندوں سے اللہ کی محبت کی ایک علامت	۴۸۴
۱۸	تکبر کا نشہ شراب کے نشہ سے زیادہ خطرناک ہے	۴۸۶
۱۹	انسانوں کو شیطان کے دو سبق	۴۸۷
۲۰	تعلیمِ قرآن وحدیث اور تزکیہ...... نبوت کے تین مقاصد	۴۸۹
۲۱	شعبۂ تزکیۂ نفس کی اہمیت	۴۹۰
۲۲	نفس کی حیلولت کی تمثیل	۴۹۱
۲۳	تفسیر آیت وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ ...... الخ	۴۹۴
۲۴	شہادت.......... عاشقوں کی تاریخِ عشق ووفا	۴۹۶
۲۵	شہادت کے متعلق ایک جدید علم	۴۹۸
۲۶	آیت شریفہ میں اسماءِ صفاتیہ عزیز وحمید کے نزول کی حکمت	۴۹۹
۲۷	بغیر شیخ کے اصلاح نہیں ہوتی	۵۰۱
۲۸	ایمان کا تحفظ صحبت اہل اللہ کے بغیر ناممکن ہے	۵۰۳
۲۹	شیطانی وَساوِس کا علاج	۵۰۴
۳۰	اللہ والا بننے کا نسخہ	۵۰۷

عرضِ مرتب

آج اُمتِ مسلمہ کے ظاہری و باطنی زوال کا باعث گناہوں کا ارتکاب ہے جس کا اصل سبب اہل اللہ کی بابرکت صحبتوں سے دوری ہے کیونکہ دین کی سمجھ صرف اللہ والوں کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے ورنہ عوام تو کیا خواص اہلِ علم بھی دین کی حقیقت سے آشنا نہیں ہوتے۔

محبی و محبوبی، سیدی و سندی، مرشدی و مولائی شیخ العرب والعجم، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا قرآن و حدیث سے مدلل یہ وعظ جہاں اہل اللہ سے تعلق کی اہمیت و ضرورت کو بیان کرتا ہے وہیں اس عظیم تعلق کی حدود و قیود اور آداب کی حد بندی کو بھی واضح کرتا ہے اور گویا اس شعر کی تفسیر ہے ؎

برکفِ جامِ شریعت برکفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

اللہ تعالیٰ راقم الحروف کو اور تمام امت کو حضرت والا کے علوم اور دردِ محبت کی صحیح قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت والا کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھے، آمین۔

العارض

احقر سید عشرت جمیل میرؔ عفا اللہ تعالیٰ عنہ

خادمِ خاص

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آدابِ محبت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

رِیا (دکھاوا) کسے کہتے ہیں؟

کوئی شخص نفل پڑھ رہا ہے، تلاوت کر رہا ہے، تسبیح پڑھ رہا ہے اور اسے ساری دنیا دیکھ لے تو یہ رِیا نہیں ہے کیونکہ رِیا اُسے کہتے ہیں کہ جب کوئی بندہ اپنے مالک سے نظر ہٹا کر غلاموں کو اپنا عمل دِکھا رہا ہو لیکن ایک غلام اپنے مالک کو خوش کرنے کے لیے کوئی عمل کر رہا ہے اور اس کو سارے غلاموں نے دیکھ لیا تو دیکھنے سے ریا نہیں ہوتی دِکھانے سے ہوتی ہے، کسی شخص کی نیت دِکھانے کی نہ ہو لیکن پھر بھی کسی نے دیکھ لیا تو یہ رِیا نہیں ہے، معلوم ہوا کہ ایک ہے دِکھانا اور ایک ہے دیکھنا، رِیا جب ہے جب دِکھانے کی نیت ہو اور بعض وقت میں تو رِیا کا محض وسوسہ ہوتا ہے رِیا نہیں ہوتی جیسے مکھی آئینے کے اوپر ہوتی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اندر گھسی ہوئی ہے۔

یہ مثال حکیم الامت مجدد الملت نے دی ہے کہ کسی شیشے پر ایک مکھی بیٹھی ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اندر بیٹھی ہوئی ہے حالانکہ وہ باہر ہوتی ہے تو شیطان کبھی باہر باہر سے وسوسہ ڈالتا ہے حالانکہ قلب کے اندر اخلاص ہوتا ہے مگر دل چونکہ اللہ اللہ کرنے کی برکت سے شیشہ کی طرح صاف ہو گیا ہے اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ رِیا اندر ہے۔ اسی لیے بعض نادان لوگوں نے خوفِ رِیا

سے عبادت چھوڑ دی، دیکھا کہ آج دو چار مہمان آ گئے تو اشراق و تلاوت چھوڑ دی کہ مہمان دیکھ لیں گے، اب تہجد بھی نہیں پڑھ رہے ہیں، ذکر بھی چھوڑ دیا، تلاوت بھی چھوڑ دی کہ آج تو مہمان آئے ہوئے ہیں یہ سب دیکھ لیں گے۔ تو دیکھنے کو رِیا سمجھنے کی وجہ سے بعض نادان، کم عقل، دین کی سمجھ نہ رکھنے والے یا دین کی فہم اللہ والوں سے، اللہ تعالیٰ کے مقبول، محبوب اور خاص بندوں کی صحبت سے نہ حاصل کرنے والے ایسے وقت میں رِیا کے خوف سے عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو سید الطائفہ ہیں ہمارے بزرگوں کے بزرگ ہیں ہمارے دادا پیر بلکہ پردادا ہیں فرماتے ہیں کہ جس طرح مخلوق کو دِکھانے کے لیے کوئی عمل کرنا رِیا ہے اسی طرح مخلوق کے خوف کی وجہ سے کہ لوگ دیکھ نہ لیں کسی عمل کو چھوڑ دینا بھی رِیا ہے۔ ایک شخص روزانہ اشراق پڑھتا ہے مگر کسی دن دیکھا کہ آج مسجد میں دو چار آدمی ہیں، تنہائی نہیں ملی یا کوئی رشتہ دار آ گیا تو رِیا کے خوف سے اشراق چھوڑنا بھی رِیا ہے، جیسے دِکھلانے کے لیے عمل کرنا ریا ہے ایسے ہی مخلوق کے لیے عمل چھوڑنا بھی ریا ہے، مخلوق کو عمل دِکھایا یہ بھی ریا ہے اور مخلوق کے خوف سے عمل چھوڑا یہ بھی ریا ہے، مخلوق کو خوش کرنے کے لیے عمل کرنا بھی ریا ہے اور مخلوق کے خوف سے کسی عمل کا ترک بھی ریا ہے کیونکہ ریا کا تعلق قلب کی نیت سے ہے، ریا خود بخود نہیں چپکتی، یہ کوئی ایسا کھٹمل نہیں ہے جو خاموشی سے خون چوس رہا ہے اور آپ کو پتا بھی نہ چلے، مطلب یہ ہوا کہ دل میں نیت کر لیجیے کہ اے اللہ! صرف آپ کے لیے عمل کر رہا ہوں کیونکہ اگر ساری مخلوق خوش ہو جائے تو ہم کو ایک ذرّہ فائدہ نہیں دے سکتی، مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اگر ساری مخلوق مل کر کوئی نفع پہنچانا چاہے اور اللہ نہ چاہے تو نہیں پہنچا سکتی، یہ حدیث کا مضمون ہے۔ فرض نماز کے بعد آپ

اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے، ھدایہ کی شرح فتح القدیر کی کتاب الصلوۃ میں علامہ ابن ھمام نے لکھا ہے کہ نماز کے بعد آپ اکثر یہ دعا مانگتے تھے:

﴿اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ﴾

(سنن الترمذی، کتابُ الصلوۃ، باب مایقول اذا اسلم من الصلوۃ)

یا یہ دعا مانگتے تھے:

﴿اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ﴾

(مجمعُ الزوائد)

اے اللہ! جو نعمت آپ دینا چاہیں اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو آپ نعمت آپ ہم کو نہ دینا چاہیں ساری دنیا مل کر اسے دینا چاہے تو نہیں دے سکتی، اگر اللہ نہ چاہے کہ یہ آدمی خوش حال ہو یا اس کے پاس دو پیسے ہوں یا اس کے کاروبار میں برکت ہو تو دنیا بھر کے تمام سیٹھ مل کر اس کو پیسہ دیں تو جتنی دفعہ دیں گے خسارہ آتا چلا جائے گا یہاں تک کہ دینے والا بھی تنگ ہو جائے گا اور آخر کار تھک ہار کر بیٹھ جائے گا کہ بھئی اس کے ہاتھ میں تو برکت ہی نہیں ہے، یہ تو سونا بھی لیتا ہے تو مٹی ہو جاتا ہے اور جب اللہ کا فضل ہوتا ہے تو مٹی اُٹھاتا ہے تو سونا بن جاتا ہے۔

میرے ایک دوست تھے جو بڑے رئیس تھے، میرے پیر بھائی بھی تھے، کہنے لگے کہ ایک غریب کو میں نے تین دفعہ دس دس ہزار روپے دیئے کہ کوئی دکان کھول لے، پہلے زمانہ کا دس ہزار آج کے پچاس ہزار کے برابر تھا، تو انہوں نے کہا کہ تم مجھ سے بار بار مدد مانگتے ہو اور مجھے پریشان کرتے ہو اس سے اچھا ہے کہ یہ لو دس ہزار روپے اور دکان کھول لو تاکہ میں تمہاری مدد سے چھٹی پا جاؤں، چند مہینوں کے بعد اس نے کہا کہ صاحب وہ رقم تو ڈوب گئی، برکت ہی نہیں ہوئی، تجارت فیل ہوگئی، پھر دس ہزار دیئے کہ شاید اب سنبھل جائے، غرض تین دفعہ دس دس ہزار روپے دیئے، جب تینوں دفعہ اس نے کہا کہ تجارت ڈوب

ئی خسارہ ہوگیا تب انہوں نے مجھ سے کہا کہ خدا جس کے لیے رزق کی برکت کا فیصلہ نہ کرے اور دنیا بھر چاہے کہ وہ بابرکت روزی کا مالک ہو جائے اور اس کی روزی میں وسعت و کشادگی ہو جائے تو یہ بندوں کے اختیار میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے سب اپنے اختیار میں رکھا ہے۔

ایک مرتبہ ڈھاکہ سے ایک خط آیا کہ ایک سانپ نکلا اور چاروں طرف پکی زمین، پکی دیوار تھی، پھر وہ اچانک غائب ہوگیا، کوئی سوراخ بھی نہیں ملا جس میں وہ گھس جاتا، اس کے بعد سے میری دکان میں برکت نہیں رہی جو روپیہ پیسہ کماتا ہوں تو حساب کے رجسٹر میں تو برکت معلوم ہوتی ہے لیکن جب گنتا ہوں تو کچھ برکت معلوم نہیں ہوتی۔ میں نے ان کو خط میں لکھا کہ میں نے تو قرآن پاک میں یہ پڑھا ہے:

﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾

(سورۃ الرعد، آیت: ۲۶)

اللہ جس کی روزی چاہتے ہیں بڑھا دیتے ہیں اور جس کی چاہتے ہیں کم کر دیتے ہیں لیکن آپ کے اس خط سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے روزی کے گھٹانے بڑھانے کا اختیار سانپوں کے حوالے کر دیا، بس انہوں نے روتے ہوئے پھر خط لکھا کہ معافی چاہتا ہوں، آپ نے عقیدہ صحیح کر دیا۔

سنت اور بدعت کی مثال

تو اصل تو عقیدے کی اصلاح ہے ورنہ عمل میں جان نہیں آئے گی، جیسے ایک کے دائیں طرف صفر رکھو تو دس بنتا ہے، ایک صفر اور بڑھایا تو سو بنتا ہے لیکن اگر ایک نہ ہو اور صفر رکھتے چلے جاؤ تو سب صفر ہوگا، اسی لیے قیامت کے دن کافروں کے عمل میں وزن نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾

(سورۃ الکھف، آیۃ: ۱۰۵)

کافر چاہے کتنے ہی آنکھوں کے ہسپتال کھول دیں، اپنی آنکھیں نکال کر دے دیں کہ یہ آنکھ لگالینا اور غریبوں میں خوب رضائیاں اور کمبل تقسیم کردیں لیکن سارے کافر جہنم میں جائیں گے جب تک کلمہ **لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ** نہیں پڑھیں گے کیونکہ جب ایک ہی نہیں ہے تو سارے صفر بے کار ہوں گے۔ سمجھ لو کلمہ ایک کا ہندسہ ہے اور صفر اعمال ہیں، تو جب کلمہ ہی نہیں پڑھا تو گویا ایک نہیں ہے تو اب سارے صفر یعنی سب اعمال، رفاہی کام وغیرہ غارت ہو گئے، ان کا کوئی وزن ہی نہیں ہے اور کبھی ایک ہوتا ہے لیکن بے وقوف صفر ایک کے دائیں طرف نہیں لگاتا بائیں طرف لگاتا ہے، اگر ایک کے دائیں طرف صفر لگا ہو تو دس بنے گا مگر وہ بائیں طرف لگا رہا ہے تو وہ صفر بھی بے کار گئے، یہ بدعت کی مثال ہے۔ ’’ایک‘‘ ایمان کی مثال ہے۔ اگر ایمان کے دائیں طرف صفر رکھو گے تو عدد بنے گا، وزن بنے گا، یہ سنت کے مطابق عمل کا انعام ہے، اس کا وزن ہوگا اور اگر کسی عمل کا قرآن وحدیث میں تذکرہ نہیں ہے، باپ دادا سے رسم لے لی، تو رسم علاقائی، ضلعی، خاندانی، برادری، ملکی اور چاہے بین الاقوامی ہی کیوں نہ ہو سب بے کار ہے مثلاً ایک شخص کسی بین الاقوامی اجلاس میں گیا جہاں تمام ملکوں کے بادشاہ اور سربراہان آئے ہوئے تھے، وہاں سے کوئی طریقہ سیکھ کر آ گیا تو اس عمل کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، عمل تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع سے مقبول ہوگا، ایک کے دائیں طرف کا صفر سنت ہے اور بائیں طرف کا صفر بدعت ہے، اس کا وزن اس لیے نہیں ہوگا کہ اس کا مدینے سے تعلق نہیں ہے، آپ ان اعمال کو کسی حدیث میں نہیں پائیں گے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ حیات میں کہیں نہیں پائیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا نبی امت کے لیے ہر معاملہ میں نمونہ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

(سورۃ الاحزاب، اٰیۃ: ۲۱)

بتائیے! اگر آپ کسی درزی کو اپنے کرتے کا نمونہ دیں کہ اس کے مطابق کرتا بنادو اور درزی ایک بالشت لمبا کردے تو آپ نے کہا کہ نمونے کے مطابق کیوں نہیں سیا؟ اس نے کہا کہ حضور کپڑا بچ گیا تھا اگر کرتہ لمبا نہ کرتا تو کپڑا ضائع ہوتا لہٰذا میں نے آپ کے ساتھ بھلائی کی ہے، ایسے ہی بدعتی بھی کہتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ پر اذان کیوں ختم ہے؟ نعوذ باللہ یہ تو ناقص اذان ہے، اس لیے میں اذان کے آخر میں محمد رسول اللہ بھی ملاؤں گا تاکہ کلمہ پورا ہو جائے، بتاؤ بھئی اذان کا آخری کلمہ کیا ہے لا الٰہ الا اللہ۔ مگر ایک آدمی اپنی کھوپڑی سے سوچتا ہے کہ یہ تو پورا کلمہ نہیں ہے، اس کی نظر اس پر نہیں جاتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کا حکم ایسے ہی دیا ہے، جن سے ہمیں شریعت کا قانون مل رہا ہے، جن کے نمونے پر ہمیں عبادت کرنی ہے اور جینا مرنا ہے انہوں نے یہی نمونہ دیا ہے لہٰذا یہاں عقل سے کام نہیں چلے گا کہ اذان کے آخر میں لا الٰہ الا اللہ کے بعد کلمہ پورا کرو، بتائیے اس طرح اذان غلط ہو جائے گی یا نہیں؟ جیسے درزی نے خلافِ نمونہ ایک بالشت کرتا بڑھا دیا تھا لہٰذا جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جیسا سکھایا ہے آنکھ بند کر کے اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کرلو، ہاں اذان کے بعد اب درود شریف پڑھو، اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کا حکم ہے، اس کے بعد اذان کے بعد والی دعا اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ الخ پڑھ لو، اس کے بعد دیکھو اس کا کیا انعام ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ جو اذان کے کلمات کا جواب دے، اس کے بعد درود شریف پڑھے پھر یہ مذکورہ دعا پڑھے اُس کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کا عاشقانہ ترجمہ

اب میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کا عاشقانہ ترجمہ کرتا ہوں۔ حَیَّ عَلٰی

الصَّلٰوۃِ کے معنیٰ ہیں آؤ نماز کی طرف، یہ ترجمہ عربی قاعدے کی رو سے ہے لیکن اس کا ایک ترجمہ عاشقانہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بزبانِ مؤذن اعلان فرمارہے ہیں کہ اے میرے غلامو! جلدی جلدی وضو کر کے تیاری کرلو، تمہارے مالک نے تمہیں یاد فرمایا ہے۔ کہیے دونوں ترجموں میں کچھ فرق سمجھ میں آیا؟ حَیَّ اسمِ فعل ہے بمعنی تعال یعنی آؤ عَلٰی کے معنیٰ ہیں پر، صلوٰۃ کے معنیٰ ہیں نماز یعنی آؤ نماز پر یعنی نماز کی طرف۔ یہ ترجمہ گرامر کا ہے بلحاظ قواعدِ عربیہ لیکن اس کے اندر ایک ترجمہ عاشقانہ چھپا ہوا ہے، بلحاظ قواعدِ عشقیہ کہ اے میرے غلامو! جلدی سے تیاری کرلو، تمہارا مالک جس کی زمین پر تم چل رہے ہو، جس کے آسمان کے نیچے رہتے ہو، جس کے سورج کی روشنی کو بغیر بل ادا کیے ہوئے استعمال میں لاتے ہو، سورج کی روشنی کا کبھی کوئی بل نہیں آتا، جس کی ہر وقت آکسیجن لے رہے ہو، وہ تمہارا مالک تمہیں یاد فرمارہا ہے۔

سائنسی تحقیقات کا بوداپن

کبھی یہ بھی سوچا کہ رات دن جس کی آکسیجن میں سانس لے رہے ہو تو یہ آکسیجن، یہ ہوا کس نے پیدا کی؟ پوچھ لو دنیا کے تمام سائنسدانوں سے کہ یہ سمندر اور پہاڑ کس نے پیدا کیے ہیں؟

میں نے ایک مضمون میں پڑھا کہ ایک سائنس دان نے کہا کہ جب سورج کی شعاعیں خلیج بنگال کے سمندر پر پڑتی ہیں تو اس کی گرمی کے بخارات سے بادل بنتے ہیں جن کو مون سون کہتے ہیں، پھر وہ مون سون ہوائیں بادلوں کو لے کر ہمالیہ پہاڑ سے ٹکرا جاتی ہیں جس کی وجہ سے تمام شمالی ہند ہرا بھرا ہو جاتا ہے، تو اگر کوہِ ہمالیہ نہ ہوتا تو خلیج بنگال کی مون سون ہوائیں ہندوستان کو پار کر کے سمرقند، آذربائیجان، تاشقند اور بخارا میں برستیں اور شمالی ہند منگولیا کے مثل ریگستان ہو جاتا، اناج کا ایک دانہ بھی نظر نہ آتا۔ اس سائنسدان کی تحقیق سن کر

سب نے کہا کہ واہ واہ کیا سائنسی تحقیق ہے مگر اس سائنسی تحقیقی بورڈ میں ایک ملا بھی بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہ آپ نے اس پر تو واہ واہ کہا کہ خلیج بنگال سے مون سون ہوائیں اٹھیں اور ہمالیہ پہاڑ سے ٹکرائیں اس لیے شمالی ہند ہرا بھرا ہے، اگر شمالی ہند میں یہ دو ڈھائی ہزار میل طویل کوہ ہمالیہ کا سلسلہ نہ ہوتا تو خلیج بنگال کے بادل اور مون سون ہوائیں سب جا کر تاشقند میں برستیں لیکن آپ نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ خلیج بنگال تمہارے دادا نے پیدا کیا ہے؟ ہمالیہ پہاڑ تمہارے نانا نے پیدا کیا ہے؟ سورج کی شعاعوں سے جو مون سون ہوائیں اٹھیں یہ تمہارے پردادا نے پیدا کی ہیں؟

اب ذرا سائنس دانوں سے پوچھو کہ تم نے یہ بات تو بتا دی جیسے کسی حلوائی کی رس ملائی میں کسی سائنس دان نے اپنا آلہ ڈال کر کہا کہ دیکھئے صاحب میں ریسرچ کر رہا ہوں، اس میں اتنی فیصد ملائی ہے، اتنی فیصد چینی ہے، اتنے فیصد بادام ہیں غرض سب تحقیق کر کے ایک چارٹ لکھ کر بنا دیا، پھر رس ملائی والے مرتبان کو اٹھانے لگا تو حلوائی نے ایک ڈنڈا لگایا اور کہا کہ ریسرچ کرنے سے آپ اس کے مالک نہیں بن سکتے، اسی طرح خدا کی دی ہوئی عقل کے صدقہ میں اگر سائنس داں اللہ کی نعمتوں کی ریسرچ کرتے ہیں کہ ہوا میں اتنی آکسیجن ہے، اتنی کاربن ڈائی آکسائیڈ ہے، اتنی نائیٹروجن ہے اور اتنی ہائیڈروجن وغیرہ ہے، اس سب تحقیق کے یہ معنیٰ تھوڑی ہیں کہ تم ہوا کے مالک بھی ہو گئے کیونکہ یہی ہوا جب طوفانی صورت اختیار کر لیتی ہے تو تمہاری سائنسی مشین اور آلات اُڑا لے جاتی ہے۔ جب سمندر میں طوفان آتا ہے تو اخبار میں اعلان ہوتا ہے کہ کہ فلاں ساحل کی طرف اتنی رفتار سے طوفان آرہا ہے اور سائنس دان کہتے ہیں کہ ہم نے مقابلہ کی مکمل تیاری کر لی ہے لیکن جب طوفان آتا ہے تو ان کی مشینیں بھی اُڑا لے جاتا ہے اور سائنس دانوں کو بھی لے جاتا ہے۔

جہاں طوفان میں پھنس کر سفینہ ڈگمگاتا ہے
وہیں قدرِ خدا و ناخدا معلوم ہوتی ہے

ناظم آباد میں ہارٹ اسپیشلسٹ ایک مریض کے قلب کی رفتار شمار کر رہا تھا، اس کی انگلیاں مریض کی نبض پر تھیں اور گھڑی بھی دیکھ رہا تھا اتنے میں خود اس کا ہارٹ فیل ہوگیا، ڈاکٹر صاحب خود ہی چلے گئے۔ ایک مشہور ڈاکٹر جو پھیپھڑے کا اسپیشلسٹ تھا، اس کا ایک پھیپھڑا بیماری سے ضائع ہوگیا اور وہ اُسی مرض میں مرا جس کا وہ اسپیشلسٹ تھا۔ اس لیے دوستو! آج سائنس دانوں کی حقیقت بھی سمجھ لو۔ ایک بڑھئی دیوار میں کھونٹا ٹھونک رہا تھا، دیوار نے چلا کر کہا اے کھونٹے میرے اندر مت گھس، سائنس دانوں نے کہا کہ اس کھونٹے کی رفتار ہم بتائے دیتے ہیں کہ اتنی رفتار سے دیوار میں گھس رہا ہے اور اتنا نوکیلا ہے، اتنا موٹا ہے، سائنسدان سائز بھی بتا رہے ہیں لیکن جو کھونٹا ٹھونک رہا ہے اس سے چھڑانے کی طاقت سائنسدانوں میں نہیں ہے:

قَالَ الْجِدَارُ لِلْوَتَدِ لِمَ تَشُقُّنِیْ
قَالَ الْوَتَدُ اُنْظُرْ اِلٰی مَنْ یَّدُقُّنِیْ

دیوار نے کھونٹے سے کہا میرا کلیجہ کیوں پھاڑتا ہے؟ کھونٹے نے ہنس کر کہا جو مجھے ٹھونک رہا ہے اس کو راضی کرلو پھر میں تیرے اندر نہیں گھسوں گا، بڑھئی کو راضی کرلو کھونٹا تو اسی کی مرضی سے آرہا ہے، کیا آسمانی اور زمینی آفات کو سائنسی آلات روک سکتے ہیں؟ ہاں وہ بندے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کیے ہوئے ہیں ان کی دعاؤں سے بلائیں رُک جاتی ہیں۔

ایک گاؤں میں ایک مجذوب رہتا تھا، ایک مرتبہ دریا میں سیلاب آنے لگا، سب نے کہا چلو مجذوب صاحب اس طرف کھدائی کریں تا کہ سیلاب کا رُخ کہیں اور ہو جائے اور اپنے حصہ کی طرف سے مٹی اونچی کریں تو مجذوب نے

گاؤں کی طرف اور ڈھلان کردی، سب چلانے لگے کہ اس طرح تو اور زیادہ پانی آجائے گا۔ اس نے کہا کہ اگر پانی میرے مولیٰ کی مرضی سے آتا ہے تو ہم اس کے لیے راضی ہیں، چنانچہ مجذوب کی اس تسلیم کی برکت سے سیلاب ہٹ گیا لیکن یہ مجذوبوں کا معاملہ ہے، آپ مجذوب نہ بنئے گا، مجذوب معذور ہوتا ہے، ان کی پہچان بڑی مشکل سے ہوتی ہے، ہر ایک کو مجذوب سمجھنا جائز نہیں ہے، جن کو لوگ مجذوب سمجھتے ہیں ان میں سے نوے فیصد پاگل ہوتے ہیں، مجذوب وہ ہوتے ہیں جن کو اللہ والے پہچانتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ یہ اپنے وقت کا مجذوب ہے۔

اسلاف میں شیخ کی کیا عظمت تھی!

چنانچہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلفاء تھے، مولانا سخاوت علی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا کرامت علی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت سید احمد شہید نے مولانا کرامت علی صاحب سے فرمایا کہ تم بنگال جاؤ اور وہاں ہدایت کا کام کرو مگر کہیں ٹھہرنا مت تو مولانا کرامت علی صاحب ساری زندگی صوبہ بنگال میں سفر کرتے رہے اور واقعی یہ ان کا فیض ہے کہ جدھر جدھر سے ان کے قدم گذرے ہیں وہاں مسلمانوں کی تعداد اب بھی زیادہ ہے۔ حضرت سید احمد شہید نے اپنے دوسرے خلیفہ مولانا سخاوت علی صاحب سے فرمایا کہ تم پڑھایا کرنا اور کہیں مت جانا، بس ایک جگہ جونپور میں بیٹھ جاؤ۔ اب مولانا سخاوت علی صاحب کے پاس کوئی نورانی قاعدہ پڑھنے آیا تو اس کو بھی پڑھا دیا، کوئی بخاری شریف پڑھنے آیا اس کو بھی پڑھا دیا، کسی نے کہا کہ اتنے بڑے عالم ہو کر آپ نورانی قاعدہ کیوں پڑھاتے ہیں بخاری شریف پڑھایا کریں، فرمایا ہمارے پیر نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ بخاری شریف پڑھانا، یہ فرمایا تھا کہ پڑھایا کرنا لہٰذا جو پڑھنے آئے گا اس کو پڑھا دوں گا۔ یہ حضرات تھے جو اپنے شیخ کی اتنی عظمت کرتے تھے جبھی تو ان

سے فیض ہوتا تھا، آج تو ہر مرید خود شیخ بنا پھرتا ہے، اس کے دل میں کوئی رائے آ گئی تو شیخ کو بھی رائے دے گا اسی لیے میخ کے میخ بنے ہوئے ہیں۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیس میل پیدل جاتے تھے، آج دو میل والے کہتے ہیں کہ صاحب بہت دور ہے۔ جب میں ناظم آباد سے گلشن اقبال آیا تو ایک صاحب نے لکھا کہ جب سے آپ گلشنِ اقبال گئے ہیں کچھ مزہ نہیں آرہا ہے، اب اللہ کی محبت کی باتیں کس سے سنوں، انہوں نے ایک شعر میں شکایت لکھی ؎

کس سے پوچھوں بہار کی باتیں
اب صبا بھی اِدھر نہیں آتی

میں نے شعر کا جواب شعر میں دیا ؎

تم ہی گلشن میں کیوں نہیں آتے
جب صبا بھی اُدھر نہیں جاتی

تو میں عرض کر رہا تھا کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت گنگوہی کی خدمت میں بیس میل پیدل جاتے تھے اور بیس میل پیدل واپس آتے تھے۔ ایک دفعہ اس زمانے میں پہنچ گئے جس زمانے میں وہاں بدعات کا کوئی میلہ ہوتا تھا۔ حضرت نے سوچا کہ مجھے تو اپنے پیر سے ملنا ہے، ان بدعتیوں کے میلے سے میرا کیا ضرر ہے، لیکن مولانا گنگوہی نے جیسے ہی انہیں دیکھا فوراً فرمایا میاں محمود الحسن فوراً واپس جاؤ، کہنے لگے کیوں حضرت کیا بات ہے؟ فرمایا تم نے اس زمانہ میں یہاں آکر بدعتیوں کے میلے میں تعداد بڑھا دی اور حدیث میں ہے:

﴿مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ﴾

(کنزُ العُمّال)

جو کسی قوم کی تعداد بڑھا دے وہ اُنہی میں شمار کیا جائے گا۔ ایک بزرگ نے ہولی

کے زمانے میں ایک گدھے پر پان کھا کر تھوک دیا اور کہا تجھ سے کسی نے رنگ نہیں کھیلا، لاؤ تجھ پر میں رنگ ڈال دوں۔ مرنے کے بعد ایک بزرگ نے ان کو خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مواخذہ کیا کہ تم نے کافروں کی مشابہت کیوں اختیار کی؟ مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مدینہ کے قبرستان میں ایک قبر کھودی گئی تو دیکھا کہ فرانس کی ایک لڑکی دفن ہے۔ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے اس کو قرآن شریف پڑھایا تھا، یہ ماں باپ سے چھپ کر مسلمان ہوگئی تھی، مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو فرانس سے مدینہ کی اس قبر میں بھیج دیا اور اس قبر میں ایک عالم صاحب دفن تھے اس عالم کو جا کے فرانس میں دیکھا گیا تو دیکھا کہ اس لڑکی کی قبر میں لیٹے ہوئے ہیں، اس عالم کی بیوی سے جا کے لوگوں نے پوچھا کہ کیا اس کا کوئی ایسا گندہ عمل تھا جس کی وجہ سے خدا نے مدینے سے اس کو نکال دیا اور فرانس کی نومسلم لڑکی کو وہاں سے مدینہ بھیج دیا تو اس کی بیوی نے بتایا کہ ہاں ایک سخت بات کہتے تھے، صحبت کر چکنے کے بعد جب غسلِ واجب کا مرحلہ آتا تھا تو کہتے تھے عیسائیوں کے مذہب میں یہ بڑا اچھا قانون ہے کہ صحبت کرنے کے بعد غسل واجب نہیں ہوتا۔

مولانا مسیح اللہ خاں صاحب حضرت تھانوی کے اکابر خلفاء میں سے تھے، اسّی سال کی عمر میں ہر سال لاہور کے اجتماع میں ہندوستان سے تشریف لاتے تھے، فرمایا کہ گناہ کو کم سے کم گناہ تو سمجھو، حرام کو حلال مت سمجھو، کم سے کم عقیدہ تو صحیح ہو۔ اگر کسی ایک قانونِ شریعت کا مذاق اُڑالیا یا یوں کہا کہ یہ ہندوؤں کے ہاں اچھا ہے، عیسائیوں کے ہاں اچھا ہے، یہودیوں کے ہاں اچھا ہے تو گویا اسلام کے قانون کا اس نے مذاق اُڑایا، اسلام کے قانون کو غیر پسندیدہ قرار دیا جبکہ اسلام سے زیادہ پاکیزہ اور حسین قانون کوئی نہیں ہے جو

کونین کی عزتوں اور عشرتوں کا ضامن ہے اور امن وسلامتی کا مذہب ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ آج اس ملک میں یہ سوال ہوتا ہے کہ کون کون لوگ اسلام پسند ہیں، کون سی جماعت اسلام پسند ہے، میں تو کہتا ہوں کہ اس جملے کو منہ سے نکالنے سے پہلے ایسے نالائقوں کو موت آجاتی، کیوں بھئی مسلمانوں سے یہ پوچھنا کیسا ہے کہ کیا آپ اسلام پسند ہیں؟ ارے مسلمان تو ہوتا ہی وہ ہے جو اسلام پسند کرتا ہے، یہ تو برطانیہ اور ہندستان میں کوئی پوچھے کہ کون کون اسلام پسند ہیں، مسلمان کتنے ہیں، مگر کیا کہیں عجیب معاملہ ہے۔

تو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الہند سے فرمایا کہ آج کل یہاں گنگوہ میں ایک میلہ لگ رہا ہے جس میں اہلِ بدعت جوق در جوق آرہے ہیں، ہر سال قبروں پر ان کا میلہ لگتا ہے اور تم نے یہاں آکر ان کی تعداد بڑھادی لہٰذا فوراً واپس جاؤ۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن بہت بڑے عالم تھے لیکن شیخ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بڑے سے بڑے عالم مرید کو ڈانٹ سکتا ہے، بیٹا کتنا ہی بڑا عالم ہوجائے باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کو تنبیہ کرسکتا ہے اور حضرت گنگوہی نے سخت لہجے میں فرمایا کہ میرے پاس ایک سیکنڈ بھی مت ٹھہرو فوراً واپس جاؤ، یہ بھی نہیں فرمایا کہ بیس میل پیدل چل کر آئے ہو کچھ کھاپی لو، بلکہ فرمایا کہ فوراً واپس جاؤ۔ یہ ہیں اللہ والے جو اپنے مریدین کو اس طرح سے سنوارتے ہیں، یہ سنوارنا ہے، یہ بنانا ہے، مرید ایسے ہی بنتا ہے، جب ڈانٹ کھاتا ہے تب ڈینٹ نکلتا ہے جیسے موٹر میں کبھی ڈینٹ آجاتا ہے تو گیراج والے اس کا ڈینٹ نکالتے ہیں اسی طرح شیخ بھی نفس کا ڈینٹ نکالتا ہے، کبھی غفلت کا ڈینٹ ہے، کبھی بڑائی کا ڈینٹ ہے، کبھی اللہ کی محبت کی کمی کا ڈینٹ ہے، کبھی دنیا کی محبت کا، بیوی کی محبت کا، کاروبار کی محبت کا ڈینٹ ہے کہ یہ محبت اتنی غالب آگئی کہ نہ جماعت کی نماز کی فکر ہے نہ آخرت کی فکر ہے، سمجھتا ہے کہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے،

مسافر جب پردیس کو وطن سمجھنے لگے تو اس کے دماغ کا آپریشن ضروری ہے ورنہ وطن خراب کردے گا جہاں ہمیشہ رہنا ہے اور پردیس میں ہر وقت رنگ رلیوں میں لگا رہے گا لہٰذا شیخ الہند فوراً قصبہ گنگوہ کی طرف واپس چل پڑے، راستہ میں ان کا ایک شاگرد ملا، شیخ الہند بہت بڑے عالم تھے، طلباء کو بخاری شریف پڑھاتے تھے، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی بھی ان کے شاگرد ہیں، تو ان کے شاگرد نے کہا حضرت ہاتھ جوڑتا ہوں تھوڑا سا کچھ کھالیں، تھوڑا سا شربت پی لیں، فرمایا کہ میرے شیخ نے فرمایا ہے فوراً قصبہ خالی کرکے واپس جاؤ، اگر میں تمہارے ہاں پانی یا شربت پیوں گا یا کچھ کھاؤں گا تو فوراً کا حق ادا نہ ہوگا۔ بتایئے! کیا ان کے شیخ اس وقت دیکھ رہے تھے؟ مولانا گنگوہی ان کو دیکھ رہے تھے؟ یہ ہیں اللہ والے! فرمایا کہ اے میرے شاگرد! میں ایک منٹ بھی تمہارے یہاں نہیں بیٹھوں گا، میرے شیخ نے فوراً کا لفظ کہا ہے، کیا میرا شیخ بے رحم ہے؟ وہ پانی نہیں پلا سکتا تھا؟ وہ ہمیں روٹی نہیں دے سکتا تھا؟ انہوں نے جو کچھ کہا ہماری اصلاح کے لیے کہا۔

بعض دفعہ شیخ کی ایک ڈانٹ میں وہ اثر ہوتا ہے کہ سو برس کے تہجد سے اُس مقام پر پہنچنا مشکل ہوتا ہے جہاں شیخ کی ایک ڈانٹ پہنچا دیتی ہے۔ پس شیخ الہند فوراً واپس آگئے، یہ تھی شیخ و مرشد کی عظمت، آج تو مرید کو ذرا سا ڈانٹ دو تو اس کا منہ ٹیڑھا ہوجاتا ہے، مرید قرضہ مانگے اور شیخ نہ دے تو کہتا ہے کہ ایسے بخیل پیر کو چھوڑ دو، چاہتے ہیں کہ بس پیر ان کو حلوہ کھلائے اور گلے سے لگائے تو بس وہ پیر ہے حالانکہ اصلی پیر تو وہ ہوتا ہے جو دل سے غفلت کی پیرا (مرض) نکال دے۔

شیخ کی شفقت و محبت کی مثال

چنانچہ شیخ الہند اپنے پیر و مرشد کے حکم سے واپس آگئے۔ اب ذرا اِن

پیر و مرید کے تعلق کا دوسرا رُخ بھی سن لیجئے۔ شیخ الہند کی حضرت گنگوہی کی خدمت میں ہر ہفتے حاضری ہوتی تھی، ایک دفعہ زیادہ دن کے بعد حاضری ہوئی تو حضرت گنگوہی کی خدمت میں ایک صاحب آئے ہوئے تھے، شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ نواب صاحب کے لیے کھانا آیا ہے تو پیچھے ہٹنے لگے، حضرت گنگوہی کی بینائی جاتی رہی تھی، اندازہ سے سمجھ لیا کہ شیخ الہند کھسک رہے ہیں، پوچھا کہ محمود الحسن کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے کہ حضرت نواب صاحب آپ کے ساتھ کھانا کھائیں گے اور نواب صاحب حضرت سے تو عقیدت لے کر آئے ہیں لیکن ہوسکتا ہے مجھ جیسے طالبِ علم کے ساتھ کھانے میں ان کو تکلف ہو اور شرم آئے، تو حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ یہاں آؤ اور میرے ساتھ کھانا کھاؤ، اگر نواب صاحب کو ناگواری ہوگی تو ان کو اس کمرے میں کھانا بھجوادوں گا جہاں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں لیکن تم میرے ساتھ کھانا کھاؤ گے، تیرا میرا جینا مرنا ایک ساتھ ہے۔ دیکھیے یہ ہے ان کی محبت کا دوسرا رُخ! بعض وقت پیر نے ایک مرید کو پانچ روپیہ ھدیہ دیا اور دوسرے مرید کو سو روپیہ دیا، پھر دنیا دار مرید کے نفس کی قلابازیاں دیکھئے کہ اس کا نفس کتنی گالیاں دیتا ہے لیکن یہ نہیں دیکھتا کہ کس مرید نے شیخ کے کتنے ناز اٹھائے ہیں اور اللہ کی راہ میں کتنی قربانی دی ہے، جتنی جس کی قربانی اتنی خدا کی مہربانی۔

مہربانی بقدرِ قربانی

سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے جب خدا کی محبت میں آدھی رات کو سلطنتِ بلخ چھوڑ کر گدڑی پہنی اور نیشاپور کے جنگل میں عبادت کرنے گئے تو ان کے لیے آسمان سے کھانا آیا اور سارا جنگل خوشبو سے معطر ہوگیا۔ وہیں ایک فقیر کو دس سال سے خدائے تعالیٰ کی طرف سے چٹنی روٹی مل رہی تھی، اس نے اللہ تعالیٰ سے مانگا تھا کہ اے اللہ! میں گھاس کاٹتا ہوں پھر شہر جا کر گھاس

بیچتا ہوں اور جو پیسے ملتے ہیں اس سے اپنا پیٹ بھرتا ہوں، اگر آپ میرے لیے کھانے کو کچھ بھیج دیا کریں تو اتنا وقت بچے گا اور اتنی دیر مزید آپ کی عبادت کرلیا کروں گا، آپ کے لیے کیا مشکل ہے، اللہ تعالیٰ نے منظور کرلیا اور فرمایا اپنا کھرپا جس سے گھاس کاٹی جاتی ہے اور لکڑی کی جھولی جس میں گھاس رکھتے ہیں دونوں یہیں رکھ دے اور دس سال سے اس کو چٹنی روٹی غیب سے ملتی رہی۔ لیکن جب سلطنت بلخ چھوڑ کر فقیری کے لباس میں سلطانِ بلخ اسی جنگل میں آئے اور ان کے لیے جنت سے خوشبودار بریانی آئی تب اس مجذوب کی بے تونی کھلی، اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ اللہ میاں کیا آپ کے بھی دو آنکھیں ہیں، میں یہاں دس سال سے آپ کی عبادت کررہا ہوں اور مجھے دس سال سے چٹنی روٹی مل رہی ہے اور یہ آدمی کل جنگل میں آیا اور آپ نے اس کو اتنی ترقی دی کہ پہلے ہی دن ایم ایس سی کی ڈگری دے دی اور اس کو بریانی کی پی ایچ ڈی کھلا رہے ہیں حالانکہ ؎

وہ عاشق کل ہوا میں ہوں تیرا دیوانہ برسوں سے

فوراً آسمان سے آواز آئی او بے ادب! تیرا وہ کھرپا اور جھولی میں نے اِسی دن کے لیے رکھوایا تھا چونکہ مجھے مستقبل کا علم تھا کہ تیری عقل کم ہے، تو مجھ پر اعتراض کرے گا، تو نے بارہ آنہ مجھ پر قربان کیے، آٹھ آنے کی کھرپی اور چار آنے کی جھولی، یہ اپنا یہ کھرپا اور جھولی لے جس میں گھاس رکھتا تھا، آج کے بعد روزانہ گھاس کاٹ، آج سے چٹنی روٹی بند اور یہ جس پر تو نے اعتراض کیا ہے اس نے میرے لیے سلطنت چھوڑی ہے، وزیروں کی سلامی چھوڑی ہے، مخمل کے گدے چھوڑے ہیں، شامی کباب و بریانی چھوڑی ہے تو میاں سن لو ؎

اس کے جرے تو کس نہ بسائے

یعنی جو اپنے کو جتنا جلاتا ہے خدا بھی اس کو اتنا ہی خوشبودار کرتا ہے۔

راہِ حق کے مجاہدات اور اس کے انعامات

جو جتنا مجاہدے سے گذرتا ہے، مخلوق کے طعنے برداشت کرتا ہے اس کا ایمان بھی اتنا ہی اونچا بنتا ہے، آج ہر سنت پر مخلوق کا طعنہ ملتا ہے، پاجامہ ٹخنے سے اوپر کرلو تو کہتے ہیں کہ ارے میاں آپ کو کیا ہوگیا ہے؟ ٹخنہ سے اوپر کرکے آپ نے تو پتلون کی مٹی پلید کردی، پتلون کی عزت ختم کردی، آج ہر سنت پر طعن و تشنیع ہوتی ہے، ڈاڑھی ایک مٹھی تینوں طرف سے رکھنا واجب ہے، دیکھو شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ڈاڑھی کا وجوب'' لیکن آج جو ایک مٹھی ڈاڑھی رکھ لے تو اس پر بھی لعن طعن شروع ہوجاتی ہے، ہر طرف سے اس کو یہی مجاہدہ ہوتا ہے مگر کچھ دن کے لیے، یہ امتحان زیادہ دن نہیں ہوتا، الیکشن زیادہ دن نہیں لڑا جاتا، جب شیطان کا لشکر دیکھ لیتا ہے کہ یہ تو بیوی سے بھی نہیں ڈرا، دفتر والوں سے بھی نہیں ڈرا، اڑوسی پڑوسی سے بھی نہیں ڈرا، یہ تو کسی کے کہنے سے ڈاڑھی نہیں کٹا رہا ہے تو آخر میں وہ بیٹھ جاتا ہے، پھر جب طعنے دینے والوں میں سے کسی کا بیٹا یا بیوی بیمار ہوتی ہے تب وہ اسی ڈاڑھی والے کے پاس جاتا ہے، کہتا ہے حضرت جی دعا کردو بیٹا اچھا ہوجائے، یہ کون ہیں؟ یہ اس کے افسر ہیں جو پہلے ہنستے تھے، اب اپنے ماتحت سے دعا کرا رہے ہیں، اور جب بیوی نے دیکھا کہ میاں کی پوری ڈاڑھی ہے اور اشراق بھی پڑھ رہے ہیں اور سجدے میں بھی بہت روتے ہیں تب جناب نافرمانی اور لڑائی سب چھوڑ دی، اب ڈرتی ہے کہ کہیں میرا شوہر اللہ میاں سے کچھ کہہ نہ دے، ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا یوسف لدھیانوی سے ایک دن فرمانے لگے کہ میری تمہاری کوئی جان پہچان نہیں تھی لیکن جب سے تم میرے پاس آنے جانے لگے اور مجھ سے تعلق اصلاح و تربیت کا قائم کیا اور میں نے اللہ کے بھروسے پر تم کو خلافت دی اب اس کے بعد ہمیں تم سے محبت ہے اور تم کو مجھ

سے محبت ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب تم سے کوئی کہتا ہے کہ میں ڈاکٹر عبدالحی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں مگر میری ان سے کوئی جان پہچان نہیں ہے تو مولانا صاحب آپ کہتے ہیں کہ لاؤ ہم ایک پرچہ لکھتے ہیں، اب آپ مجھے پرچہ لکھتے ہیں کہ حضرت ڈاکٹر صاحب یہ میرا خاص آدمی ہے اور آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہے، اور اسی طرح جب مجھ سے کوئی کہتا ہے کہ مجھے مولانا یوسف لدھیانوی سے ملنا ہے اور میری ان کی کوئی جان پہچان نہیں ہے تو میں اس کے لیے پرچہ لکھتا ہوں کہ مولانا یوسف لدھیانوی یہ میرا خاص آدمی ہے ۔

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

اسی کا نام نسبت ہے، جب اللہ سے بندے کی نسبت قائم ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور بندہ بھی اللہ کے قانون کی حفاظت پر جان دیتا ہے۔

تعمیلِ احکامِ الٰہیہ کی تمثیل

ایک مرتبہ شاہ محمود نے کہا کہ میرا یہ موتی جو پورے ملک میں نایاب ہے کہیں باہر سے منگایا ہے اے وزیرو! تم اس کو توڑ دو، ہر وزیر آیا اور کہا واللہ! ہم اس کو نہیں توڑیں گے کیونکہ شاہ محمود آپ کے خزانے میں یہ موتی نایاب ہے، شاہ محمود نے ان کی بات سن کر ان سب کو شاہی خلعت انعام میں دی، پھر اپنے غلام ایاز کو بلایا، محمود جانتا تھا کہ ایاز میرا عاشق ہے، میرا دیوانہ ہے، یہ وزیر تنخواہ دار ہیں، خودغرض ہیں، عاشق نہیں ہیں، ان کا عقیدہ ہے باپ بڑا نہ بھیا سب سے بڑا روپیہ، یہ تنخواہ دار لوگ کیا جانیں کہ محبت کیا چیز ہے، تو شاہ محمود نے ایاز کو بلا کر کہا کہ اے ایاز! پینسٹھ وزیروں نے میرا موتی نہیں توڑا اور سب کو میں نے انعام دیا لیکن میں تجھ کو حکم دیتا ہوں کہ تو یہ شاہی موتی توڑ دے، ایاز نے پتھر

اٹھایا اور موتی پر مارا، موتی چکنا چور ہو گیا اور اس کے ذرّے ذرّے بکھر گئے، پینسٹھ وزیروں نے کہا ؎

این چہ بے باکی ست واللہ کافر است
ہر کہ ایں پر نور گوہر را شکست

واللہ! یہ شخص بڑا ہی نالائق ہے جس نے بادشاہ کے خزانے کا نایاب موتی جس کا بدل نہیں تھا اُس کو توڑ دیا۔ محمود بادشاہ نے کہا ایاز تم اس کا جواب دو، مجھے یقین ہے کہ تم نے میری محبت کا حق ادا کیا ہے لیکن تم اس کا جواب دو کہ تم نے اس موتی کو کیوں توڑا؟ ان پینسٹھ وزیروں کے دماغ میں کیا گوبر بھرا ہوا تھا؟ ان لوگوں نے کیوں نہیں توڑا اور تم نے کیوں توڑا؟ ایاز نے پینسٹھ وزیروں کو جو جواب دیا اس کو مولانا جلال الدین رومی اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں ؎

گفت ایاز اے مہترانِ نامور
امرِ شہ بہتر بقیمت یا گُہر

ایاز غلام نے کہا اے معزز وزیرو! تم مجھے کافر بنا رہے ہو، میں نے مانا کہ خزانے میں ایسا موتی نہیں ہے لیکن بتاؤ! شاہی حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ موتی زیادہ قیمتی ہے۔

مان لو یہ عورتیں حسین موتی ہیں لیکن خدا قرآن میں حکم دے رہا ہے کہ اے ایمان والو! میرے حکم کا پتھر میرے موتیوں پر مار دو، ان کو مت دیکھو، نگاہ نیچی کر لو، ان سے بلاضرورتِ شدیدہ باتیں مت کرو اور جب بات کرو تو لچک دار آواز میں باتیں مت کرو، صرف ضرورت کی بات کرو، بالقصد التذاذِ کلام جائز نہیں، بے ضرورت بات ہی مت کرو، مجبوراً ضرورت کی بات کر لو، ٹکٹ لینا ہے تو نگاہ نیچی کر کے ٹکٹ لو، آواز بھی بھاری رکھو، ٹوپی بھی درست مت کرو، ڈاڑھی پر بھی ہاتھ مت پھیرو۔

نفس کا ایک خفیہ کید

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ نفس کا چور ہے کہ کسی حسین مرد یا عورت کو خوش کرنے کے لیے ٹوپی کو ذرا ٹھیک کرلیا، ڈاڑھی کو درست کردیا یا چشمے کو ٹھیک کرلیا یہ سب مرض ہے، فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جن کے دل میں بیماری ہوتی ہے لوچ دار آواز سن کران میں طمع اور لالچ پیدا ہوجاتی ہے۔ اسی لیے حکم ہورہا ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو، ہماری ماؤں کو کہ جب صحابہ کوئی سوال کریں تو اپنی طبعی لوچ دار آواز میں جواب مت دو، جو تمہاری فطری آواز ہے، نامحرم مردوں سے عورتوں کو آواز بھاری کر کے بولنا چاہیے۔ اللہ اکبر! صحابہ کے لیے اور ازواجِ مطہرات کے لیے یہ حکم نازل ہورہا ہے جن کے درمیان جبرئیل علیہ السلام اُتر رہے ہیں، جہاں قرآن نازل ہورہا ہے وہاں تو اتنی احتیاط اور آج لوگ کہتے ہیں کہ مولانا صاحب ہمارا دل صاف ہے اور نظر پاک ہے، یہ جتنے ملا نگاہ بچاتے ہیں یہ سب کمزور دل کے ہیں، ایک ہم ہیں کہ آنکھیں پھاڑ کے دیکھتے ہیں اور ہم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، یہ سب جھوٹ ہے۔

ایم ایس سی کا ایک طالبِ علم جو مجھ سے بیعت ہے اس نے مجھ سے کہا کہ میری پروفیسر صاحبہ جب پڑھاتی ہیں تو مجھ سے کہتی ہیں کہ آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھو، تم کیسے آدمی ہو؟ ہم تم کو جغرافیہ اور تاریخ اور نجانے کیا کیا پڑھا رہے ہیں اور تم نگاہ نیچی کیے ہوئے ہو، میری طرف آنکھ کھول کر دیکھو گے تو زیادہ سمجھ میں آئے گا۔ میں تو یہی کہتا ہوں کہ کاش ان پاگلوں کو اللہ تعالیٰ عقل عطا فرمائے جو لڑکوں کو پڑھانے کے لیے عورتیں رکھتے ہیں اور لڑکیوں کو پڑھانے کے لیے مرد رکھتے ہیں یعنی دونوں طرف سے بھیڑیئے، بھیڑیئے کو کہو کہ بکری کو سلامت رکھنا، حفاظت سے رکھنا بھلا وہ حفاظت سے رکھے گا؟ ایک گھوڑا بھوکا

ہے اس کے سامنے گھاس رکھ دو اور کہو خبر دار گھاس کو سلامت رکھنا، تم ایک ولی اللہ کے گھوڑے ہو، تمہارے کانوں میں رات دن ذکر و تلاوت کی آوازیں آتی ہیں، گھوڑے نے بھی کہا ہاں، کہا کہ تمہارے مالک صاحب تہجد پڑھتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں، اچھا تو لا الٰہ الا اللہ کی ضربوں کی آوازیں بھی آتی ہیں؟ گھوڑے نے کہا جی ہاں، اس نے کہا اچھا اس گھاس کو مت کھانا، گھوڑے نے کہا کہ گھاس سے محبت کروں گا تو کھاؤں گا کیا؟

تو میرے دوستو! دیکھو! ایاز نے حقِ غلامی ادا کر دیا۔ مولانا رومی آگے فرماتے ہیں ؎

نقشِ حق را ہم بہ امرِ حق شکن
بر زُجاجۂ دوست سنگِ دوست زن

دوست کا پتھر دوست کے شیشے پر مار دو، شیطان کتنا ہی کہے ارے ایسی پیاری شکل ہے، اس سے بھاری آواز میں رُکھائی سے کیسے باتیں کروں، اس سے نرمی سے بات کرنی چاہیے ورنہ لوگ کہیں گے کہ ملا بد اخلاق ہوتے ہیں لیکن مولانا رومی فرماتے ہیں دیکھو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ؎

بر زُجاجۂ دوست سنگِ دوست زن

دوست کے شیشے پر دوست ہی کا پتھر مارو۔

دلِ شکستہ کی دولتِ قرب

اگر وہ حکم دیتے کہ دیکھ لو تو ہم دیکھ لیتے لیکن ان کا حکم یہی ہے کہ مت دیکھو، چاہے ان کا دل ٹوٹے چاہے تمہارا دل ٹوٹے، دونوں موتی ہیں تمہارا دل ٹوٹ گیا تو اللہ کے حکم سے موتی ٹوٹ گیا لیکن ٹوٹے ہوئے دل میں اللہ ہوتے ہیں اسی لیے اس کو جلد ترقی ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے جس کا دل ٹوٹا ہوا ہوتا ہے خدا اس دل میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے شہوت کے یہ تقاضے پیدا کیے اور ان

حسینوں کو ہمارے سامنے بکھیر دیا اور بتادیا کہ ان سے نگاہ بچالو، یہ دل توڑنے ہی کے لیے تو ہے۔ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آیا کاش کہ آپ لوگ اس شعر کی اردو سمجھ لیتے کیونکہ اس شہر میں ''بابا تم کدھر جائے گا'' والی اردو ہے اس لیے ڈر بھی لگتا ہے مگر کوشش کریں گے تو سمجھ لیں گے شاعر اصغر گونڈوی جگر کا استاد کہتا ہے کہ ؎

لذتِ دردِ خستگی، دولتِ دامنِ تہی
توڑ کے سارے حوصلے مجھ کو یہ اب صلہ دیا

لذتِ دردِ خستگی یعنی بھنا ہوا دل، خدا کے عشق سے جلا ہوا دل، اس کو دردِ دل اور دردِ خستگی کہتے ہیں، یہ اللہ والوں کی دولت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی تمام خواہشات کو توڑ دیتے ہیں پھر جب دل ٹوٹ جاتا ہے تو اس ٹوٹے ہوئے دل میں جلوہ فرما ہوتے ہیں۔ حدیث ہے:

﴿اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ﴾

(المرقاۃ، کتابُ الجنائز، باب عیادۃ المریض)

ملا علی قاری نے اس حدیث کی توثیق کی ہے، اس کو موضوعات میں شامل نہیں کیا کہ جس کا دل اور آرزو ٹوٹ جائے اور حسرت بھری آہ نکل جائے کہ کوئی آرزو پوری نہیں ہوئی، اب ہائے ہائے کر رہا ہے، اسی ٹوٹے ہوئے دل میں اللہ آتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ٹوٹے ہوئے دل کا انتظام کیا ہے جبھی ہمارے اندر ایسے تقاضے رکھے ہیں، اگر مجاہدہ شدید ہے تو انعام بھی تو بہت بڑا ہے، ایسا انعام ہے کہ جس دن اللہ مل گیا تمام مملکت و سلطنت سب بھول جاؤ گے، سورج اور چاند کی روشنی کو بھول جاؤ گے، جو سورج اور چاند کو روشنی کی بھیک دیتا ہے تو جس کے دل میں وہ خود آجائے تو اس دل کے عالم کا کیا عالم ہوگا۔ خواجہ صاحب نے کیا پیارا شعر فرمایا ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

یہ کون ذات مرے دل میں آ گئی، آج اللہ دل میں آیا ہے تو سارا عالم بے نور معلوم ہو رہا ہے، سورج اور چاند کی روشنی پھیکی معلوم ہو رہی ہے۔

ذکر اللہ سے روحانی ترقی کی مثال

اس لیے کہتا ہوں کہ دفتروں سے چھٹی پا کر، اپنی دکانوں سے چھٹی پا کر، کاروبار کی مصروفیات سے چھٹی پا کر اور بیوی بچوں سے الگ ہو کر دس منٹ اللہ کے پاس بیٹھ جاؤ۔

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دل نشیں ہوتی

لیکن گھر سے نہ بھاگو، گھر ہی میں رہو مگر مصلیٰ بچھالو، کعبہ رو ہو جاؤ تاکہ کوئی تمہیں بلا نہ سکے، دس منٹ تنہائی میں اللہ کے ساتھ رہنے کی عادت ڈالو اور اللہ کا نام لے کر دیکھو کہ کیا ملتا ہے مگر آہستہ آہستہ ملتا ہے جیسے بچہ روزانہ بڑھتا ہے لیکن پتا نہیں چلتا، اب اگر کوئی روزانہ اپنے بیٹے کو فیتہ لگا کر ناپے کہ آج کتنا بڑھا آج کتنا بڑھا تو کچھ فرق نہیں معلوم ہوگا لیکن چھ مہینہ بعد ناپے تو فرق پتا چل جائے گا، اسی طرح اللہ کو یاد کرنا شروع کر دو ان شاء اللہ سال چھ مہینے کے بعد معلوم ہوگا کہ دل کی دنیا بدلی ہوئی ہے، اللہ کا نور دل میں آرہا ہے اور ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔

وہ ان کا رفتہ رفتہ بندۂ بے دام ہوتا ہے
محبت کے اسیروں کا یہی انعام ہوتا ہے

بندہ آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کا ہوتا چلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نوافل کے ذریعے میرے اتنے مقرب ہو جاتے ہیں کہ میں ان کی آنکھ

ہوجاتا ہوں وہ میری آنکھ سے دیکھتے ہیں، میں ان کے کان ہوجاتا ہوں وہ میرے کان سے سنتے ہیں، میں ان کا ہاتھ بن جاتا ہوں وہ میرے ہاتھ سے پکڑتے ہیں، کیا شان ہوتی ہے اولیاء اللہ کی!

موت کے وقت دنیاداروں کی بے کسی

جتنے لوگ آج کما کر مونچھوں پر تاؤ دے رہے ہیں اور کئی کئی بلڈنگ بنا کے بیٹھے ہوئے ہیں مرنے کے بعد جب جنازہ اُترے گا تب ان سے پوچھو کہ سیٹھ صاحب زمین کے نیچے کتنا مال لائے ہو؟ کتنے ٹیلیفون سیٹ لائے ہو؟ کتنے صوفے اور کتنے قالین لائے ہو؟ اور بعض لوگ جو امیر ہیں واقعی قالین بچھائے ہوئے ہیں لیکن بعض لوگ جو فقیر مسکین ہیں، دنیاوی حالت اچھی نہیں ہے وہ اپنی آخرت بھی اچھی بنانے کی فکر نہیں کرتے، نامحرموں کو دیکھ کر حرام نظروں کے ذریعہ آنکھوں میں حرام لذتوں کے شامی کباب گھسیڑ رہے ہیں، وی سی آر، ٹی وی اور فلمی گانے سننے جیسے گناہوں میں مبتلا ہیں۔ میرے دوستو! اپنی موت کے وقت کو ہر وقت سامنے رکھو۔ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿اَکْثِرُوْا ذِکْرَ مِنْ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ یَعْنِی الْمَوْتَ﴾

(سنن الترمذی، کتابُ الزھد، باب ماجآء فی ذکر الموت)

کہ کثرت سے موت کو یاد کرو، اس سے آنکھیں کھل جائیں گی، دل کا زنگ دور ہوجائے گا، دنیا کی حقیقت سمجھ میں آجائے گی۔ میرا شعر ہے۔

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

دنیاوی محبت کی بے ثباتی

جب قبر میں جنازہ اُترا تو معلوم ہوا بیوی صاحبہ جن کے لیے مرتے تھے وہ بھی دوسری شادی کی فکر میں لگ گئیں اور دوسرے شوہر کی تلاش شروع

ہوگئی۔

لاہور میں ایک صاحب میرے پیر بھائی ہیں، بہت بڑے افسر ہیں، ان کے اولاد نہیں تھی مگر بیوی سے شدید محبت تھی، اتنی محبت تھی کہ بیوی کے مرنے کے بعد روزانہ ایک گھنٹہ قبر پر بیٹھتے تھے تب جا کر ان کو تسلی ہوتی تھی، گھر میں کوئی اولاد تو تھی نہیں، تو بیوی کی چادر، اس کا بستر، اس کی ایک ایک چیز ویسے ہی بچھائے ہوئے تھے، روزانہ اس کے بستر کو دیکھ کر، اس کی چارپائی کو دیکھ کر اور اس کے کپڑوں کو دیکھ کر اسے یاد کرتے تھے۔ بزرگوں نے مشورہ دیا کہ دوسری شادی کرلو، شریعت میں جائز ہے، اللہ کی شان کہ چالیس سال کی ایک لڑکی ایم ایس سی پاس ہندوستان سے آئی، اِن کی رشتہ دار تھی، بہرحال اس خاتون سے رشتہ لگ گیا، شادی ہوگئی۔ اب میں نے ان سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اب قبر پر نہیں جاتے اور بستر کی چادر بھی بدل گئی، اب وہ نئی بیوی کی اتنی تعریف کرتے ہیں کہ صاحب بڑی اچھی لڑکی مل گئی، اس کے سارے بال کالے ہیں جبکہ میں ساٹھ سال کا ہوں اور وہ میری اتنی خدمت کرتی ہے حالانکہ ایم ایس سی ہے اور اس میں یہ خوبی ہے وہ خوبی ہے، یعنی اب ان کا عالم بالکل ہی بدل گیا لہٰذا دوستو! دنیا میں کوئی کسی کا نہیں ہے، اللہ راضی ہے تو بیٹا بھی ساتھ دیتا ہے، اللہ راضی ہے تو بھائی بھی کام آجاتا ہے بلکہ غیر بھی کام آجاتے ہیں اور جب خدا ناراض ہوتا ہے تو شوہر سے بیوی کو پٹوا دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب کا ایک شعر خوب غور سے سن لو۔

نگاہِ اقرباء بدلی، مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اِک اُن کی کیا بدلی کہ کُل سارا جہاں بدلا

خدا کے مجرم کی کوئی پناہ گاہ نہیں

اللہ ناراض ہوگا تو دنیا میں کہیں چین نہ پاؤ گے۔ پاکستان کی حکومت

سے کوئی بغاوت کرتا ہے تو رات کو بارہ بجے پاسپورٹ بنوا کر ڈاڑھی منڈا کر یا نقلی ڈاڑھی لگا کر، شکل بدل کر، مجرمانہ طور پر برطانیہ یا افریقہ میں سیاسی پناہ لے لیتا ہے، کینیڈا یا سوئزرلینڈ میں سیاسی پناہ لے لیتا ہے اور بعض ممالک تو پناہ دینے کے لیے ہاتھ کھولے ہوئے ہیں، وہ کہتے ہی یہ ہیں کہ کوئی کسی ملک میں جرم کرے وہ آجائے ہمارے یہاں پناہ لے لے، اس کا نام ہے سیاسی پناہ لیکن اللہ کو ناراض کر کے کہاں جاؤ گے؟ جہاں جاؤ گے ان کی زمین ہے، جہاں جاؤ گے ان کا آسمان ہے، جہاں جاؤ گے ان کا ملک ہے لہٰذا خدا جب ناراض ہو جائے تو کہیں کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔

مقرب بندوں سے اللہ کی محبت کی ایک علامت

اپنے کو کافروں پر قیاس مت کرو، ان کو تو ڈھیل ملی ہوئی ہے، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ چونکہ اپنا بنا چکے ہیں اس لیے فوراً تنبیہ کرتے ہیں، جو جتنا زیادہ مقرب ہوتا ہے، جو جتنا زیادہ اللہ کا پیارا ہوتا ہے اتنی ہی جلد اس کو سزا دیتے ہیں جیسے کسی کا بہت پیارا بیٹا ہو، اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ میرا یہ بیٹا عاشق مزاج ہے، اگر اس کی شادی خوبصورت لڑکی سے ہوگئی تو پھر یہ اُسی کے پاس رہے گا، مجھے پوچھے گا بھی نہیں تو باپ شادی کرنے میں اس بات کی رعایت رکھے گا اور کم خوبصورت لڑکی لائے گا، تو اللہ تعالیٰ بھی جسے اپنا بہت خاص بنانا چاہتے ہیں اسے مٹی کے کھلونوں میں مشغول نہیں ہونے دیتے، تو جو جتنا زیادہ پیارا ہوتا ہے اس کو خطاؤں پر جلد سزا ملتی ہے اور جو جتنا نالائق اور غفلت زدہ ہوتا ہے اس کو اللہ کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے، اس کو سزا دینے میں دیر کی جاتی ہے، جلد سزا ملنا علامت ہے تقرب کی۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک ولی اللہ نے جنگل میں جا کر کہا کہ خدا کی قسم جب تک درخت سے پھل نہیں گرے گا میں خود توڑ کر نہیں

کھاؤں گا، خواہ مخواہ یہ قسم اُٹھالی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ بلا وجہ قسم مت اُٹھاؤ، اللہ میاں کو زیادہ بہادری مت دِکھاؤ، اللہ میاں کے سامنے کمزور بننے میں فائدہ ہے۔

زور را بگذار زاری را بگیر

طاقت کو چھوڑو، اللہ کے دربار میں رونے سے کام چلے گا مگر ان ولی اللہ کے دماغ میں شیطان نے کچھ ڈال دیا کہ ذرا اکڑفوں بھی دکھاؤ کہ اللہ میاں میرا توکل بہت قوی ہے، اگر آپ پھل گرائیں گے تو کھاؤں گا، اگر آپ نہیں گرائیں گے، ہواؤں کو روک لیں گے تو میں ایسے ہی پڑا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ اچھا مجھ کو بہادری دکھا رہے ہو، عاجزی سے دو روٹی نہیں مانگ رہے ہو حالانکہ تم ایک ایک دانہ کے محتاج ہو۔ حدیثِ پاک میں دسترخوان اُٹھانے کی دعا ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا﴾

(صحیح البخاری، باب ما یقول اذا فرغ من طعامہ، ج: ۲، ص: ۸۲۰)

تعریف ہے اس اللہ کی جس نے مجھے کھانا کھلایا، میں دسترخوان کو ہمیشہ کے لیے رخصت نہیں کر رہا ہوں اور نہ میں اس سے مستغنی ہوں، میرے رب! میں دسترخوان کا محتاج ہوں کہ دوسرے وقت بھی ضرورت پڑے گی، عارضی طور پر یہ دسترخوان اُٹھا رہا ہوں۔ تو جنگل میں ان ولی اللہ کے ساتھ یہ ہوا کہ جب تین دن بھوک لگی اور کوئی پھل ٹوٹ کے نہیں گرا تو خود سے پھل توڑ کے کھالیا، قسم توڑ دی، نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ڈاکو اندھیری رات میں آئے اور ان کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹ دیا حالانکہ ڈاکو ان کو جانتے تھے کہ یہ بزرگ ہیں لیکن اندھیرے میں پہچانا نہیں ورنہ ان کی بزرگی کے وہ بھی معتقد تھے۔ صبح تھانے میں اطلاع ہوئی،

تھانیدار بھی مرید تھا، اس نے ڈاکوؤں کو جمع کیا اور ہنٹر اٹھایا اور کہا کہ حضرت حکم دیں تو آج تو ان کی کھال اُتار دوں، انہوں نے میرے شیخ اور بزرگ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا، شیخ نے کہا ؎

می شناسم من گناہ خویش را
خوب می دانم سبب ایں نیش را

میں اپنے گناہ کو خوب سمجھتا ہوں، یہ جو بچھو نے مجھے ڈنک، مارا یعنی ڈاکوؤں نے جو مجھے ستایا تو میں نے اپنے اللہ سے ایک عہد کیا تھا، اس عہد کو میں نے توڑ دیا لہٰذا یہ اس کی سزا ہے، آپ ان کو چھوڑ دیں، معاف کر دیں، یہ ان کا قصور نہیں ہے۔

تو میرے دوستو! اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے اور اس کو باقی رکھنے کے لیے تقویٰ کی ضرورت ہے اور تقویٰ کے لیے صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت ہے، ان کی برکت سے سمجھ ملتی ہے۔ یہ بات حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اس لیے ان کی بات نقل کر رہا ہوں، یہ مال ابھی ملا ہے، لاہور میں تین دن کا اجتماع تھا، میں جمعہ کی شام کو گیا تھا اور کل گیارہ بجے آیا ہوں تو وہاں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی جلال آباد سے تشریف لائے تھے، جلال آباد تھانہ بھون سے قریب ہے، حضرت کو میں نے تھانہ بھون میں بھی دیکھا تھا، یہ وہاں آئے اور تھانہ بھون میں حاجی امداد اللہ صاحب کے حجرے میں دو رکعت نماز پڑھی، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ اللہ والے کیسے برکت لوٹتے ہیں کہ بزرگوں کے مصلّٰی پر نماز پڑھنا بھی اپنے لیے برکت سمجھتے ہیں۔

تکبر کا نشہ شراب کے نشہ سے زیادہ خطرناک ہے

تو حضرت نے فرمایا کہ اصلاح بغیر شیخ کے نہیں ہوتی، نہ عبادت سے

ہوتی ہے، نہ علم سے ہوتی ہے، شراب چھوڑنا آسان ہے کیونکہ خاندان بھی طعنہ دے رہا ہے، محلے والے بھی طعنہ دے رہے ہیں، برادری بھی بائیکاٹ کیے ہوئے ہے کہ یہ شرابی ہے لہٰذا شراب چھوڑنا آسان ہے، کبھی مخلوق کے ڈر سے یا خاندانی شرافت اور بدنامی کے خوف سے آدمی ظاہری گناہ چھوڑ دیتا ہے لیکن تکبر کا نشہ، اپنے کو بڑا سمجھنے کا نشہ شراب سے زیادہ حرام ہے لیکن اس کا پتہ خود اس کو نہیں ہوتا، وہ تو اہل اللہ ایکسرے کرتے ہیں تب پتہ چلتا ہے کہ اس کے اندر بڑائی کا نشہ آگیا ہے، یہ بات مسیح اللہ خان صاحب نے فرمائی کہ شراب حرام ہے مگر تکبر اس سے زیادہ حرام ہے کیونکہ شرابی اپنے کو حقیر سمجھتا ہے، اس کو کبھی شراب سے توبہ نصیب ہوسکتی ہے، لیکن تکبر والا مریض جب تک اہل اللہ کی صحبت نہیں پاتا اسے اپنے مرض کا بھی پتہ نہیں چلتا، وہ اپنے ہر قدم کو بالکل صحیح سمجھتا ہے، جتنا بھی ظلم کرے وہ سمجھتا ہے کہ سب صحیح ہے، جھوٹ بولو وہ بھی صحیح، کسی کی پٹائی کردو وہ بھی صحیح، کسی کے مال پر قبضہ کرلو سب جائز لہٰذا تکبر کا نشہ شراب کے نشے سے زیادہ خطرناک ہے۔

انسانوں کو شیطان کے دو سبق

پھر مولانا مسیح اللہ خان صاحب نے بڑی عمدہ بات فرمائی کہ شیطان نے دو سبق دے دیئے، شیطان مردود تو ہوا لیکن قیامت تک کے انسانوں کو دو سبق دے گیا اور یہ سبق بھی قصداً نہیں دیئے ورنہ جو خود سراپا شر ہو اس سے خیر کی توقع کہاں، مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تکوینی طور پر اس کا شر انسانوں کے لیے خیر بن جائے، جیسے کسی کوئی آدمی سنکھیا کھا کر مر جائے تو دوسروں کو سبق مل جاتا ہے کہ بھئی ہم سنکھیا نہ کھائیں گے، حالانکہ کھایا اس نے، مرا وہ لیکن جب وہ سنکھیا سے مر گیا تو سبق ملا کہ سنکھیا کھانا اچھا نہیں ہے، برا ہے، اسی طرح شیطان خود تو مردود ہوا لیکن اس سے انسانوں کو دو سبق مل گئے، ایک تو عبادت کرنے والوں کو

سبق ملا کہ شیطان بزبانِ حال کہہ رہا ہے کہ دیکھو عبادت کا نشہ اگر تمہیں آ گیا تو مجھ سے زیادہ عبادت تمہاری نہیں ہو سکتی، شیطان نے لاکھوں سال عبادت کی ہے، ہزاروں سال تو آپ سنتے ہی رہتے ہیں ؎

ہزاروں سال گر سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

لیکن لاکھوں کا لفظ مولانا کے منہ سے نکلا ہے کہ اے عبادت کرنے والو! اشراق، اوّابین اور تہجد پڑھ کر اور زیادہ تسبیح پڑھ کر اپنے کو بڑا نہ سمجھ لینا، میں نے بڑی عبادت کی تھی لیکن تکبر کے نشہ سے مردود ہوا ہوں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سب کو سکھا دیا کہ پڑھو **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی شیطان مردود سے۔ تو شیطان کا مردود ہونا ایک سبق تو عابدوں اور صوفیوں کو دے گیا جو بڑی ضربیں لگاتے ہیں کہ اے عابدو! میں نے بڑی عبادت کی ہے لیکن مجھے مربی و مزکی اور شیخ نہیں ملا اس لیے میں مردود ہو چکا ہوں اور اے مولویو! تمہارے علم سے میرا علم زیادہ تھا لیکن میرے سر پر مربی نہیں تھا اس لیے میں مردود ہو گیا ہوں فرمایا کہ عابدوں کو بھی سبق دے دیا اور مولویوں کو بھی سبق دے دیا۔ مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی نے یہ دو جملے فرمائے کہ شیطان عالم بھی تھا، عابد بھی تھا، اس کا علم بہت زیادہ تھا، ہم لوگوں کو تو اپنے ایک نبی ہی کا علم پورا حاصل نہیں ہے اور اس کو تو تمام نبیوں کی شریعت کا علم ہے، پرانا پاپی ہے، بابا آدم سے لے کر آج بھی موجود ہے اور قیامت تک کی چھٹی لی ہوئی ہے، اس کو تو تمام نبیوں کی کلیات اور جزئیات سب زبانی یاد ہیں لیکن اس کے باوجود مربی و مزکی نہ ہونے سے انا نہیں گئی تو فرمایا نفس مٹتا ہے کسی شیخِ کامل کی صحبت سے ورنہ عبادت سے اور نشہ آتا ہے اور فرمایا کہ شراب کا نشہ تو حرام ہے ہی لیکن تکبر کا نشہ اس سے زیادہ حرام ہے کیونکہ شراب کا نشہ چھوٹ جاتا ہے، اس کو برا کہنے والے بہت لوگ ہوتے ہیں کہ بھئی کیا کر رہے ہو، خاندان کی

عزت ڈبو رہی ہو مگر کبر پر کوئی طعن و تشنیع کرنے والا نہیں ہوتا، اندر ہی اندر اس کے کبر کا نشہ اسے مست رکھتا ہے، ہر بات میں وہ اپنے لیے دلیل گھڑ لیتا ہے، قرآن وحدیث کے رنگ میں اپنے کبر کو فٹ کر لیتا ہے کہ یہ غیرتِ دینی ہے اس لیے مجھے غصہ آرہا ہے، ہر چیز پر اس کو آیت نظر یاد آتی ہے، اپنی ہر نالائقی پر قرآن وحدیث سے دلیلیں لے کر آتا ہے۔

حکیم الامت سے ایک عالم نے کہا کہ حضرت ہم بخاری پڑھاتے ہیں تو کیا ہم خود اپنا تزکیہ نہیں کر سکتے؟ کیا بخاری شریف سے تزکیہ نہیں ہوگا؟ حضرت نے فرمایا کہ مولانا یہ بتائیے کہ تزکیہ فعلِ لازم ہے یا فعلِ متعدی؟ کہا میں سمجھ گیا حضرت! تزکیہ فعلِ متعدی ہے، فعلِ لازم تو اپنے فاعل پر تمام ہوسکتا ہے لیکن فعلِ متعدی اپنے فاعل پر تمام نہیں ہوسکتا، تزکیہ کا فعل تام نہیں ہوسکتا جب تک کوئی مزکی نہ ہو۔

تعلیمِ قرآن وحدیث اور تزکیہ...... نبوت کے تین مقاصد

نبوت کے مقاصد کے لیے تین جملے قرآن میں موجود ہیں نمبر ۱ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ اس سے مکاتبِ قرآنیہ کا ثبوت ملتا ہے کہ وہاں قرآن پاک کے الفاظ کی حفاظت کی جاتی ہے، حافظ بنایا جاتا ہے، تلاوت کی جاتی ہے، آدابِ تلاوت، تجویدِ حروف اور معرفتِ وقوف بتائے جاتے ہیں، نمبر ۲ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ نبی کتاب کی تعلیم دیتے ہیں تو اس میں دار العلوم وغیرہ سب داخل ہیں جہاں قرآن کے معانی، تفاسیر، شروحاتِ حدیث وغیرہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ جلدوں میں بخاری کی شرح لکھی ہے، تصوف ہر کتاب میں موجود ہے مگر تصوف میں چونکہ پابندی ہے اور عمل کرنا پڑتا ہے اس لیے اہلِ علم گھبراتے ہیں ورنہ ان کے پاس کوئی دلیل اس

سے جان چھڑانے کی نہیں ہے، تصوف کے تمام مسائل قرآن وحدیث اور تفسیر میں موجود ہیں۔

شعبۂ تزکیۂ نفس کی اہمیت

تو نبوت کے مقاصد میں سے قرآن کے مدرسے ہو گئے، تعلیمِ کتاب یعنی علومِ دینیہ کے لیے دارالعلوم ہیں مگر یُزَکِّیۡہِمۡ کا مدرسہ کہاں ہے؟ یہ خانقاہیں تزکیۂ نفس کے لیے ہیں، پہلے یہ تینوں ساتھ تھے لیکن اب فردِ واحد سے اتنا کام نہیں ہوسکتا کہ وہ تجوید بھی پڑھائے، حفظ بھی کرائے، قرآن کی تفسیر و احادیث بھی پڑھائے، فتوے بھی دے اور لوگوں کی اصلاح کا کام بھی کرے کیونکہ آج کل انسان کے قویٰ ضعیف ہو گئے ہیں۔

اور شعبۂ تزکیۂ نفس کا کام کیا ہے؟ کسی اللہ والے سے اپنے نفس کی اصلاح کرانا۔ یہی چیز تھی جس کے لیے مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسبِ فیض کیا اور یہی چیز تھی جس کے لیے تبلیغی اسفار کے بعد حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اکابر کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے جیسے سو میل کار چلے تو گرد وغبار صاف کرانے کے لیے گیرج میں ٹیوننگ کرانا ضروری ہو جاتا ہے، اسی طرح لوگوں سے میل جول سے نفس پر بھی گرد وغبار لگ جاتا ہے، نفس میں کچھ بڑائی آجاتی ہے کہ میں نے دین کے لیے یہ کیا اور اتنے آدمی میرے ہاتھ پہ مسلمان ہوئے، مجھ سے اتنا کام ہوا، اس لیے اللہ والے سکھاتے ہیں کہ نیکی کر کنویں میں ڈال یعنی نیکی پر نظر نہ ہو، نظر صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہو، اس کے لیے نفس کو مٹانا ضروری ہے، یہ خود سے نہیں مٹتا جب تک کہ کوئی مٹانے والا نہ ہو۔ علم اور عبادت یہ دو چیزیں نفس کو اور بڑھا دیتی ہیں۔ مولانا مسیح اللہ خاں صاحب نے یہی بتایا کہ علم اور عبادت کے نشہ سے نفس نہیں مٹتا بلکہ نفس اور پھولتا ہے، یہ صرف شیخ کی صحبت

سے مٹتا ہے، جب ایک بندہ ایک بندے کی غلامی کرتا ہے تو نفس کو بہت شاق گذرتا ہے کہ میں بھی بندہ یہ بھی بندہ، اب اگر شیخ نے کسی مصلحت کی وجہ سے کہہ دیا کہ آج کل نوافل مت پڑھنا تو دل چاہے یا نہ چاہے شیخ کی بات ماننی ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم کو ان کے شیخ نے فتویٰ دینے، وعظ کہنے اور درسِ بخاری سے منع کردیا اور کہا کہ آپ فتویٰ نہیں دے سکتے، وعظ نہیں کہہ سکتے، حدیث نہیں پڑھا سکتے، شیخ نے اندازہ لگالیا تھا کہ مرید کے نفس میں بڑائی آگئی ہے۔ محدثِ عظیم ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں جو گیارہ جلدوں میں ہے یہ واقعہ لکھا ہے کہ اس وقت کے بعض علماء نے اس شیخ کو کفر کا فتویٰ دے دیا، لیکن ایک سال کے بعد جب شیخ کو محسوس ہوگیا کہ اب مرید کا نفس مٹ گیا ہے تو بیان کرنے کی اجازت دے دی تو پہلے ہی وعظ سے سامعین کا جتنا مجمع تھا سب صاحبِ نسبت ہوگیا حالانکہ اس سے پہلے دس سال تک جگہ جگہ تقریر کی تھی مگر دس سال تک وہ نفع نہیں ہوا جو ایک سال شیخ کے یہاں نفس کو مٹانے اور رگڑا لگانے کے بعد ہوا۔

نفس کی حیلولت کی تمثیل

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے مستفیض ہے یعنی چاند کی روشنی ذاتی نہیں ہے، سورج کی شعاعوں سے چاند روشن ہے لیکن بیچ میں زمین کی حیلولت ہے، جتنا زمین کا گولہ چاند اور سورج کے بیچ میں آتا جاتا ہے چاند بے نور ہوتا چلا جاتا ہے، جس دن زمین کا گولہ چاند اور سورج کے درمیان میں پورا آجاتا ہے چاند میں ایک ذرّہ روشنی نہیں رہتی اور زمین کا کرہ چاند اور سورج کے درمیان سے جتنا جتنا ہٹتا جاتا ہے اتنا ہی چاند روشن ہوتا جاتا ہے۔ تو نفس کا گولہ جو ہے یہی اصل میں حجاب ہے ورنہ دل چودھویں رات کی چاند کی طرح اللہ کے نور سے روشن ہوجائے۔ اسی لیے نفس

کے گولے کو مٹانے کی ضرورت ہے، اگر کسی نے نوے فیصد نفس مٹا دیا لیکن اگر دس فیصد بھی نفس زندہ ہے تو قلب کا دس فیصد حصہ بے نور رہے گا جس طرح چاند کا اتنا کنارہ بے نور ہوتا ہے جتنے میں زمین کا گولہ حیلولت کرتا ہے اور جنہوں نے نفس کے گولے کو پورا مٹا دیا یعنی نفس کی حیلولت ہی ختم کر دی تو ان کے دل کا چاند نسبت مع اللہ کے نور سے سو فیصد روشن ہو گیا، وہ سراپا نور بن گئے اور ان کی صحبتوں میں آپ دیکھئے کیا اثرات ہیں۔ تو درس و تدریس و وعظ سب کاموں کے ساتھ افنائے نفس کی ضرورت ہے۔ اس بات کو شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بھئی بغیر شیخ کے نہ گناہ چھوٹتے ہیں اور نہ تقویٰ حاصل ہوتا ہے چاہے کتنے ہی وظیفے پڑھ لو لیکن گناہ نہیں چھوٹتے، تقویٰ کا راستہ اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! تقویٰ کی حیات تم کو ملے گی اہل اللہ کی صحبت سے، کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سے اور صادقین کے معنیٰ متقین کے ہیں، اب اگر کوئی کہے کہ صادق کے معنیٰ متقی کہاں ہیں؟ اس کی کیا دلیل ہے؟ تو دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی تفسیر فرمادی اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ جو لوگ صادق ہیں یہی متقی ہیں، دونوں میں کلی متساویین کی نسبت ہے، ہر صادق متقی اور ہر متقی صادق ہوتا ہے۔ پس متقی کے ساتھ بیٹھنے سے اس کے قلب کے تقویٰ کا اثر اس پر پڑتا ہے ورنہ دیکھا گیا ہے کہ ویسے تو عبادت میں بہت محنت کی، اسّی برس تک وعظ کہا، اسّی برس تک بخاری پڑھائی، اسّی برس تک اذان دی مگر جب گناہ کا معاملہ آیا تو کہیں حُبِّ جاہ میں مبتلا ہو گیا، کہیں بدنگاہی میں مبتلا ہو گیا لیکن وہ لوگ جو اہل اللہ کی صحبت اُٹھائے ہوئے ہیں اُن کو آپ مقامِ تقویٰ پر فائز پائیں گے۔ بہرحال جاہی اور باہی دونوں روحانی بیماریوں سے بچنے کے لیے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے سوا چارہ نہیں۔

علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کی تفسیر فرمائی ہے کہ متقین کے ساتھ کتنا رہو؟ فرماتے ہیں خَالِطُوْھُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ اللہ والے اور متقی بندوں کے ساتھ اتنا رہو حَتّٰی تَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ کہ تم ان جیسے ہو جاؤ یعنی تقویٰ کی ویسی ہی کیفیت پیدا ہو جائے، مگر اس کے لیے وقت چاہیے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایک روایت نقل فرماتے ہیں:

﴿مَا فُضِّلَ اَبُوْ بَکْرٍ النَّاسَ بِکَثْرَۃِ عِبَادَۃٍ وَلَا بِکَثْرَۃِ فَتْوٰی وَ لَا بِکَثْرَۃِ رِوَایَۃٍ وَلٰکِنْ بِشَیْءٍ مَّا وُقِّرَ فِیْ صَدْرِہٖ﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ زیادہ نفلیں پڑھی تھیں، نہ زیادہ روایات نقل کی تھیں، نہ ان کی دیگر نفلی عبادات بہت زیادہ ہیں لیکن ان کے سینے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک عظیم الشان درد تھا کہ ہر وقت اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر رسولِ خدا پر فدا کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کے پاس رہنے سے کیا ملتا ہے؟ علماء بھی کہتے ہیں کہ صاحب درسِ نظامیہ میں دس سال لگا کر ہم پاس ہوئے ہیں، اب مزید چالیس دن، چھ مہینے کسی اللہ والے کے پاس کیوں لگائیں؟ لیکن ان کو یہ نہیں معلوم کہ تمہارے وہ دس سال جبھی کامیاب ہوں گے جب اہل اللہ کی صحبت مل جائے گی ورنہ منبر ہوگا، تقریر ہوگی مگر اس تقریر میں روح نہیں ہوگی، علم کا گولہ ہوگا مگر اس میں اللہ کے دردِ محبت کا رس نہیں ہوگا، اصل میں رس گلہ مرکب لفظ ہے، رس اور گولہ سے، اب اگر خالی گولہ ہو اور اس میں رس نہ ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ صاحب بڑے خشک ملا ہیں۔

آپ علماء، لوگ خود کہتے ہیں کہ صاحب آج کل ملاؤں کی قدر نہیں ہے، تو چونکہ تم خالی گولہ کھلا رہے ہو جس میں رس نہیں ہے اس لیے لوگوں کو مزہ نہیں آتا ورنہ رس گلہ ذرا مرکب کھلاؤ پھر دیکھو امت تمہارے پیچھے کیسے نہیں

پھرتی، امت تمہاری جوتیاں سر پر رکھے گی ان شاء اللہ۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے اکابر جو ابھی زندہ ہیں مفتی محمود الحسن گنگوہی، مولانا ابرار الحق صاحب یہ حضرات جہاں بیٹھتے ہیں آپ دیکھتے ہیں وہاں سب لوگ ان کو گھیر لیتے ہیں، کیوں؟ کیونکہ وہ رس گلہ کھلاتے ہیں، جو مدرسوں سے خالی گولہ پڑھ کے آتے ہیں اور اللہ کی محبت کا رس لیتے نہیں وہ اعلان تو کرتے ہیں کہ آج رس گلہ کھلائیں گے لیکن جب کھلاتے ہیں تو اس میں رس نہیں ہوتا، اس لیے لوگ کہتے ہیں کہ بھئی مولویوں کے پاس کیا رکھا ہے، یہ بڑے خشک ہوتے ہیں۔ اللہ والوں کی صحبت پر میرا ایک شعر ہے ؎

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

جس کے دل میں خدائے تعالیٰ نے اپنی محبت کا ایک ذرّہ درد عطا فرمایا ایسے اللہ والے کے ساتھ ایک رات بھی رہ کر دیکھ لو پھر معلوم ہوگا کہ اس کے پاس کیا چیز ہے۔

تفسیر آیت وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ ...... الخ

یہی وہ دردِ دل ہے جس کے لیے اہل اللہ نے بڑی بڑی مشقتیں جھیلی ہیں، جان کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ اس کو حق تعالیٰ نے عاشقانہ انداز سے اپنے عاشقوں کے لیے فرمایا وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ ان کا کوئی جرم نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کو آگ میں ڈالا جا رہا ہے مگر ان کا ایک جرم ہے اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ یہاں ان کی محبت کو بظاہر جرم سے تعبیر کیا لیکن اس کا نام بلاغت میں تَاكِيْدُ الْمَدْحِ بِمَا يُشْبِهُ الذَّمَّ ہے یعنی مدح کو مؤکد کرنا اس عنوان سے کہ جو ذم کے مشابہ ہو، برائی کے مشابہ ہو یعنی حقیقتاً تعریف کی گئی ہو

مگر معلوم ہوتا ہو کہ برائی کی جا رہی ہے۔ پس حق تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ کوئی جرم انہوں نے نہیں کیا مگر ایک جرم ہے، بتایئے یہ عنوان کیسا ہے؟ بظاہر تو گھبرانے والا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چوری وغیرہ کی ہے مگر اس جرم کی تعبیر ایسی کی ہے کہ وہ بتا دیتی ہے کہ یہ جرم نہیں ہے اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ان کا جرم صرف یہ ہے کہ یہ مجھ سے محبت کرتے ہیں، تو یہ مدح ہے یا ذم ہے؟ علماء بلاغت نے اس کا نام رکھا ہے تَاکِیْدُ الْمَدْحِ بِمَا یَشْبَہُ الذَّمَ یعنی مدح کو مؤکد کرنا اس عنوان سے جو ذم کے مشابہ ہو یعنی بظاہر ذم ہو اور حقیقتاً اس میں مدح کو نہایت مؤکد اور محقق کر دیا گیا ہے اور کبھی اس کا عکس بھی ہوتا ہے تَاکِیْدُ الذَّمِ بِمَا یَشْبَہُ الْمَدْحَ یعنی برائی کو مؤکد کیا جاتا ہے تعریف کے ساتھ جیسے کہ فرعون سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے:

﴿ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ﴾

(سورۃُ الدخان، ایت: ۴۹)

جہنم کا مزہ چکھ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ تو بہت زبردست طاقت والا بنتا تھا اور بڑا معزز تھا تو عزیز اور کریم اس کے لیے بھی لائے ہیں، جیسے کوئی کسی کو جوتے سے پیٹ رہا ہو اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہا ہو کہ آپ بڑے معزز آدمی ہیں اور پھر ایک جوتا لگایا اور کہا کہ آپ بہت معزز آدمی ہیں اور ایک جوتا اور لگایا، جوتے پر جوتا مار رہا ہے مگر زبان سے یہ کہہ رہا ہے کہ آپ تو بہت معزز آدمی ہیں تو اس کا نام ہے تَاکِیْدُ الذَّمِ بِمَا یَشْبَہُ الْمَدْحَ یعنی مدح کے مشابہ اس ذم کو مؤکد کر رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں عزیز اور حمید دو صفات بیان فرمائیں کہ یہ میرے عاشق لوگ، جو ہیں ان کا ایک ہی جرم ہے کہ یہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اصل میں یہاں ایمان بمعنی محبت کے ہے اور حمید کے معنیٰ ہیں قابلِ حمد اور حمد کی چار قسمیں ہیں نمبر ۱ بندہ بندے کی تعریف کرے نمبر ۲

بندہ خدا کی تعریف کرے نمبر۳ خدا بندے کی تعریف کرے نمبر۴ خدا خود اپنی تعریف کرے، دنیا میں حمد کی یہی چار صورتیں ہیں پانچویں کوئی صورت نہیں ہے، دنیا میں جتنی بھی تعریف ہوتی ہے سب انہی چار اقسام پر منقسم ہے اور بالآخر سب تعریفیں اللہ ہی کو پہنچتی ہیں، یہ چاروں قسمیں دراصل ایک اللہ ہی کی تعریف ہے، الحمدللہ کے معنی ہیں کہ سب تعریفیں خاص ہیں اللہ کے لیے، حمید بمعنی محمود ہے یعنی قابلِ تعریف ذات، یہ چاروں قسمیں خاص ہیں اللہ کے ساتھ، بندہ کہاں سے اپنی تعریف لائے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا میں مجھ سے زیادہ محبت کے قابل کوئی ہے بھی نہیں کیونکہ تم جتنی تعریفیں کرتے ہو وہ سب ہم تک پہنچتی ہیں، اگر تم کسی کی آنکھ کی تعریف کرتے ہو یا کسی کے بال کی تعریف کرتے ہو، کسی معشوق کے قد و قامت کی تعریف کرتے ہو اور اس کی قامت کو قیامت قرار دیتے ہو تو اصل میں سب ہماری ہی تعریف ہو رہی ہے کیونکہ یہ سب قد و قامت ہم ہی نے تو بنایا ہے، اب قامت پر ذرا میرا ایک شعر سن لیجیے ؎

اُس کی قامت ہے یا قیامت ہے
اُس کو دیکھے گا جس کی شامت ہے

یعنی ان پر وہی نظر ڈالے گا جس کی شامت آئی ہوگی، غرض ساری تعریفیں اللہ تک پہنچتی ہیں تو معلوم ہوا کہ محبت کے قابل اللہ ہی کی ذات ہے، اگر تم آگ میں ڈالے گئے ہو تو تم سے میری محبت کا حق پھر بھی ادا نہیں ہو سکتا اور ہم زبردست طاقت والے ہیں۔

شہادت......عاشقوں کی تاریخِ عشق و وفا

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو دنیا میں کوئی نبی اور ولی شہید نہ ہوتا، ہم ایک فرشتے سے سب کافروں کا گلا کٹوا دیتے، فرشتہ ایک

چیخ مارتا تو سب مر جاتے لیکن مجھے ان کو مقامِ شہادت دینا تھا، اپنے عاشقوں کا مقامِ قیامت تک دِکھانا ہے کہ یہ آگ میں جل جاتے ہیں، اپنی گردن کٹوا دیتے ہیں، اپنا خون بہا دیتے ہیں مگر میرے عشق سے دستبردار نہیں ہوتے، اگر اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو صرف حلوہ کھلا کر رکھتے تو دنیا یہی کہتی کہ یہ محبت ہم نہیں مانتے، اللہ نے ان کو ہمیشہ حلوہ اور انڈا کھلایا ہے اسی لیے یہ اللہ سے محبت کرتے ہیں لیکن اللہ نے نبیوں کا خون بہا کر، ان کی گردنیں کٹوا کر یہ ثابت کر دیا کہ میرے عاشق میری محبت میں اپنی گردنیں تک کٹوا دیتے ہیں، جنگِ اُحد میں ایک دن میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔ کتنے لوگ آگ میں ڈالے گئے مگر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم ایمان سے دستبردار ہوتے ہیں، ہم کو آگ میں مت ڈالو، سب ایمان پر قائم رہتے ہوئے اس جہان سے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ کو یہ دِکھانا ہے کہ میری ذات عزیز و حمید ہے یعنی میں زبردست طاقت والا ہوں لیکن اس کے باوجود تمہارا مقامِ عشق و مقامِ محبت اور مقامِ وفاداری تاریخ کے اوراق میں لکھوانا چاہتا ہوں ورنہ ہم تمہیں بچا سکتے ہیں، اس آگ کو ٹھنڈا کر سکتے ہیں، آگ کو ٹھنڈا کرنا کیا ہے ان کافروں کو تباہ کرنے کے لیے ہمارا ایک حکم کافی ہے لیکن ہم قیامت تک تمہاری وفاداری کے مقام کو تاریخ کے اوراق میں لکھوانا چاہتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ شہید کی روح ایسے نکلتی ہے جیسے چیونٹی کاٹتی ہے یعنی اس کو کچھ تکلیف نہیں ہوتی اور اس کے بعد فوراً جنت مل جاتی ہے، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے آگ میں ڈال دیا اور قتل کر دیا حالانکہ وہ جنت میں ٹہل رہے ہیں اور قیامت کے دن شہید اس حالت میں اُٹھائے جائیں گے کہ ان کے زخموں سے خون بہتا ہوگا، حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہوئے بھی شہیدوں سے پوچھیں گے یہ خون کیوں بہہ رہا ہے، یہ عجیب ادا ہے، یہ بھی محبوبانہ ادا ہے، اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ یہ خون کیسے بہہ رہا ہے؟ حالانکہ جانتے

ہیں کہ میری ہی راہ میں سب کچھ ہوا لیکن اس سوال سے ان کے عاشقوں کو اتنا مزہ آئے گا اور اس کا جواب دینے میں اتنا مزہ آئے گا کہ اے خدا! آپ کی راہ میں یہ سب کچھ ہوا، اور ان کے زخموں سے تازہ خون بہتا رہے گا۔

شہادت کے متعلق ایک جدید علم

تو صرف دنیا کی تاریخ کے اوراق میں ان کی وفاداری رجسٹرڈ نہیں ہوئی بلکہ میدانِ محشر میں بھی جب ساری کائنات موجود ہوگی اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی داستانِ محبت کو نشر کریں گے کیونکہ یہ تاریخ اُن کی نظروں سے نہیں گذری جو قبروں میں یہ تاریخ رقم ہونے سے پہلے پہنچ گئے تھے لہٰذا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سارے عالم کو جمع کردیں گے اور میدانِ محشر میں اپنے عاشقوں کی وفاداری کو ماضی حال اور مستقبل کے سارے انسانوں کو دکھائیں گے کہ دیکھو یہ ہیں ہمارے عاشق کہ ابھی تک ان کا خون بہہ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آج مجھے یہ ایک نیا عنوان عطا فرمایا کہ شہیدوں کا تذکرہ خالی دنیا کی تاریخ میں نہیں رقم کیا جائے گا کیونکہ جو ماضی میں گذر گئے ان کو کیسے پتہ چلے گا کہ ان کے بعد اللہ کے کس عاشق کی گردن کٹی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے اپنے عاشقوں کی اس وفاداری کو بیان فرمایا کہ قیامت کے دن جب شہیدوں کو اٹھایا جائے گا تو ان کے زخموں سے تازہ خون بہتا ہوگا، کسی کی گردن کٹی، کسی کا ہاتھ کٹا، کسی کے تیر لگے، سب کو اسی حالت میں اٹھایا جائے گا تا کہ دنیا میں جو تاریخ انہوں نے اپنے خون سے لکھی تھی آخرت میں بھی عشق و وفاداری کی یہ تاریخ سارے عالم پر روشن ہو جائے کیونکہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے سارے انسان جمع ہوں گے، اس دن اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی قدر و قیمت لگائیں گے کہ دیکھو میں نے تم کو یہ عزت بخشی۔

آیت شریفہ میں اسماء صفاتیہ عزیز وحمید کے نزول کی حکمت

تو اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفت بیان کیں، ایک عزیز یعنی زبردست طاقت والا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اللہ اپنے عاشقوں کی حفاظت سے مجبور تھا کہ وہ آگ میں جل رہے تھے اور اللہ عاجز ہو کر نعوذ باللہ حفاظت پر قادر نہ تھا۔ اس لیے فرمایا کہ میں زبردست طاقت رکھتا ہوں، میں تمہیں دشمنوں کے ستم سے بچا سکتا تھا لیکن تمہاری وفاداری تاریخ میں روشن نہ ہوتی، تمہاری غلامی، تمہاری بندگی کی شان ظاہر نہ ہوتی کہ میرے عاشق ایسے ہوتے ہیں اس لیے میں دنیا کو تمہارا مقامِ عشق ومحبت دِکھانا چاہتا ہوں ورنہ میں زبردست طاقت والا ہوں، آگے اللہ تعالیٰ نے اسمائے صفاتیہ میں سے دوسری صفت حمید ذکر فرمائی یعنی میری شانِ حمد اور شانِ محمودیت اور شانِ حسن کا تقاضا یہ تھا کہ تمہاری گردنیں کٹیں اور خون بہے اور میں تاریخ عالمِ دنیا اور عالمِ آخرت دونوں جہان میں تمہاری محبت کا جھنڈا لہرادوں کہ ایسے ہوتے ہیں میرے عاشق، تو میں زبردست طاقت والا اور زبردست قابلِ حمد ہوں یعنی دنیا میں اور کوئی حمد کے قابل نہیں ہے سوائے اللہ کے کیونکہ اگر آج کسی کے حسن کی تعریف کرتے ہو تو کل اس کا زوالِ حسن دیکھ کر بھاگتے ہو یعنی جوانی میں جس آنکھ اور گال اور بال پر عاشق ہوئے تھے جب ستر سال کی عمر میں وہ بڑھیا ہو کر آئی تب اسے دیکھ کر کہتے ہو ؎

بگڑا ہوا جغرافیہ دیکھا نہیں جاتا
دیکھا نہیں جاتا ہے مگر دیکھ رہا ہوں

لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا جغرافیہ نہیں بدلتا کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ہر وقت میری نئی نئی شانیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں، یہ ہے مخلوق اور خدا میں فرق ۔

میں اُن کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دِکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

تو یہاں حمید نازل فرما کر بتا دیا کہ اپنی عظمتِ شان کی وجہ سے صرف میں ہی قابلِ حمد ہوں اور میرے عاشقوں نے اپنا خون بہا کر میری حمد کی ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ مولانا مسیح اللہ خان صاحب کی زبان میں ایسا اثر تھا کہ ان کی تقریر سننے اتنا بڑا مجمع آیا تھا کہ میں نے لاہور میں اتنا بڑا مجمع کبھی نہیں دیکھا تھا، تو مولانا مسیح اللہ خان صاحب نے یہ بات فرمائی کہ شیطان سے دو سبق لے لو، شیطان مردود ہو کر دو سبق دے گیا، اس کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ اس نے کوئی اچھا کام کیا جیسے سنکھیا کھا کے کوئی مر جائے تو آدمی کہتا ہے کہ خدا بچائے میں سنکھیا ہرگز نہیں کھاؤں گا اور نہ اپنے بچوں کو کھانے دوں گا اس کے معنیٰ یہ نہیں کہ سنکھیا کی تعریف ہو رہی ہے، تو شیطان کی مردودیت سے دو طبقوں کو سبق ملا، ایک عابدوں کو دوسرے عالموں کو۔ عبادت کرنے والوں کو یہ سبق ملا کہ دیکھو میں نے لاکھوں سال عبادت کی مگر میری تربیت نہ ہونے سے اور اللہ والوں کی صحبت نہ اٹھانے سے تکبر کا مرض نہیں گیا بلکہ عبادت کرنے سے تکبر کا نشہ اور بڑھ گیا۔

ایک صاحب کو حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اللہ اللہ کا ذکر بتایا، جب انہوں نے اللہ اللہ شروع کیا تو مزاج میں اور بڑائی آگئی جیسے کسی کو قے ہو رہی ہو، ملیریا ہو، پیٹ میں صفراء ہو تو وہ حلوہ یا انڈا یا دودھ یا مچھلی کھاتا ہے سب فاسد مادّہ بن جاتا ہے، اگر پیٹ میں انفیکشن ہے، زہریلا مادہ ہے تو جو دودھ وغیرہ پیئے گا سب زہر بن جاتا ہے تو چونکہ اس شخص کے مزاج میں پہلے ہی سے تکبر تھا لہٰذا جب حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اس کو ذکر بتایا تو عبادت کرنے سے اس کے مزاج میں اور اکڑ آگئی، اس نے کہا اب تو میں اللہ اللہ بھی کرتا ہوں لہٰذا اب سب کو ڈانٹنا شروع کر دیا کہ تم نے یہاں کیوں نماز

پڑھ لی؟ یہاں لوٹا کیوں رکھ دیا؟ یہاں اپنی تسبیح کیوں ٹانگ دی؟ اور تم زور سے کیوں ذکر کر رہے ہو؟ تم کیوں رور ہے ہو؟

بغیر شیخ کے اصلاح نہیں ہوتی

ایک دن حکیم الامت نے دیکھ لیا اور بلا کر فرمایا کہ یہاں آیئے، آپ یہاں مریض ہیں یا حکیم ہیں؟ یہ اشرف علی یہاں کس لیے بیٹھا ہوا ہے؟ مریض کی حیثیت سے آپ کو خاموش رہنا چاہیے تھا، اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے تھا، میرا کیپسول کھاتے اور آرام سے بیٹھتے، یہ تم نے تھانہ بھون میں حکومت شروع کر دی، میں یہاں کس لیے بیٹھا ہوں، یہ لوگ تمہارے پاس آئے ہیں یا میرے پاس آئے ہیں، میری ڈانٹ سننے کے لیے آئے ہیں یا تمہاری پکڑ دھکڑ سننے کے لیے آئے ہیں، معلوم ہوا کہ تمہارے مزاج میں تکبر ہے، تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں عمدہ غذا کھلائی جائے، ابھی تمہیں جلاب دینا پڑے گا، تمہارے پیٹ سے صفرا نکالنا پڑے گا لہٰذا آج سے تمہارا ذکر ملتوی۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے ذکر کے لیے لفظ ملتوی اختیار کیا یعنی فی الحال ذکر بند کر دو، ترک کا لفظ نہیں اختیار کیا کہ ذکر کو ترک کر دو کیونکہ اللہ کے نام کے ساتھ لفظ ترک استعمال کرنا میں بے ادبی سمجھتا ہوں کیونکہ ترک کا لفظ چھوڑنے کے معنیٰ میں آتا ہے جیسے آج کل لوگ کہتے ہیں کہ آیئے میری موٹر میں بیٹھ جایئے میں آپ کو چھوڑ دوں، میں کہتا ہوں خدا کے لیے مجھے چھوڑیئے مت، پہنچا دیجئے۔

تو حکیم الامت تھانوی نوراللہ مرقدہ نے ان صاحب سے فرمایا کہ تمہارا ذکر ملتوی کرتا ہوں اس وقت تک کہ جب تک کہ مجھے اطمینان نہ ہو جائے کہ تمہارا تکبر چلا گیا اور دوسرا نسخہ یہ ہے کہ جتنے نمازی ہیں ان کے جوتے سیدھے کرو اور وضو خانے کی نالی میں نمازیوں کا جو بلغم وغیرہ ہے وہ صاف کرو، ذکر کے بدلہ اب یہ کام کرنے کو ملے گا، دوا بدل گئی پہلے کونین دی جائے گی حلوہ نہیں کھلایا

جائے گا، کونین کڑوی ہوتی ہے جس کا ایک نام ریسوچین بھی ہے، جب ریسوچین کھائی تو چین آیا یعنی روحانی ملیریا کا جو مادّہ تھا وہ نکلا، جب تکبر نکلا تو دل میں سکون اور ان کے اخلاق میں نرمی آگئی، غصہ میں اعتدال آنے لگا، ڈانٹ ڈپٹ سب ختم ہوگئی، اب خاموشی سے نالی صاف کررہے ہیں اور جوتیاں سیدھی کررہے ہیں، ایک زمانے بعد تکبر سے نجات مل گئی اور اللہ نے ان کو کہاں سے کہاں پہنچادیا، ان کو بہت نوازا اور وہ بہت بڑے ولی اللہ ہوئے۔

ایک عالم صاحب ایک بزرگ کے پاس آئے، ان کے اندر بھی یہی مرض تھا، ان کو علم کا نشہ ہوا تو انہوں نے خط میں اپنے مرشد کو حال لکھا کہ حضرت آج کل ذکر میں مزہ نہیں آرہا، شیخ نے اندازہ لگالیا فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے آپ کی تقریروں سے آپ کی تعریف ہوئی ہے اور درس و تدریس پر زیادہ تعریفیں سننے سے آپ کا دماغ خراب ہوگیا ہے لہٰذا آپ اب ذکر کو ملتوی کیجئے اور پانچ کلو اخروٹ خریدیئے اور سر پر رکھیے اور جس محلے میں بچے بہت زیادہ ہوں وہاں بیٹھ جایئے اور سب بچوں سے کہیے جو میرے سر پر ایک تھپڑ مارے گا اس کو ایک اخروٹ دوں گا، بچوں کو تو دو قسم کے مزے آگئے تھپڑ مارنے کا مزہ الگ اور اخروٹ ملنے کا الگ، انہوں نے وہ دھول لگائی کہ سر سے پگڑی ادھر جا گری اور اور ٹوکرا خالی ہوگیا اخروٹ سے اور دماغ خالی ہوگیا تکبر کی پوٹ سے۔

نہ جانے کیا سے کیا ہوجائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

اگر علماء اپنی دستارِ فضیلت کو اللہ والوں کی جوتیوں میں ڈال دیں، کچھ دن نفس کو مٹالیں تو واللہ کہتا ہوں دس سال جو درسِ نظامی پڑھا ہے اس کے بعد ان کی تقریر میں وہ اثر نہیں آسکتا جو سال، چھ مہینے، چالیس دن کسی ولی اللہ کے ہاں اس طرح رہنے سے آجائے گا کہ خانقاہ سے ایک سیکنڈ کو بھی باہر نہ نکلیں، کھانا اندر

منگالیں، مخلوق نظر ہی نہ آئے بس اللہ ہی اللہ نظر آئے، ہر وقت ذِکر وفکر میں مشغول رہیں اور کسی سے زیادہ بات چیت بھی نہ کریں، بس شیخ کی صحبت میں رہیں، کتب بینی کریں، بزرگوں کے ملفوظات ومواعظ دیکھیں، ذکر کریں اور خاموش بیٹھے رہیں۔

ایمان کا تحفظ صحبت اہل اللہ کے بغیر ناممکن ہے

جنہوں نے اللہ والوں کی جوتیوں میں اپنے نفس کو مٹایا، خدائے تعالیٰ نے ان کی تقریر میں، تحریر میں، ہر بات میں اثر رکھ دیا۔ مولانا گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی اور حکیم الامت کو کیا ہو گیا تھا کہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے حالانکہ یہ خود بہت بڑے عالم تھے، کم علم نہیں تھا ان کا۔ دوستو! اسی لیے کہتا ہوں کہ شیطان بہت بڑا عابد بھی تھا اور بہت بڑا عالم بھی تھا لیکن شیطان دو طبقوں کو سبق دے گیا، ایک عابدوں کو کہ عابدو! عبادت کا نشہ تم کو اللہ سے مردود کر سکتا ہے اور ایک سبق عالموں کو دے گیا کہ عالمو! علم کا نشہ بھی تم کو اللہ سے مردود کر سکتا ہے، کیونکہ شیطان کا علم سب سے زیادہ تھا، شیطان بہت بڑا عالم تھا اور اب بھی ہے۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ ہم کو تو اپنے نبی ہی کی ساری شریعت یاد نہیں اور اس کو تمام نبیوں کی شریعت یاد ہے کیونکہ اس نے ہر نبی کا زمانہ دیکھا ہوا ہے۔ اس لیے بڑے بڑے علماء کو اس نے پٹک دیا۔

امام فخر الدین رازی کے انتقال کے وقت شیطان آیا اور توحید پر اِشکال قائم کرنے لگا، امام فخر الدین رازی نے توحید پر ننانوے دلائل دیئے لیکن شیطان نے سب کی کاٹ کر دی، ان کے سارے دلائل کو اپنے دلائل سے رد کر دیا، آخر کار ان کے شیخ سلطان نجم الدین کبریٰ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت سے مطلع فرما دیا، وہ اس وقت وضو کر رہے تھے، انہوں نے وضو کا لوٹا پھینکا اور کہا اے فخر الدین رازی! شیطان سے مت بحث کر، اس سے کہہ دے کہ میں بلا

دلیل اللہ کو ایک مانتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے شیخ کی آواز امام رازی کے کانوں تک پہنچادی اور انہوں نے شیطان سے کہا کہ میں بے دلیل خدا کو ایک مانتا ہوں تب جاکر ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا، شیخ کا تعلق اور شیخ کی دعا کام آئی۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے اپنی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، اس سے بحث کرنے کو نہیں فرمایا۔

شیطانی وَساوِس کا علاج

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ﴾

(سورۃ الاعراف، ایت: ۲۰۰)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان کی مثال اس کتے کی طرح ہے جو بڑے لوگ پالتے ہیں، جب آپ ان کے گھر کی گھنٹی بجاتے ہیں تو ان کا کتا بھونکتا ہے لیکن آپ اس کے بھونکنے کا جواب نہیں دیتے بلکہ گھنٹی بجاتے ہیں یا کتے کے مالک کو آواز دیتے ہیں کہ میں آپ کے بنگلے میں آنا چاہتا ہوں، کتے کے مالک کے پاس کتے کے لیے خاص کوڈ ورڈ، خاص الفاظ ہوتے ہیں، وہ اس کوڈ ورڈ میں کتے کو حکم دیتا ہے اور کتا بھونکنا چھوڑ کر دم ہلانے لگتا ہے، تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح دنیا میں بڑے لوگوں کے کتے کو اگر جواب دو گے تو وہ اور بھونکے گا، اس کے مالک سے رابطہ قائم کر دتو وہ اس کو خاموش کردے گا، اسی طرح شیطان اللہ کا کتا ہے فَاِنَّ الشَّیۡطَانَ کَالۡکَلۡبِ الۡوَاقِفِ عَلَی الۡبَابِ شیطان گیٹ والے کتے کی طرح ہے جو اللہ کے دربار کے باہر کھڑا ہوا ہے، دربارِ الٰہی کا مردود ہے اس لیے دربار سے باہر ہے، اب جو دربار میں جانا چاہتا ہے اس کے وسوسہ ڈالے گا، اگر آپ نے اس کے وسوسے کا جواب دینا شروع کیا تو بس پھر خیریت نہیں ہے، جواب دیتے دیتے آپ کو پاگل کردے گا، تم کچھ کہو گے وہ بھی کچھ کہے گا، اس سے نجات نہیں ملے گی لہٰذا

اللہ تعالیٰ کی گھنٹی بجاؤ، وہ کون سی گھنٹی ہے **اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم** اے اللہ! میں اس مردود شیطان سے پناہ چاہتا ہوں، ان شاء اللہ اس کلمہ کی برکت سے فوراً اللہ کی مدد آئے گی اور شیطان دم ہلانے لگے گا۔ ایک کلمہ کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ اس کے پڑھنے سے وسوسے ختم ہوجاتے ہیں، وہ کلمہ یہ ہے:

﴿اٰمَنْتُ بِاللہِ وَرُسُلِہٖ﴾

(مسند احمد، مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے نبیوں پر۔

تو شیطان کو تکبر کا نشہ تھا اس کا کوئی مربی نہیں تھا، آج بھی یہی حالت ہے کہ اگر کسی سے تربیت نہ کرائی، کسی شیخ کی خدمت میں زندگی نہیں گذاری، کسی شیخ سے بیعت نہیں کی اور خود مربی بن گیا، تربیت کا کام شروع کردیا تو کیا حال ہوگا؟ سب کو ہلاک کرے گا لہٰذا کسی سے تعلق کرنے سے پہلے کم سے کم یہ تو دیکھو کہ اس نے کس شیخ سے اپنی تربیت کرائی ہے، پہلے یہ خود مربہ بنا ہے یا ویسے ہی مربی بن گیا اور پھر اس کے شیخ کا کون شیخ ہے، اس کا پورا روحانی نسب نامہ دیکھو جیسے شادی بیاہ کرتے وقت نسب دیکھتے ہو کہ نہیں کہ اس کا خاندان کون سا ہے اسی طرح اگر آپ اللہ تعالیٰ کا تعلق چاہتے ہیں، ایمان، یقین اور اپنے دل کو اللہ والا بنانا چاہتے ہیں تو یہاں بھی نسب دیکھ لو کہ جس کو شیخ بنارہے ہو اس کا سلسلہ کہاں سے ملتا ہے، اس نے خود کسی سے تربیت کرائی ہے؟ کسی شیخ کی صحبت اٹھائی ہے؟ کیونکہ تکبر کا نشہ اہل اللہ سے علاج کرائے بغیر نہیں اترتا۔

دیکھئے! مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص شاہ غلام علی صاحب کتنے بڑے شیخ تھے، حضرت شاہ غلام علی صاحب کے خلیفہ مولانا خالد کُردی تھے جو شام میں رہتے تھے، علامہ شامی ابن عابدین اور تفسیر روح المعانی

کے مصنف علامہ آلوسی ان کے مرید ہیں۔ شاہ غلام علی صاحب ایک دن اپنے شیخ مرزا مظہر جانِ جاناں کو پنکھا جھل رہے تھے، شیخ نے فرمایا ارے غلام علی تیرے ہاتھ میں جان نہیں ہے، اب بہت تیز جھلنے لگے تو فرمایا غلام علی اُڑا دے گا کیا، ان کے منہ سے اتنا نکل گیا کہ کسی حالت میں چین نہیں ہے، نہ یوں بنے ہے نہ یوں بنے ہے یعنی آہستہ جھلوں تو کہتے ہیں ہاتھ میں جان نہیں، تیز جھلوں تو کہتے ہیں کیا اڑا دے گا، بس شیخ ناراض ہوگئے، یہ راستہ بہت نازک ہے، غرض شیخ بہت دن تک ناراض رہے، شاہ غلام علی صاحب بہت رویا کرتے تھے، اخیر میں ان کے چہرے سے اور حالات سے پتا چل گیا کہ کبر ٹوٹ گیا، نشۂ خودرائی نکل گیا تو معافی ہوگئی، اسی لیے روحانی امراض کا شیخ سے علاج کرانا پڑتا ہے۔

مولانا مسیح اللہ خان صاحب نے لاہور کے اجتماع میں جو سبق دیا بس تمام تقریر کا خلاصہ یہی ہے کہ تکبر کا نشہ نہ آنے دو۔ روحانی بیماریاں دو ہی تو ہیں، ایک باہی ایک جاہی، باہی سے مراد بدنگاہی، شہوت، نفسانی خواہشات اور جاہی سے مراد عجب اور تکبر ہے اور تکبر کا مرض خواہشاتِ نفسانیہ سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ شہوت اور نفسانی خواہشات سے تو آدمی اپنے کو حقیر سمجھتا ہے لہٰذا اس سے جلد توبہ نصیب ہو جاتی ہے لیکن کبر کا نشہ بڑی مشکل سے جاتا ہے، شیخ کی خدمت میں پڑا رہے، خوب ڈانٹ ڈپٹ کھائے، کم سے کم چالیس دن کسی اللہ والے کے پاس لگا لے ان شاء اللہ تعالیٰ حالات بدل جائیں گے، صاحبِ نسبت ہو جائے گا، دل خود کہہ دے گا کہ کوئی چیز آگئی اور بزبانِ حال خواجہ صاحب کی طرح اپنے شیخ کو خطاب کر کے کہے گا۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

بس چند دن کی مشقت ہے زیادہ نہیں ہے۔

سر شکستہ نیست، ایں سر را مبند
یک دو روزے جہد کن، باقی بخند

خواجہ صاحب فرماتے ہیں ۔

پہنچنے میں ہوگی جو بے حد مشقت
تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

اللہ والا بننے کا نسخہ

جس دن ہر گناہ سے چھٹکارا مل جائے گا، جتنے کانٹے ہیں سب نکل جائیں گے اس دن معلوم ہوگا کہ دنیا ہی میں جنت مل گئی، مجاہدہ زیادہ دن کا نہیں ہوتا، کچھ دن کے بعد ہلکا ہوتا چلا جاتا ہے، اس کے برعکس بد پرہیزی کرنے سے اور آنکھوں کو خراب کرنے سے چین حاصل کرنے کا تصور پاگل پن اور حماقت ہے، اس کی نحوست سے دنیا بھی تلخ اور آخرت بھی تلخ، نہ دنیا میں چین نہ آخرت میں چین، بس سمجھ لو مجاہدہ چند دن کی بات ہے مگر یہ سودا بہت ہی سستا ہے، تھوڑا سا غم اٹھا لے، اللہ کے لیے ہمت کر لے، پھر چند دن کے بعد مجاہدہ بھی ہلکا ہو جاتا ہے، آج جو نظر بچانا مشکل ہے چند دن کے بعد وہ نظر بچانا بھی صالحین کے ماحول میں آسان ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ وہ صاحبِ نسبت اور اللہ والا ہو جاتا ہے، خدائے تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاتا ہے اور گناہ سے مانوسیت ختم ہوتی چلی جاتی ہے اور ذرا سی غلطی سے دل میں پریشانی اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے جیسے کوئی شخص جلتا ہوا سگریٹ لگا دے تو اس وقت یہ کوئی نہیں کہتا کہ ڈرو مت یہ تو چھوٹی سی چنگاری ہے بڑی آگ نہیں ہے مگر آپ اس سے بھی ڈرتے ہیں، دوستو! اسی طرح گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، اللہ تعالیٰ کی تھوڑی ناراضگی بھی بڑی ناراضگی ہے۔ یہ اس لیے عرض کر دیا کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ چھوٹا گناہ ہے یا بڑا، صغیرہ گناہ ہے یا کبیرہ؟ بتائیے! سگریٹ کی چھوٹی چنگاری کیا کم خطرناک ہے؟

بس حضرت حکیم الامت کا تین سطر کا ایک ملفوظ میری تقریر کا خلاصہ ہے، میری یہ ساری تقریر حضرت کے متن کی شرح ہے، حضرت نے فرمایا کہ تم شریعت پر چل کر دیکھو ان شاء اللہ سب تمہاری عزت کریں گے جس کی بیّن دلیل یہ ہے کہ جو پکے مسلمان ہیں، انگریز، ہندو پارسی وغیرہ سب ان کی عزت کرتے ہیں، تم دین پر قائم رہو ساری قومیں تمہاری غلام بن جائیں گی، تو حضرت حکیم الامت کا یہ ملفوظ میری ساری تقریر کا خلاصہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، یا اللہ! اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنی ذاتِ پاک کو راضی کرنے کی توفیق نصیب فرمادے اور اپنی ناراضگی سے بچنے کی توفیق نصیب فرمادیجئے، یا اللہ! شہوت کا نشہ ہو یا کبر کا نشہ ہو، بڑائی کا نشہ ہو یا خواہشات کا نشہ ہو ہر قسم کے نشہ کو اتار کر اے اللہ ہم کو نفس و شیطان کی غلامی سے نکال کر اپنی سو فیصد فرماں برداری نصیب فرمادے، اے اللہ! ہماری دنیا بھی عافیت کی بنا دیجئے اور آخرت بھی عافیت کی بنا دیجئے، ہم سب کو نسبت کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمایئے، نسبت کے تین درجے اے خدا تیرے ایک مقبول بندے مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی نے لاہور میں بیان فرمائے کہ بعض لوگوں کو اللہ سے تعلق تو ہے مگر اس کا نام نسبتِ ضعیف ہے، دوسرا درجہ نسبتِ قوی اور تیسرا درجہ ہے نسبتِ اقویٰ، تو ضعیف، قوی اور اقویٰ تین درجے ہوگئے، تو میرے اللہ اپنی رحمت سے، اپنے کریم ہونے کے صدقے میں ہم سب کی ضعیف نسبت کو قوی کردے اور جن کی نسبت قوی ہے اس کو اقویٰ کردے یعنی جو سب سے بڑی نسبت ہے، جو اولیاء صدیقین کو عطا ہوتی ہے، وہ نسبت ہمیں عطا فرمادے، آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ محمد و الہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا

الٰہی اپنی رحمت سے تو کر دے باخبر اپنا
نہ انجم ہیں ہمارے اور نہ یہ شمس و قمر اپنا

سوا تیرے نہیں ہے کوئی میرا سنگِ در اپنا
کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا

خداوندا محبت ایسی دے دے اپنی رحمت سے
کرے اختؔر فدا تجھ پر یہ دل اپنا جگر اپنا

میں کب تک نفس دشمن کی غلامی سے رہوں رُسوا
تو کر لے ایسے ناکارہ کو پھر بارِ دگر اپنا

چھُڑا کر غیر سے دل کو تو اپنا خاص کر ہم کو
تو فضلِ خاص کو ہم سب پہ یا رب عام کر اپنا

بہ فیضِ مُرشدِ کامل تو کر دے ہنس زاغوں کو
کہ وقفِ خانقاہِ شیخ ہے قلب و جگر اپنا

تغافل سے جو کی توبہ تو ان کی راہ میں اختؔر
ہمہ تن مشغلہ ہے ذکر کا شام و سحر اپنا

گلستانِ طیبہ سے مسرور ہوں گا

عجم کے بیاباں سے مغرور ہوں گا
گلستانِ طیبہ سے مسرور ہوں گا

مَیں دیدارِ گنبد سے مخمور ہوں گا
کبھی نُور ہوں گا کبھی طُور ہوں گا

گناہوں سے اپنے میں رنجور ہوں گا
بہ فیضِ شفاعت میں مغفور ہوں گا

اُڑے گی ہَوا سے جو خاکِ مدینہ
میں ایسے غباروں میں مستور ہوں گا

میں روضہ پہ صلّ علیٰ نذر کر کے
بہ دِل نُور ہوں گا بہ جاں نُور ہوں گا

مدینہ کے انوارِ شام و سحر سے
سراپا دل و جاں سے مسرور ہوں گا

میں ممنون ہوں گا خدا کے کرم کا
کبھی دل میں اپنے نہ مغرور ہوں گا

ہر اک امر میں راہِ سُنت پہ چل کر
خُدا کے کرم سے میں منصور ہوں گا

اُحد کے شہیدوں کے خونِ وفا سے
سبق لے کے پابندِ دستور ہوں گا

مدینہ میں جب قلب و جاں چھوڑ آیا
میں مہجور ہو کر نہ مہجور ہوں گا

قبا کی زیارت و نفلوں سے اختؔر
ہر اک راہ سُنت سے پُر نور ہوں گا

یہ آہِ سحر کا اثر دیکھتے ہیں

یہ آہِ سحر کا اثر دیکھتے ہیں
مدینہ کے شام و سحر دیکھتے ہیں

جسے آپ کا باخبر دیکھتے ہیں
اُسے غیر سے بے خبر دیکھتے ہیں

غلامی سے تیری غلاموں کا رتبہ
ملائک سے بھی فوق تر دیکھتے ہیں

تجلّی جو ہے سبز گنبد پہ ہر دَم
اُسے رشکِ شمس و قمر دیکھتے ہیں

مدینہ کا جغرافیہ دیکھ کر ہم
عجب حالِ قلب و جگر دیکھتے ہیں

تصوّر میں آتا ہے جب سبز گنبد
تو ایمان کو گرم تر دیکھتے ہیں

بفرطِ محبت بشوقِ نظر ہم
مدینہ کے دیوار و در دیکھتے ہیں

ابوبکرؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ
تصوّر میں ہم اُن کے گھر دیکھتے ہیں

جو روضہ پہ حاضر سلاطیں ہوئے ہیں
تو پندار زیر و زبر دیکھتے ہیں

جو جالی پہ صلِّ علیٰ کہہ رہے ہیں
اے اخترؔ انہیں چشمِ تر دیکھتے ہیں

یہ صبحِ مدینہ یہ شامِ مدینہ

یہ صبحِ مدینہ یہ شامِ مدینہ
مبارک تجھے یہ قیامِ مدینہ

بھلا جانے کیا جام و مینائے عالم
ترا کیف اے خوش خرامِ مدینہ

مدینہ کی گلیوں میں ہر اِک قدم پر
ہو مدِ نظر احترامِ مدینہ

مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ
بڑا لطف دیتا ہے نامِ مدینہ

نگاہوں میں سلطانیت ہیچ ہوگی
جو پائے گا دل میں پیامِ مدینہ

سکونِ جہاں تم کہاں ڈھونڈتے ہو
سکونِ جہاں ہے نظامِ مدینہ

ہو آزاد اختر غمِ دو جہاں سے
جو ہو جائے دل سے غلامِ مدینہ

(مدینہ منورہ سے واپس ہوتے ہوئے)